فتاوی رشیدیہ (کامل)

افادات

قطب الاقطاب فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد
گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ

جلد اول

جدید مطول حاشیہ

بندہ محمد خالد البلوشی الحنفی
فاضل جامع مطلع العلوم کوئٹہ بلوچستان پاکستان

کتاب کا نام: فتاوی رشیدیہ ر جلد اول
مصنف: فقیہ النفس حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب
نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ
تحقیق وتخریج بندہ محمد خالد حنفی
صفحات: ۵۱۲
ناشر:
سن اشاعت:
تعداد:
کمپوزر: بندہ محمد خالد حنفی

رابطہ
Gmail: khalidhanfi11@gmail.com
03379735574
03185110565

محترم قارئین! اپنی بساط کے مطابق بھرپور توجہ سے پروف ریڈنگ کی گئی ہے کہ غلطی نہ رہے، پھر بھی انسان کمزور ہے اور غلطی کا امکان موجود ہے۔ قارئین مطلع فرمادیں تو آئندہ درستگی ہوسکتی ہے۔(حنفی)

فہرست مضامین

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر سوانح

باب اخلاق اور تصوف کے مسائل

ملفوظات

کتاب التقلید والاجتہاد

تقلید واجتہاد کے مسائل

ملفوظات

کتاب التفسیر والحدیث

ملفوظات

کتاب العلم

ملفوظات

ملفوظات

کتاب الایمان اور کفر کے مسائل

ملفوظات

کتاب العقائد

ملفوظ

تقریظ

شیخ الحدیث حضرت مولانا سید عبدالمالک شاہ چاغوی

صاحب دامت برکاتہم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہٖ الکریم، امابعد!

فقیہ النفس قطب الاقطاب حضرت العلامۃ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کی کتاب فتاوی رشیدیہ علماء محققین وعلماء راسخین کے ہاں معتبر اور مستند کتاب ہے، چونکہ ان کا مخرج ومأخذ بیان نہیں کیا گیا ہے، بہتیرے علمائے کرام ومشائخ عظام نے مذکورہ کتاب کی تحقیق وتخریج لکھا ہے، اسیطرح فاضل نوجوان محقق بے نظیر جناب حضرت مولانا محمد خالد حنفی سلمہ اللہ تعالیٰ بہت جانفشانی وعرق ریزی کیساتھ متوسط انداز میں ان کے مسائل کا مأخذ اور مخرج متقدمین ومتأخرین کی کتابوں سے محول باحوالہ مدلل ذکر کیا ہے۔

احقر اپنی بے بضاعتی وکم ہمتی کیوجہ سے کما حقہ اس کا بالاستیعاب مطالعہ نہ کرسکا جستہ جستہ متفرق مقامات سے مطالعہ کیا، لگتا ہے کہ موصوف نے تحقیق وتخریج کا حق ادا کیا ہے اللہ تعالیٰ فاضل نوجوان کی عمر اور علم میں برکت عطا فرمائیں اور علمی اور عملی کمالات سے نوازیں ان کے اس محنت کو شرف قبولیت سے نوازیں اور نجات آخرت کا ذریعہ بنائیں آمین۔

این دعا از من واز جملہ جہان آمین باد۔

حررہ: شیخ الحدیث حضرت مولانا (محمد عبدالمالک شاہ) چاغوی صاحب دامت برکاتہم

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ صاحب مفتاحی دامت برکاتہم

بانی ومہتمم الجامعہ الاسلامیۃ مسیح العلوم بنگلور انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِينَ وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلَى سَيِّدِ الأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ ، أَمَّا بَعْدُ:

زیر نظر کتاب ’’فتاوی رشیدیہ‘‘ عظیم فقہی ذخیرہ پر مشتمل ہے جو قطب عالم امام ربانی فقیہ النفس محدث جلیل حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی - رحمۃ اللہ علیہ - المتوفی ۱۳۲۳ھ کے قلم سے نکلے ہوئے فتاوی کا گراں قدر مجموعہ ہے اور آپ کی علمی جلالت وفقہی بصیرت کا آئینہ دار ہے اور ہر دور میں حضرات اہل علم کے مابین متداول ومقبول رہا ہے۔

اگر چہ کہ اس کے متعدد نسخے پائے جاتے ہیں، مگر معروف وہ نسخہ ہے جو حضرت مولانا عزیز الدین صاحب رحمہ اللہ تعالی نے مرتب کیا تھا، جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے تلامذہ میں سے تھے اور نہایت عقیدت مندوں میں سے تھے اور اسی عقیدت مندی نے ان کو مجبور کیا تھا کہ وہ حضرت کے ان قیمتی فتاوی کو تلاش کر کے جمع ومرتب کریں۔

پھر بعد میں کسی ادارے نے غالباً اس میں حضرت امام ربانی کے ملفوظات کو بھی داخل کر کے شائع کرنا شروع کر دیا، اور اب یہ مجموعہ اسی طرح ’’فتاوی وملفوظات‘‘ دونوں کے ساتھ شائع ہوتا ہے، مگر فتاوی کے ساتھ ملفوظات کو ایک ہی جلد میں جمع کرنا - اگر چہ احداث فی الدین تو نہیں لیکن علمی دنیا میں - احداث فی العلم ہے؛ کیوں کہ فتاوی کی نوعیت وحیثیت میں اور ملفوظات کی نوعیت وحیثیت میں زمین آسمان کا فرق ہے، دونوں کو ایک مقام وحیثیت میں نہیں رکھا جا سکتا، اگر چہ کہ بڑوں کی باتیں بھی بڑی ہوتی ہیں اور ان کی اپنی

حیثیت بھی مسلم ہے اوران کی افادیت سے انکارنہیں ،لیکن اہل علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ دونوں کی حیثیتوں میں نمایاں فرق ہے۔

بہ ہر حال فتاوی کے اس عظیم ذخیرے میں ایک جانب آپ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ''فتاوی'' ہیں تو دوسری جانب آپ کی زبان مبارک سے صادر ہونے والے ''ارشادات و ملفوظات'' بھی ہیں ،جن میں علوم واحکام شریعت بھی ہیں اور اسرار ورموز طریقت بھی ، حقائق و معارف بھی ہیں اور دقائق و اشارات بھی ۔یہی وجہ ہے ایک طویل زمانے سے یہ فتاوی اہل علم کے یہاں اپنا ایک خاص اعتبار اور مقام بنائے ہوئے ہیں اور لائق اعتناء و قابل قدر مانے جاتے ہیں۔

اس کی اسی اہمیت کے پیش نظر بہت پہلے ہی بعض اکابر علماء نے اس کے مسائل کی تخریج وتحقیق اوراس پرتعلیق وتحشیے کی جانب توجہ فرمائی تھی ،تاکہ ان فتاوی کے مآخذ ومصادر کے ذریعے ان کومزین ومدلل کردیا جائے۔

اس سلسلے میں جن حضرات نے کام کیا ہے ،اس کی تفصیل حضرت مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی صاحب زیدمجدہ نے ''باقیات فتاوی رشیدیہ'' کے مقدمے میں لکھدی ہے۔

ان کاموں میں سے ایک حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب -رحمہ اللہ تعالی- کی نگرانی میں کیا گیا کام ہے ،جس کوسنبھل مرادآباد کے ایک عالم نے سرانجام دیا تھا اورنہایت مفصل حاشیہ لکھا ،مگرضخیم ہونے کی وجہ سے اس کے شائع ہونے کا موقعہ نہیں آیا اور بعدمیں وہ ضائع ہوگیا۔

دوسرا کام حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی -مفتی دار العلوم دیوبند- کا ہے جوابھی شائع نہیں ہوا ہے۔

اور تیسرا کام دار العلوم دیوبند کے استاذ حضرت مولانا یوسف صاحب تاولی -زید مجدہم- نے انجام دیا ہے جو دو جلدوں میں شائع ہو چکا ہے ۔(مقدمہ باقیات فتاوی رشیدیہ)

اب اسی سلسلے میں ایک نئی اور مفصل تخریج وتحقیق منصۂ شہود پر آئی ہے، جو مولانا مفتی خالد حنفی صاحب حفظہ اللہ تعالی، فاضل ''جامعہ مطلع العلوم، کوئٹہ، پاکستان'' کی عرق ریزی اور کاوش کا نتیجہ ہے۔

احقر نے مولانا خالد حنفی صاحب کے کہنے پر اس کو مختلف مقامات سے دیکھا اور محسوس کیا کہ صاحب تحقیق فاضل گرامی قدر نے نہایت عرق ریزی اور محنت کے ساتھ ''فتاوی رشیدیہ'' کے تمام مسائل وملفوظات کو فقہ وفتاوی کی معتبر ومستند کتب سے اور علماء کرام ومشائخ عظام کی تحقیقات و بیانات سے مدلل ومحقق کر دیا ہے، جس سے کتاب کی افادیت کو چار چاند لگ گئے اور اصحاب فقہ وفتاوی کے لیے ان فتاوی سے استفادے کی راہ نہایت آسان ہو گئی۔

فاضل گرامی مولانا خالد حنفی صاحب حفظہ اللہ تعالی علمی دنیا کی جانب سے مبارک بادی وقدر دانی کے مستحق ہیں کہ انھوں نے ایک تحقیقی خدمت سر انجام دے کر حضرات اہل علم وارباب فقہ وفتاوی پر ایک احسان فرمایا ہے۔

اخیر میں یہ بندہ حقیر دعا گو ہے کہ اللہ تعالی فاضل موصوف کی اس عظیم الشان خدمت کو شرف قبولیت سے نوازیں اور اصل فتاوی کی طرح اس تحقیق وتعلیق کو بھی امت کے لیے نافع ومفید بنائیں۔

احقر کی رائے ہے کہ آپ کی اس تحقیق وتعلیق کے ساتھ چھپنے والے ''فتاوی رشیدیہ'' کے شروع میں اگر حضرت مولانا نور الحسن راشد صاحب حفظہ اللہ تعالی کا لکھا ہوا وہ تحقیقی مقدمہ بھی شائع ہو جائے جو انھوں نے ''باقیات فتاوی رشیدیہ'' کے لیے لکھا ہے تو بہتر ہوگا، اس کے لیے حضرت مولانا نور الحسن راشد صاحب سے اجازت لے لی جائے۔

یکم رجمادی الاخری ۱۴۴۳ھ

۵ر جنوری ۲۰۲۲ء

فقط

محمد شعیب اللہ خان مفتاحی

جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم

بنگلور، انڈیا

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد جعفر ملی رحمانی صاحب دامت برکاتہم

صدر دارالافتاء والقضاء، جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا، نندور بار، مہاراشٹر، الہند

ان الحمدللّٰہ نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ باللّٰہ من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده اللّٰہ فلامضل له، ومن يضلل فلاهادی له، ونشهد أن لا اله الا اللّٰہ وحده لاشريک له، ونشهد أن سيدنا ومولانا محمداً عبدهٗ ورسولهٗ، أما بعد فقد قال اللّٰہ عزوجل فی محكم تنزيله، فأعوذ باللّٰہ من الشيطان الرجيم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحيم: ﴿من يؤتی الحكمة فقد أوتي خيرا كثيرا﴾ وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ عليه وسلم: ”من يرد اللّٰہ به خيراً يفقهه فی الدين“ صدق اللّٰہ العظيم وصدق رسوله النبی الكريم ونحن علی ذلک لمن الشاهدين والشاكرين والحمدللّٰہ رب العالمين.

علمِ اسماء وصفات کے بعد سب سے اشرف علم، علم فقہ ہے، جو علمِ حلال وحرام، اور علمِ شرائع واحکام سے موسوم ہے، علم فقہ دین کا ستون ہے، ”لكل شیء عماد وعماد هذا الدين الفقه“. اس علم کے بغیر نہ عقائد صحیح ہوسکتے ہیں نہ عبادات، نہ معاملات درست ہوسکتے ہیں اور نہ معاشرت واخلاق۔

احکامِ شرعیہ کو ان کی تفصیلی دلائل کے ساتھ جاننا علم فقہ کہلاتا ہے، اس کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ فقہ اس دینی بصیرت کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ احکامِ شریعت کے اسرار کی واقفیت کے ساتھ ساتھ، ہر دور میں پیش آمدہ مسائلِ جدیدہ کے احکام کے استنباط کی

قدرت حاصل ہوتی ہے۔

فقہ کی عظمت واہمیت کیلئے اتنی بات کافی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان کی خدمت سے انتہائی خوش ہوکر اسی علمِ فقہ کے حصول کیلئے یہ دعا دی تھی "**اللّٰھم فقھه فی الدین وعلمه التأویل**". [فتح الباری، ۱/ ۲۲٤، کتاب العلم، باب قول النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: أللّٰھم علمه الکتاب]

فتوی یہ سنتِ الٰہیہ ہے، کیونکہ ربِ کریم نے فتوے کی نسبت خود اپنی ذاتِ کریم کی طرف فرمائی ہے، چناں چہ فرمانِ باری ہے:﴿**یستفتونک قل اللّٰه یفتیکم فی الکلالة**﴾ [سورة النساء: ۱۲۷]

مفتی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنی خداداد اجتہادی صلاحیت سے زیر بحث کسی پیچیدہ معاملہ میں شریعت کے حکمِ حتمی سے آگاہ کرے۔[أصول الافتاء وآدابہ للعلامۃ المفتی محمد تقی العثمانی،ص:۱۰،۱۱]

مفتی کا فتوی حل مشکل ہوتا ہے، اور کسی مسلمان کی مشکل کو حل کرنا بموجبِ حدیث قیامت کی پُرخطر وادی میں اپنے لیے پُر امن رہ گزر ہموار کرنا ہے، چناں چہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: "**من نفس عن مؤمن کربة من کرب الدنیا نفس اللّٰه عنه کربة من کرب یوم القیامة**". [رواہ مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی الذکر، رقم الحدیث: ٤۹۹٦]

حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ویسے تو تمام علومِ اسلامیہ میں منصب امامت پر فائز تھے، البتہ فقہ وفتاوی میں ربِ کریم کا، آپ پر وہ خصوصی فیضان تھا، جس کی بنا پر آپ کا شمار آسمانِ فقہ کے ان درخشاں کہکشاؤں میں ہوتا ہے، جو اپنے تعارف میں کسی کے محتاج نہیں ہوتے، بس مختصر یہ کہ آپ گرچہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے، لیکن آپ کی ذات میں اللہ رب العزت کی عطاء کردہ فقیہانہ شان ایسی تھی کہ آپ

بذاتِ خود ابوحنیفہ ثانی معلوم ہوتے تھے۔

آپ کے فتاوی ''فتاوی رشیدیہ'' اپنے اندر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی فقیہانہ شان کو سموئے ہوئے ہیں، آپ نے ان فتاوی کے ذریعے دینِ متین کے ہر اس گوشے کی حفاظت فرمائی، جہاں سے رسومِ جاہلیت داخل ہوکر اسلام کی شکل وصورت کو داغدار کررہی تھیں، یہ رسوم جاہلیت اور رواجِ قبیحہ کچھ تو دین سے ناواقفیت کے سبب داخل ہورہے تھے، اور کچھ دانستہ طور پر قبول کیے جارہے تھے، حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ نے ان کے خلاف اپنے فتاوی کی شکل میں جہاد کیا، اور اس سیلِ جہالت ودین بیزاری کے مقابل زیرِ نظر فتاوی کا پشتہ کھڑا کردیا، فتاوی رشیدیہ اس بات کی لفظاً لفظاً شہادت دیتا ہے۔

وقت کے تقاضوں کے مطابق حضرت فقیہ النفس رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاوی کی تخریج ایک ضروری امر تھا، جسے برادرم محترم حضرت مولانا محمد خالد حنفی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ [فاضل جامعہ مطلع العلوم بروری روڈ کوئٹہ] نے طویل حاشیہ کی صورت میں الحمدللہ مکمل فرمایا، اس کی وجہ سے فتاوی کے حسن اور اس کی افادیت میں جو دوبالگی ہوئی وہ محتاج بیاں نہیں ہے، علمائے کرام بالخصوص مفتیانِ عظام کیلئے عربی عبارات کی روشنی میں زیرِ نظر فتاوی سے استفادہ انتہائی آسان وسہل ہوگیا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ حضرت فقیہ النفس کے ان فتاوی کو تاقیامِ قیامت اپنے ہاں شرف قبولیت سے نوازے اور امت کے حق میں انہیں نافع بنائے رکھے، نیز آپ کیلئے اسے باعثِ رفع درجات بنائے، اور محشی ومخرج، ان کے والدین واساتذہ کیلئے اس کام کو ذخیرہ آخرت وذریعہ نجات قرار دے، وما ذلک علی اللّٰه بعزیز.

ربنا تقبل منا انک أنت السمیع العلیم، وتب علینا انک أنت التواب الرحیم. وصلی اللّٰه تعالیٰ علی خیر خلقه محمد و آله وصحبه أجمعین الی یوم الدین، آمین! فقط

محمد جعفر ملی رحمانی

(صدر دارالافتاء والقضاء، جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا، نندوربار، مہاراشٹر، الہند)

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم خلیل صاحب دامت برکاتہم

رئیس دارالافتاء مدرسہ عربیہ تعلیم الاسلام کوئٹہ

بسم اللہ الرحیم الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم، امابعد!

علم فقہ کی اہمیت سے ہر صاحب علم واقف ہے اور یہ کہ یہ قرآن وحدیث کے مقابل کوئی علم نہیں بلکہ انہیں مصادر کی توضیح وتشریح ہے۔ اکابرینِ امت نے اسی توضیح کے پیش نظر اپنی زندگیاں اس میں صرف کر کے بے مثال خدمتیں سرانجام دئیں، جن میں استاذ المحدثین، فقیہ النفس، قطب الاقطاب، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ کے ''فتاوی رشیدیہ'' کو بھی نمایاں حیثیت حاصل ہے۔

لیکن مرورِ زمان کیساتھ وقت کے تقاضوں کے مطابق ذکر کردہ مسائل کی تخریج کا کام ضروری تھا، اس لئے مولانا محمد خالد حنفی صاحب حفظہ اللہ (فاضل جامعہ مطلع العلوم بروری روڈ کوئٹہ) نے طویل حاشیہ کی صوررت میں اس پر تخریج وتعلیق کا کام کیا ہے، جس نے کتاب کے حسن اور افادیت میں بے پنا اضافہ کیا اور علماء کرام خصوصاً مفتیان کرام کیلئے عربی عبارات کی روشنی میں کتاب سے استفادہ کرنا بہت سہل کردیا۔

اللہ رب العزت اصل کتاب کی طرح مذکورہ حاشیہ کو بھی قبولیت سے نوازیں اور پوری امت خصوصاً موصوف محشی کی نجات کا ذریعہ بنادیں، آمین۔

دعا گوودعاجو: محمد ابراہیم خلیل عفی عنہ

دارالافتاء مدرسہ عربیہ تعلیم الاسلام زونکی رام روڈ کوئٹہ

۲۹/ ذی القعدۃ/ ۱۴۴۱ھ/ ۱۰/ جولائی/ ۲۰۲۱ء

تقریظ

حضرت مولانا مفتی نیاز حسنی صاحب دامت برکاتہم

دارالافتاء والارشاد جامعۃ الحسن کوئٹہ

الحمد للّٰه جامع الشتات والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد المبعوث بالآیات البینات وعلی آلہٖ وصحبہٖ وأزواجہٖ الطاھرات.

وبعد:

''فتاوی رشیدیہ'' امام ربانی قطب الاقطاب علامہ رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے گرانقدر فتاوی کا بے مثال مجموعہ ہے جس میں نہ صرف فتاوی بلکہ تفسیر، حدیث مناظرہ اور تزکیہ واحسان وغیرہ سے متعلق سوالوں کے جوابات دل نشین پیرایہ میں دیے گئے ہیں کتاب کی جامعیت اظہر من الشّمس ہے۔

''فتاوی رشیدیہ'' کا یہ جدید مطول حاشیہ برادرم مولانا محمد خالد حنفی کی تحقیق وعرق ریزی کا نتیجہ ہے جو اہل افتاء کے لئے بلخصوص اور دیگر شائقین علم فقہ کے لئے بلعموم جتنا مفید ہوگا وہ محتاج بیان نہیں کیونکہ ''مشک آن است کہ خود ببوید نہ آنکہ عطار بگوید''۔

اللہ تعالیٰ موصوف کو اپنی شان عالی کے مناسب دارین کی سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے۔آمین

وصلی اللّٰه علی نبینا محمد وعلی آلہٖ وصحبہ وسلم.

نیاز حسنی

دارالافتاء والارشاد

جامعۃ الحسن سریاب کوئٹہ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد قاسم شاہ صاحب دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحیم الرحیم

نحمدهٗ ونصلی علیٰ رسوله الكريم، امابعد!

مولانا محمد خالد عزیز الحنفی صاحب کے نئے کاوش اور تحقیقی اور مستند کتاب حاشیہ برفتاویٰ رشیدیہ کو مختلف جگہوں سے دیکھنے کا توفیق ملا، الحمدللہ زبردست استخراج ہے، اللہ تعالیٰ مزید نکھار پیدا کرے، فتاوی رشیدیہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا کتاب ہے اور چونکہ خود حضرت امام ابوحنیفہ ثانی کا لقب رکھتا تھا اور کتاب بھی اعلیٰ شان کی تصنیف تھی آج کل ہمارے علماء کرام کا اس کتاب سے استفادہ کرنا مشکل تھا لہٰذا ہمارے دوست محترم نے اس کتاب کا استخراج فرمایا اور تمام مسائل کا حوالہ نکالا جو کہ بہت زبردست کاوش ہے اور یہ کتاب تمام لائبریریز اور کتب خانہ اور دارالافتاء کے زینت ہونی چاہئے اللہ تعالیٰ نے جس طرح اس کتاب کومقبول ومنظور فرمایا تھا اسی طرح کتاب کے حاشیہ واستخراج کو بھی مقبول ومنظور فرمالیں اور مصنف کیلئے ذخیرہ حسنات فرمالیں۔آمین

وماتوفیقی الاباللہ العلی العظیم

کتبہ: (حضرت مولانا مفتی) قاسم شاہ (صاحب دامت برکاتہم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعائیہ کلمات

استاذ العلماء حضرت اقدس مولانا سید محمد طاہر شاہ ہاشمی صاحب دامت برکاتہم

نحمدهٗ ونصلی علی رسوله الکریم!

عزیزم مولوی خالد حنفی سلمہ اللہ تعالیٰ اپنی تازہ تالیف ''فتاوی ناموس انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام'' جو کہ چار (۴) جلدوں پر اور ''فتاوی رشیدیہ جو کہ تین (۳) جلدوں پر اور فتاوی دینیہ جو کہ فی الحال ایک (۱) جلد پر مشتمل ہے منظرِ عام پر لائے ہیں اللہ تعالیٰ ان تالیفات کو قبول فرما کر آخرت میں بلا حساب وکتاب نجات کا ذریعہ بنادیں اور عامۃ المسلمین کو ان سے استفادہ کی توفیق عطاء فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ عزیزم خالد حنفی کو صحت اور کامل خُلوص وصدق کیساتھ مدت مزید تک دین کے اعلیٰ سے اعلیٰ خدمات کی توفیق عطا فرمائیں اور مؤلف کو ہر قسم کے شر اور فتنوں سے محفوظ فرما کر صحت وسکون کی دولت سے مالا مال فرمائیں۔

آمین یا رب العالمین

دعا گو: سید محمد طاہر شاہ ہاشمی

مہتمم: مدرسہ اسلامیہ سراج العلوم محمدیہ الہاشمیہ

شیخ عمر روڈ احمد شاہ اسٹریٹ ہُدہ کوئٹہ

۲۳ صفر المظفر ۱۴۴۵ھ بمطابق ۱۲ ستمبر ۲۰۲۳ء

عرض محشی

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی خاتم الأنبیاء والمرسلین وعلی آلہ وأصحابہ اجمعین.

امابعد!

فتاوی رشیدیہ فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی ایک عمدہ تصنیف ہے۔ کتاب اور صاحب کتاب دونوں کسی تعارف کے محتاج نہیں، اہل علم خصوصاً اصحاب فتاویٰ کے ہاں فتاوی رشیدیہ اور فقیہ النفس حضرت گنگوہی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا جو مقام ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ برصغیر پاک وہند کے اندازاً ہر دار الافتاء میں اس کتاب سے استفادہ کیا جارہا ہے۔ استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا سید عبدالمالک شاہ صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کے مشورہ سے بندہ نے فتاوی رشیدیہ پر تخریج وتحقیق کا کام شروع کیا تھا، الحمد للہ اللہ پاک کے فضل وکرم اور اساتذہ کے دعاوں کی برکت سے اللہ پاک نے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا، میں اپنے اساتذہ میں سے شیخ الحدیث حضرت مولانا سید عبدالمالک شاہ صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ اور استاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی سید محمد قاسم شاہ صاحب دامت برکاتہم کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ انہوں نے اس کام میں کافی حد تک بندہ کی رہنمائی کی۔ **فجزاهما اللّٰہ تعالیٰ خیر الجزاء.**

احقر العباد محمد خالد حنفی

۲۳ ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ بمطابق ۱۳ اگست ۲۰۲۰ء

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر سوانح

ولادت

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ٦ ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۲۹ء بروز سوموار چاشت کے وقت اس دنیائے آب وگل میں تشریف لائے۔ گویا سوموار کی ولادت میں غیر اختیاری سنت نبویہ علیہ الصلاۃ والسلام کا شرف حاصل کیا۔ آپ کی پیدائش مشہور تاریخی مقام گنگوہ میں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے مزار مبارک سے مشرقی جانب تقریباً تیس قدم دور اپنے جدی مکان میں ہوئی۔

❁❁❁

سلسلہ نسب

آپ والد ماجد اور والدہ ماجدہ دونوں کی جانب سے شریف النسب اور نجیب الطرفین شیخ زادہ انصاری اور ایوبی النسل تھے اور آپ کا نسبی سلسلہ جدہ کی جانب سے گیاروں پشت پر قطب العالم شیخ المشائخ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ سے جاملتا ہے۔ اور روحانی سلسلہ بھی جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا حضرت شیخ موصوفؒ سے ملتا ہے۔ گویا آپ نسبی اور روحانی دونوں طور پر گنگوہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح جانشین ہوئے کہ آپ کی ذات گرامی قدر سے گنگوہ کا نام دوبارہ چار دانگ عالم میں پھیلا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ گنگوہ کی گذشتہ عظمت وشہرت کو چار چاند لگادیئے۔ صاحب تذکرۃ الرشید حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی تذکرۃ الرشید میں رقم فرماتے ہیں:

شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۲۳ جمادی الآخر ۹۴۵ھ ہجری کو اس عالم جسمانی سے انقطاع فرمایا اور تیسری صدی کا آخری سال ختم نہیں ہونے پایا تھا کہ اس خاندان ایوبی کا نام باقی رکھنے والے اور قدوسی مسند کی عزت سنبھالنے والے نونہال نے

اپنے وجود مسعود سے خانہ عالم معمور اور وہی قصبہ گنگوہ آباد کیا جس میں قدوسی خانقاہ اپنے شیخ کے سچے جانشین کی تلاش میں تین سو برس سے پریشان حال وویران پڑی ہوئی تھی یعنی تیسری صدی کے پورے اختتام پر شیخ عبدالقدوس کے وصال کا سال اور مہینہ اور دن یعنی ۲۳ جمادی الآخر ۱۲۴۵ء کا روز جب آیا ہے تو ہمارے حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ پورے سات ماہ اور سات دن کی عمر پا چکے تھے۔ فالحمد اللہ علی احسانہٖ۔ (تذکرۃ الرشید، ص ۱۵)

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی دادھیال دراصل قصبہ رام پور ضلع سہارنپور تھی مگر حضرت کے دادا قاضی پیر بخش صاحب مرحوم نے گنگوہ کو اپنا وطن بنالیا تھا۔ اس لیے آئندہ نسل کا انتساب گنگوہ کی جانب ہوا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح جانشین نسبی روحانی اور وطنی طور پر ان کا جانشین ہو۔

❁❁❁

والدین

حضرت مولانا کے والد ماجد مولانا ہدایت احمد صاحب گنگوہ ہی میں پیدا ہوئے۔ یہیں تربیت ہوئی اور پھر یہیں انصاری خاندان میں مولانا محمد نقی صاحب کی ہمشیرہ سے شادی ہوئی۔ مولانا محمد نقی صاحب کے چھوٹے بھائی مولوی محمد شفیع صاحب ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں شہید ہوئے مولانا محمد نقی صاحب حضرت مولانا گنگوہی کے خسر بھی ہیں اور ماموں بھی کیونکہ ان کی صاحبزادی خدیجہ حضرت مولانا کے عقد میں آئیں۔ حکیم مولانا مولوی مسعود احمد گنگوہی اور مولانا مولوی محمود احمد صاحبؒ (صاحبزادگان حضرت گنگوہی) اسی عفت مآب خاتون سے پیدا ہوئے۔

حضرت مولانا کے والد ماجد اپنے زمانہ میں مقدس عالم اور بڑے دینی مقتدا تھے آپ نے تعلیم شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے علماء سے حاصل کی اور روحانی تربیت

حضرت مولانا شاہ غلام علی مجددی دہلوی سے۔حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کامل سے مولانا ہدایت احمد مرحوم سلوک وتصوف سے بھی خاصہ حصہ پائے تھے۔نہایت خوشنویس اور زودنویس تھے عملیات اور تعویذ گنڈے بھی کیا کرتے تھے اور بروایت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد سے مجاز بھی تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں پنتیس سال کی عمر میں ۱۲۵۲ھ میں اس جہاں سے اٹھالیا۔جبکہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر صرف سات سال کی تھی۔اور حضرت مولانا صرف والدہ ماجدہ کی تربیت میں رہ گئے اور سرپرستی جد امجد قاضی پیر بخش صاحب نے کی۔

حضرت مولانا کا بچپن

جن لوگوں نے آگے چل کر بڑا آدمی بننا اور لوگوں کی اصلاح وفلاح میں اپنی زندگی بسر کرنا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ انہیں شروع ہی سے بیکار باتوں، لایعنی حرکتوں اور فضول کھیل کود سے دور بلکہ متنفر رکھتا ہے اور جن لوگوں نے تجدید واحیائے دین کا کام سرانجام دینا ہوتا ہے وہ بچپن ہی سے اپنی فطرت میں متبع سنت وشریعت ہوتے ہیں یہ نہیں کہ بڑے ہوکر محض لوگوں کے دکھاوے کے لیے یا طعن وتشنیع سے بچنے کے لیے شرعی شکل وصورت بنالی۔تاکہ لوگ یہ نہ کہہ سکیں۔

"لم تقولون مالاتفعلون". (القرآن) کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

یہ لوگ اگرچہ تعلیم وتدریس حاصل کرتے ہیں لیکن وہبی طور پر سلیم الفطرت ہوتے ہیں کہ اگر ان کی تعلیم وتربیت نہ بھی ہوتی تو اپنی سلامتی طبع سے بہر حال صراط مستقیم پر چلتے چاہے شیخ ومرشد نہ ہوتے حضرت مولانا گنگوہی بچپن ہی سے۔

بالائے سرش زہوشمندی　　　می تافت ستارۂ بلندی

کا مصداق تھے چنانچہ اس سلسلے میں ان کے بچپن کی بیسیوں حکایات میں سے دو چار پیش کی جاتی ہیں۔

تصویر سے نفرت

حضرت مولانا قدس سرہٗ چونکہ بچپن ہی سے بالطبع سلیم القلب اور شیدائی سنت تھے۔ اس لیے کبھی آپ نے اپنے مکان میں کوئی تصویر نہیں رہنے دی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ساڑھے چار برس چھوٹی آپ کی صرف باپ شامل علاتی بہن ـــــ بچپن میں گڑیاں کھیلتی تھیں۔ حضرت قدس سرہٗ جس وقت باہر سے تشریف لاتے تو گڑیوں کو توڑ مروڑ کر پھینک دیا کرتے تھے۔

خدا اور رسول پر پختہ یقین

ایک مرتبہ اثنائے وعظ میں فرمایا: میں اپنے آپ کو کہتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے طفولیت ہی میں مجھے وہ یقین عطا فرمایا تھا کہ لڑکوں کے ساتھ کھیلا کرتا اور جمعہ کا وقت آجاتا تو کھیل چھوڑ کر چلا آتا اور لڑکوں سے کہہ دیتا تھا کہ ہم نے اپنے ماموں صاحب سے سنا ہے کہ تین جمعہ کا چھوڑنے والا (ہاں جمعہ فرض ہو) منافق لکھا جاتا ہے لوگوں کو کہتا ہوں آخر مسلمان ہیں خدا اور رسول پر تو یقین ہوگا ہی۔ پھر ایسے غافل کیوں ہیں۔

اندازہ کیجئے کہ جس فرمان (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر لوگ بڑے ہو کر عمل نہیں کرتے۔ حضرت مولانا بچپن میں اس کا کتنا خیال کرتے اور کیسا پختہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ آدمی منافق ہو جائے گا جو مسلسل تین جمعے چھوڑ دے گا۔ اور بچوں کے ساتھ کھیلنے وغیرہ میں اکثر ایسا ہوتا کہ اکثر ان کے ساتھ شریک نہ ہوتے بلکہ ایک طرف بیٹھ جاتے اور یوں کہہ دیا کرتے تھے

کہ بھئی تم سب کھیلو۔ میں تمہارے کپڑوں کی حفاظت کرونگا۔

بچپن ہی میں عبرت ونصیحت آموزی

تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے کہ آپ کی عمر چار یا پانچ سال کی تھی کہ والدہ ماجدہ نے آپ کو اور آپ کے بڑے بھائی عنایت احمد کو دودھ بانٹ کر دیا۔ آپ بتقاضائے عمر ضد کرنے لگے کہ مجھے دودھ کم دیا ہے۔ بڑے بھائی نے دونوں جگہ کا دودھ پی لیا۔ مولانا کو زیادہ تو کیا ملتا۔ اپنا حصہ بھی گیا۔ بس اسی عمر میں یہ سبق حاصل کرلیا کہ بے جا ضد کرنا یا ہٹ کرنا اپنا نقصان اور حق کا ضائع کرنا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد پھر کبھی ضد نہیں کی۔ فرمایا کرتے کہ ''مجھے دودھ کے قصہ سے یہ تجربہ حاصل ہو چکا ہے ضد کرنے کا نتیجہ اپنے اصل حصہ سے محروم ہو جانا ہے''۔

ایک تمغائے جوانمردی ہے ناسخ ترک عرض
عمر بھر میں ہے دم آب اکتفا تلوار کو

بچپن میں قناعت واستقلال

جس عظیم ہستی نے لوگوں کو قناعت واستقلال اور صبر وشکر کی تلقین کرنا تھی۔ اور لوگوں کے دلوں سے حرص وطمع اور غرض وجاہ اور دنیا کی محبت کو نکال کر اس میں خدا اور رسول کی محبت پیدا کرنا تھی۔ ضروری تھا کہ وہ خود اس پر بچپن ہی سے عامل ہو۔ صبر وقناعت اور استقامت کا یہ جوہر بچپن میں کس قدر تھا اس کی مثال تذکرۃ الرشید سے پڑھیے:

''ایام طفولیت میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بخار میں مبتلا ہوئے اور مرض کو اس قدر امتداد ہوا کہ کامل چار سال تک بخار نے پیچھا نہ چھوڑا۔ ایام مرض اور اثنائے معالجہ میں طبیب نے صرف مونگ کو غذا بنا دیا اور تمام اشیاء سے پرہیز کرا رکھا تھا۔ چنانچہ حضرت نے

اس طویل مدت تک مونگ ہی پر اکتفا فرمایا۔ اور متواتر چار سال تک مونگ کی دال اور مونگ کی روٹی یا مونگ کی کھچڑی تناول فرمائی نہ کبھی اکتائے نہ گھبرائے نہ شکایت کی نہ رونی صورت بنائی نہ دوسری چیز کی خواہش کی اور نہ اس ایک قسم کے کھانے سے جی پر میل لائے۔''

ایک طعام پر گذران جوان اور پختہ عمر کے لوگوں کے چاہے وہ کتنا لذیذ ہی کیوں نہ ہو کس قدر مشکل ہے اس کا اندازہ ہر ایک کر سکتا ہے۔ مگر یہاں ایک بچے کے صبر اور حوصلہ کو دیکھئے کہ کس طرح چار سال ایک کھانے پر اکتفا کی ہے۔

نماز کا شوق اور غیبی حفاظت

ساڑھے چھ سال کی عمر تھی کہ آپ سے ایک ایسی کرامت حسیہ اور استقلال وتوکل کا ظہور ہوا کہ جس سے آپ کے مقبول بارگاہ احدیت ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ آپ بچپن ہی میں نماز کے پابند تھے جمعہ کا قصہ تو گزر ہی چکا۔ عام نمازوں کے اوقات کا بھی خیال رکھتے۔ ایک دن شام کو ٹہلتے ٹہلتے قصبہ سے باہر نکل گئے وہاں غروب آفتاب کا وقت ہو گیا تو احساس ہوا کہ مغرب کی نماز کا وقت آ گیا۔ عباس کے پھولوں کی دو چھڑیاں ہاتھ میں لیے بسرعت پلٹے پہلے گھر آئے اور والدہ کو چھڑیاں پکڑائیں کہ یہ رکھو میں نماز پڑھنے جاتا ہوں۔ جھپٹتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے تو جماعت کھڑی تھی۔ وضو کے لیے لوٹوں کی طرف بڑھے تو خالی تھے۔ دیر میں دیر اور ہوئی گھبرا کر پانی کھینچنے کے لیے کنویں میں ڈول ڈالا۔ ڈول وزنی تھا گھبراہٹ میں رسی پاؤں میں الجھ گئی تھی ہاتھ پاؤں جماعت کے فوت ہونے کے کے خدشہ سے پھولے ہوئے تھے۔ ذرا جھٹکا لگا اور ڈر ہم سے کنویں میں گر گئے۔ نمازیوں کو نماز میں احساس ہوا کہ کوئی کنویں میں گر گیا۔ امام صاحب نے جلدی نماز پوری کرائی اور تمام نمازی جلد کنویں کی طرف لپکے۔ اب ہر ایک کنویں میں جھانکنے لگا۔ اندر سے آواز آتی

ہے ''گھبراؤ نہیں میں بہت آرام سے بیٹھا ہوں'' قدرت حق تعالیٰ یہ ہوئی کہ ڈول اُلٹا پانی میں گرا آپ جب گرے تو حواس مجتمع کر کے فوراً اس پر بیٹھ گئے جب آپ کو باہر نکالا گیا تو معلوم ہوا کہ پاؤں کی چھوٹی انگلی میں خفیف سی خراش آئی ہے اور بس اب اس قصہ سے استقامت و استقلال اور مصیبت سے نہ گھبرانا۔ اطمینان سے نماز ختم ہوئے تک بیٹھے رہنا کشائش وفرج من اللہ کا انتظار دوسروں کو اطمینان دلانا۔ خدا پر توکل و اعتماد اور مقدمات نماز میں تکالیف کا ایسا تحمل کہ کلمہ شکایت زبان پر نہ آئے یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ ابتداہی سے آپ کو اللہ کی حفاظت و رہنمائی میں فطرت کی راہوں پر چلتے ہوئے عمدہ خصائل و عادات کے حامل تھے۔ غرضیکہ بقول صاحب تذکرۃ الرشید: ''حق تعالیٰ شانہ نے علمائے زمانہ کے مقتدا بننے والے امام کو ابتداء ہی سے عادات حمیدہ اور خصائل پسندیدہ کے ساتھ سنوارا اور آراستہ فرمایا تھا۔ بچپن ہی میں ایک خدا ترس، رحمدل، عابد، خوش خلق، متین وسنجیدہ غیور و باحیاء، صابر و مستقل مزاج، حلیم و بردبار، مہذب و باادب اور نہایت درجہ سلیم الطبع ثابت ہو چکے تھے آپ کو ضد اور اصرار، ہٹ دھرمی و شرارت چھچھوراپن اور بے تہذیب و غیر تربیت یافتہ بچوں کی عادتوں سے طبعاً نفرت تھی آپ کا سات سال تک ناز پروردگی اور لاڈ پیار کا زمانہ اور آٹھویں سال یتیمی یعنی سرپرست و مربی کا سایہ سر سے اٹھ جانا جن عادات کو مقتضی ہے ان بدخصلتوں کا آپ میں نام بھی نہ تھا۔

تعلیم و ذہانت

آپ کے قرآن پاک ناظرہ پڑھنے کے متعلق معلوم نہیں ہوسکا کہ کہاں سے پڑھا غالباً گھر ہی میں والدہ ماجدہ سے یا والد ماجد سے پڑھ لیا ہوگا۔ آپ کے سوانح میں آپ کے پہلے استاد کا اسم گرامی میاں جی قطب بخش صاحب مرحوم ہے۔ آپ نے ان سے چند دن بعد اپنی ذہانت و ذکاوت کا اعتراف کرالیا۔ میاں جی مرحوم حضرت کے ننھیال کی طرف سے

رشتہ دار بھی تھے لہٰذا غایت شفقت کے ساتھ ساتھ استادانہ سختی و ڈانٹ ڈپٹ بھی رکھتے تھے۔ ان کے بعد فارسی آپ نے کرنال میں اپنے منجھلے ماموں مولوی محمد نقی مرحوم سے پڑھی جو فارسی کے مسلم الثبوت استاذ تھے۔ اسی طرح فارسی کا کچھ حصہ مولوی محمد غوث مرحوم سے پڑھا۔ فارسی پڑھنے کے بعد عربی کا شوق ہوا اور آپ نے ابتدائی صرف ونحو کی کتابیں جناب مولوی محمد بخش صاحب رامپوری سے پڑھیں۔ رامپور حضرت کی دادھیال اور آپ کے دادا قاضی پیر بخش کا اصل مسکن تھا۔ لہٰذا آپ کی روحانی تربیت کا سلسلہ بھی ادھر منتقل ہوا۔ مولوی محمد بخش موصوف آپ کے نہایت شفیق استاد تھے آپ کو حزب البحر اور دلائل الخیرات کی اجازت اپنے استاد مولوی محمد بخش صاحب ہی سے ملی۔ مولوی صاحب نے ابتدائی کتب پڑھانے کے بعد مشورہ دیا کہ آپ تکمیل تعلیم کے لیے دہلی چلے جائیں۔ وہاں بڑے بڑے کامل الفن اساتذہ موجود ہیں۔ یہ قصہ ۱۲۶۱ھ کا ہے جب کہ آپ ہدایۃ النحو پڑھتے تھے چنانچہ آپ نے استاد کے صائب مشورہ پر دہلی کا سفر کیا۔

ورود دہلی

ان دنوں دہلی میں حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ، مولانا شاہ احمد سعید صاحبؒ اور حضرت مولانا مملوک علی صاحبؒ کی بہت شہرت تھی۔ آخر الذکر عربک سکول میں صدر مدرس تھے اپنی علمی قابلیت اور فکری صلاحیتوں کی وجہ سے آفاقی شہرت کے مالک مولانا مملوک علی نانوتہ کے رہنے والے تھے ۱۲۶۰ھ کو ایام تعطیل گذارنے گئے تو واپسی پر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کو تعلیم کے لیے اپنے ساتھ لے آئے۔ حضرت گنگوہیؒ ۱۲۶۱ھ کو دہلی پہنچے۔ اِدھر اُدھر پھرا کر درسگاہوں کو جانچتے رہے لیکن کہیں تسلی نہ ہوئی ایک دن مولانا مملوک علی کے ہاں پہنچے تو آتے ہی دل لگ گیا اور فیصلہ کرلیا کہ یہیں پڑھوں گا۔ اللہ کو منظور تھا کہ اپنے زمانہ کے شمس وقمر ایک جگہ تعلیم حاصل کر کے برصغیر میں اشاعت کتاب وسنت کی ایسی تحریک

چلائیں کہ تا قیامت اس کا سلسلہ چلتا رہے۔ چنانچہ محمد قاسم کو نانوتہ سے رشید احمد کو گنگوہ سے لاکر ایک استاد کے دامن سے باندھ دیا جس طرح ذہین شاگرد کو لائق استاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح قابل استاد کو ذکی شاگردوں کی۔ اپنے دور کے سب سے ذہین لڑکے مولانا مملوک جیسے نادرہ روزگار استاد کو مل گئے۔ اور انہوں نے ان کو ایسی تعلیم دی کہ ان کی وجہ سے پورا ہندوستان علم دین سے جگمگا اٹھا۔

ذہانت وذکاوت

دونوں ساتھی مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی میرزاہد، قاضی، صدرا شمس بازغہ ایسے پڑھا کرتے تھے جیسے حافظ منزل سناتا ہے کبھی کہیں کوئی لفظ پوچھنا ہوتا تو پوچھ لیتے ورنہ ترجمہ تک نہ کرتے فرفر پڑھتے جاتے۔ دوسرے شاگردوں کو خیال ہوتا کہ یونہی عبارت پڑھے جاتے ہیں سمجھتے کچھ نہیں کتابوں کے ختم کر لینے کا نام چاہتے ہیں چنانچہ ایک دفعہ استاد سے شکایت کی۔ استاد نے فرمایا کہ میرے سامنے طالب علم بے سمجھے نہیں چل سکتا۔ (بیس بڑے مسلمان)

قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا گنگوہی قدس سرہٗ کی ابتداء تعلیم کا تفصیلی حال تذکرۃ الرشید میں مفصل لکھا ہے۔ اس میں صفحہ اٹھائیس پر لکھا ہے کہ حضرت گنگوہی اور مولانا محمد قاسم صاحبؒ ایسے ہم سبق اور ساتھی بنے کہ آخرت میں بھی ساتھ نہیں چھوڑا۔ اللہ جل شانہ نے فلک علم کے ان منیرین کو وہ برکات عطا فرمائی تھی کہ میرزاہد قاضی صدرا شمس بازغہ ایسا پڑھا کرتے تھے جیسے حافظ منزل سناتا ہے کہیں کوئی لفظ دریافت کرنا ہوتا تو دریافت کر لیتے تھے باقی ترجمہ تک بھی نہیں کرتے تھے۔ مولانا کے دوسرے شاگردوں کو یوں خیال ہوتا تھا کہ کچھ سمجھے سمجھائے نہیں یوں ہی ورق گردانی کرتے اور کتابوں کے ختم کرنے کا نام چاہتے ہیں۔ چنانچہ کسی نے حضرت مولانا سے کہہ بھی دیا مگر مولانا مملوک العلی صاحب نے

یہ جواب دیا کہ ''میاں میرے سامنے طالب علم بے سمجھے چل نہیں سکتا'' اور دوسری جگہ صفحہ انتیس ۲۹ پر لکھتے ہیں کہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے مشکوٰۃ شریف مخصوص اللہ بن رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ نوراللہ مراقدہم کو پڑھ کر سنائی۔ یعنی ترجمہ وغیرہ کچھ نہیں۔ آگے لکھتے ہیں کہ کبھی کبھی ان دونوں منیرین اور قمرین کے درمیان میں کسی مسئلہ پر بحث ہوجاتی اور گھنٹوں تک رہا کرتی، استاذ نوراللہ مرقدہم بھی بہت غور سے ان دونوں کے مباحثہ کو سنتے اور ہمہ تن اس طرف متوجہ ہوجاتے اور کبھی لوگوں کے ٹھٹ لگ جاتے اور خاص وعام کا مجمع ہوجاتا۔

ایک مرتبہ ایک استاذ نے دونوں کی تقریر سن کر یہ کہا قاسم ذہین آدمی ہے اپنی ذہانت سے قابو میں نہیں آتا ورنہ اس مسئلہ میں رشید احمد حق پر ہے۔ (آپ بیتی)

اساتذہ کرام

مولانا مملوک علی کے علاوہ آپ نے بعض علوم عقلیہ مولانا مفتی صدرالدین سے بھی پڑھے اور حدیث قدوۃ العلماء حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مہاجر مدنی سے پڑھی۔ نانوتوی وگنگوہی دونوں شاگرد یہاں بھی (یعنی حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ کے پاس) اپنی ذہانت اور ذکاوت کی وجہ سے استاد کی خصوصی عنایات کے مستحق ٹھہرے۔

مریدوں میں حضرت شاہ صاحب کی توجہ کا مرکز زیادہ تر حضرت مولانا رفیع الدین صاحب دیوبندی مہتمم مدرسہ عالیہ دیوبند تھے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ احمد سعید صاحب قدس سرہٗ سے بھی تلمذ کا شرف حاصل کیا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے معقولات کی اکثر کتب اور تفسیر اصول فقہ ومعانی وغیرہ کی اکثر کتابیں مولانا مملوک علی صاحب سے۔ اور صحاح ستہ کی کل کتابیں حرفاً حرفاً حضرت شاہ عبدالغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ تھوڑا بہت تلمذ جو دوسرے اساتذہ سے رہا ان میں مفتی صدرالدین صاحب،

مولانا شاہ احمد سعید صاحب اور قاضی احمد دین صاحب پنجابی ہیں۔ رحمہم اللہ اجمعین۔

تعلیمی مدت

آپ کی دہلی میں تعلیمی مدت تقریباً چار سال بنتی ہے اس مدت کو ملاحظہ کیجئے اور پھر آپ کے مبلغ علم اور استعداد کو دیکھئے کہ جس کا مخالفین بھی اعتراف کرتے ہیں دونوں طرف کو دیکھ کر نہایت تعجب ہوتا ہے کہ علم کا اتنا سمندر آپ نے اس تھوڑی مدت میں کیسے پی لیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ بہت ذہین ذکی اور فطین تھے۔ شب و روز کے چوبیس گھنٹوں میں بمشکل سونے کھانے اور دیگر ضروریات میں سات آٹھ گھنٹے صرف کرتے ہوں گے۔ باقی سارا وقت مطالعہ و کتب بینی میں صرف ہوتا تھا اور مطالعہ میں آپ اس قدر منہمک ہوتے کہ پاس پڑا ہوا کھانا کوئی دوست اٹھا کر لے جاتا مگر آپ کو خبر نہ ہوتی۔ بارہا ہوا کہ مطالعہ کرتے کرتے سو گئے۔ صبح کو اٹھے تو معلوم ہوا کہ کھانا شام کا اسی طرح پڑا ہے رات کھایا نہیں ہے۔ مدرسہ کو آتے جاتے اِدھر اُدھر کبھی نہ دیکھتے۔

نکاح

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے چار حقیقی ماموں تھے جن میں بڑے ماموں مولانا محمد نقی صاحب کی صاحبزادی مسماۃ خدیجہ خاتون سے آپ کی منگنی ہو چکی تھی۔ حضرت گنگوہی صاحبؒ جب اکیس برس کے ہوئے تو ماموں نے آپ کے دادا سے تقاضا کیا کہ نکاح کر دیا جائے۔ اس لئے دہلی سے واپس آپ پر ان کے نکاح کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ آپ جب کپڑے پہنا کر گھر لائے گئے تو ایک اندھی میراثن چندیا نامی نے دنیا کی رسم کے مطابق ایک بے تکا مصرعہ گوندھ لائی مالن سہرا منہ سے نکالا۔ حضرت کہ متبع سنت و شریعت تھے اس کے سننے کی کہاں تاب رکھتے بے اختیار جلال میں آ کر ایک دھول رسید کی اس کو تو منہ بند ہو گیا

مگر گھر کے چھوٹے بڑے اس میراثن پر روپے پیسے نچھاور کرنے لگے کہ خدا کے لیے دولہا کو کوسیے مت جو ہونا تھا سو ہوا بدشگونی کا کوئی لفظ منہ سے نہ نکلے۔

مردانہ جائے نکاح میں تشریف لائے تو مہر پانچہزار سکہ چہرہ شاہی سنکر دولہا بننے کی حالت ہی میں صاف انکار کر دیا اور کہا کہ میں اس مقدار کا متحمل نہیں ہوسکوں گا۔آپ کے خسر اتفاق سے موجود نہ تھے بالآخر بڑے بوڑھوں کے اصرار پر راضی ہوئے۔لیکن نکاح کے متصل ہی آپ کی زوجہ محترمہ نے سارا قصہ سنکر مہر معاف کر دیا۔اس طرح حضرت کے صفا کیش قلب کو کلی راحت حاصل ہوئی۔حضرت کی اہلیہ کی عمر پندرہ سال اور آپ کی اکیس سال تھی۔

حفظ قرآن

جوانی میں شادی کے دن سے ایسے ہوتے ہیں کہ اِدھر اُدھر کے تمام مشاغل بالائے طاق رکھ دیئے جاتے ہیں لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے عین ان دنوں قرآن پاک حفظ کرنا شروع کر دیا۔اپنے جدی مکان میں ایک کوٹھری میں سارا دن قرآن پاک یاد کرتے رہتے نماز کے اوقات میں کلام مجید پر رومال ڈال کر اُٹھ کھڑے ہوتے اور مسجد میں نماز باجماعت ادا کر کے پھر اُسی جگہ آ بیٹھتے۔آخر اس لازوال دولت سے مالا مال ہوئے اور رمضان المبارک کی تراویح میں قرآن پاک سنایا۔

سلوک و تحصیل معرفت

خدا طلبی اور معرفت خداوندی کا شوق ازل سے آپ کے قلب مبارک میں ودیعت تھا چنانچہ تحصیل علم اور نکاح کے بعد اب مرشد کامل کی تلاش ہوئی جو آپ کو تھانہ بھون ضلع مظفر نگر لے آئی اور اس نعمت عالی سے سرفراز ہوئے کہ جس کی طلب میں سلاطین دنیا کو تخت

وتاج کا چھوڑنا آسان معلوم ہوتا ہے۔

بازار عشق وشوق محبت کے جان فروش
لپکیں کہ چل چلاؤ ہے دنیائے دون کا
سیکھیں طریق وصل ولقاء خدائے پاک
دل بیچ کہ خریدلیں سودا جنون کا

دہلی میں تعلیم کے دوران میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ چار سال اس طرح یک جان ودو قالب رہے کہ معلوم ہوتا تھا کہ ازل سے ایک دوسرے کے ساتھی چلے آرہے ہیں۔حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نانوتہ کے تھے اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی ننھیال نانوتہ میں حضرت نانوتویؒ کے خاندان میں تھی اس طرح آپس میں خاندانی رابطہ بھی تھا اور حضرت حاجی صاحبؒ کی ہمشیرہ بھی نانوتہ بیاہی ہوئی تھیں اس لیے حضرت حاجی صاحب اکثر نانوتہ تشریف لاتے۔تو حضرت مولانا محمد قاسم اور حضرت مولانا محمد یعقوب دونوں حاضر خدمت ہوتے۔حاجی صاحب کا ان دونوں نونہالان چمنستان علم کے ساتھ بچپن ہی سے غایت شفقت ومحبت اور اخلاص کا معاملہ تھا۔کتاب کی جزبندی دونوں بزرگوں نے حضرت حاجی صاحب سے سیکھی۔حضرت نانوتوی جب وطن سے دہلی اور دہلی سے وطن جاتے تو تھانہ بھون ضرور حاضری دیتے یہ ہمیشہ کا معمول تھا۔اور اعلیٰ حضرت حاجی صاحب جب دہلی جاتے تو مولانا مملوک علی کے پاس قیام فرماتے۔اس طرح شاگرد رشید مولانا مملوک علی حضرت نانوتوی کو حاجی صاحب کی زیارت ہوتی رہتی۔ حضرت نانوتوی تمام ساتھیوں سے عموماً اور خصوصی رفیق ومحبّ حضرت گنگوہی سے خصوصاً حاجی صاحب کا تذکرہ کرتے رہتے۔

اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کی جو پہلی زیارت حضرت گنگوہی صاحبؒ نے کی وہ یہیں دہلی میں مولانا مملوک علی کے ہاں کی۔دونوں بزرگ دہلی میں جب پڑھتے تھے تو مولانا مملوک علی سے عرض کیا کہ سُلّم پڑھا دیجئے۔انہوں نے فرصت نہ ہونے کی وجہ سے انکار

کردیا۔آخر شاگردوں کے اصرار پر ہفتہ میں دو دن مقرر ہوئے۔ایک دن سبق ہورہا تھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے یہ کون تھے یہ قصہ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنیے بڑا لطف آئے گا۔

''ہفتہ میں (سُلّم کے) دو سبق ہونے لگے تو اس سبق کی ہمیں بڑی قدر تھی۔ایک روز یہی سبق ہورہا تھا کہ ایک شخص نیلی لنگی کندھے پر ڈالے ہوئے آنکلے اور ان کو دیکھ کر حضرت مولوی صاحب معہ تمام مجمع کے کھڑے ہوگئے اور فرمایا لو بھائی حاجی صاحب آگئے۔حاجی صاحب آگئے اور (حضرت مولانا سے) مخاطب ہوکر فرمایا کہ لو بھائی رشید اب سبق پھر ہوگا۔مجھے سبق کا بہت افسوس ہوا۔اور میں نے مولوی محمد قاسم صاحب سے کہا کہ بھئی یہ اچھا حاجی آیا ہمارا سبق ہی رہ گیا۔مولوی محمد قاسم نے کہا ہا ہا ایسا مت کہو یہ بزرگ ہیں اور ایسے ہیں ایسے ہیں۔ہمیں کیا خبر تھی کہ یہی حاجی ہمیں مونڈ لیں گے۔اول زیارت مجھے اس وقت ہوئی تھی اس کے بعد حضرت حاجی صاحب ہم دونوں کا حال دریافت فرمایا کرتے۔اور یوں کہا کرتے تھے کہ سارے طالب علموں میں وہ دو طالب علم (مولانا گنگوہی اور مولانا نوتوی رحمہما اللہ) ہوشیار معلوم ہوتے ہیں اور بس''۔

دوسری ملاقات تھانہ بھون میں ہوئی جبکہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر کئی طالب علموں کے ساتھ تھانہ بھون گئے اور سب طلبہ نے مسجد میں قیام کیا۔حضرت گنگوہی کا جوتہ بدلا گیا اتنے میں حاجی صاحب آگئے اور فرمایا کہ جوتہ (بدلا ہوا) دکھاؤ اور چراغ کے سامنے دیکھ کر فرمایا کہ یہ تو حبیب حسن کا ہے۔حالانکہ حاجی صاحب حبیب حسن کو بھی نہ جانتے تھے جوتا تو کیا پہچانتے۔حضرت گنگوہی نے یہ ماجرا دیکھا تو کشش سی پیدا ہوئی کہ حاجی صاحب صاحب کشف آدمی ہیں (ان کی پہلی تعریفات ان کے ذہن میں تھیں) ویسے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال یہ تھا کہ حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونگا۔کیونکہ آپ کے صحاح کی کتب پڑھنے کے دوران ان کے تقویٰ وزہد اور اخلاص عمل کا خوب مشاہدہ کرچکے تھے مگر دل کی بات زبان پر نہ لاسکے اور بغیر

کسی کے بیعت ہوئے تکمیل علوم کر کے گنگوہ آ گئے۔

تیسری ملاقات

ایک مرتبہ گنگوہ مسجد میں بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے کہ ایک بزرگ تشریف لائے اور پاس آ کر کھڑے ہو گئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے نظر اوپر اُٹھائی تو ایک نورانی صورت نظر پڑی لیکن پہلی نظر میں پہچان نہ سکے اور پوچھا کون جواب ملا۔ امداد اللہ۔ حضرت فوراً اُٹھے اور تعظیم وتکریم سے پیش آئے اور اس سے زیادہ شفقت ومحبت کا مظاہرہ حاجی صاحب کی جانب سے ہوا۔

چوتھی ملاقات

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی گنگوہ بالقصد آنے یا کہیں آتے جاتے گنگوہ اتفاقیہ قیام ہوتا تو مولوی سراج الدین کے مکان پر قیام فرماتے تھے جو ملازم ہونے کے باوجود نہایت پارسا اور متقی انسان تھے کبھی رشوت یا اس قسم کا کوئی پیسہ کسی سے نہیں لیا۔ یہ حضرت گنگوہی کے رشتہ دار تھے۔ ایک ملاقات ان کے ہاں ہوئی۔ اسی ملاقات یا کسی اور ایسی ہی ملاقات میں حضرت حاجی صاحب نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ میاں رشید احمد اللہ کا نام سیکھنے اور کہیں مرید ہونے کی تمنا ہے یا نہیں؟ مولانا نے جواب دیا کہ حضرت جی تو بہت چاہتا ہے۔ حاجی صاحب نے پوچھا کہ کہاں اور کس طرف میلان ہے؟ مولانا نے جواب دیا کہ اب تک جتنا غور وفکر کیا دو حضرات میں ایک کا غلام بنوں گا یا حضرت شاہ عبدالغنی صاحب کا یا آپ کا۔ اعلیٰ حضرت مسکرائے اور یہ فرما کر ٹال دیا کہ ہاں صاحب شاہ عبدالغنی صاحب عالم بھی مشہور ہیں محدث ہیں علماء تو علماء ہی کی طرف جھکتے ہیں مجھے کیوں شامل کرتے ہو۔ میں بے چارہ پڑھا نہ لکھا۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے بظاہر تو اپنی طرف سے رغبت کم کی مگر اندر ہی اندر دل کھینچ لیا۔ اس گفتگو کے بعد آپ کا ارادہ حاجی صاحب کے متعلق ہوگیا۔

تھانہ بھون حاضری اور بیعت

تھانہ بھون میں ایک بڑا عالم حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی مولانا شیخ محمد صاحب رہتے تھے ان کی ایک تحریر کسی نے حضرت گنگوہیؒ کو بھیجی جس میں لکھا تھا کہ ''روضہ سرور کائنات ﷺ میں جو جگہ ایک قبر کے لیے چھوٹی ہوئی ہے اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدفون ہونگے اور یہ امر قطعی ہے اس کا منکر ایسا ہے اور ویسا ہے''۔ حضرت مولانا نے بجائے تصدیق وتصویب کرنے کے لکھدیا کہ سارا ثبوت باحادیث واخبار احاد ہے اس لئے علم ظنی حاصل ہوگا قطعیت کا ثبوت دشوار ہے۔ حضرت شیخ محمد صاحب کی نظر سے یہ تحریر گزری تو غضب میں آگئے کہ ایک طفل مکتب نے میرا رد کرنا چاہا اسی حالت میں ایک رسالہ اپنے موقف کی تائید میں لکھ کر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیج دیا مولانا نے دیکھا تو سوائے ان احادیث وآثار کے ذکر اور اسناد کی تفصیل کے جن میں یہ مضمون وارد ہے اور کچھ بھی نہ تھا۔ اور اس کا اقرار مولانا نے اپنی پہلی تحریر میں ہی کرلیا تھا۔ مولانا نے اس رسالہ کے پشت پر لکھ دیا کہ: ''میں نے نہ احادیث کا انکار کیا نہ اس کا دعویٰ کہ یہ مضمون ثابت نہیں ہاں میں نے یہ لکھا ہے اور اب بھی لکھتا ہوں کہ اس بحث کی جملہ اخبار واردہ احاد ہیں ان سے مضمون کی قطعیت کیونکر ثابت ہوجائے گی جو میرا شبہ ہے اس کا اس رسالہ میں جواب نہیں اور جو احادیث مذکور ہیں ان کا میں منکر نہیں''۔

گرتے ہیں شہ سوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

حضرت مولانا شیخ محمد صاحب اگرچہ بہت نیک صالح اور فاضل شخص تھے علم کا غلبہ تھا

اور علم کے لیے تفقہ لازم نہیں اس مسئلہ میں چوک گئے تھے۔ مگر اپنی غلطی سمجھ نہ آئی لیکن چونکہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی بات مدلل تھی لہٰذا جواب بھی پھر نہ دے سکے البتہ دو چار جگہ کہا کہ کل کا بچہ مجھے طفل لکھتا ہے۔ حضرت مولانا نے جواب دیا کہ نہیں میں نے تو آپ کی اس شعر میں تعریف کی ہے کہ شہ سوار ہونے کے باوجود گر گئے بچہ کیا گرے گا اور کہاں سے گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلتا ہے۔ بہر حال بات چل نکلی تھی حضرت مولانا کا علمی جوش جسے حمیت دین کہیے آپ کو تحریک کرتا تھا کہ آپ بالمشافہ تھانہ بھون جا کر حضرت مولانا شیخ محمد سے بات کریں۔ ایک سفر برات کا پیش آیا۔ اس سفر میں حضرت مولانا سے بات چیت اور حضرت حاجی صاحب سے درخواست بیعت کا ارادہ کرلیا۔ رسالہ ساتھ لے لیا اور برات کی واپسی پر تھانہ بھون چلے گئے۔ جلدی واپس آنے کا خیال تھا لہٰذا جو کپڑے پہنے ہوئے تھے ان کے علاوہ کوئی اور جوڑا ساتھ نہ تھا اور اس بات چیت کرنے کے لیے کئی دفعہ تصحیح نیت کی استخارہ کیا اور غور وفکر کے بعد ارادہ کیا کہ حق کے اظہار کے لیے جا رہا ہوں۔

ظہر کی نماز کے بعد تھانہ بھون پہنچے حضرت حاجی صاحب سہ دری میں تلاوت قرآن کر رہے تھے حضرت مولانا حاضر ہوئے سلام مسنون کے بیٹھ گئے۔ حاجی صاحب نے تلاوت قرآن کے بعد پوچھا کہ کیسے آئے آپ نے فرمایا مناظرہ کے لیے آیا ہوں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا! ہاہا ایسا ارادہ نہ کرنا میاں وہ ہمارے بزرگ ہیں۔ بس مباحثہ کا تو یہیں فیصلہ ہوگیا۔ مولانا نے عرض کیا کہ حضرت اگر آپ کے بڑے ہیں تو میرے بھی بڑے ہیں۔ اس کے بعد گفتگو ہوتی رہی مناسب الفاظ میں بیعت ہونے کی درخواست کی۔ حضرت حاجی صاحب نے تامل ہی نہیں کیا بلکہ طلب صادق دیکھنے کے لیے انکار فرمایا۔ مولانا نے بہت اصرار کیا مگر آپ انکار کرتے رہے۔ مولانا کے ہاں علمی غرور ونخوت نام کو بھی نہ تھی سراپا شوق واخلاص بنکر آئے تھے۔ حاجی صاحب استغناء ظاہر کرتے تھے اور یہ احتیاج وافتقار ظاہر کرتے رہے دو تین دن گزر گئے کہ حضرت حافظ ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ نے آنے کا سبب اور حال دل پوچھا تو آپ نے بے اختیار فرمایا کہ ”جدھر دل کا میلان ہے وہ قبول نہیں

کرتے دوسرے اپنی طرف کھینچتے ہیں''۔ حافظ صاحب نے دلاسہ دیا کہ ابھی جلدی کیا چند روز ٹھہرو یہاں کے حالات دیکھو۔ آخر جب آپ کی پختگی ہر طرح ظاہر ہوگئی تو حافظ صاحب نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں سفارش کا اجر حاصل کیا اور دو تین روز بعد اعلیٰ حضرت نے آپ کو سلاسل اربعہ میں بیعت فرمالیا۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ علماء میں سے پہلے آدمی تھے جنہوں نے حضرت حاجی صاحب سے بیعت کی تھی اس کے بعد تو اس کثرت سے علماء بیعت ہوئے کہ اس کی مثال شاید دنیا میں ایک آدھ ہی مل سکے۔ سات آٹھ سو کے قریب علماء حاجی صاحب کے مرید تھے عوام تو پوچھنا ہی کیا۔ اور اس چیز کی بشارت حضور ﷺ حاجی صاحب کو ایک خواب کے ذریعے دے چکے تھے اور یہ بشارت کا ثمرۃ تھا اور بشارت حاجی صاحب کے مقام ومرتبہ کی وجہ سے تھی۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ابھی تک بیعت نہیں ہوئے تھے یہ عجب قصہ تھا کہ حضرت نانوتویؒ کے تعریف کرنے سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا میلان ہوا۔ لیکن حضرت نانوتویؒ کو حضرت گنگوہیؒ نے سفارش کرکے بیعت کرایا۔

چالیس دن میں خلافت

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن کے ارادہ سے تھانہ بھون گئے تھے لیکن حضرت حاجی صاحب کے دربار میں پہنچ کر کچھ ایسے شیخ کی محبت میں گرفتار ہوئے کہ خود ہی ایک دفعہ فرمایا کہ ''پھر تو مرمٹا'' ظاہر ہے کہ جو محبوب محبوب حقیقی سے ملادے اس سے زیادہ محبوب اور کون ہوگا۔ اور بقول صاحب تذکرۃ الرشید: حقیقت میں حضرت مولانا اس کے بعد مرمٹے آپ نے اپنے نفس کو ماردیا ہوائے نفس کو ملیامیٹ کردیا جس پاک نام کو سیکھنے کا قصد کیا تھا اس میں کھپ گئے۔ فنائیت حاصل کی اور اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ فناء عن الفنا پر پہنچے کہ اپنی

فنائیت سے بھی بے خبر اور فانی محض بن گئے ۔حاضری کے وقت مختصر قیام کا خیال تھا۔مگر یہ خیال کرتے کرتے کہ آج نہیں کل چلا جاؤں گا پورا ایک چلہ یعنی چالیس دن وہیں گزار دیئے۔حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی ہی رات ذکر کیا تو صبح کو حاجی صاحب نے ارشادفرمایا کہ ''تم نے تو ایسا ذکر کیا جیسے کوئی بڑا مشاق کرنے والا ہو''۔اگر چہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کے وقت کہا تھا کہ ''حضرت مجھ سے ذکر و شغل اور محنت و مجاہدہ کچھ نہیں ہوسکتا''۔اور اعلیٰ حضرت نے تبسم کے ساتھ فرمایا تھا کہ اچھا کیا مضائقہ ہے۔اور مولانا نے جواب دیا تھا کہ پھر مرمٹا۔لیکن حاجی صاحب جب آخر شب بیدار ہوئے تو مولانا کی آنکھ بھی کھل گئی دو چار کروٹیں بدلیں کہ نیند آجائے۔مگر اعلیٰ حضرت کی توجہ کام کر چکی تھی مضطربانہ اٹھے وضو کیا مسجد کے ایک گوشے میں اعلیٰ حضرت نوافل تہجد کے بعد ذکر و شغل میں مصروف تھے اور دوسرے گوشے ہمارے ممدوح حضرت گنگوہیؒ اس کام میں مصروف تھے کہ جس کام کے نہ کرنے کی اجازت شیخ سے لی تھی۔ایک ہی رات میں ایسی کایا پلٹ ہوگئی کہ بقول حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''تم نے تو ایسا ذکر کیا جیسے کوئی بڑا مشاق کرنے والا ہو''۔

اور پہلی ہی شب محبوب کے ذکر سے ایسے لطف اندوز ہوئے کہ پھر ساری عمر کا وظیفہ بن گیا خود فرماتے ہیں: ''اس دن سے ذکر جہر کے ساتھ مجھے محبت ہوگئی پھر کبھی چھوڑنے کو جی نہیں چاہا اور نہ کوئی وجہ شرعی اس کی ممانعت کی معلوم ہوئی''۔

یہ تو پہلی شب کا صلہ تھا ایک ہفتہ گزرنے کے بعد آٹھویں دن ہی حضرت شیخ کی جانب سے دوسری خوشخبری یہ سنائی گئی کہ ''میاں مولوی رشید احمد جو نعمت حق تعالیٰ نے مجھے دی تھی وہ آپ کو دے دی آئندہ اس کو بڑھانا آپ کا کام ہے''۔

کپڑوں کا جوڑا ایک ہی تھا میلا ہونے پر خود ہی دھو لیتے تھے۔آخری دنوں میں بخار ہوگیا اور مولانا گنگوہیؒ اس خیال سے کہ شیخ کو تیمارداری کی تکلیف دینا گستاخی ہے اور گھر سے تقاضے بھی شروع ہوگئے تھے۔اعلیٰ حضرت نے بخوشی اجازت دے دی اور آپ کو شیخ

نے مع متعلقین دور تک مشایعت کر کے الوداعی وقت ایک طرف کر کے کہا کہ ''اگر تم سے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو اس کو بیعت کر لینا''۔ حضرت امام ربانی حضرت مولانا گنگوہیؒ نے عرض کیا مجھ سے کون درخواست کرے گا اعلیٰ حضرت نے فرمایا تمہیں کیا جو کہتا ہوں کرنا یہ تیسرا انعام تھا جو اس پہلی حاضری کی آخری ملاقات کے وقت عطاء ہوا۔ لوگ برسوں مشائخ کی خدمت میں رہ کر مجاہدہ وریاضت کی زندگی بسر کرتے ہیں پھر بھی کچھ ملا نہ ملا نہ ملا۔ لیکن بمصداق

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں
ڈھونڈھنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

تحریک آزادی اور حضرت گنگوہیؒ

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور اس میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حافظ ضامن شہیدؒ سمیت ان حضرات نے جو حصہ لیا اس کا اجمالاً تذکرہ آچکا ہے تفصیل کی نہ وہاں گنجائش تھی نہ یہاں۔ حضرت حاجی صاحبؒ حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ تینوں حضرات کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے۔ حضرت نانوتویؒ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت غار ثور پر عمل کرتے ہوئے تین دن روپوش رہے اور چونکہ غار ثور میں روپوشی کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر دشمن قابو نہ پاسکے تھے، اسی طرح اس ہندی نژاد محبّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کی روپوشی کے بعد (باوجودیکہ وارنٹ گرفتاری جاری اور پولیس تلاش کر رہی تھی) روپوشی سے خلاف سنت ہونے کی وجہ سے جب مزید روپوشی سے انکار کر دیا تو سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے اتباع کے صدقے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری عمل میں نہ آئی حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہجرت کا ارادہ فرمالیا اور خفیہ طریقے

سے ساحل کی راہ لی۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے روانہ ہونے کے بعد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ کی مفارقت کا بے پناہ صدمہ تھا۔ آپ کو اس صدمہ میں نیند نہیں آتی تھی یہی خواہش تھی کہ کسی طرح ایک مرتبہ اور زیارت کرلوں لیکن شیخ کی جائے قیام کا علم نہ تھا بصد وقت پتہ چلا کہ آپ پنجلا سہ میں ہیں چنانچہ وہاں پہنچے ملاقات ہوئی زیارت سے مشرف ہوئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت اصرار کیا کہ مجھ کو بھی اپنے ہمراہ لے لیجیے مگر حضرت حاجی صاحبؒ راضی نہ ہوئے اور فرمایا: میاں رشید احمد تم سے تو حق تعالیٰ نے بہتیر کام لینے ہیں گھبراؤ نہیں ہندوستان سے نکلتے وقت تم سے ضرور ملوں گا۔ اور حاجی صاحب نے ملاقات کا یہ وعدہ پورا فرمایا۔

گرفتاری اور زنداں

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پنجلا سہ سے گنگوہ تشریف لائے یہاں ان کے احباب نے اصرار کیا کہ آپ یہاں سے چلے جائیں آپ کی گرفتاری کا وارنٹ نکل چکا ہے چنانچہ اپنی دادھیال قصبہ رام پور چلے گئے اور حکیم ضیاء الدین کے مکان میں مقیم ہوئے کچھ دنوں کے بعد گارڈن کرنیل فرانسیسی غلام علی سکنہ قصبہ ملی پور ضلع سہارنپور مخبر کے ہمراہ ستر سواروں کے ساتھ گنگوہ پہنچا اور آتے ہی مولانا کی تلاش کی، سوار اِدھر اُدھر پھیل گئے مسجد اور خانقاہوں کے حجروں کو دیکھا ان کے ملنے والوں کے مکان کی تلاشی بھی لی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں زاد بھائی ابو النصر صاحب جو صورت و وضع میں حضرت سے مشابہت رکھتے تھے مسجد کے گوشہ میں گردن جھکائے مراقبہ میں بیٹھے تھے کہ دوڑ کر سپاہی نے گردن پر زور کا ہاتھ مارا اور قبضہ میں لے کر پکارا چل کھڑا ہو کیا گردن جھکائے بیٹھا ہے مولوی ابو النصر نے گردن اٹھائی اور جدھر اس نے کہا چل کھڑے ہوئے حضرت مولانا کے

دروازے پر ان کو لا کھڑا کیا اور کہا کہ گھر کی تلاشی دلوا اور دکھا کیا کیا ہتھیار ہیں عرصہ تک مولوی ابو النصر مار کھاتے ذلت سہتے رہے مگر یہ نہیں بتایا کہ میں مولوی رشید احمد نہیں ہوں جب فوجیوں کو معلوم ہوا کہ یہ مولانا رشید احمد نہیں ہیں اور ان کو حکیم امیر بخش نے بتلایا کہ حضرت مولانا رام پور ہیں اس وقت مولوی ابو النصر کی رہائی ہوئی۔

فوجی رام پور پہنچے اور مولانا گنگوہیؒ کو حکیم ضیاء الدین صاحب کے مکان سے گرفتار کرلیا آپ کے چاروں طرف محافظ پہرہ دار تعینات کر دیئے گئے اور بند بہلی میں آپ کو سوار کر کے سہارنپور روانہ کیا بیل تیز رفتار تھے اور حکم یہی تھا کہ جلد سے جلد لے جاؤ۔ اس لیے کچی سڑک پر وہ خاک اُڑتی تھی کہ راہ گیروں کی آنکھیں اندھی ہو جاتی تھیں مولوی ابو النصر پریشان اور ان کے بوڑھے باپ مولوی عبد الغنی جنہوں نے مولانا کو روپوش کیا تھا ننگے پاؤں پا پیادہ سواروں کی تیز رفتاری کا مقابلہ کرتے بہلی کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے صبح سے کچھ کھایا پیا نہیں تھا عالم پریشانی میں ڈوبے ہوئے غبار سے آنکھیں بند ببول کے کانٹوں سے پاؤں زخمی خدا جانے کہاں جا رہے تھے اور کس طرف قدم اٹھ رہا ہے آخر ایک جگہ بے ہوش ہو کر گر پڑے حضرت مولانا سہارنپور پہنچتے ہی جیل خانے بھیج دیئے گئے اور جنگی پہرہ کی نگرانی لگا دی گئی۔

مولانا عبد الغنی کو جب ہوش آیا وہ دوڑ سے راستہ میں سہارنپور کے ایک صاحب نے بتایا کہ مولانا سہارنپور کے جیل خانہ میں ہیں مولانا عبد الغنی خود بھوکے پیاسے تھے مگر ان کو حضرت کی بھوک کا زیادہ خیال تھا چنانچہ انہوں نے نانوتہ کے کسی کیلی برادر کی معرفت حضرت کو کھانا پہنچایا وہاں سے کنکریوں پر کوئلہ سے لکھا ہوا یہ فقرہ ان کے پاس پہنچا کچھ مت گھبراؤ بحمد اللہ آرام میں ہوں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ جن کے والد ماجد مولوی محمد تقی صاحب ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شہید ہو چکے تھے انہوں نے جب حضرت کی گرفتاری کی خبر سنی تو خدا کا شکر ادا کیا کہ حق کی راہ میں باپ شہید ہوا اور خاوند جیل میں ہے۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ تین چار یوم کال کوٹھڑی میں بند رہے اور پندرہ روز جیل خانہ میں رہے۔تحقیقات اور پیشی ہوتی رہی آخر عدالت سے حکم ہوا کہ واقعہ تھانہ بھون کا ہے اس لیے مقدمہ مظفر نگر منتقل کیا جائے چنانچہ حضرت مولانا گنگوہی ننگی تلواروں کے پہرہ میں دیوبند کے راستہ سے دو پڑاؤ کر کے پا پیادہ مظفر نگر لائے گئے اور مظفر نگر کے جیل خانہ کی حوالات میں بند کردیئے گئے دیوبند کے قریب سے جب مولانا گنگوہیؒ گزرے تو مولانا محمد قاسم صاحبؒ مقررہ راستہ سے کچھ ہٹ کر بغرض ملاقات پہلے سے آکھڑے ہوتے تھے گو خود بھی ان کا وارنٹ تھا اور روپوش زندگی گزار رہے تھے بیتابی شوق نے اس وقت انہیں چھپنے نہیں دیا دور سے سلام ہوئے ایک دوسرے کو دیکھا اور مسکرائے۔

ثابت قدمی اور رہائی

مظفر نگر کے جیل خانہ میں آپ کو تقریباً چھ ماہ رہنے کا اتفاق ہوا اس زمانہ میں آپ کے استقلال عزم ہمت اور ارادوں میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی ابتدا سے لے کر انتہا تک آپ کی نماز ایک وقت بھی قضا نہیں ہوئی حوالات کے دوسرے قیدی آپ کے معتقد ہو گئے تھے ان میں سے بہت سے آپ کے مرید ہوئے با جماعت جیل خانہ کو کوٹھڑی میں نماز ادا کرتے تھے۔ارشاد ظاہری و باطنی سے آپ کسی دن غافل نہیں ہوئے وعظ و پند و نصیحت کے ساتھ قرآن مجید کا ترجمہ لوگوں کو سناتے اور وحدانیت کا سبق دیا کرتے تھے۔جب عدالت میں جاتے جو دریافت کیا جاتا بے تکلف اس کا جواب دیتے آپ نے کبھی کوئی کلمہ دبا کر یا زبان موڑ کر نہیں کہا کسی وقت جان بچانے کی کوشش نہیں کی، جو بات کہی سچ کہی اور جس بات کا جواب دیا خدا کو حاضر ناظر جان کر واقعات اور حقیقت حال کے مطابق دیا پوچھا گیا کہ تم نے سرکار کے مقابلے میں ہتھیار اُٹھائے تم نے مفسدوں کا ساتھ دیا کبھی حاکم دھمکاتا ہم تم کو پوری سزا دیں گے آپ فرماتے کیا مضائقہ ہے بالآخر چھ مہینے جیل میں رہنے کے بعد آپ

کی رہائی ہوئی۔

درس وتدریس

گرفتاری سے رہائی کے بعد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ نے باوجود مسند آرائے تلقین وارشاد ہونے کے درس وتدریس کا سلسلہ بھی شروع کردیا گویا علوم باطنی کے ساتھ ظاہری علوم شرعیہ وفنون کی تعلیم میں بھی مشغول ہوگئے اسی دوران میں آپ نے تیسرا حج کیا اوراس کے بعد ایک سال میں صحاح ستہ کے دورہ کوختم کرانے کا آپ نے التزام کیا اوراپنے آپ کو اس کے لیے وقف کردیا چنانچہ درس حدیث کا یہ سلسلہ ۱۲۶۵ھ سے لے کر ۱۳۱۴ھ انچاس سال تک چلتا رہااوراس دوران میں تین سو سے زائد حضرات نے آپ سے دورہ حدیث کی تکمیل کی۔آپ کے سب سے پہلے شاگرد (گنگوہ میں) سید مومن علی تھے جنہوں نے آپ سے شرح جامی پڑھنا شروع کی اور آخری شاگرد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندہلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے جس سال حضرت مولانا کاندہلویؒ نے دورہ حدیث پڑھا ہے حضرت کی بینائی جارہی تھی اورآنکھوں میں پانی اتر رہا تھا یہ آپ کا آخری سال تھا اس کے بعد فتاوی اور ارشاد وتلقین کا مشغلہ تو جاری رہا لیکن تعلیم دینا ترک کردیا۔انچاس سالہ تعلیمی دور میں آپ سے پڑھنے والے ہند، برما، کابل، افغانستان ہر جگہ سے آئے بعض سالوں میں سترّ اسّی طلبہ کا مجمع رہا۔

کسر نفسی اور تواضع

باوجود اس فضل وکمال کے آپ نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے اور کبھی اپنے آپ کو کسی دوسرے پر ترجیح نہ دیتے تھے۔ایک دفعہ حضرت نے ایسی بلیغ تقریر فرمائی کہ طلبہ جھوم گئے اور بے اختیار درس ہی میں حضرت کے سامنے آپ کی تعریف کرنے لگے آپ نے

بے ساختہ قسم کھا کر فرمایا میں نے اپنے کو تم میں سے کسی کے برابر بھی نہیں سمجھتا چہ جائیکہ زیادہ سمجھوں، آپ کو قسم کھانے کے مطلق عادت نہ تھی لیکن اس موقع پر بلا اختیار قسمیہ الفاظ آپ سے صادر ہو گئے

طلبہ کے جوتے اُٹھائے

ایک دفعہ درس حدیث میں بارش شروع ہوگئی طلبہ نے جلدی جلدی کتابیں اور تپائیاں اور کتابیں رکھنے والے چھوٹے چھوٹے میز اٹھائیں اور چل دیئے اس کے بعد طلبہ نے دیکھا کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کندھے کی چادر میں طلبہ کی جوتیاں ڈالی ہوئی ہیں اور اٹھائے چلے آرہے ہیں، طلبہ بہت نادم وحیرت زدہ ہوئے فرمایا کہ اس میں کونسی بری بات ہے تمہاری خدمت کرنا تو میری نجات کا باعث ہے طلبائے دین کے لیے تو حدیث شریف کے الفاظ ہیں مچھلیاں سمندر میں چیونٹیاں بلوں میں دعا کرتی ہیں اور فرشتے تمہارے قدموں کے نیچے اپنے پَر بچھاتے ہیں اور تم تو مہمانان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو کہ حدیث پڑھنے آئے ہو۔

مولوی احمد رضا خاں کے متعلق

مولوی احمد رضا خان بریلوی آپ کے سب سے بڑے مخالف تھے اور اگر ان کے فتاوی کو جمع کیا جائے جو حضرت امام ربانیؒ کے متعلق لکھے ہیں تو ایک رسالہ بن سکتا ہے اور ان کی تمام کوششوں کو شمار کیا جائے جو انہوں نے حضرت امام ربانیؒ کی تکفیر کے متعلق روا رکھیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے کہ کاش وہ اس مشغلے کے بجائے بطحائی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کرنے پر صرف کرتے۔ ان صاحب سے حضرت گنگوہیؒ کو اتنی ایذائیں پہنچیں کہ شاید انہوں نے کسی دوسرے کو نہ پہنچائی ہوں۔ مگر جو ہستی خلق پیغمبر کا نمونہ بن کر آئی ہو

اور دنیا کو اسوۂ حسنہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے کی ترغیب و مشق پر جس نے ساری عمر اپنے آپ کو لگا رکھا ہو اُس کی زبان سے بھلا کیوں اپنے مخالف کے لئے کوئی بُرا لفظ نکلتا۔اس بارے میں حلف اٹھایا جا سکتا ہے کہ حضرت سے تاعمر کوئی ایسا لفظ نہیں سنا گیا کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ آپ ان کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔جس زمانہ میں مولوی احمد رضا خاں صاحب کو مرضِ جذام ہوا اور خون میں فساد پیدا ہوا، بعض لوگوں کو مسرت ہوئی کے سب وشتم کا ثمرہ دنیا میں ظاہر ہوا۔ مگر جس وقت کسی شخص نے حضرت سے عرض کیا کہ ''بریلی مولوی کوڑھی ہو گئے'' تو حضرت گھبرا اُٹھے اور یہ الفاظ فرمائے کہ ''میاں کسی کی مصیبت پر خوش نہ ہونا چاہئے خدا جانے اپنی تقدیر میں کیا لکھا ہے''۔ایک دن ڈاک میں خط آیا جس میں اطلاع تھی کہ آپ کے ایک بڑے مخالف مولوی ہدایت رسول کو ایک منکوحہ عورت سے نکاح کرنے کے جرم میں عدالت سے سزائے قید کا حکم سُنایا گیا۔بعض سامعین کو مسرت ہوئی مگر آپ کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔اناللّٰہ و انا الیہ راجعون.

❁❁❁

حدیث جنی کی اجازت

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ علمیہ کے موافق اگر علماء یا متعلمین میں سے کوئی (بشرطیکہ اہل ہو) پوری کتاب یا کسی خاص حدیث کی اجازت چاہتے تو آپ بلا دریغ عطا فرما دیتے۔ایک دفعہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے حدیث الجنی کی اجازت چاہی آپ نے ان کو بے تامل اور ان سب کو جو خواہش رکھتے تھے یا آئندہ رکھیں اجازت دے دی۔ہم اس حدیث کی سند قارئین کے لیے یہاں نقل کرتے ہیں تاکہ جو کوئی چاہے اس سند کو اجازت سمجھ لے۔

حدثنی الشاہ احمد سعید المجددی قال حدثنی ابی الشاہ ابو سعید المجددی قال حدثنی شیخ الشیوخ الشاہ عبدالعزیز دھلوی قال عمی

الشاہ اہل اللہ الدھلوی عن القاضی الجنی المعمر قال سمعت رسول اللہ ﷺ من قتل فی غیر زیہ فدمہ ھدر.

تصنیفات وتالیفات

۱۔تصفیۃ القلوب: حضرت حاجی صاحب کی تصنیف ضیاء القلوب کا اردو ترجمہ
۲۔امدادالسلوک: تصوف کے رسالہ مکیہ کا ترجمہ جو اوائل شباب میں کیا۔
۳۔ہدایۃ الشیعہ: ہادی علی شیعی لکھنوی کے اعتراضات کے جوابات۔
۴۔زبدۃ المناسک: حج کے متعلق تمام مسائل ضروریہ۔
۵۔لطائف رشیدیہ۔ چند آیات قرآنی کے نکات اور پردہ مروجہ شرفائے ہند کا حدیث سے ثبوت۔
۶۔فتاوی میلاد وعرس وغیرہ مع تصدیقات دیگر علماء۔
۷۔رسالہ تراویح: بیس رکعت تراویح کا احادیث سے ثبوت۔ الزی النجیح فی اثبات التراویح.
۸۔قطوف دانیہ: محلّہ کی مسجد میں جماعت ثانیہ کی کراہت کا فقہ سے ثبوت۔
۹۔جمعہ فی القریٰ: اہلحدیث کے اس فتوے کا جواب ہے جس میں انہوں نے گاؤں میں جمعہ جائز ہونے کا ثبوت دیا ہے۔اوثق العریٰ۔
۱۰۔ردالطعیان: کلام مجید کے اوقات کو بدعت ثابت کرنے والوں کا جواب۔
۱۱۔احتیاط الظہر: اس کا ثبوت کہ جہاں جمعہ ہوجاتا ہے وہاں احتیاط ظہر کی ضرورت نہیں۔
۱۲۔ہدایۃ المعتدی: قراءۃ فاتحہ خلف الامام کے جوابات۔
۱۳۔سبیل الرشاد: ردعدم تقلید۔
۱۴۔براہین قاطعہ: انوار ساطعہ کا جواب نیز رد بدعات وتحقیق سنت میں لاثانی کتاب جو

حضرت کے حکم سے لکھی گئی اور آپ نے اول تا آخر بغور مطالعہ کر کے تصدیق فرمائی۔

وصال

۱۲ جمادی الاول ۱۳۲۳ھ کو آپ تہجد کی نماز میں مشغول تھے کہ آپ کے پاؤں کی دو انگلیوں کے درمیان کسی جانور نے کاٹا۔ آپ کو محویت نماز کے سبب احساس بھی نہ ہوا۔ جب فجر کی نماز کے لئے باہر آئے تو کپڑوں پر خون کی سُرخی تھی۔ جلدی کپڑے تبدیل کر کے جماعت کرائی اور جب چارپائی پر جا کر لیٹے تو معلوم ہوا کہ انگلیوں پر خون جما ہوا ہے۔ خاصہ خون نکل چکا تھا۔ جس کی وجہ سے ضعف ونقاہت اور کمزوری وغنودگی طارہ رہنے لگی۔

۲۷ جمادی الاول ۱۳۲۳ھ مطابق ۳۱ جولائی ۱۹۰۵ء آپ کو تپ لرزہ ہوا۔ پاؤں کے زخم کو معمولی سمجھ کر خاص علاج نہ کیا تھا۔ اب اس جگہ نیلگوں چھالے پڑ گئے۔ یہ بھی خیال ہوا کہ کسی نے سحر نہ کیا ہو۔ ہر طرح کا علاج معالجہ کیا گیا۔ مگر جو وقت مقدر تھا وہ کب ٹل سکتا تھا۔ اسی زخم کی وجہ سے ورم ہو گیا جو بڑھتے بڑھتے اوپر کو چڑھتا گیا۔

حضرت امام ربانیؒ کو چھ روز سے جمعہ کا انتظار تھا۔ بیوم شنبہ دریافت فرمایا کہ آج کیا جمعہ کا دن ہے؟ خدام نے عرض کیا کہ حضرت آج تو شنبہ ہے اس کے بعد درمیان میں کئی بار یوم جمعہ کو دریافت کیا۔ حتی کہ جمعہ کے دن جس روز وصال ہوا صبح کے وقت پھر دریافت فرمایا کہ کیا دن ہے؟ اور جب معلوم ہوا کہ جمعہ ہے تو فرمایا انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ باختلاف روایت ۸ یا ۹ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۰۵ھ کو بیوم جمعہ بعد اذان یعنی ساڑھے بارہ بجے آپ نے دنیا کو الوداع کہا اور اٹھتر (۷۸) سال سات ماہ تین یوم کی عمر میں رفیق اعلیٰ کی طرف ہنستے اور مسکراتے ہوئے سدھارے۔ (بیس بڑے مسلمان)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: اس سلسلے میں سب سے اول قطب الارشاد سید الطائفہ حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ قدس سرہٗ اعلی اللہ

مراقبہ کا حادثہ وصال دیکھا، جو ۸ یا ۹ جمادی الثانیۃ علی اختلاف رویۃ الہلال ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۰۵ء جمعہ کے دن چاشت کے وقت ہوا، وہ منظر اب تک آنکھوں کے سامنے ہے جمعہ کی نماز کے بعد تدفین عمل آئی۔ صبح کے بعد سے اور جنازہ کے اٹھنے تک اس قدر سناٹا رہا کہ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ آدمی کی آواز نہیں جانور کی آواز بھی سنائی نہیں دیتی تھی، لب ہر شخص کے خوب ہل رہے تھے اور اس قدر مکمل سکوت کہ قرآن پڑھنے کی بھی آواز نہیں نکل رہی تھی۔ حفاظ بھی قران پڑھ رہے تھے مگر زبان پر ایسا سکوت کہ آواز کا نام نہیں۔ اگر کوئی شخص کسی سے بات پوچھتا بھی تھا تو ایک دو منٹ کے بعد اشارہ سے جواب ملتا۔ جمعہ کی نماز تو میرے والد صاحبؒ نے جو پہلے سے حضرت قدس سرہٗ کی علالت سے امامت کر رہے تھے پڑھائی۔ بہت بھرائی ہوئی آواز میں جنازہ حضرت شیخ الہند نے حضرت صاجبزادہ صاحب کے حکم سے پڑھائی۔ اس لیے کہ سارے ہی اجل خلفاء موجود تھے۔ حضرت صاجبزادے سے پوچھا گیا، انہوں نے کہا ''مولوی محمود پڑھائیں گے''۔ میں تو بہت ہی بچہ تھا، چھپ چھپ کر قبرستان جارہا تھا اور جگہ جگہ سے ہٹایا جارہا تھا، راستے میں مخلص کہتے کہ ہٹ جاؤ، ہٹ جاؤ، قبر شریف تک تو پہنچ ہی نہ سکا اس لیے کہ تقریباً چاروں طرف سے ایک میل زائد جگہ کا لوگوں نے احاطہ کر رکھا تھا۔ منظر وہ خوب یاد ہے۔ (آپ بیتی)

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

(تفصیل کے لیے ''تذکرۃ الرشید'' دیکھئے)

مسلک صاحب فتاویٰ

صاحب فتاوی مذاہب اربعہ میں کسی پر طعن نہیں کرتے

الحمد للّٰہ رب العٰلمین الرحمٰن الرحیم مٰلک یوم الدین والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم. سید الانبیاء والمرسلین وعلٰی الہٖ واصحابہ الطیبین الطاھرین علٰی مجتھدی ملتہ و اتباعہ الی یوم الدین.

امابعد۔احقر العباد بندہ رشید احمد گنگوہی عفا اللہ عنہ بخدمت ارباب فہم ودیانت عرض کرتا ہے کہ بندہ کا مذہب حسب مسلک حق جملہ حق ودین یہی ہے کہ جس مسئلہ میں صحابہ ومجتہدین علیہم الرحمۃ کا اختلاف ہوتو اس میں جس جانب کو اپنی تحقیق سے یا تقلید کسی مجتہد اہل حق سے راجح سمجھے اس پر عمل درآمد رکھے اور دوسری جانب پر بھی کوئی طعن وتشنیع نہ کرے اور عندالضرورت اس پر عمل بھی کرلے۔اسی وجہ سے یہ بندہ عاجز کہ حنفی المذہب ہے کسی اہل مذہب پر طعن نہیں کرتا اور نہ اپنے مذہب کی خواہ مخواہ ترجیح کے درپے ہوتا ہے مگر عندالضرورت جہاں کچھ رفع فساد یا اصلاح متصور ہوتی ہے تو اس مسئلہ میں کچھ لکھ دیتا ہے. انتہٰی.

جواب: مذاہب سب حق ہیں، مذہب شافعیؒ پر عندالضرورت عمل کرنا کچھ اندیشہ نہیں مگر نفسانیت اور لذت نفسانی سے نہ ہو عذر یا حجۃ شرعیہ سے ہووے کچھ حرج نہیں ہے سب مذاہب کو حق جانے کسی پر طعن نہ کرے۔سب کو اپنا امام جانے۔فقط۔

کتبہ الاحقر بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اخلاق اور تصوف کے مسائل

طریقت اور شریعت کا فرق

﴿سوال﴾:

شریعت کہ جس کو علم سفینہ اور طریقت کہ جس کو علم سینہ کہتے ہیں فی الحقیقت یہ ایک چیز ہیں یا دو اگر یہ ایک ہی ہیں تو فقط علم ظاہر سے ہی تزکیہ کیوں نہیں ہو جاتا اور ہر عالم صوفی کیوں نہیں ہوتا اور ہر صوفی کو عالم ہونا کیوں شرط نہیں ہے اور جو حضرات علم ظاہری کے مجتہد ہوئے۔ انہوں نے طریقت کا اجتہاد کیوں نہ فرمایا۔ مثلاً حضرت امام اعظم صاحبؒ شریعت کے امام ہیں۔ اور خواجہ معین الدین چشتیؒ طریقت کے مجتہد ہیں۔ کہیں اس کے برعکس نہیں سنا گیا صوفیا کرام نے جو اشکال افکار، اذکار، مراقبہ، ذکر جہر ذکر ارہ رگ کیماس کا پکڑنا، تصور شیخ ضربیں لگانا، چلہ کرنا، حبس دم وغیرہ وغیرہ بہت سے امر تعلیم فرمائے کہیں یہ بات نہیں سنی گئی کہ امام اعظم صاحبؒ نے بھی کوئی بات اس قسم کی کہیں کسی کو تعلیم فرمائی ہو یا حضرت خواجہ صاحب نے کسی مسئلہ شریعت میں اجتہاد فرمایا ہو یا ان کو کوئی شخص امام اور مجتہد جانے یا امام صاحبؒ کو کوئی شخص طریقت کا امام جانے بلکہ بعض علماء کو تو تصوف کے ہونے سے ہی انکار ہے میری غرض یہ ہرگز نہیں کہ طریقت شریعت کے خلاف ہے یا امام صاحبؒ طریقت نہیں جانتے تھے یا حضرت خواجہ صاحب شریعت نہیں جانتے تھے ”معاذاللہ منہا“ مثلاً اویس قرنیؓ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دیدار سراپا انوار سے فیضیاب نہ ہوئے تھے اور کوئی عالم بھی ایسے نہ تھے کہ اپنے زمانہ کے عالم ہوں۔ لیکن ان کو فیض باطنی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر عطاء ہوا تھا کہ وہ واصل الی اللہ ہوئے اور تمام صوفیوں کے سر حلقہ اور اہل سلسلہ اور مقتداء ہوئے۔ اور ان سے ان شاء اللہ تعالیٰ تا قیامت سلسلہ جاری رہے گا۔ اگر طریقت علم ظاہری کی ہی وجہ سے ہوتی تو سلسلۂ رویہ میں غالباً بہت سے آدمی حضرت

اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے علم ظاہری میں زیادہ ہوئے ہوں گے۔تو اس قیاس سے جو عالم و فاضل زیادہ ہو وہی مرتبہ ولایت میں زیادہ ہونا چاہئے اور یہاں اس کے برعکس معاملہ ہے اس میں ایک صوفی صاحبؒ یہ جواب دیتے ہیں کہ یہاں علم ظاہری کا کچھ تعلق نہیں ہے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت تھی۔لہٰذا یہ بڑے لوگ ہوئے اور جن کو اولیاء اللہ سے نسبت ہوگی، وہ اسی درجہ کے ولی ہوں گے۔مثلاً حضرت بابا صاحب اور حضرت صابر صاحب وحضرت نظام الدین وغیرہم یہ سب لوگ عالم اور بڑے فاضل ہیں۔لیکن ان میں سے اس وقت تک علم ظاہری کا کوئی سلسلہ نہیں سنا گیا۔اور طریقت میں یہ اہل سلسلہ ہیں ہزار ہا عالم فاضل ان کے سلسلۂ طریقت میں موجود ہیں۔مگر زمرۂ علماء میں ان کا کہیں پتہ نہیں اور نیز ابن تیمیہ اور ابن قیم محدث کہ جو نقد میں بڑے فاضل ہیں۔لیکن ان سے کوئی سلسلہ صوفیوں میں نہ چلا بلکہ زمرۂ صوفیوں میں ان کا کہیں نام نہیں اس کی کیا وجہ ہے حالانکہ طریقت اور شریعت ایک ہوں اور ایک ان میں سے صوفی ہو اور ایک ان میں سے عالم ہو یہ کیا معنی۔امام محمد غزالیؒ شافعی ہیں۔اور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ حنبلی ہیں۔بڑے پیر صاحب حنبلی ہیں۔لیکن یہ لوگ حنفی صوفیوں کے بھی مقتداء ہیں۔اور اہل نسبت کو برابر ان سے فیض ہوتا ہے اور کبھی لحاظ مذہب کا اس میں نہیں ہوتا۔مولانا روم فرماتے ہیں۔

علم حق در علم صوفی گم شود
ایں سخن کے باور مردم شود

یعنی اس بات کا آدمیوں کو کب یقین آئے گا کہ علم حق صوفیوں میں ہے اور یقین نہ آنے کی وجہ کیا ہے یہ ہے کہ آدمی جانتے ہیں کہ خدا کا جو علم ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد ہے وہ کتابوں پر ختم ہو گیا ہے جو کچھ ہے وہ علماء ظاہر ہی جانتے ہیں اور یہاں اس کے برعکس معاملہ ہے علم شریعت علماء کو عطاء ہوا اور علم طریقت فقراء کو عطاء ہوا۔اور اگر مولانا کی یہ غرض نہ ہوتی تو یوں فرماتے کہ ''علم حق در علم عالم گم شوذ'' اور مصرع ثانی کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ہر عالم کا صوفی ہونا تو کیا معنی بلکہ بہت سے عالم تو صوفیوں کی روایت بھی

نہیں لیتے مثلاً اگر کسی فقط عالم سے پوچھا جاوے کہ اہل نسبت کو قبر اولیاء پر مراقب ہونا کیسا ہے اور دل میں مرشد کا خیال جمانا اور اس کا تصور کرنا جائز ہے یا نہیں تو وہ عالم صاحب بے محابا یہ فرمائیں گے کہ یہ شرک ہے کفر ہے گور پرستی اور تصور پرستی ہے اور ہرگز یہ خیال نہ فرمائیں گے کہ پہلے صوفی ہی اس کو رکن اعظم فرما چکے ہے۔ ہم صرف حرام ہی پر اکتفا کرلیں شرک اور کفر بتانے میں تو بہت سے آدمی مرتکب کفر ہو جاہیں گے تو اب ایسے علماء کو بھی کیا صوفی جانیں نہیں نہیں بلکہ اس کا جواب یہ کہ بھائی شریعت اور چیز ہے۔ اور طریقت اور چیز ہے یہ حضرات جو فرماتے ہیں۔ ان کا بھی فرمانا بجا ہے جو شخص واقف طریقت نہ ہو اہل نسبت نہ ہو واقعی وہ یہی کہے گا کہ چشت پرستی ہے اور تصور پرستی جو اہل مذاق ہو تو اس کو بیشک ان باتوں سے فیض ہوتا ہے چنانچہ صوفیہ چشت کی بہت کتابیں ان مقدمات سے مملو ہیں۔ اکثر صوفیا فرماتے ہیں کہ علم حجاب اکبر ہے۔ پھر شریعت اور طریقت کو ایک چیز کیسے جانیں گے۔ حضرت مولانا مخدومنا ہادینا حاجی محمد امداد اللہ صاحب سلمہ اپنے کلمات پند ونصیحت میں فرماتے ہیں کہ بعد ادائے فرائض وواجبات وسنن شغل بہ باطن گذارو برزیادتی اوراد ونوافل نہ پرداز و بلکہ شغل باطنی فرائض دائمی بداند اگر کسی فقط عالم سے کہ جو صوفی نہ ہو یہ مسئلہ دریافت کیا جائے تو بیشک وہ کہہ دے گا کہ نماز افضل العبادت ہے ہر وقت اسی میں رہنا چاہئے نوافل سے قریب ہوتا ہے اور شغل باطن چیز ہی کیا ہے صرف صوفیوں کی باتیں ہیں تو اب ہم اسے سوائے اس کے اور کیا کہیں کہ بھائی وہ عالم صاحب اس راہ سے واقف نہیں۔ شغل ایسی چیز ہے کہ بعض اوقات میں جمیع عبادت سے بہتر ہوتا ہے اور جو نہ جانے اس کا کہنا خلاف ہے اب میں یہ چاہتا ہوں کہ شریعت اور طریقت کے ایک ہونے کی کیا دلیل ہے اور فی الحقیقت یہ ایک ہی چیز ہے یا دو۲ اور اس میں صوفیہ کیا فرماتے ہیں؟

جواب:

اس سوال کو بے فائدہ اس قدر طویل لکھا خلاصہ جواب یہ ہے کہ علم شریعت وعلم

طریقت ایک ہی ہے(۱)۔ جب آدمی کو حکم شریعت معلوم ہوا علم شریعت حاصل ہوا۔ اور جب کنہ (حقیقت) اس حکم کی معلوم ہوئی وہ علم طریقت ہوا اور عمل بقدر ادائے فرض وواجب کے بتکلف نفس سے کرانا عمل بشریعت کہلاتا ہے اور جب اخلاص وحب حق تعالیٰ تہ دل میں ساری ہوگئی۔ اس کو عمل بطریقت کہتے ہیں جب تک کشاکش علم وعمل کی ہے شریعت ہے جب طمانیت ہوگئی وہ طریقت ہے ابتداء اور انتہاء کا فرق ہے جس نے اصل شئے کے واحد ہونے کو خیال کیا ایک کہا اور یہ بھی درست ہے جس نے اول آخر کا تفرقہ کیا دو کہہ دیا یہ بھی صحیح ہے مطلب دونوں کا واحد ہے اور ائمہ مجتہدین بھی صاحب طریقت تھے مگر اس فن کی تحقیق میں مصروف نہ ہوئے کہ ظاہر شریعت فرض تھا اس کا شرح کرنا زیادہ ضرور جانا اگرچہ طریقت سے خوب ماہر تھے کہ طریقت احادیث سے ہی ثابت ومستنبط ہے اور اکثر ائمہ

(۱): قال ابن عابدینؒ :"الطریقة سلوک طریق الشریعة، والشرعیة : أعمال شرعیة محدودة، وهماوالحقیقة ثلاثة متلازمة". الخ .(ردالمحتار علی الدر المختار، مقدمه،مطلب و یجوزتقلید المفضول مع وجود الأفضل،ط،دارالعالم الکتب، ریاض)

وقال ابن حجرؒ:"الطریقة مشتملةعلی منازل السالکین، وتسمی مقامات الیقین، والحقیقة موافقة للشریعة فی جمیع علمها، عملها، أصولهاوفروعها، وفرضهاومندوبها، ولیس بینهما مخالفة اصلاً". (الفتاوی الحدیثیة، مطلب فی الفرق بین الحقیقت والشریعة، ص: ۴۰۹قدیمی کتب خانه کراچی)

وقال مجدد الألف الثانی رحمه اللّٰه تعالیٰ :" ظاهررابظاهرِشریعت وباطن را بباطن شریعت که عبارت ازحقیقت است، متحلی ومتزین دارندچه حقیقت وطریقت عبارت از حقیقت شریعت است وطریقت آن حقیقت نه آن که شریعت امری دیگر است و طریقت و حقیقت دیگر که الحاد وزندقه است." (مکتوبات امام ربانی، دفتر اول مکتوب۵۷، ج: ۱،ص: ۱۳۵، ط، سعید ایم ایچ کمپنی کراچی)

طریقت عالم تھے۔مگر وہ ظاہر شرع کی تحقیق میں مصروف نہ ہوئے کہ ایک جماعت علماء کی اس میں تھی وہ کافی تھی انہوں نے باطنی شرع کی تحقیقات لکھی۔ ہر ہر فن کو ایک ایک جماعت نے لیا۔اور بعض اولیاء جو قدر ضرورت علم رکھتے تھے،وہ ماہر وعلم دقائق طریقت کے تھے مگر دونوں امر کو تحریر نہیں کیا۔ بہر حال بعض علماء دونوں علم کے محقق و تبحر تھے اور بعض ایک کے اور بعض دونوں میں دوسرے سے کم تھے اس کے تفاوت سے سمجھ لینا چاہیے مگر ضروری علم شرع سے سب واقف تھے کہ امتثال حکم شرع کے عمل مقبول نہیں ہوتا اور بدون قبول عمل کے ولایت نہیں ملتی۔فقط واللہ اعلم۔

شریعت اور طریقت کا فرق

﴿ســوال﴾:

شریعت اور طریقت دو ہیں یا ایک۔اگر دو۲ ہیں تو کس صورت سے اور اگر دونوں ایک ہیں تو کیسے اور طریقت کا موجد کون ہے؟

﴿جواب﴾:

یہ دونوں ایک ہیں (۲) ظاہر سے عمل کرنا شرع ہے اور جب قلب میں حکم شرع کا داخل ہو کر طبعاً عمل شرع پر ہونے لگے وہ طریقت ہے دونوں کا حکم قرآن وحدیث سے ہے ادنی درجہ شرع ہے اس کا ہی اعلیٰ درجہ طریقت کہلاتی ہے۔

پیر استاد مرشد کا تصوّر

﴿ســوال﴾:

تصور کرنا پیر کا یا استاد یا مرشد وغیرہ کا جائز ہیں نہیں؟

---

(۲): تقدم تخریجه في الحاشیة السابقة.

﴿جواب﴾:
کسی کا تصور کرنا بطور خیال کے کچھ حرج نہیں مگر رابطہ جو مشائخ میں مروج ہے کہ اس کو مشائخ نے کسی علاج کے واسطے تجویز کیا تھا اگر اسی حد پر بزرگوں نے تجویز کیا تھا تو چند ان دشوار نہیں (۳) گو ترک اس کا بھی اولیٰ ہے کہ مختلف فیہ بین العلماء ہے اور ایسا ضروری بھی نہیں کہ بدون اس کے کام نہ چل سکے اور جو اس حد سے بڑھ جاوے تو البتہ ناجائز ہے (۴). فقط واللہ اعلم۔

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ
الجواب صحیح محمد یعقوب نانوتوی
محمد یعقوب

(۳): قال الامام شاہ ولی اللہ الدھلوی نور اللہ مرقدہ: قالوا والرکن الاعظم ربط القلب بالشیخ علیٰ وصف المحبة والتعظیم وملاحظة صورته. الخ. (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل، پانچویں فصل، ص: ٦٨، ط، ایجوکیشنل پریس، کراچی)

وقال العلامة فقیر اللہ الحنفی رحمه اللہ تعالیٰ: واذا غاب الشیخ عنه یخیل صورته فی خیالہٖ بوصف المحبة والتعظیم فانه یفید فائدة صحبة تحصل له کیفیة الغیبة والفناء عن نفسه یکرر هذه المعاملة حتی یصیر تلک الحالة ملکة له ولا طریق اقرب من هٰذا لمن عرف شروطه وادابه. الخ. (قطب الارشاد، الشغل العاشر، ۵۵۸، ۵۵۹، ط، مکتبة الاسلامیة میزان مارکیٹ کوئٹہ)

(۴): "عن علی قال: قال لی رسول اللہ ﷺ: قل: اللّٰھم اھدنی، وسددنی، واذکر بالھدایة ھدایة الطریق، واذکر بالسداد تسدیدک السھم". وفی بذل المجھود تحت ھذا الحدیث: وفیه اشارة الی جواز التصور الشیخ، فان الشیخ لیس أقل مرتبة عنداللّٰه من السھم والطریق، لاسیما عند معتقدیه، کیف وفیه جمع

شجرہ خاندان صبح وشام پڑھنا

﴿سوال﴾:
اکثر آدمی شجرہ خاندان کا ہر صبح وشام پڑھتے ہیں یہ کیسا ہے۔

﴿جواب﴾:
شجرہ پڑھنا درست ہے کیونکہ اس میں بتوسل اولیاء (۵) کے حق تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اس کا کوئی حرج نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

للخواطر ولو الى جهة أسفل من التى يجب ارجاعهااليها، وهوا لواجب تعالىٰ شأنه، ولاضير أيضاً فى حبه اياه عند التصور، نعم يضره أن يتصور شيخه متصرفاً فى أمر باطنه حين التصور، أو حاضراً لديه، أو عالماً بحاله، ولذلک اختلفت فيه الشيوخ، ولعل النزاع بينهمالفظى، فمن جوّزه أراد الأول، ومن منعه أراد الثانى، الّا أن العلماء لما رأو أنه منجر الى فساد عقائد العوام أطلقوا فيه المنع، وهو الحق حسب اقتضاء المقام، فكم من مستحب صار حراماً لعارض مّا، فكيف بما كان مباحاً،انتهىٰ (بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد، ج: ۱۲، ص:۲۵۳،ط، دار البشائر الاسلامية، بيروت لبنان/ وشريعت وطريقت كا تلازم، ص: ۱۷۷،۱۷۸،ط،مكتبة الشيخ بهادر آباد كراچى/و الدر المنضود على سنن أبى داؤد، ج: ۲، ص: ۱۹۸، ۱۹۹، ط: مكتبة الشيخ بهادرآباد كراچى)

(۵): قال العلامة خليل احمد السهارنفوى نورالله مرقده:عندناوعند مشائخنا يجوز التوسل فى الدعوات بالأنبياء والصالحين من الأولياء والشهداء والصديقين فى حيٰوتهم وبعد وفاتهم بان يقول فى دعائه اللّٰهمّ انى اتوسل اليک بفلان ان تجيب دعوتى وتقضى حاجتى الى غيرذلک...الخ. (المهند على المفند،ص:۳۵،ط: قديمى كتب خانه كراچى) ==

شیخ کے تصور کا حکم

﴿سوال﴾:

تصور شیخ کو جو صوفیہ چشت کا معمول ہے اور اقوال حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور حضرت مجدد صاحبؒ اس کے مؤید ہیں اور مولوی اسمٰعیل صاحب دہلویؒ اس کو حرام اور کفر وشرک بتاتے ہیں۔ آپ کے نزدیک نفس تصور شیخ جائز ہے یا حرام اور کفر وشرک۔

﴿جواب﴾:

نفس تصور جائز ہے اگر کوئی امر ممنوع اس کے ساتھ نہ ہو جیسا تمام اشیاء کا آدمی خیال وتصور کرتا ہے جب اس کیساتھ تعظیم اس شکل کا کرنا اور متصرف باطن مرید میں جاننا مفہوم ہوا تو موجب شرک کا ہو گیا لہٰذا قدماء اس کی تجویز کرتے تھے کہ اس میں خلط معصیت کا نہ تھا اور متأخرین نے اسکو حرام کہا تو یہ حکم کا اختلاف بسبب اختلاف اہل زمانہ کے ہوا ہے۔

۞۞۞

شیخ یا استاد یا والدین کے تصور کا حکم

﴿سوال﴾:

تصور کرنا پیر یا استاد یا والدین وغیرہ کا جائز ہے یا ناجائز۔

== وقال العلامة بدر الدين العينيؒ: وفيه من الفوائد: استحباب الاستشفاع بأهل الخير و الصلاح و أهل بيت النبوة...الخ. (عمدة القارى ج:۷،ص:۴۸،رقم الحديث: ۱۰۱۰،ط، دار الكتب العلمية بيروت،لبنان)

وقال ابن حجرؒ: ويستفاد استحباب الاستشفاع بأهل الخير والصلاح وأهل بيت النبوة.....الخ. (فتح البارى، ج:۲،ص:۵۷۷، رقم الحديث: ۱۰۱۰،ط،مكتبة الملك الفهد الوطنية،رياض)

﴿جواب﴾:
کسی کا تصور کرنا بطور خیال کے کچھ حرج نہیں مگر رابطہ جو مشائخ میں مروج ہے کہ اس کو مشائخ نے کسی علاج کے واسطے تجویز کیا تھا اگر اس ہی حد پر رہے کہ جس حد پر بزرگوں نے تجویز کیا تھا تو چنداں دشواری نہیں گوترک اس کا بھی اولیٰ ہے کہ مختلف فیہ بین العلماء ہے اور ایسا بھی نہیں کہ بدون اسکے کام نہ چل سکے اور جو اس حد سے بڑھ جاوے تو البتہ ناجائز ہے(٦)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

بدعتی صوفی کی بیعت

﴿سوال﴾:
اگر کوئی صوفی بعض کام خلاف شریعت کرتا ہو، مثل مولود شریف معہ قیام وعرس بلا

(٦):''عن علی قال: قال لی رسول اللہ ﷺ :قل : اللّٰھم اھدنی ،وسددنی، و اذکر بالھدایة ھدایة الطریق، واذکر بالسداد تسدیدک السھم''.وفی بذل المجھود تحت ھذا الحدیث: وفیہ اشارة الی جواز التصور الشیخ، فان الشیخ لیس أقل مرتبة عنداللّٰہ من السھم والطریق، لاسیما عند معتقدیہ، کیف وفیہ جمع للخواطر ولو الی جھة أسفل من التی یجب ارجاعھاالیھا، وھوا لواجب تعالیٰ شأنہ، ولاضیر أیضاً فی حبہ ایاہ عند التصور، نعم یضرہ أن یتصور شیخہ متصرفاً فی أمر باطنہ حین التصور، أو حاضراً لدیہ، أو عالماً بحالہ، ولذلک اختلفت فیہ الشیوخ، ولعل النزاع بینھمالفظی، فمن جوّزہ أراد الأول، ومن منعہ أراد الثانی، الّا أن العلماء لما رأو أنہ منجر الی فساد عقائد العوام أطلقوا فیہ المنع، وھو الحق حسب اقتضاء المقام، فکم من مستحب صار حراماً لعارض مّا، فکیف بما کان مباحاً،انتھٰی (بذل المجھود في حل سنن أبي داؤد، ج: ۱۲، ص:۲۵۳،ط، دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

راگ و فاتحہ برآب وطعام دست برداشتہ ونماز معکوس ومراقبہ قبور بسورۂ الم نشرح و پارچہ رنگین اور کوئی بات کفر شرک کی کرتا ہو تو فرمایئے کہ ایسے صوفی سے مرید ہونا اور اس کی صحبت میں بیٹھنا جائز ہے یا نہیں اور ایسے صوفی کو بوجہ اپنے مجاہدہ اور تہجد گزاری کے اور حب الٰہی کے محنت شاقہ کے کچھ کمال بھی حاصل ہوسکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جو صوفی ہو اور خلاف شرع کام کرے وہ قابل بیعت کے نہیں اور نہ وہ صاحب طریقت ہے بلکہ شیطان ہے(۷)، شعر:

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

سعدی لکھ گئے ہیں جس قدر امور آپ نے لکھے ہیں۔ کوئی جائز ہے کوئی ناجائز مثلاً پارچہ رنگین میں کوئی گناہ نہیں یا قبر پر بیٹھ کر سر جھکا کر کچھ پڑھے یہ گناہ نہیں اور خلاف شرع کو کوئی کمال ہووے تو کچھ عجب نہیں کفار جوگیوں کو بھی ہو جاتا ہے مگر وہ کمال کہ مقبولیت عنداللہ تعالیٰ ہو حاصل نہیں ہوسکتا۔

---

(۷):قال الامام شاہ ولی اللّٰہ الدھلوی رحمہ اللّٰہ: والشرط الثانی العدالۃ والتقوٰی فیجب ان یکون مجتنباً عن الکبائر غیر مصرّ علی الصغائر. (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل، دوسری فصل، شروط دوم مرشد، ص: ۲۴، ط، ایجوکیشنل پریس، کراچی)

وقال العلامۃ محمود الحسن الکنکوھی نور اللّٰہ مرقدہ :ھٰذا الشیخ لیس بشیخ الطریقۃ المعروفۃ بل ھو شیخ النجد، ولیس ھو ولی الرحمٰن، بل ھو ولی الشیطان..الخ. (فتاوی محمودیہ، ج:۴،ص: ۳۶۰، ۳۶۱)

فاسق کے ہاتھ پر بیعت کرنا

﴿ســـوال﴾:

زید کو جناب مولانا ومرشدنا حاجی امداد اللہ صاحب مدظلہ نے ایک دستار مکہ معظّمہ سے بایں غرض ارسال کیا ہو کہ زید کو اجازت ہے کہ مرید کیا کرے اور سابق میں زید کا حال جناب موصوف نے بخوبی دیکھا ہو اور اب زید تارک الجماعت ہے تو ایسے مرشد تارک الجماعت کی تقلید مریدان کو کرنی چاہئے یا نہیں اور مرید کرے یا نہ کرے؟

﴿جواب﴾:

زید نے اگرچہ اجازت اخذ بیعت شیخ سے حاصل کی مگر چونکہ تارک جماعت فاسق ہے(۸) ہرگز ہرگز اس سے بیعت نہ کرنا چاہئے کہ وہ لائق شیخی نہیں ہے اگرچہ اوّل صالح تھا اب فاسق ہے اور لائق شیخی نہیں رہا(۹)۔فقط واللہ اعلم۔

---

(۸):قال العلامة ابن عابدين الشامی رحمه اللّٰه تعالیٰ: وقال فی شرح المنية: والأحكام تدل على الوجوب، من أن تاركها بلاعذر يعزّر وترد شهادته، ويأثم الجيران بالسكوت عنه...الخ.(رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الامامة، ج:۲،ص:۲۸۷،ط،دارعالم الكتب، رياض)

وقال العلامة المحدث الكبير محمد انور شاه الكشميری رحمه اللّٰه تعالیٰ: المراد من الاجابة هی الفعلية، الجماعة واجبة فی القول الراجح لنا فتاركها فاسق وفی قول: سنة مؤكدة.الخ. (العرف الشذی شرح سنن الترمذی ،الجزء الاول، ص: ۲۲۹، ط،دارأحياء التراث العربی بيروت،لبنان)

(۹):قال الامام شاه ولی اللّٰه الدهلویؒ: والشرط الثانی العدالة والتقوٰی فيجب ان يكون مجتنباً عن الكبائرغيرمصرّعلى الصغائر. (شفاء العليل ترجمه القول الجميل، دوسری فصل، شروط دوم مرشد،ص:۲۴، ط،ايجوكيشنل پريس،

عورت کا بیعت لینا

﴿سوال﴾:

مسئلہ عورت نیک خصلت پابند شریعت واقف طریقت اپنے ہاتھ پر عورتوں کو اور مردوں کو بیعت کرنا شروع کردے تو از روئے تصوف وشریعت کے درست ہے یا منع فقط۔

﴿جواب﴾:

اخذ بیعت اہل تصوف کے نزدیک عورت کو درست نہیں مگر ہاں کسی کو شغل وظیفہ بتا دینا جائز ہے چنانچہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہٗ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں ''در آخر مکتوب شصت وششم بجانب بوجہ اسلام خاتون در بیان عدم جواز خلافت مرزنان راہر چند بکمال مردان رسد آں خواہر درہمت میاں مردان حق تعالیٰ قدم زدہ است لائق است کہ چشمہ پیران فرستادہ نہ شد ولباس خرقہ مشائخ حوالت کردہ نہ شد ومجاز گردانیدہ نہ شد۔ ابا ماید چوں صادقے از عورت مرد التماس ارادت کند عورات بحضور وغیبت ومرداں رابغیبت کلاہ دادمنے بوکالت پیر خود دہد وشجرہ پیر خود نویسا یندہ بدہد ومرید پیر خود گردندوایں دولت رادولتے عظیم داند۔ عاقبت محمود باد''۔ انتہیٰ کلامہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

کراچی)

وقال العلامة فقير الله الحنفى رحمه الله تعالىٰ :اعلم ان للمشيخة واخذ البيعة شروط :..منها العدالة والتقوىٰ فيجب ان يكون مجتنباً عن الكبائر غير مصرّ على الصغائر .الخ . (قطب الارشاد،فصل اعلم للمشيخة واخذالبيعة شروط، ص: ٥٢٦، ٥٢٧،ط،مكتبة الاسلامية ميزان ماركيٹ كوئٹه)

عمل کا چھپانا

﴿سوال﴾:

بندہ گرمی میں پہلے کوٹھے پر رہتا تھا وہیں ذکر بھی کرتا تھا بعض شخص میری آواز سن کر اٹھتے تھے اب نیچے مکان میں سوتا ہوں تو آواز دور نہیں جاتی ہے اب مجھ سے لوگوں نے کہا کہ تم ذکر نہیں کرتے ہو یہ طبیعت نہیں چاہتی کہ ان سے ایسا کہا جاوے نہ انکار کیا جاوے تا کہ جھوٹ بھی نہ ہو اور اقرار بھی نہ ہو بلکہ یہی ہوتا ہے کہ کہتا ہوں کہ اب اوپر نہیں سوتا انکار کو طبیعت نہیں چاہتی باوجودیکہ اظہار میں ریاء وغیرہ کو دخل ہوتا ہے اب عرض ہے کہ ایسی صورت میں گناہ تو نہیں ہے یا جہر ترک کر دوں؟

﴿جواب﴾:

اپنے ذکر کے اخفا واظہار میں آپ مختار ہیں اگر نیت اچھی ہو تو مضائقہ نہیں ہے مگر حتی الوسع اپنے عمل کا اخفاء مناسب ہے کیونکہ مآل کار ریاء کا اندیشہ ہو جاتا ہے (۱۰)۔ فقط والسلام۔

❁❁❁

(۱۰): قال العلامة احمد الطحطاوی رحمه اللّٰه تعالٰی : اختلف هل الاسرار فی الذكر افضل فقيل : نعم لاحاديث كثيرة تدل عليه منها خير الذكر الخفی، وخير الرزق ما يكفی ولأن الاسرار أبلغ فی الاخلاص، وأقرب الی الاجابة. الخ. (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی صفة الاذكار، ص: ۳۱۸، ط، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان)

وقال العلامة ابن عابدين الشامی رحمه اللّٰه تعالٰی: وقد حرر المسألة فی الخيرية وحمل مافی فتاوی القاضی علی الجهر المضر وقال : ان هناک أحاديث اقتضت طلب الجهر وأحاديث طلب الاسرار، والجمع بينهما بأن ذلک يختلف باختلاف الأشخاص والاحوال، فالاسرار أفضل حيث خيف الرياء او تأذی

ذکراورطول قرأت

﴿سوال﴾:
ذکرنفی اثبات وپاس انفاس سےطول قرأت نمازتہجد کازیادہ ثواب ہے یاذکرکا؟

﴿جواب﴾:
ذکرنفی اثبات وپاس انفاس سےطول قرأت کازیادہ ثواب ہے(۱۱)۔

شیخ کےتصورکاحکم

﴿سوال﴾:
تصورشیخ وشغل برزخ جوبرائے جمعیت خاطرودفع خطرات مشائخ زمانہ کرتے ہیں اوراس کورکن طریقت وواجبات سے جانتے ہیں کہ بدوں اس کے حصول فیوض وبرکات

المصلين أو النيام، والجهر أفضل حيث خلا مما ذكر. الخ. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، ج: ۹، ص: ۵۷۰، ط: دار عالم الكتب الرياض)

(۱۱): عن عائشة رضي اللّٰه عنها أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: قراءة القرآن في الصلاة، أفضل من قراءة القرآن في غير الصلاة، وقراءة القرآن في غير الصلاة افضل من التكبير والتسبيح، والتسبيح أفضل من الصدقة، والصدقة أفضل من الصوم، والصوم جنّة من النار. (رواه البيهقي في شعب الايمان) قال العلامة المحدث الكبير الشيخ محمد زكريا الكاندهلوي تحت هذا الحديث ان أفضلية التلاوة على الاذكار ظاهرة، لأن القرآن كلام الٰهي، وقد علم أن كلام اللّٰه أفضل من كلام الأخرين كفضل اللّٰه على العباد. الخ. (منهج الحياة الايمانية والتربية الدينية في ضوء الكتاب والسنة، ص: ۲۲۲، ط، المكتبة اليحيوية سهارنفور، الهند)

محال ہیں۔لہٰذا ایسی صورت میں یہ شغل کرنا کیسا ہے اور قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر میں کسی صحابی وتابعین وائمہ دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت ہے یا نہیں؟ کیونکہ جب ایسا ضروری ہو تو صحابہ کس طرح اس فعل سے محروم رہے ہوں گے اور جو زمانہ خیر القرون میں اس کا وجود نہ تھا تو پھر کس طرح ایسا ضروری مذکور سوال ہوسکتا ہے گو عقیدہ شرک تک نہ پہنچا ہو۔

﴿جواب﴾:

اس شغل میں متأخرین صوفیہ نے غلو کیا اور شرک تک نوبت پہنچی لہٰذا متاخرین علماء نے اس کو منع فرمایا اور اب علمائے متاخرین کے قول پر عمل کرنا چاہئے اس شغل کی کچھ ضرورت نہیں اور نہ صحابہ میں اس شغل کا کچھ اثر تھا (۱۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

(۱۲): ’’عن علی قال: قال لی رسول اللہ ﷺ :قل : اللّٰهم اهدنی ،وسددنی، واذكر بالهداية هداية الطريق، واذكر بالسداد تسديدک السهم‘‘.وفی بذل المجهود تحت هذا الحديث: وفيه اشارة الى جواز التصور الشيخ، فان الشيخ ليس أقل مرتبة عندالله من السهم والطريق، لاسيما عند معتقديه، كيف وفيه جمع للخواطر ولو الى جهة أسفل من التی يجب ارجاعهااليها، وهوالواجب تعالیٰ شانه، ولاضير أيضاً فی حبه اياه عند التصور، نعم يضره أن يتصور شيخه متصرفاً فی أمر باطنه حين التصور، أو حاضراً لديه، أو عالماً بحاله، ولذلک اختلفت فيه الشيوخ، ولعل التزاع بينهمالفظی، فمن جوّزه أراد الأول، ومن منعه أراد الثانی، الّا أن العلماء لما رأو أنه منجر الى فساد عقائد العوام أطلقوا فيه المنع، وهو الحق حسب اقتضاء المقام، فكم من مستحب صار حراماً لعارض مّا، فكيف بما كان مباحاً،انتهٰى (بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد، ج: ۱۲، ص:۲۵۳،ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

استغفار زبانی

﴿سوال﴾:
زبان سے کہے استغفر اللہ ربی اور توبہ وغیرہ کا دل میں کوئی اثر نہ ہو تو یہ استغفار کچھ کفارہ گناہ ہوگا یا نہیں۔

﴿جواب﴾:
استغفار زبانی میں ذکر زبان کا تو ہر حال حاصل ہے خالی ثواب سے نہیں (۱۲)۔

صوفیہ کرام کے اشغال

﴿سوال﴾:
صوفیہ کرام کے یہاں جو اکثر اشغال اور اذکار مثل رگ کیماس کا پکڑنا اور ذکر ارہ اور حلقہ بر قبور اور حبس دم وغیرہ جو قرون ثلثہ سے ثابت نہیں بدعت ہے یا نہیں۔

﴿جواب﴾:
اشغال صوفیہ بطور معالجہ کے ہیں سب کی اصل نصوص سے ثابت ہے (۱۳) جیسا

---

(۱۲):عن ثوبان رضی اللّٰہ تعالی عنه قال: كان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم إذا انصرف من صلاته استغفر ثلاثاً، وقال: اللّٰهم أنت السلام، ومنک السلام، تبارک یا ذا الجلال والإکرام. (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الذكر بعد الصلاة، ص: ۸۸، ط: قدیمی کتب خانه کراچی)

(۱۳):قال العلامة المحدث الكبير محمد انور شاه الكشميری رحمه اللّٰه تعالٰی: و اعلم ان لفظ الاحسان شامل لجميع انواع البرمن الاذكار، والاشغال وغيرها، والاذكتار تقال للأوراد المسنونة، وماذكره المشايخ من الضربات والكيفيات يقال لها الأشغال. الخ. (فيض الباری علی صحيح البخاری، باب سؤال

اصل علاج ثابت ہے مگر شربت بنفشہ حدیث صریح سے ثابت نہیں ایسا ہی سب اذکار کی خاص اصل ہیئت ثابت ہے جیسا توپ بندوق کی اصل ثابت ہے اگر چہ اس وقت میں نہ تھی سو یہ بدعت نہیں ہاں ان ہیئات کو سنت ضروری جاننا بدعت ہے اور اس کو بھی علماء نے بدعت لکھا ہے (۱۴)۔

❁❁❁

صوفیہ کے مجاہدات

﴿سوال﴾:

بعض حضرات صوفیہ و بزرگان دین کے احوال جو سنے جاتے ہیں **والعلم عنداللہ** کہ وہ اپنے نفس پر تکالیف شاقہ دشوار میں مشقتیں اٹھاتے ہیں۔ مثلاً ٹاٹ زنجیریں پہننا۔ خصی کرڈالنا، جنگلوں میں نکل جانا، سختی میں پڑنا، ترک طیبات لحم وغیرہ وغیرہ امور کو گویا اپنے اوپر حرام کرلینا کہ جو حسب شرع شریف سنن اور مستحسن یا مباح ہیں اور مصائب وسختی میں پڑنا ممنوع کیونکہ آیت **لایکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا** (۱۵) اور قول **ان الدین**

جبریل النبی علیہ وسلم عن الایمان والاسلام والاحسان، ج: ۱، ص: ۲۲۷، ط، دار الکتب العلمیة بیروت، لبنان)

(۱۴): فکل من أحدث شیئاً ونسبه الی الدین ولم یکن له اصل من الدین یرجع الیه، فهو ضلالة والدین برئ منه. (جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثاً من جوامع الکلم، الحدیث الثامن والعشرون، ص: ۵۹۷، ط، دار ابن کثیر دمشق. بیروت)

ومنها وضع الحدود والتزام الکیفیات والهیئات المعینة، والتزام العبادات المعینة فی أوقات معینة لم یوجد لها ذلک التعیین فی الشریعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مکتبة التوحید)

(۱۵): (البقرة: ۲۸۶).

یسر (۱۶) کے خلاف ہے البتہ یہ رہبانیت یہود ونصاریٰ میں تھی سو اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت فرمائی قال اللّٰہ تعالٰی: ورھبانیۃ ن ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم الایۃ (۱۷). اور ابوداؤد میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا تشددوا علی انفسکم فیشدد اللّٰہ علیکم فان قوما شددوا علی انفسھم فیشدد اللّٰہ علیھم فتلک بقایا ھم فی الصوامع والدیار ورھبانیۃ ن ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم (۱۸) جب کہ ایسے امور بدعت اور ممنوع ٹھہرے تو ان کے باعث کمال تو کیا بلکہ زوال ہوگا بعض کو سنا ہے کہ بارہ برس چاہ میں لٹکے رہے اور دریا میں چھ ماہ سرما میں اور چھ ماہ گرما میں دھوپ میں پڑے رہے ان امور سے سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ نماز وغیرہ حوائج دین و دنیا کس طرح ادا ہوئے ہوں گے کیونکہ یہ احوال بزرگان اہل دین کے لوگ بیان کرتے ہیں اور عوام جہال صوفیوں کا کیا ذکر اور کیا پوچھنا لہٰذا عرض یہ ہے کہ اسلام کی درویشی تو محض اتباع سنت واتباع شریعت پر موقوف ہے۔ خلاف اس کے ہرگز نہیں ہوسکتی اگر چہ کیسا ہی کمال حاصل کرے مگر معتبر نہیں پھر یہ امور تو سنت اور صحابہ کے رویہ کے خلاف ہیں چہ جائیکہ ان کو کمال مانا جاوے ان امور کو اولیاء کی طرف نسبت کرنا اور کمال معتبر جاننا چاہئے یا خلاف قرآن وحدیث جان کر ان کو رد کرے؟

﴿جواب﴾:

بزرگان دین نے جو مجاہدات کئے ہیں کوئی ایسا امر نہیں کیا جس سے کوئی بروئے شرع

---

(۱۶): رواہ البخاری فی کتاب الایمان، باب الدین یسر، ج: ۱، ص: ۶۷، مکتبۃ رحمانیہ لاھور.

(۱۷): (الحدید: ۲۷)

(۱۸): رواہ ابو داؤد فی کتاب الأدب، باب فی الحسد، ج: ۲، ص: ۳۲۹، ۳۳۰، ط، مکتبۃ رشیدیہ کوئٹہ.

کے ان پر طعن کر سکے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وجاھدوا فی اللّٰہ حق جھادہ.(۱۹)اور مخالفت نفس وشیطان کی کرنا خود جہاد اکبر ہے(۲۰)۔نص سے یہ بات ثابت ہے پس تہذیب نفس کے واسطے لذائذ ومباحات لباس وراحت وغیرہ کوانہوں نے ترک کیا تھا کہ نفس ان کا تقاضائے معصیت سے باز رہے اور نفس امارہ ان کا مطمئنہ ہو جاوے،خود فخر عالم علیہ السلام نے بعض اوقات مرغوب شئے کوترک کردیا ہے(۲۱) صحابہ نے بھی (۲۲) اور بحکم

---

(۱۹):(الحج:۷۸)

(۲۰):قال العلامة الحافظ ابن العربی المالکی رحمه اللّٰه تعالیٰ:(نکتة): قال والمجاهد من جاهد نفسه وهذا هو مذهب الصوفية أن الجهاد الاكبر جهاد العدو الداخل وهی النفس قالوا وهو المراد بقوله" والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا". وليس المجاهد من جاهد العدو المباين وانما المجاهد من جاهد العدو المخالط وهو النفس. (عارضة الاحوذی بشرح الترمذی،ابواب فضائل الجهاد، ج: ۷، ص: ۱۲۲، ط: دارالكتب العلمية يروت لبنان)

(۲۱):وعن عائشة قالت:اتی رسول اللّٰه ﷺ بقدح فيه لبن وعسل، فقال: شربتين فی شربة وأدمين فی قدح، لاحاجة لی به،أما انی لاأزعم أنه حرام، أكره ان يسالنی اللّٰه عن فضول الدنيا يوم القيامة، أتواضع للّٰه، فمن تواضع للّٰه رفعه اللّٰه ومن تكبر وضعه اللّٰه، ومن اقتصد اغناه اللّٰه، ومن اكثر ذكرالموت أحبه اللّٰه.رواه الطبرانی فی الاوسط،وقال الهيثمی: وفيه نعيم بن مورع العنبری وقد وثقه ابن حبان وضعفه غير واحد، وبقية رجاله ثقات.(مجمع الزوائد، ج: ۱۰، ص: ۳۲۵،ط، دارالكتب العربی بيروت،لبنان)

(۲۲):و قال قتادة: ذكر لنا ان عمر رضی اللّٰه عنه قال: لوشئت كنت اطيبكم طعاماً، ألينكم لباساً، و لكنی أستبقی طيباتی،للآخرة. (الجامع لأحكام القرآن، ج: ۱۹،ص:۲۰۷،ط، مؤسسة الرسالة بيروت،لبنان)

اذھبتم طیباتکم فی حیاتکم الدینا (۲۳). لذائذ کونہیں کھایا اورخود زینت مکان کرنے سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر رنج ظاہر کیا(۲۴) تو اشارۃً ثابت فرمادیا کہ اگر مباحات کو تہذیب نفس کے واسطے چھوڑ دیں درست ہے اور آپ علیہ الصلوۃ کا فقر اختیاری تھا نہ اضطراری تو اس سے ان مباحات کے ترک کرنے سے اجازت نکلتی ہے اور بزرگوں نے ترک مباحات لذائذ کا کیا ہے نہ یہ کہ تحریم اپنے نفس پر کرلی ہو۔ مریض اگر بسبب مرض کے کوئی شئے ترک کرے اور تمام عمر بیماری کی وجہ سے اس کو نہ کھاوے تو کچھ ملامت شرع کی نہیں اور نہ وہ مجرم ہوتا ہے ایسا ہی بزرگوں نے طیبات کو ترک کیا ہے بوجہ معالجہ باطنی اخلاق بدنفس کے نہ بوجہ تحریم کے اور خصی ہونا اور دریا میں پڑا رہنا تبرک صلوٰۃ وغیرہ یہ بزرگوں سے نہیں صادر ہوا۔ کسی احمق نے بزرگوں پر تہمت لگائی ہے۔ ہاں اگر چاہ میں لٹکے اور دریا میں کسی وقت سزائے نفس کے واسطے گرے تو نماز فرائض واوراد کو بوجہ احسن ادا کرکے یہ کام کیا ہوگا ورنہ تمام مشتاق صلاح وتکمیل صلوٰۃ وصوم کے واسطے کرتے تھے، اس کو کیسے ترک کرتے یہ غلط تہمت ہے اور ترک نکاح کرنا اکثر بزرگوں سے ہوا بوجہ شہوت پر

---

(۲۳):(الاحقاف: ۲۰).

(۲۴):واخرج أحمد، والبیھقی فی شعب الایمان،عن ثوبان قال: کان رسول اللّٰہ ﷺ اذا سافر کان آخر عھدہ بانسان من أھلہ فاطمة، وأول من یدخل علیہ اذا قدم فاطمة، فقدم من غزاة لہ فأتاھا، فاذا بمسح علی بابھا، ورأی علی الحسن والحسین قلبین من فضة، فرجع ولم یدخل علیھا، فلما رأت ذلک فاطمة ظنّت انہ لم یدخل علیھا من أجل ما رأی،فھتکت الستر ونزعت القلبین من الصبین فقطعتھما، فبکی الصبیان فقسمتہ بینھما،فانطلقا الی رسول اللّٰہ ﷺ وھما یبکیان فأخذہ رسول اللّٰہ ﷺ منھما فقال: یا ثوبان اذھب بھذا الٰی بنی فلان أھل بیت بالمدینة واشتر لفاطمة قلادة من عصب وسوارین من عاج، فان ھؤلاء اھل بیتی، ولا أحب أن یأکلوا طیباتھم فی حیاتھم الدنیا.(الدر المنثورفی التفسیر بالمأثور، ج: ۱۳، ص: ۳۳۴،۳۳۵،ط،القاھرة)

اعتماد کر کے کہ معصیت سرزد نہ ہووے گی اور فراغ خاطر کی وجہ سے عبادت میں اور مال حرام سے بچنے کو نفقہ حلال کا پیدا کرنے میں زوجہ کے واسطے دشواری جانتے تھے اور اپنے نفس پر گھاس حلال پر قانع ہوتے تھے تو ان وجوہ سے ترک نکاح معیوب نہیں بلکہ بعض اوقات واجب ہوجاتا ہے کہ نکاح نہ کرے (۲۵)۔ پس یہ طعن شرعاً بالکل خطا فہمی و ناواقفیت دین کے قواعد سے ہے۔ بہر حال ان کا مجاہدہ باشارہ نصوص ہے اور اس مجاہدہ کے سبب ان کو قوت روحانی اور تہذیب اخلاق و نفس حاصل ہوتی تھی۔ لہٰذا یہ ان کے حق میں عبادت تھا اور ترک مباح پر کوئی گناہ و عتاب نہیں ہوتا۔ البتہ مباح کو حرام کرنا بدعت و مخالفت ہے سو ان سے یہ امر ہرگز سرزد نہیں ہوا۔ ترک مباحات بطور معالجہ امراض نفس کے ہوا ہے پس ان اکابر کے جملہ افعال عین کمال تھے اور عین موافقت حکم شرع کے ہے۔

کار پاکاں را قیاس از خود میگر
گرچہ ماند درنوشتن شیر وشیر

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۲۵): قال العلامة شبیر احمد العثمانیؒ: أما الافضل من النکاح و ترکه فقال اصحابنا: الناس فیه اربعة أقسام: قسم تتوق الیه نفسه و یجد المؤن فیستحب له النکاح، وقسم لاتتوق و لایجد المؤن فیکره له، وقسم تتوق و لایجد المؤن فیکره له، وهذا مأمور بالصوم لدفع التوقان، و قسم یجد المؤن و لاتتوق، فمذهب الشافعی و جمهور أصحابنا: ان ترک النکاح لهذا و التخلي للعبادة أفضل، و لایقال النکاح مکروه بل ترکه افضل، ومذهب أبی حنیفة و بعض اصحاب الشافعی و بعض اصحاب مالک: أن النکاح له أفضل. والله اعلم. (موسوعة فتح الملهم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت الخ، ج: ٦، ص: ۵۴۴، ط، دار أحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان)

(و کذا فی تفسیر المظهری، ج: ٦، ص: ٥٠٦، ط، ندوة المصنفین الکائنة فی

استغفار کی حقیقت

﴿سوال﴾:

شرع شریف میں فضائل استغفار کے بہت آئے ہیں اور قرآن شریف اور احادیث شریف میں جا بجا اس کی تاکید و ترغیب ہے اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ مراد استغفار سے کیا ہے آیا توبہ مراد ہے اور توبہ استغفار ایک ہی چیز ہے یا غیر اور جو لوگ گناہوں سے توبہ نہیں کرتے اور کبائر وصغائر میں مبتلا ہیں وہ اگر استغفار کریں تو کس طور سے کریں۔ اور کس نیت سے کریں اور ان کو فوائد وفضائل استغفار کے کیسے حاصل ہوں یا بغیر توبہ کے استغفار صحیح نہیں اور فضائل ونتائج اس کے بغیر توبہ کے حاصل نہیں ہوتے اور استغفار فقط ندامت معاصی بغیر توبہ کے حاصل کئے کافی ہوگی یا نہیں اور استغفار کفار کی کہ قرآن شریف میں وارد ہے جیسا کہ فرمایا ہے **وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون** (۲۶) آیا توبہ کفر سے مراد ہے یا کچھ اور مراد ہے؟ فقط۔

﴿جواب﴾:

توبہ استغفار ایک شئے ہے **اللّٰھم اغفرلی** کہیں **استغفر اللہ** کہیں۔ الٰہی میری سب گناہوں سے توبہ ہے یہ کہیں یا جس عبارت سے چاہیں فقط دل میں نادم ہونا ہی استغفار ہے (۲۷)۔ اگرچہ زبان سے کچھ نہ کہے وہ لوگ کفار غفرانک کہا کرتے تھے

بلدة دهلی)

(۲۶):(الانفال:۳۳)

(۲۷):عن عبداللّٰه بن مغفل قال: دخلت مع أبی علی عبدالله فقال أبی: أسمعت رسول الله ﷺ يقول: الندم توبة قال:نعم أنا سمعت رسول الله ﷺ يقول: الندم توبة". رواه الحاكم فی المستدرک وقال: هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه بهذه اللفظه، قلت: و أقره الذهبی فی التلخيص. (المستدرک علی الصحيحين، ج: ۴، ص: ۲۷۱، ۲۷۲، ط،دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان)

(۲۸)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

قبروں پر شرح صدر کی اصلیت

﴿سوال﴾:

بعض بعض صوفی قبور اولیاء پر چشم بند کرکے بیٹھتے ہیں اور سورۃ الم نشرح پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا سینہ کھلتا ہے اور ہم کو بزرگوں سے فیض ہوتا ہے اس بات کی کچھ اصل بھی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اس کی بھی اصل ہے اس میں کوئی حرج نہیں اگر بہ نیت خیر ہے (۲۹)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۲۸):أخرج ابن جرير الطبرى عن احمد بن منصور الرمادى، قال: ثنا أبو حذيفة، قال: ثنا عكرمة، عن أبى زميل، عن ابن عباس، أن المشركين كانوا يطوفون بالبيت يقولون: لبّيك لبّيك، لاشريك لک : فيقول النبیﷺ:" قد قد". فيقولون: الاشريک هو لک، تملکه وماملک. و يقولون: غفرانک غفرانک. فأنزل الله : "وما كان الله ليعذّبهم وأنت فيهم وما كان الله معذّبهم و هم يستغفرون". (تفسير الطبرى، ج: ١١، ص: ١٥٠، ١٥١، ط، دار هجر، القاهرة)

(۲۹): اخرج الترمذى عن ابن عباس قال: ضرب بعض اصحاب النبیﷺ خباءه على قبر وهو لايحسب انه قبر، فاذا فيه انسان يقرأ سورة الملک حتى ختمها، فاتى النبیﷺ فقال: يا رسول الله[انى] ضربت خبائى على قبر وانا لأحسب انه قبر، فاذا فيه انسان يقرأ سورة الملک حتى ختمها، فقال النبیﷺ: هى المانعة هى المنجية تنجيه من عذاب القبر. وقال ابو عيسیٰ: هذا حديث حسن

بیعت کی حقیقت

﴿ســـوال﴾:
بیعت ہونے سے یعنی کسی پیر کے مرید ہونے سے مراد اصلی کیا ہے اور بغیر ہوئے

غـريب من هٰذا الوجه. (جامع الترمذی، أبواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی سورة الملک، ج: ۲، ص: ۳۲۰، ۳۲۱، ط، الطاف اینڈ سنز کراچی)

حکیم الامت حضرت اقدس اشرف علی تھانوی صاحب نور اللہ مرقدہ ترمذی شریف کے اس حدیث کونقل فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن مجید سننا موجب نفع باطنی ہے اور یہ نفع ان صحابی رضی اللہ عنہ کو بواسطہ صاحب قبر کے پہنچا اس سے اہل قبور کے فیوض کا اثبات ہوتا ہے۔ (التکشف عن مہمات التصوف، ص: ۶۶۹، ط، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

و اثبتـه الـمشائـخ الـصـوفيـه قدس اللّٰه اسرار هم وبعض الفقهاء رحمهم اللّٰه تـعـالٰی وذلک امـر مـقـدر عـنـد اهل الکشف والکمال منهم ولا شک فی ذلک عـنـدهـم حتـی ان کثيـراً منهم حصل لهم الفيوض من الارواح وتسمی هذه الطائفة اويسية فـی اصـطلاحهم قال الامام الشافعیؒ قبر موسی الکاظمؒ ترياق مجرب لاجابة الـدعـاء قـال حـجة الاسـلام مـحـمـد الـغـزالـیؒ من يستمد فی حياتـه يستمد بعد مـمـاتـه..الـخ. (حاشية مشکوة المصابيح، باب زيارة القبور، ص: ۱۵۴، ط،مکتبة الحرمين کانسی روڈ کوئٹه)

وقـال الـعـلامة فـقـيـر الـلّٰـه الـحـنـفـی رحـمـه اللّٰه تعـالٰی :وقـالوا اذا دخل الـمقبرة......ثم يجلس مستقبل الميت مستدبر القبلة فيقراء سورة المک ويکبر ويهـلـل ويـقـراء سـورـة الفاتحة احدی عشرة مرة ثم يقرب من الميت فيقول يارب احـدی وعشـريـن مـرـة ثم يقول يا روح الروح يضربه فی القلب حتی يجد انشراحا ونـورا ثـم يـنـتـظر لما يفيض من صاحب القبر علی قلبه. هو تعالیٰ اعلم وعلمه احکم (قطب الارشـاد،ص: ۵۵۵،ط،مـکتبة الاسـلامية ميـزان مارکيٹ کوئٹه/ وکذا فی نجم الفتاوی فی کتاب مايتعلق بالتصوف والسلوک، ج: ۱، ص: ۳۳۹،۳۴۰)

واصل الی اللہ ہونا ممکن یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

مراد بیعت سے تحصیل اخلاص اور نور اسلام کا تجلیہ ہے اور یہ بدون شیخ کے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اکثر یہی ہے کہ کسی کے توسل کی ضرورت ہے(۳۰)۔

اس قول کا مطلب کہ پیران پیر کا قدم سب پیروں کی گردن پر ہے

﴿سوال﴾:

بعض بعض صوفیوں کا یہ قول ہے کہ جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے اور پیرانِ پیر صاحب کا قدم سب پیروں کی گردن پر ہے اور جب تک بندہ کا بندہ نہ ہو جائے تب تک خدا نہیں ملتا تو اب یہ فرمائیے کہ ان باتوں کا پتہ کہیں طریقت اور تصوف میں بھی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اس قول کے یہ معنی ہیں کہ جسکا کوئی راہ بتانے والا نہیں وہ شیطان کی کمند میں ہے قرآن حدیث استاد باپ کوئی اگر دین نہ سکھاوے گا تو خود شیطان کی تقلید کرے گا سو یہ بات درست ہے پیر سے مراد پیر مروج نہیں باقی پیرانِ پیر کا قدم ہونا سب کی گردن پر مراد انکی

---

(۳۰):و لا یتیسر ذلک الا بالمجاھدة علی ید شیخ کامل قد جاھد نفسه، و خالف ھواہ و تحلی عن الأخلاق الذمیمة، وتحلی بالأخلاق الحمیدة.و من ظن من نفسه أنه یظفر بذلک بمجرد العلم و درس الکتب فقد ضل ضلالاً بعیداً، فکما ان العلم بالتعلم من العلماء کذلک الخلق بالتخلق علی ید العرفاء .(اعلاء السنن، باب الترھیب عن مساؤی الأخلاق،ج:۱۸،ص:۴۵۴،ط،ادارة القرآن و العلوم الاسلامیة، کراتشی)

بزرگی اور بڑائی ہے اس میں کیا حرج ہے جو ان سے بڑے ہیں ان کا قدم حضرت پیران پیر کی گردن پر ہے اور بندہ کا بندہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ کسی خدائے تعالیٰ کے مقبول کا مطیع ہو کر عمل کرے یہ بھی درست ہے مگر بظاہر لفظ ایسا بولنا اچھا نہیں جو موہم برے معنی کا ہو(۳۱) مگر اصل مراد درست ہے۔

❁❁❁

اس قول کا مطلب کہ العلم حجاب الاکبر

﴿سوال﴾:

العلم الحجاب الاکبر اس کے کیا معنی ہیں، سالک کی جس وقت علم کی جانب توجہ ہوگی، وہ اس راہ سے محروم رہ جائے گا۔ علم کو کیا اس وجہ سے حجاب کہا ہے۔ اگر علم بھی اس وجہ سے حجاب ہوگیا تو نماز اور روزہ اور زکوۃ اور حج اور اطاعت والدین بلکہ کل کام دارین کے سوائے یاد الٰہی حجاب ہوجانا چاہئیں اور یہاں صرف علم کی ہی نسبت فرمایا ہے۔ اور اگر یہ وجہ ہے کہ علم پڑھنے سے دو عالموں میں باعث اختلاف رائے نقیض اور جھگڑے واقع ہوجاتے ہیں اور لڑنا اور جھگڑے کرنا تو فعل ہے جو چاہے سو کرے۔ اس میں علم کا کیا قصور ہے بلکہ اختلاف

---

(۳۱): اخرج الدارمی فی سننه عن الشعبی قال: سمعت النعمان بن بشیر یقول: سمعت رسول اللهﷺ یقول: الحلال بیّن والحرام بیّن، وبینهما مشتابهات، لایعلمها کثیر من الناس، فمن اتقی الشبهات استبرأ لعرضه ودینه، ومن وقع فی الشبهات، وقع فی الحرام. الخ. وفی فتح المنان تحت هٰذا الحدیث: قوله (ومن وقع فی الشبهات، وقع فی الحرام): یرید أنه اذا اعتادها واستمر علیها أدته الی الوقوع فی الحرام بأن یتجاسر علیه فیواقعه، یقول: فلیتق الشبهة لیسلم من الوقوع فی المحرم. (فتح المنان شرح المسند الجامع، کتاب البیوع، باب فی الحلال بیّن والحرام بیّن، ج: ۹، ص: ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ط، المکتبة المکیة مکة المکرمة، ودار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

رائے علماء تو رحمت ہے اور اگر اس کے یہ معنی ہیں کہ درمیان بندہ اور معبود کے علم کا ایک حجاب حائل ہے تاوقتیکہ علم کا حجاب طے نہ ہو جاوے یعنی علم نہ سیکھ لے خدا نہ ملے تو یہ معنی صوفیہ نے اس کے ہرگز نہیں لئے اس معنی سے تو تاکید نکلتی ہے اور یہاں یہ مقصود ہی نہیں اور اگر یہ کہا جاوے کہ یہاں مراد علم سے علم دنیوی مثل معقول و فلسفہ وغیرہ ہے تو یہ بھی نہیں ہوسکتا چونکہ صوفیہ اور علماء علم دین کو علم کہتے ہیں نہ اور فنون کو۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ قول صوفیہ کا نہیں ہے تو یہ بھی نہیں ہوسکتا۔ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہرگز انکار مت کر کہ علم حجاب نہیں ہے علم بیشک حجاب اکبر ہے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ علم جو ارشاد ہے خدا اور رسول کا اگر یہی حجاب اکبر ہو گیا بے حجاب کونسی چیز ہوگی اس میں باریکی کیا ہے اور صوفیہ نے کس معنی سے اس کو حجاب کہا ہے؟

﴿جواب﴾:

اس فقرے کے یہ معنی ہیں کہ اپنا جاننا کہ میں بھی اصل ہوں یہ حجاب ہے جب تک اپنی خودی تکبر و عجب کو نہ فنا کر دیوے محجوب ہے مثل شیطان کے اور جب خود اپنے آپ کو لاشئے جان لیوے اور اپنے سب کمالات کو محض موہب حق تعالیٰ کی جان گیا اور رتہ دل میں اپنی حقیقت کھل گئی حجاب رفع ہو گیا۔ مراد علم سے اپنی خودی ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

امیر خسروؒ کے شعر کا مطلب

﴿سوال﴾:

حضرت خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ؎

خلق میگوید کہ خسرو بت پرستی میکند
آرے آرے میکند باخلق عالم کار نیست

شعر مذکور کا مطلب کیا ہے کیونکہ اولیاء اللہ سے اور بت پرستی سے کیا علاقہ غالباً کوئی

اصطلاح ہوگی۔ اگرچہ حسب ظاہر تو خلاف معلوم ہوتا ہے۔

﴿جواب﴾:

حسب اصطلاعات شعراء مطلب صحیح ہے بت پرستی سے مراد ان کی تابعداری محبوب کی ہوتی ہے تو محبوب ان کے سیدی شیخ نظام الدین قدس سرہٗ تھے ان کی اطاعت، اطاعت حق تعالیٰ کی تھی (۳۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

فنا فی الشیخ والرسول کا مطلب

﴿سوال﴾:

فنا فی الشیخ اور فنا فی الرسول کیا ہوتا ہے اور کہاں سے ثابت ہے اور اس کی نسبت صوفیہؒ کیا فرماتے ہیں؟

---

(۳۲):یا أیها الذین آمنوا اطیعوا اللّٰه واطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم. (سورة النساء: ۵۹)

وفی تفسیر ابن کثیر تحت هٰذه الآیة: وقال علی بن أبی طلحة، عن ابن عباس: (وأولی الأمر منکم) یعنی: أهل الفقه والدین. وکذا قال مجاهد، وعطاء، والحسن البصری، وأبو العالیة: (وأولی الأمر منکم) یعنی: العلماء. والظاهر ـ واللّٰه أعلم ـ أن الآیة عامة فی جمیع أولی الأمر من الأمراء والعلماء کما تقدم. وقد قال تعالیٰ: (لولا ینهاهم الربانیون والأحبار عن قولهم الاثم وأکلهم السحت) [المائدة: ۶۳]. وقال تعالیٰ: (فاسألوا أهل الذکر ان کنتم لاتعلمون) [النحل: ۴۳]، وفی الحدیث الصحیح المتفق علیه، عن أبی هریرة، عن رسول اللّٰه ﷺ أنه قال: من أطاعنی فقد أطاع اللّٰه، ومن عصانی فقد عصا اللّٰه، ومن أطاع أمیری فقد أطاعنی، ومن عصا أمیری فقد عصانی. فهٰذه أوامر بطاعة العلماء والأمراء. (تفسیر ابن کثیر، ج: ۲، ص: ۳۴۵، ط، دار طیبه ریاض)

﴿جواب﴾:

یہ دونوں لفظ اصطلاح مشائخ کے ہیں اتباع کرنا اور محبت کا غلبہ بوجہ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اس کی اصل شرع سے ثابت ہے۔ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ. الایة(۳۳).

❁❁❁

بندہ کے بندہ ہونے کا مطلب

﴿سوال﴾:

بعض بعض صوفی یہ کہتے ہیں کہ جب تک بندہ کا بندہ نہ ہو خدا نہ ملے تو یہ کلمہ کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

اس کے معنی درست ہیں مگر بظاہر لفظ موہم ہیں اس واسطے یہ لفظ نہ کہے(۳۴)۔

❁❁❁

(۳۳):(آل عمران: ۳۱)

(۳۴):اخرج الدارمی فی سننه عن الشعبی قال: سمعت النعمان بن بشیر یقول: سمعت رسول اللّٰہﷺ یقول: الحلال بیّن والحرام بیّن، وبینهما مشتابهات، لایعلمها کثیر من الناس، فمن اتقی الشبهات استبرأ لعرضه ودینه، ومن وقع فی الشبهات، وقع فی الحرام. الخ. وفی فتح المنان تحت ھٰذا الحدیث: قوله (ومن وقع فی الشبهات، وقع فی الحرام): یرید أنه اذا اعتادها واستمر علیها أدته الی الوقوع فی الحرام بأن یتجاسر علیه فیواقعه، یقول: فلیتق الشبهة لیسلم من الوقوع فی المحرم. (فتح المنان شرح المسند الجامع، کتاب البیوع، باب فی الحلال بیّن والحرام بیّن، ج: ۹، ص: ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ط، المکتبة المکیة مکة المکرمة، ودار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

مرید ہونا ضروری ہے یا مستحب

سوال:

عالم یا فقیر سے مرید ہونا کوئی ضروری بات ہے یا مستحب ہے؟

جواب:

مرید ہونا مستحب ہے واجب نہیں (۳۵)۔

عورتوں کا رسمی بیعت کرنا

سوال:

اکثر عورتیں جو بعض صوفیوں سے بیعت ہوتی ہیں۔ بلا حجاب بے پردہ سامنے آتی ہیں اور ہاتھ میں ہاتھ دیکر بیعت ہوتی ہیں اور کچھ عیب نہیں سمجھا جاتا ہے اور خود بیعت بھی رسمی ہوتی ہے کیونکہ خود شرک و بدعت میں مبتلا ہوتی ہیں نماز تک نہیں پڑھتیں چہ جائیکہ طریقت اور اس پر فخر ہوتا ہے۔ اور جو عورتیں کہ بیعت نہیں ہیں ان کو طعن کیا جاتا ہیں لہٰذا ایسا بیعت ہونا حرام ہے یا نہیں۔

جواب:

ایسے پیر سے بیعت ہونا حرام ہے اور ایسی بیعت بھی حرام اور پیر کے ہاتھ میں ہاتھ

---

(۳۵): قال الامام شاہ ولی اللہ الدھلوی رحمہ اللہ: ان البیعة سنة ولیست بواجبة . (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل، دوسری فصل، ص: ۱۸، ط: ایجوکیشنل پریس، کراچی)

وقال العلامة فقیر اللہ الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ: وھی سنة لیست بواجبة. (قطب الارشاد، ص: ۵۴۳، ط، مکتبة الاسلامیة میزان مارکیٹ کوئٹہ)

دینا غیر محرم عورتوں کو حرام ہے(۳۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم وقت بیعت عورتوں کا ہاتھ نہیں پکڑتے تھے(۳۷)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳۶):قال العلامة الحصكفى رحمه اللّٰه تعالىٰ فى الدرالمختار :(الامن اجنبية) فلا يحل مس وجهها وكفها وان أمن الشهوة لأنه اغلظ، ولذا تثبت به حرمة المصاهرة...الخ.(الدر المختارشرح تنوير الأبصار وجامع البحار،كتاب الحظر والأباحة، فصل فى النظر والمس، ص:۶۵۵،ط،دارالكتب العلمية،بيروت،لبنان)

وقال العلامة محمد بن حسين الطورى الحنفى رحمه اللّٰه تعالىٰ : قال رحمه اللّٰه تعالىٰ: (ويمس مايحل له النظر اليه) يعنى يجوز أن يمس ماحل له النظر اليه من محارمه ومن الرجل لا من الأجنبية...الخ.(تكملة البحرالرائق،كتاب الكراهية، فصل فى النظر واللمس، ج:۸،ص: ۳۵۶، دارالكتب العلمية،بيروت،لبنان)

(وكذا فى الفتاوى التاتارخانية،كتاب الكراهية،الفصل التاسع فيمايحل للرجل النظراليه وما لايحل،ج:۱۸،ص:۹۵، ط،مكتبة زكريا بديوبند الهند)

(وكذا فى مجمع الانهرفى شرح ملتقى الابحر،كتاب الكراهية، فصل فى النظرو نحوه، ج:۴، ص:۲۰۳،ط،دارالكتب العلمية،بيروت،لبنان)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيريه،الباب الثامن فيمايحل للرجل النظر اليه ومالايحل له و مايحل له مسه ومالايحل،ج:۵،ص:۳۲۹)

(۳۷): واخرج عبدالرزاق، وسعيد بن منصور، عبد بن حميد، وابن سعد، واحمد، والترمذى وصحّحه، والنسائى، وابن ماجة، وابن جرير، وابن المنذر، وابن مردويه عن أميمة بنت رقيقة قالت: أتيت النبىﷺفى نساء لنبايعه فأخذ علينا مافى القرآن، ان لانشرك باللّٰه شيئاً حتى بلغ:" ولايعصينك فى معروف". فقال: فيما استطعتن واطقتن، قلنا: اللّٰه رسوله أرحم بنا من أنفسنا، يا رسول اللّٰه ، ألاتصافحنا ؟ قال: انى لأصافح النساء، انما قولى لمائة امرأة كقولى لامرأة واحدة. (الدر المنثور فى التفسير بالمأثور،ج: ۱۴،ص: ۴۲۴، ۴۲۵)

صوفی کے لئے زیادتی علم کی ضرورت

﴿سوال﴾:

صوفی کو علم وافر کی ضرورت ہے یا صرف مسائل ضروریات روزمرّہ ہی سیکھ لینا کافی ہیں۔ اور سالک کو طلب حق کے واسطے تعلم وتعلیم قرآن وحدیث وفقہ وکثرت نوافل کافی ہوجائیں گے یا بغیر ان باتوں کے کہ جو صوفیہ کرام نے مقرر وتعلیم فرمادی ہیں کام نہ چلے گا؟

﴿جواب﴾:

قدر حاجت کے علم صوفی کو ضرورت ہے کہ فرض واجب عقائد وعبادات سے مطلع ہوجاوے تبحر علم ضروری نہیں (۳۸) اور طلب راہ حق کے واسطے قرآن وحدیث وفقہ کا کافی ہے مگر تحصیل نسبت بدون شیخ کے حاصل ہونا شاذ ونادر ہے اگرچہ ممکن ہے اور بعض کو حاصل بھی ہوجاتا ہے۔

❁❁❁

کسی سے حسن ظن کا فائدہ

﴿سوال﴾:

---

(۳۸):قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه اللّٰه تعالىٰ: قال العلامي في فصوله: من فرائض الاسلام تعلم مايحتاج اليه العبد في اقامة دينه واخلاص عمله للّٰه تعالىٰ ومعاشرة عباده. وفرض على كل مكلف و مكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضوء والغسل و الصلاة والصوم، وعلم الزكاة لمن له نصاب، والحج لمن وجب عليه، والبيوع على التجار ليحترزوا عن الشبهات و المكروهات في سائر المعاملات،وكذا أهل الحرف، وكل من أشتغل بشئ يفرض عليه علمه و حكمه ليمتنع عن البحرام فيه.(ردالمحتار المقدمة، ج: ۱، ص: ۱۲۵،۱۲۶، ط،دار عالم الكتب، رياض)

زید عمرو سے مرید ہے اور عمرو بکر سے مرید ہے اور بکر خالد سے مرید ہے اب ولید زید سے مرید ہونا چاہتا ہے اور خالد کو کہ جو زید کے دادا پیروں میں ہیں خوش عقیدہ اور بزرگ نہیں جانتا۔ اب استفسار طلب یہ امر ہے کہ یہ شخص ولید زید سے مرید ہو کر کچھ فیضیاب بھی ہوسکتا ہے یا نہیں درآنحالیکہ خالد کو بُرا جانتا رہے اور اپنے دل میں خالد کی جانب سے کچھ بغض شرعی بھی رکھتا ہے؟

جواب:

اگر زید کو کامل جانتا ہے اور فی الواقع زید میں کمال ہے تو یہ شخص زید سے فیضیاب ہوسکتا ہے۔(۳۹)۔

حال کی تفصیل

سوال:

مسئلہ یہ جو بعض لوگوں کو حال آتا ہے یہ کیا بات ہے حال کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے یا یہ مکروہ ہے؟

(۳۹):قال الامام الشاہ ولیّ اللّٰہ: وأماالمسئلة الثالثة فشرط من یاخذ البیعة امور احدھاعلم الکتب و السنة،والشرط الثانی العدالةو التقویٰ، و الشرط الثالث ان یکون زاھداً فی الدنیا راغباً فی الآخرة، والشرط الرابع ان یکون اٰمراًبالمعروف ناھیا عن المنکر، والشرط الخامس ان یکون صحب المشائخ وتأدب بھم دھراً طویلاً واخذمنھم نور الباطن والسکینة.(شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل، ص: ۲۰ تا ۲۵، ط، ایجوکیشنل پریس، کراچی)

یعنی اگر زید میں فی الواقع یہ مذکورہ پانچ شرائط پائی جائیں تو یہ شخص زید سے فیضیاب ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (حنفی)

﴿جواب﴾:
صلحاء کا حال صالح ہے اور فساق کا حال خراب ہے صحابہؓ کو بھی حال آتا تھا (۴۰)۔ مگر قرآن وحدیث ذکر وعظ پر نہ ڈھول سارنگی پر، کسی کو دنیا کے غم میں رونا آتا ہے۔ کسی کو آخرت کے غم میں۔ اس میں کیا شبہ ہوتا ہے جو حدیث سے دلیل طلب ہے جہاں معاصی ہوں۔ اس مجلس میں شریک ہونا حرام ہے (۴۱)۔ فقط۔

❁❁❁

(۴۰): عن ابی هريرة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: "اول من يدعیٰ به يوم القيامة "الحديث. وفيه قال "شفی": فاخرت معاوية رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه بهذا الحديث عن ابی هريرة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه فقال: قد فعل بهولاء هٰذا فكيف بمن بقی من التاس؟ ثم بكیٰ معاوية رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه بكاء شديداً حتی ظن انه هالک، ثم افاق ومسح عن وجهه. اخرجه مسلم و الترمذی و اللفظ له والنسائی. (التكشف عن مهمات التصوف، ص: ۵۲۷، ط، اداره تاليفات اشرفية، ملتان)

(۴۱): قال العلامة ابوبكر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی رحمه اللّٰه تعالٰی: (فلاتقعد بعد الذكری مع القوم الظالمين) يعنی بعد ماتذكر نهی اللّٰه تعالٰی لاتقعد مع الظالمين وذلک عموم فی النهی عن مجالسة سائر الظالمين من أهل الشرک و أهل الملة لوقوع الاسم عليهم جميعاً وذلک اذا كان فی تقية من تغييره بيده أو بلسانه بعد قيام الحجة علی الظالمين بقبح ماهم عليه فغير جائز لأحد مجالستهم مع ترک النكير سواء كانوا مظهرين فی تلک الخال للظلم والقبائح أوغير مظهرين له لأن النهی عام عن مجالسة الظالمين. الخ. (احكام القرآن للجصاص، باب النهی عن مجالسة الظالمين، ج: ۳، ص: ۲، ط، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان)

(وكذا فی معارف القرآن للمفتی شفيع رحمه اللّٰه تعالٰی، ج: ۳، ص: ۳۷۲،

وجد وتواجد کا مسئلہ

﴿سوال﴾:

مسئلہ وجد شرعاً مذموم ہے یا مباح ہے یا مستحب ہے کہ جو بے اختیار ذوق وشوق سے ہو کیونکہ فقہاء کرام اس کو بُرا کہتے ہیں۔

﴿جواب﴾:

وجد جو بے اختیار ہو ہو مستحسن ہے اور باقی اس پر واجب و مستحب کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ وجوب واستحباب خاص مکلّف واختیاری کی صفت ہے البتہ یہ وجد جو بے اختیاری، شرعی اگرچہ مستحسن ہے کہ ثمرہ ذکر ہے مگر اس سے جو اہل اس کا نہ ہو اور اس سے تکلیف ہوتی ہو۔ اس کو مسجد سے نکال دینا جائز ہے اور تواجد جو بہ تکلف ہو فقہاء نے منع لکھا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

نماز میں وسوسہ

﴿سوال﴾:

ایک شخص کو نماز پڑھنے میں اکثر یہ خیال ہوتا ہے کہ میں نے الحمد شریف نہیں پڑھی، کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ بیچ کا قعدہ نہیں کیا۔ کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ سجدہ ایک کیا ہے دوسرا نہیں کیا۔ کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ نیت ہی نہیں کی اس سبب سے اکثر اس کو نیت توڑنا اور سجدہ سہو کرنا پڑتا ہے اور نماز میں قسم قسم کے تخیلات باطلہ پیدا ہوتے ہیں اس کا کیا علاج ہے اور ایسے شخص کو بار بار نیت توڑنا اور سجدہ سہو کرنا چاہئیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

ط، مکتبہ معارف القرآن کراچی)

ایسے ایسے خطرات پر التفات نہ کرے(۴۲) ظن غالب پر عمل کرے(۴۳)۔

❁❁❁

(۴۲):عن مالک: انه بلغه ان رجلاً سال القاسم بن محمد فقال: انی اهم فی صلاتی، فیکثر ذلک علیّ، فقال القاسم بن محمد: امض فی صلاتک، فانه لن یذهب عنک، حتی تنصرف وأنت تقول ما اتممت صلاتی.وقال المحدث الکبیر محمد زکریا بن یحییٰ الکاندهلوی رحمه اللّٰه تعالٰی تحت هذا الحدیث:وهذا دواء للوسواس، بأنه لایلتفت الیه اصلاً.(اوجز المسالک الیٰ مؤطا امام مالک،کتاب السهو، ج:۲، ص:۳۵۱،۳۵۲،رقم:۲۱۸،ط،دار القلم،دمشق)

(۴۳):فی الهندیة:وان کثر شکه تحری وأخذ بأکبر رأیه، کذا فی التبیین.(فتاوی عالمکیریه، الباب الثانی عشر فی سجود السهو،ج:۱،ص:۱۳۰)

وفی القدوری:فان کان شک یعرض له کثیراً: بنیٰ علیٰ غالب ظنه ان کان له ظن.

وقال العلامة عبدالغنی الغنیمی الدمشقی تحته:(فان کان شک یعرض له) فی صلاته (کثیراً: بنیٰ علٰی غالب ظنه) لان فی الاستئناف مع کثرة عروضه حرجا.(اللباب فی شرح الکتاب شرح لمختصر القدوری،باب سجود السهو، ج:۲، ص:۲۲۱،ط،دار السراج،المدینة المنورة ،ودار البشائر الاسلامیة، بیروت، لبنان)

(وکذا فی البنایه شرح الهدایة،باب سجود السهو، ج: ۲، ص: ۶۳۱، ۶۳۲، ط، دار الکتب العلمیة،بیروت،لبنان)

(وکذا فی ملتقی الابحر مع مجمع الأنهر، باب سجود السهو،ج:۱،ص: ۲۲۶، ۲۲۷، ط،دار الکتب العلمیة،بیروت،لبنان)

(وکذا فی الاختیار لتعلیل المختار،باب سجود السهو، ج: ۱، ص: ۷۴، ط، دار الکتب العلمیة، بیروت،لبنان)

وسوسہ پر مواخذہ

﴿سوال﴾:

دل کے خیال فاسدہ سے جو گناہ کبیرہ ہوتے ہیں دل سے دور نہ ہوں اگرچہ ان کو بُرا جانتا ہے تو گناہ ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

صرف دل میں خطرہ آوے اور اس پر عمل نہ کرے اور اس کو دفع کرتا رہے تو گناہ نہیں ہے اور اگر اس کا ارتکاب دل میں ٹھان لے گا تو بیشک گنہگار ہوگا (۴۴)۔ فقط۔

---

(۴۴): عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه، قال قال رسول اللّٰه ﷺ: ان اللّٰه (تعالیٰ) تجاوز عن امتی ما وسوست به صدورها، مالم تعمل به أو تتكلم. متفق عليه. وفی المرقات تحت هذا الحديث: (مالم تعمل به) أی مادام لم يتعلق به العمل ان كان فعلياً (أو تتكلم) به أی مالم تتكلم به ان كان قولياً، كذا فی الأزهار قال صاحب الروضة فی شرح صحيح البخاری: المذهب الصحيح المختار الذی عليه الجمهور أن أفعال القلوب اذا استقرت يؤاخذ بها، فقوله ﷺ: " ان اللّٰه تجاوز عن امتی ما وسوست به صدورها " محمول علی ما اذا لم تستقر ذلک معفو بلاشک لأنه لايمكن الانفكاک عنه بخلاف الاستقرار. (مرقاة المفاتيح، كتاب الايمان، باب الوسوسة، الفصل الاول، ج: ۱، ص: ۲۳۲، ۲۳۳، رقم: ۶۳، ط، دار الكتب العلمية، بيروت)

وقال العلامة محمد بن علی بن آدم: قال الجامع عفا اللّٰه تعالیٰ عنه: قد تبين بما تقدّم أن الأرجح فی هذه المسألة أن ما يخطر فی القلب علی قسمين: (أحدهما): الهواجس التی لاتستقرّ، فهی التی لا مؤاخذة بها، وهی المرادة بحديث الباب: "ان اللّٰه تجاوز لأمتی ماحدثت به أنفسها"، وعليه محمل آية قصّة

کتاب سے دیکھ کر ذکر مقرر کرنا

﴿سوال﴾:

حضور نے جو ذکر بتلایا تھا اس کو کرتا ہوں کچھ حضور نے باتیں زبانی بتلائی تھیں۔ ان میں سے بعض بعض میں بھول گیا تھا مگر ضیاء القلوب کے دیکھنے سے یاد آ گئیں بندہ کو اور بھی فرصت ہے اگر ضیاء القلوب سے دیکھ کر اور کچھ پڑھوں تو حضور کیا فرماتے ہیں جو ارشاد عالی ہو وہ کیا جاوے، فدوی سابق سے مسبعات عشر پڑھتا تھا اب حضور نے واسطے منافع دنیا کے یا باسط گیارہ سو مرتبہ و یا مغنی گیارہ سو مرتبہ بعد نماز فجر بتلایا تھا وہ بھی پڑھتا ہوں مگر مسبعات عشر کی یہ شرط ہے کہ قبل طلوع پڑھے اگر پہلے بعد نماز فجر کے مسبعات پڑھتا ہوں تو وظیفہ مسطورہ کے ختم تک طلوع ہو جاتا ہے اور اگر وظیفہ بعد کو پڑھتا ہوں تو مسبعات کے وقت طلوع ہو جاتا ہے لہٰذا عرض ہے کہ اس وظیفہ کا یا تو اور وقت حضور اپنی زبان فیض ترجمان سے فرماویں یا طلوع کی شرط نہ ہو ذکر نفی و اثبات میں معنی کی طرف خیال کرتا ہوں مگر ذکر اثبات مجرد و ذکر اسم ذات میں کیا خیال کروں؟

﴿جواب﴾:

بخدمت شریف مولوی محمد یحییٰ صاحب و حکیم مسعود احمد صاحب السلام علیکم! بندہ نے

یوسف، فانه من هذا القبیل.

(والثانی): مایستقرّ فی النفس، ویعزم به الانسان، ویوطّن علیه نفسه، فهذا القسم یؤاخذ به، لأنه عمل القلب، فیشمله قوله ﷺ: "مالم تعمل"، فانه اذا عزم، ووطّن نفسه علیه، فهذا عمل القلب، ومنه حدیث: "فانه کان حریصاً علی قتل صاحبه"، فهذا التفصیل هو الذی به تجتمع الأدلّة المختلفة فی هذا الباب. (البحر المحیط الثجاج فی شرح صحیح الامام مسلم بن الحجاج، کتاب الایمان، باب بیان تجاوز اللّٰه سبحانه و تعالیٰ عن حدیث النفس والخواطر مالم تستقر، ج: ۳، ص: ۱۷۵، ط، دارابن الجوزی، سعودیه)

جوذکرآپ کو بتلایا تھا اگر زیادہ فرصت ہے تو اس کو ہی دوگنا ڈیوڑھا کرلیں مگر اپنی رائے سے کتاب دیکھ کر کوئی ذکر مقرر کرنا مناسب نہیں ہے اور ذکر نفی و اثبات میں جب پورے معنی کی طرف دھیان رہتا ہے ان ہی پورے معنی کی طرف اثبات مجرد اور ذکر اسم ذات میں بھی اسی طرف خیال کرنا چاہیے مسبعات عشر جو آپ فجر کو پڑھتے ہیں۔وہ پہلے پڑھ لیا کیجئے اور بعد اس کے وظیفہ یا مغنی اور یا باسط پڑھا کریں کہ دین کا کام کار دنیوی سے مقدم ہونا چاہیے۔

❖❖❖

صبر و شکر

﴿سوال﴾:

زید کہتا ہے کہ مصائب میں صبر اور راحت وخوشی میں شکر کرنا چاہئے کہ اس کا امر قرآن وحدیث میں وارد ہے۔اور عمرو کہتا ہے کہ نہیں بلکہ مصائب اور امراض وغیرہ میں شکر کرنا چاہئے۔یہ حصہ انبیاء علیہم السلام کو عطاء ہوا تھا۔یہ نعمت ورثہ انبیاء علیہم السلام کی مرحمت ہوئی ہے اور راحت وعیش میں صبر کرنا چاہئے کہ یہ عیش دنیا کا کفاروں کا حصہ ہے لہٰذا قول کس کا صحیح ہے؟

﴿جواب﴾:

تکالیف میں صبر کرنا اور نعمت پر شکر کرنا چاہیے(۴۵) اور تکالیف پر راضی ہونا اعلیٰ

(۴۵):یٰایّھا الّذین اٰمنوا اصبروا واصابروا و رابطوا واتقوا اللّٰہ لعلکم تفلحون. (اٰل عمران / ۲۰۰)

قال العلامة ناصر الدين عبداللّٰہ بن عمر الشيرازى البيضاوىؒ: (یٰایّھا الّذين اٰمنوا اصبروا)على مشاق الطاعات وما يصيبكم من الشدائد.(أنوار التنزيل واسرار التأويل، ج: ۱،ص: ۵٦، ط،دارأحياء التراث العربى ومؤسسة التاريخ العربى بيروت، لبنان)

وأخرج عبد بن حميد، وابن المنذر، وابن أبى حاتم، عن الحسن فى الآية

درجہ کے اولیاء کی شان ہے جو اپنے ارادہ سے فنا ہو رہے ہیں وہ دوسری شان ہے۔ اور صبر وشکر بلا ونعمت پر دوسری شان ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم اس میں دونوں قول بجائے خود صحیح ہیں۔ اور علی الاطلاق سب افراد میں دونوں بے جا ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اولیاء اللہ کا بچشم ظاہر دیدار الٰہی کرنا

سوال:

یہ قول کہ حضرات اولیاء اللہ بچشم ظاہری در بیداری دیدار رب العزت تعالیٰ شانہ کرتے ہیں غلط ہے یا صحیح؟

جواب:

قال: (اصبروا)عند المصيبة، (وصابروا) على الصلوات، (ورابطوا) جاهدوا فى سبيل الله. (الدر المنثور فى التفسير بالمأثور، ج:۴،ص:۱۹۸)

وأخرج ابن أبى الدنيا، والبيهقى، عن سلمان التيمىّ قال: ان الله عزوجل أنعم على العباد على قدره، وكلّفهم الشكر على قدرهم .(الدرالمنثور، ج: ۲،ص: ۵۷)

وأخرج مسلم، والبيهقى، عن صهيب قال: قال رسول الله ﷺ: عجبا لأمر المؤمن، ان أمر المؤمن كله خير، ان أصابته سرّاء فشكر كان خيراً له، وان أصابته ضرّاء فصبر كان خيراً له.(الدر المنثور فى التفسير بالمأثور، ج: ۲،ص:۶۳)

وقال شيخ الاسلام محمد تقى العثمانى دامت بركاتهم تحت هذا الحديث: (فكان خيرا له) فيه فضيلة الشكر والصبر، ولاينبغى للمؤمن أن تخلو أوقاته من أحد منهما. (تكلمة فتح الملهم، كتاب الزهد والرقاق،باب،المؤمن أمره كله خير، ج: ۶، ص:۳۸۸،ط،داراحياء التراث العربى،بيروت،لبنان)

یہ قول ان کا صحیح نہیں (۴۶) بلکہ مأوّل ہے اگر کسی عالم سے منقول ہے اور اور مردود ہے اگر کسی جاہل سے مروی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اپنے یا کسی کے شیخ پر اعتراض

﴿سـوال﴾:

---

(۴۶):قال العلامة شبير احمد العثمانی رحمه اللّٰه تعالیٰ:وقال عياض: رؤية اللّٰه سبحانه و تعالیٰ جائزة عقلاً، وثبت الأخبار الصحيحة المشهورة بوقوعها للمؤمنين فی الآخرة، وأما فی الدنيا فقال مالک: انما لم يرسبحانه فی الدنيا لأنه باق والباقی لايرى بالفانی، فاذا كان فی الآخرة ورزقوا أبصاراً باقية: رأوا الباقی بالباقی. (فتح الملهم بشرح صحيح مسلم، كتاب الايمان،باب معنى قول اللّٰه عزوجل:"ولقد رء اه نزلة اخرى"وهل رأى النبیﷺربه ليلة الاسراء؟، ج: ۲، ص: ۱۰۳،ط، دار احياء التراث العربی، بيروت، لبنان)

وقال العلامة بدرالدين العينی الحنفی رحمه اللّٰه تعالیٰ : وأما رؤية اللّٰه فی الدنيا فممكنة ولكن الجمهور من السلف والخلف من المتكلمين وغيرهم على أنها لاتقع فی الدينا. (عمدة القاری شرح صحيح البخاری، كتاب التفسير،باب قوله: انّ اللّٰه لايظلم مثقال ذرة، ج: ۱۸،ص: ۲۲۹،ط،دار الكتب العلمية،بيروت،لبنان)

وقال العلامة محمد بن علی رحمه اللّٰه تعالیٰ: وقد ثبت بالنصوص الصحيحة، واتفاق سلف الأمة أنه لايرى اللّٰه أحد فی الدنيا، بعينه، الا ما نازع فيه بعضهم من رؤية نبيّنا محمدﷺ خاصةً، واتفقوا على أن المؤمنين يرون اللّٰه تعالیٰ يوم القيامة عِياناً، كما يرون الشمس والقمر....الخ.(البحر المحيط الثجاج شرح صحيح الامام بن الحجاج، كتاب الايمان،باب،قولهﷺ: نور انی أراه؟وفی رواية رايت نوراً، ج: ۵، ص: ۷۷، ط، دارابن الجوزی،المملكة العربية السعودية)

کوئی مرید اپنے شیخ پر یا کوئی غیر شخص کسی غیر پیر پر کوئی شرعی اعتراض کرے تو وہ شیخ اپنے معترض کو جواب بہ نرمی دے یا بجائے جواب ناخوش ہوجاوے اور بالفرض اگر یہ شخص اپنے معترض کو جواب کافی نہ دے گا کہ جس سے معترض کی تسکین ہوجاوے تو گنہگار رہوگا یا نہیں؟

﴾جواب﴿:

جواب نرمی سے بھی درست ہے بعض مواقع میں اور غصہ سے بھی درست ہے بعض محل میں اور بعض مضمون فہمائش کے قابل ہوتے ہیں بعض نہیں لہٰذا ہر شخص اور ہر محل کا جدا معاملہ ہے اس کا جواب کلی نہیں ہوسکتا۔

کشف کمال ہے یا نہیں

﴾سوال﴿:

فقراء کے یہاں کشف کوئی بڑی بات ہے یا نہیں؟

﴾جواب﴿:

کوئی کمال معتبر نہیں اگر چہ کمال ہو کیونکہ یہ امر مشترک ہے مومن وکافر میں تو کمال تو ہوا مگر خیر سے خیر ہے اور شر سے شر (۴۷)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴۷):قال علماؤنا رحمة اللّٰه علیهم: من اظهر اللّٰه تعالٰی علی یدیه ممن لیس بنبيّ کرامات و خوارق للعادات، فلیس ذلک دالًّا علی ولایته.(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ج: ۱،ص: ۴۴۳،ط، مؤسسة الرسالة،بیروت،لبنان)

قال العلامة علی بن سلطان محمد القاری رحمه اللّٰه تعالٰی: ان الفراسة ثلاثة أنواع : فراسة ایمانیة وسببها نوریقذفه اللّٰه تعالٰی فی قلب عبده .....وفراسة

کلمہ کو خلاف طریقہ صوفیہ پڑھنا

﴿سوال﴾:

یہ قول بعض حضرات صوفیہ رحمہم اللہ کہ لاالہ الا اللہ اگر بطریق صوفیا کے کہا جائے تو عاقبت میں نافع ہوگا۔ ورنہ نہیں تو کیا محض اقرار باللسان وتصدیق بالقلب جو ہر خاص و عام پر فرض ہے نافع نہ ہوگی تاوقتیکہ خاص صوفیہ کے طور پر نہ ہو ہاں وہ ایک اعلیٰ درجہ ہوگا نہ کہ نافع ہی نہ ہو لہٰذا یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

یہ قول بھی بجائے خود صحیح ہے اور معنی بھی صحیح ہیں۔ مگر اس سوال کے جواب کی نہ مجھ کو لیاقت ہے نہ سائل لائق ہے نہ اس کا جواب قرطاسی ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کلمہ پڑھے معنی سمجھ کر نافع ہووے گا بفضلہٖ تعالیٰ فقط۔

❁❁❁

پاس انفاس

﴿سوال﴾:

سانس کی آمد و رفت میں جو ذکر اللہ ہوا کرتے ہیں اس میں ثواب بھی ہوتا ہے یا نہیں

ریاضیة، وهی التي تحصل بالجوع، والسهر والتخلی، فان النفس اذا تجردت عن العوائق والعلائق باخلائق صار لها من الفراسة، والکشف بحسب تجردها، وهذه فراسة مشترکة بین المؤمن والکافر، ولاتدل علی ایمان ولاعلی ولایة، ولاتکشف عن حق نافع، ولاعن طریق مستقیم، بل کشفها من جنس فراسة الولاة، وأصحاب عبارة الرؤیا والأطباء ونحوهم.....الخ. (شرح فقه الاکبر لملاعلی القاری، ص: ۷۰، ط، دارالکتب العربیة الکبری، مصر/وکذا فی تفسیر ابن کثیر، ج: ۱، ص: ۲۳۲، ۲۳۳، ط، دارطیبة، المملکة العربیة السعودیة)

اور اگر ہوتا ہے تو فقط زبان کی برابر ہے یا اس کا ثواب کم ہے یا زیادہ ہے؟

﴿جواب﴾:

سانس کی آمد ورفت کا اور ذکر لسانی کا ثواب جو دریافت کیا تو بعض وجوہ سے تو ذکر لسانی افضل ہے اور بعض سے انفاس فقط۔

❁❁❁

ملفوظات

بذریعہ خط بیعت کا جواز

﴿۱﴾ از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمانید۔ آپ کا خط بطلب بیعت کے آیا سو بندہ تم کو اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیعت کرتا ہے (۴۸) سب امور موافق شریعت کے کرتے رہو اور پنجگانہ نماز اور ادائے فرائض میں چشت رہو۔ اگر کسی وقت فرصت ہو اور حرج نہ ہو تو ملاقات کا مضائقہ نہیں ورنہ دور قریب سب محبت میں یکساں ہیں۔ اگر وظیفہ ورد کی حاجت ہو تو دوسرے وقت بتایا جائیگا۔ فقط والسلام مورخہ ۴۔ رمضان۔

❁❁❁

(۴۸): قال الامام شاہ ولی اللّٰہ الدھلوی رحمہ اللّٰہ: واستفاض عن رسول اللّٰہ ﷺ ان الناس کانوا یبایعونہ تارۃ علی الھجرۃ والجھاد وتارۃ علی اقامۃ ارکان الاسلام وتارۃ علی الثبات والقرار فی معرکۃ الکفار وتارۃ علی التمسک بالسنۃ والاجتناب عن البدعۃ والبحرص علی الطاعات. الخ. (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل، ص: ۱۳، ۱۴، ط، ایجوکیشنل پریس، کراچی)

بذریعہ خط اپنے مرشد کی طرف سے بیعت کرنا

﴿۲﴾ از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام۔ آج کارڈ جوابی آپ کا آیا اگرچہ لائق اخذ بیعت نہیں ہوں مگر حسب درخواست آپ کے اپنے حضرت مرشد سلمہ کی طرف سے اخذ بیعت کر کے آپ کو داخل سلسلہ کرتا ہوں آپ صلوٰۃ خمسہ کو خوب بطمانیت و جماعت اپنے وقت پر ادا کرتے رہیں اور ممنوعات شرعیہ اور بدعات سے اجتناب رہے اور معاملات وسنت ادا کرتے ہیں یہی خلاصہ بیعت کا ہے اور اسی واسطے بیعت ہوتے ہیں (۴۹)۔ فقط والسلام مورخہ دوئم ذی الحجہ روز پنجشنبہ۔

❁❁❁

خاندان حضرت شاہ ولی اللہ کے عقائد

﴿۳﴾ بندہ خاندان حضرت شاہ ولی اللہ صاحب (رحمہ اللہ) میں بیعت ہے اور اسی خاندان کا شاگرد ہے گو ان کے عقائد کو حق اور تحقیقات کو صحیح جانتا ہے الا ماشاء اللہ کوئی امر جو بمقتضائے بشریت خاصہ لازمہ انسان ہے صادر ہو گیا ہو تفسیر شاہ عبدالعزیز صاحب عقد الجید مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کا تنویر العین مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید جیسا کہ مشہور ہے ایسے ہی ہے اس خاندان کے عقائد تقویۃ الایمان سے ظاہر ہیں۔ فقط والسلام

❁❁❁

بدعتی پیر کی بیعت فسخ کرنا

﴿۴﴾ اگر ایک شخص سے کوئی مرید ہوا اور پھر معلوم ہوا کہ پیر بدعتی ہے اور کسی وجہ سے قابل بیعت کرنے کے نہیں ہے تو اس کی بیعت کا فسخ کرنا واجب ہے اگر بیعت کو فسخ نہ کرے گا تو گنہگار رہوگا۔ حدیث میں آیا ہے ''المرأ مع من احب'' (۵۰) سو اگر بدعتی

---

(۴۹): تقدم تخریجه فی الحاشية السابقة.

(۵۰): (اخرجه البخاری فی کتاب الأدب ،باب،علامة الحب فی اللّٰه لقوله

سے محبت کرے گا اسکے ہی ساتھ ہو جاوے گا اور بدعتی سے محبت حرام ہے اور وہ جو پیر قابل بیعت ہے مگر مرید کو اس سے فائدہ نہیں ہوتا تو بھی دوسرے پیر سے مرید ہو جانا درست ہے مگر پہلے پیر سے بھی اعتقاد رکھے اور جو پہلے پیر سے باوجود فائدہ ہونے کے بیعت فسخ کردے اور دوسرے سے مرید ہو جاوے تو بھی گناہ نہیں پیری مریدی دوستی ہے آدمی جس سے چاہے دوستی دین کی کرلیوے اس میں کوئی گناہ کی بات نہیں مگر ہاں اچھے پیر اہل سنت کو چھوڑنا بلا وجہ اچھا نہیں کہ ایسے مرید پر مشائخ التفات نہیں کرتے (۵۱) لہٰذا اس کو فائدہ نہیں

تعالیٰ: ان كنتم تحبّون اللّه فاتّبعوانی یحببکم اللّٰہ، ج: ۲، ص: ۴۳۸، ط، مکتبہ رحمانیہ، لاھور/ وابوداؤد فی کتاب الأدب، باب الرجل یحب الرجل علی خیر یراہ، ص: ۷۲۱، رقم الحدیث: ۵۱۲۷، ط، دار السلام، ریاض/ والترمذی فی ابواب الزھد، باب ماجاء ان المرء مع من احب، وقال الترمذی: ھذا حدیث صحیح ج: ۲، ص: ۶۷۱، رقم الحدیث: ۲۳۸۷، ط، الطاف سنز، کراتشی)

(۵۱): قال الامام شاہ ولی اللّٰہ الدھلوی رحمہ اللّٰہ: فاعلم ان تکرار البیعة من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ماثور وکذلک عن الصوفیة امامن الشخصین فان کان بظھور خلل فی من بایعہ فلابأس وکذلک بعد موتہ او غیبتہ المنقطعة واما بلاعذر فانہ یشبہ المتلاعب ویذھب بالبرکة ویصرف قلوب الشیوخ عن تعھدہٖ .واللّٰہ اعلم. (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل، ص: ۲۹، ۳۰، ط، ایجو کیشنل پریس، کراچی

وقال العلامة فقیر اللّٰہ الحنفی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ: واما تکرار البیعة فماثور من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وکذلک عن المشائخ الصوفیة اما من شیخ واحد فظاھر امامن الشخصین فان کان لظھور الخلل فی من تبعہ فلابأس وکذلک بعد موتہ والغیبة المنقطعة واما من غیر عذر فلا لانھا فانہ شبیھة بالتلاعب وتذھب بالبرکة وتعھد قلوب المشائخ لان قلوبھم تصرف عن تعھدہ. (قطب الارشاد ص: ۵۴۳، ط، مکتبة الاسلامیة میزان مارکیٹ کوئٹہ)

ہووے گا ورنہ کوئی گناہ کی بات نہیں یہ سب کتب تصوف میں مشائخ صوفیہ نے لکھا ہے اور پہلے پیر کے چھوڑنے کو کفر کہنا تو یہ کسی نے بھی نہیں لکھا یہ مقولہ بالکل جاہل ناواقف کا ہے کہ اپنے دنیا کے کمانے کے واسطے مکر پھیلایا ہے یہ قول بالکل غلط اور مردود ہے مشائخ قدیمہ دو۲ دو۲ تین تین اور زیادہ سے بیعت ہوئے ہیں چنانچہ کتب سلاسل سے ظاہر ہے تو اس شخص کو قول فاسد پر سب پر کفر عاید ہووے گا۔ معاذ اللہ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب التقلید والاجتہاد

تقلید واجتہاد کے مسائل

مطلق تقلید کا ثبوت

﴿سوال﴾:

کتب اصول میں قاعدہ مقرر ہے کہ حکم مطلق کو مقید کرنا اور مقید کو مطلق کرنا اپنی رائے سے تعدی حدود اللہ اور حرام ہے اسی کو بدعت بھی کہتے ہیں۔ مثلاً مجلس مولود کہ اہل بدعت نے مطلق ذکر اللہ تعالیٰ خواہ امر ونہی ودیگر سیر وحالات ہوں مقید کر کے علیحدہ ایک مجلس ٹھہرالی ہے اسم بامسمیٰ لہٰذا بدعت وحرام ہوئی یا قیام مجلس مولود میں کہ مطلق ذکر اللہ تعالیٰ وذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مندوب ہے مگر خاص ذکر مولود ہی پر مقید کرنا بدعت ہوگیا۔ ایصال ثواب الی المیت کہ مطلق تھا۔ بلاتعین وتخصیص کے جب چاہو کرو اہل بدعت نے اس کو مقید بقیود کرلیا ہے تعدی حدود اللہ اور بدعت ہے علیٰ ہذا تقلید مجتہدین مسائل اجتہادیہ میں کہ حکم شارع علیہ السلام مطلق ہے چاہے جس فرد مامور پر بلاتعین عمل کرے جس اہل ذکر مجتہدین سے چاہے دریافت کرلے کوئی قید شارع نے مقرر نہیں فرمائی۔ جو مقید کرلیا جائے البتہ نوع واحد پر عمل بوجہ سہولت واصلاح عوام بلالزوم عقیدہ وجوب مضائقہ نہیں کہ یہ مطلق ہی ہے مگر وجوب مقرر کرنا تعدی حدود اللہ ہوکر حرام ہوگا اور صرف مصلحتاً عمل کرنے کو وجوب کا عقیدہ کرلینا تغیر حکم شرع ہے اور مثلاً جو لوگ جہال مجتہدین کو بُرا کہیں وہ خود فاسق ہیں۔ مگر حکم شرع کو ان کی وجہ سے مقید کرنا داخل تعدی حدود اللہ ہوگا ورنہ لازم ہوگا کہ جو جہال محدثین وحدیث کی توہین کریں ان کی وجہ سے وجوب شخصی کو غیر شخصی کردیا جاوے مگر ایسا نہیں لہٰذا شخصی وغیر شخصی دونوں ماموراور داخل حکم مطلق ہیں۔ برابر جانیں اور کسی مصلحت سے ایک پر ہی عمل کرنے کو مناسب ومندوب جانے اور عقیدہ وجوب وضروری کا نہ رکھے تو

وہ مصیب ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

تقلید شخصی اور غیر شخصی دونوں مامور من اللہ تعالیٰ ہیں۔ اور جس پر عمل کرے عہدہٴ امتثال سے فارغ ہو جاتا ہے۔ دراصل یہ مسئلہ درست ہے اور جو ایک فرد پر عمل کرے اور دوسری پر عمل نہ کرے اس میں دراصل کوئی عیب نہ تھا اور بوجہ مصلحت ایک پر عمل کرنا درست ہے پس فی واقع اصل یہی ہے لہٰذا جو تقلید شخصی کو شرک کہتے ہیں وہ بھی گنہگار ہیں کہ مامور من اللہ تعالیٰ کو حرام کہتے ہیں اور جو بدون حکم شرع کے غیر شخصی کو حرام کہتا ہے وہ بھی گنہگار ہے کہ مامور کو حرام بتاتا ہے دونوں ایک درجہ کے ہیں۔ اصل میں سائل خود اقرار کرتا ہے کہ مطلق شرعی کو اپنی رائے سے مقید کرنا بدعت ہے یہ قول اس کا صحیح ہے مگر حکم شرع سے خواہ اشارۃً ہو یا صراحۃً اگر مقید کرے تو درست ہے پس اب سنو کہ تقلید شخصی کا مصلحت ہونا اور عوام کا اس میں انتظام رہنا اور فساد و فتنہ کا رفع ہونا۔ اس میں ظاہر ہے اور خود سائل بھی مصلحت ہونے کا اقرار کرتا ہے لہٰذا یہ استحسان اور عدم وجوب اسی وقت تک ہے کہ کچھ فساد نہ ہوا اور تقلید غیر شخصی میں وہ فساد و فتنہ ہو کر تقلید شخصی کو شرک اور ائمہ کو سب و شتم اور اپنی رائے فاسد سے رد نصوص ہونے لگے جیسا کہ اب مشاہدہ ہو رہا ہے تو اس وقت ایسے لوگوں کے واسطے غیر شخصی حرام اور شخصی واجب ہو جاتی ہے اور یہ حرمت اور وجوب لغیرہ کہلاتا ہے کہ دراصل جائز و مباح تھا کسی عارض کی وجہ سے حرام اور واجب ہو گیا تو اس سبب فساد عوام کی وجہ سے کہ ہر ایک مجتہد ہو کر خرابی دین میں پیدا کرتا ہے۔ خود مولوی محمد حسین بٹالوی ایسے مجتہدین جہلاء کو فاسق لکھتے ہیں۔ پس اس رفع فساد کے واسطے شخصی کا واجب ہونا اور غیر شخصی کا ایسے جہلاء کے واسطے حرام ہونا اور عوام کو اس سے بند کرنا واجب ہوا۔ اور اس کی نظیر شرع میں موجود ہے لہٰذا یہ تقلید مطلق کی نص سے کی گئی ہے نہ بالرائے دیکھو کہ جناب فخر عالم علیہ السلام نے قرآن پڑھنا ہفت زبان عرب میں حق تعالیٰ جائز کرایا اور علی سبیل البدل کسی لغت میں پڑھو جائز ہے اور اس وسعت کو آپ علیہ السلام نے بڑی مشقت و سعی سے حلال کرایا اور حق تعالیٰ نے

اجازت فرمائی (۱) مگر جب اس اختلاف لغات کے سبب باہم نزاع ہوا اور اندیشہ زیادہ نزاع کا ہوا تو باجماع صحابہ قرآن شریف کو ایک لغت قریش میں کر دیا گیا۔ اور سب لغات جبراً موقوف کر دیئے گئے کہ جملہ دیگر لغات سے مصاحف جلا دیئے اور جبراً چھین لئے گئے (۲)۔ دیکھو یہاں مطلق کو مقید کیا مگر بوجہ فساد امت کے لہٰذا جبکہ تقلید غیر شخصی کرنے میں

---

(۱): عن ابی بن کعب، ان النبی ﷺ کان عند اضاة بنی غفار، قال: فأتاه جبریل علیه السلام فقال: انّ الله یأمرک أن تقرأ أمتک القرآن علی حرف، فقال: أسال اللّٰه معافاته و مغفرته، و انّ أمتّی لاتطیق ذلک. ثم أتاه الثانیة، فقال: انّ اللّٰه یأمرک أن تقرأ أمتک القرآن علی حرفین، فقال: أسال اللّٰه معافاته و مغفرته، و ان أمتّی لاتطیق ذلک. ثم جاء ه الثالثة، فقال: انّ اللّٰه یأمرک أن تقرأ أمتک القرآن علی ثلاثة أحرف، فقال: أسال الله معافاته و مغفرته، و انّ أمتّی لاتطیق ذلک. ثم جاء ه البرابعة فقال: انّ اللّٰه یأمرک أن تقرأ أمتک القرآن علی سبعة أحرف، فأیّما حرف قرؤوا علیه، فقد أصابوا. (اخرجه مسلم فی کاب فضائل القرآن و مایتعلق به، باب بیان أن القرآن علی سبعة أحرف و بیان معناه، ج: ۳، ص: ۱۴۲، رقم: ۱۹۰۵، ط، مکتبة البشریٰ، کراتشی/ و النسائی فی سننه، فی کاب الافتتاح، باب جامع ماجاء فی القرآن، ج: الجرء الثانی، ص: ۴۹۰، رقم: ۹۳۸، ط، دارالمعرفة، بیروت لبنان/ وأبو داؤد فی سننه، فی کاب الصلاة، باب، أنزل القرآن علی سبعة أحرف، ص: ۲۱۹، ۲۲۰، رقم: ۱۴۷۸، ط، دار السلام، ریاض)

(۲): عن محمد بن اسماعیل البخاری رحمه اللّٰه تعالیٰ قال: حدثنا موسی قال: حدثنا ابراهیم قال: حدثنا ابن شهاب: ان انس بن مالک حدّثه: أن حذیفة بن الیمان قدم علی عثمان، و کان یغازی اهل الشام فی فتح ارمینیّة و أذربیجان مع أهل العراق. فأفزع حذیفة اختلافهم فی القراء ة، فقال حذیفة لعثمان: یا أمیر المؤمنین، أدرک هٰذه الأمة قبل أن یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیهود و النصاری. فأرسل عثمان الی حفصة أن ارسلی الینا بالصحف ننسخها فی المصاحف ثم نردّها الیکِ. فأرسلت بها حفصة الی عثمان، فأمر زید بن ثابت، و عبداللّٰه بن الزبیر، وسعید بن

فساد ظاہر ہے اس میں کسی کو بشرط انصاف انکار نہ ہوگا تو اگر واجب لغیرہ شخصی کو کہا جاوے اور غیر شخصی کو منع کیا جاوے تو یہ بالرائے نہیں بلکہ بحکم نص شارع علیہ السلام کے ہے کہ رفع فساد واجب ہر خاص و عام پر ہے الحاصل جو کچھ سائل نے لکھا وہ درست ہے مگر یہ امر اس وقت تک ہے کہ فساد نہ ہو اور خواص کے واسطے ہے نہ عوام کے واسطے اور ایسی حالت موجودہ میں جو بچشم خود مشاہدہ ہو رہا ہے وجوب شخصی کا بالرائے نہیں بلکہ بالنصوص ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

اجماع اور قیاس کا حجت ہونا

﴿سوال﴾:

اجماع امت اور قیاس مجتہد کا ماننا کہاں سے واجب ہوا؟

﴿جواب﴾:

لاتجتمع امتی علی الضلالة (۳) الحدیث اجماع کے قطعی ہونے کی دلیل

العاص، و عبد الرحمٰن بن الحارث بن هشام فنسخوها فی المصاحف. وقال عثمان للرهط القرشیین الثلاثة : اذا اختلفتم أنتم وزید بن ثابت فی شیءٍ من القرآن فاکتبوه بلسان قریش فانما نزل بلسانهم، ففعلوا حتّی اذا نسخوا الصحف فی المصاحف ردّ عثمان الصحف الیٰ حفصة فأرسل الی کلّ اُفُق بمصحف ممّا نسخوا. وأمر بما سواه من القرآن فی کل صحیفة أو مصحف أن یحرق. (أخرجه البخاری فی صحیحه، فی کتاب الفضائل، باب جمع القرآن، ج: ۲، ص: ۲۵۱، ط، مکتبه رحمانیه، لاهور)

(۳): (اخرجه ابن ماجة فی سننه، فی کتاب الفتن، باب سواد الأعظم، ص: ۲۸۳، ط، قدیمی کتب خانه آرام باغ کراتشی)

ہے فاعتبروا یا اولی الابصار (۴) قیاس کی حجت ہے اور بہت دلائل ہیں اہل علم پر واضح ہیں فقط۔

تقلید شخصی

﴿سوال﴾:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اور مفتیان شرع رسول سید العالمین در باب تقلید شخصی آیا یہ واجب ہے یا جیسا غیر مقلدین معاذ اللہ گمان کرتے ہیں شرک یا بدعت ہے؟

﴿جواب﴾:

تقلید مطلق فرض ہے۔ " فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون" (۵)۔ حق تعالیٰ نے اس آیت میں مطلق تقلید کو فرض فرمادیا ہے اور تقلید کے دوفرد ہیں ایک شخصی کہ سب مسائل ضرور یہ ایک ہی عالم سے پوچھ کر عمل کرے دوسرے غیر شخصی کہ جس عالم سے چاہے دریافت کرلیوے اور آیت بسبب اپنے اطلاق دونوں قسم کو تقلید متضمن ہے لہٰذا دونوں قسم تقلید کی مامور من اللہ تعالیٰ اور مفروض حق تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور جس فرد تقلید پر کوئی عمل کرے گا حق تعالیٰ کے حکم فرض کا عامل ہوگا۔ لہٰذا جو شخص تقلید شخصی کو جو مامور و مفروض من اللہ تعالیٰ ہے شرک یا بدعت کہتا ہے وہ جاہل و گمراہ ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی مخالفت میں خدا تعالیٰ کے مفروض کو شرک کہتا ہے اور نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ نے جہاں مطلق حکم فرمایا ہے۔ مکلّف کو مختار فرمایا ہے کہ جس فرد مقید پر چاہے عمل کرے کیونکہ مطلق کا من حیث الاطلاق کہیں خارج میں وجود نہیں ہوتا بلکہ اپنے افراد کی ضمن میں خارج میں موجود ہوتا ہے۔ مثلاً انسان کا وجود من حیث الاطلاق کہیں جدا نہیں پایا جاتا بلکہ افراد کے ضمن میں ہی خارج میں ہوتا ہے۔ ایسا

(۴): (الحشر: ۲)

(۵): (الانبیآء: ۷)

ہی تقلید کا وجود جدا ہوا اور شخصی اور غیر شخصی کا جدا ہو یہ ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ تقلید جہاں کہیں ہووے گی یا شخصی کے ضمن میں یا غیر شخصی کے ضمن میں ہووے گی۔ لہٰذا دونوں قسم میں مکلّف مختار ہے جس پر چاہے عمل کرے اور عہدہ اُمر سے فارغ ہووے۔ پس ماموّر من اللہ تعالیٰ کو بدعت یا شرک کہنا خود معصیت ہے بلکہ دراصل دونوں نوع تقلید کے جواز میں یکساں ہیں مگر اس کے وقت میں کہ عوام الناس بلکہ خواص پر بھی ہوائے نفسانی کا غلبہ اور اعجاب کل ذی رائے برأیہ کا اور تقلید غیر شخصی ان کی ہوا اور اعجاب کو عمدہ ذریعہ جواز واجراء کا ہوجاتا ہے اور موجب لا ابالی پن کا دین کی طرف سے اور سبب زبان درازی و تشنیع کا شان مسلمین وائمہ مجتہدین میں ان کے واسطے بن جاتا ہے اور باعث تفرقہ وفساد کا باہم مسلمین میں ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ سب مشاہدہ ہے لہٰذا ایسے وقت میں تقلید غیر شخصی کا اختیار کرنا اس وجہ سے جہاں پر مفاسد برپا ہوتے ہوں درست نہیں رہا اور فقط شخصی امتثال امر فسئلوا کے واسطے معین و مشخص بحکم شرع ہوگئی ہے۔ کیونکہ اتفاق اور اتحاد رکن اعظم دین اسلام کا ہے تو اس کی محافظت بھی فرض اعظم ہے قال اللّٰہ تعالیٰ: واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا ولاتفرقوا الایۃ(٦). ان اللّٰہ لایحب الفساد ..... الایۃ اور اکثر احادیث اس باب میں وارد ہیں لہٰذا محافظت اس فرض اعظم کے واسطے اور رفع ان مفاسد وشنائع کی ضرورت سے ایک شق ماموّر علی التخییر سوال کو ترک کرنا اور دوسری شق کو جو معین ومقوی اس فرض اعظم کو اور دافع شنائع مذکورہ کو ہے اختیار کرنا عین حکم صحابہ وختم شارع علیہ السلام ہوگیا ہے۔ چنانچہ قرأت قرآن شریف کی سبعۃ احرف میں مخیّر تھی اور باجماع صحابہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو منع کر کے ایک لغت قریش میں مقصود کردیا۔ اور یہ محض رفع فساد وتفرقہ کی وجہ سے ہوا تھا۔ صحیح بخاری اس کی شاہد ہے(٧)۔ اور فخر عالم علیہ السلام قتل ذوالخویصرہ کے باب میں جو

---

(٦):(اٰل عمران:۱۰۳)

(٧):عن محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللّٰہ تعالیٰ قال: حدثنا موسی قال: حدثنا ابراھیم قال: حدثنا ابن شھاب: ان انس بن مالک حدّثہ: أن حذیفۃ بن

واجب القتل بسبب کلمات کفر و گستاخی فخر عالم علیہ السلام کے تھا۔ فرمایا تھا: **دعه فان الناس یقولون ان محمداً یقتل اصحابه (٨).** اور یہ حکم بسبب فتنہ کے ہوا تھا لاغیر الحاصل ایسے وقت نازک میں تقلید شخصی واجب مشخص ہے اور غیر شخصی ان فتن مشاہدہ کے سبب ممنوع ہے البتہ اگر کہیں یہ فساد غیر شخصی میں نہ پایا جاوے تو وہ بھی مامور علی التخیر ہے مثل شخصی کے پس واضح ہو گیا کہ تقلید شخصی واجب ہے اور اس کو بدعت یا شرک کہنا جہل محض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

الیمان قدم علی عثمان، و کان یغازی اهل الشام فی فتح ارمینیّة و أذربیجان مع أهل العراق. فأفزع حذیفة اختلافهم فی القراءة، فقال حذیفة لعثمان: یا أمیر المؤمنین، أدرک هٰذه الأمة قبل أن یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیهود و النصاری. فأرسل عثمان الی حفصة أن ارسلی الینا بالصحف ننسخها فی المصاحف ثم نردّها الیکِ. فأرسلت بها حفصة الی عثمان، فأمر زید بن ثابت، وعبداللّٰه بن الزبیر، وسعید بن العاص، و عبد الرحمٰن بن الحارث بن هشام فنسخوها فی المصاحف. وقال عثمان للرهط القرشیین الثلاثة: اذا اختلفتم أنتم وزید بن ثابت فی شیءٍ من القرآن فاکتبوه بلسان قریش فانما نزل بلسانهم، ففعلوا حتّی اذا نسخوا الصحف فی المصاحف ردّ عثمان الصحف الیٰ حفصة فأرسل الی کلّ أُفُق بمصحف ممّا نسخوا. و أمر بما سواه من القرآن فی کل صحیفة أو مصحف أن یحرق. (أخرجه البخاری فی صحیحه، فی کتاب الفضائل، باب جمع القرآن، ج: ۲، ص: ۲۵۱، ط، مکتبه رحمانیه، لاهور)

(٨): (الصحیح المسلم، کتاب البر و الصلة، باب نصر الأخ ظالما او مظلوماً، ص: ۱۱۳۰، رقم: ٦٥٨٣، ط، دار السلام الریاض)

تقلید شخصی کا وجوب

سوال:
تقلید شخصی کے وجوب کی کیا دلیل ہے؟

جواب:
فاسئلوا اهل الذکر الایة (۹) اور نا اتفاقی ہونا اور لا اُبالی ہو جانا عوام کا بسبب عدم تقلید کے دلیل وجوب شخصی کی ہے کہ اس میں انتظام عوام ہے۔

❁❁❁

تقلید کا شخصی ثبوت

سوال:
مسئلہ قرون ثلاثہ میں تقلید شخصی کا ثبوت ہے یا نہیں؟

جواب:
تقلید شخصی خود قرآن شریف سے ہی ثابت ہے تو پھر قرون ثلاثہ کی کیا پوچھ ہے۔ **قوله تعالیٰ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون** (۱۰)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

تقلید شخصی کس پر ضروری نہیں

سوال:
جو شخص مجتہدین علیہ الرحمۃ کو یا مقلدین کو بُرا جانے یا تقلید مجتہدین کو شرک کہے۔ معاذ اللہ وہ تو فاسق اور گنہگار سخت ہے مگر جو شخص ایسا نہ جانے بلکہ سب ائمہ دین کو اپنا پیشوا و

(۹/۱۰): (الانبیآء: ۷)

مقتدائے دین اپنے عقیدہ میں جانتا ہو تو وہ شخص عمل ظاہر سنت پر کہ حدیث سے ثابت ہوا اور کسی مذہب کے موافق ہو مذاہب اربعہ میں سے کر لیوے اور باعث فتنہ وفساد کا اور پریشانی عوام کا بھی نہ ہو اس کے عمل کرنے سے کیونکہ تقلید معین کو جو واجب اور ضروری کہتے ہیں تو اس باعث سے کہ موجب درستی اعمال اور صلاحیت اور بوجہ عدم پراگندی و پریشانی وفتنہ وفساد عوام کے ورنہ چاہے جس کی تقلید کرے۔ مذاہب اربعہ تو ایسی صورت میں کہ باعث فتنہ وفساد عوام کا نہ ہو مختار ہے چاہے جس پر عمل کرے یا نہیں فقط احقر آپ کا خادم وہاج احمد بازار چوک۔

﴿جواب﴾:

اس صورت میں اگر ہوائے نفسانی سے بھی خالی ہے تو اس کو جائز ہے کہ کسی مذہب کے موافق عمل کرے(۱۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۞۞۞

غیر مقلدوں کی بُرائی

﴿سوال﴾:

غیر مقلدوں میں کیا برائی ہے۔

﴿جواب﴾:

مجتہدین کو بُرا کہنا اور تقلید کو شرک بتانا۔ مسلمان مقلدوں کو مشرک جاننا نفسانیت سے عمل کرنا بُرا ہے اور حدیث پر عمل کرنا لوجہ اللہ تعالیٰ اچھا ہے، سب حدیث پر ہی عامل ہیں۔ مقلد ہو یا غیر مقلد فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۞۞۞

(۱۱): (تفصیل کے لیے دیکھئے فتاوی عبدالحیٔ ص:۱۴۹، بحوالہ: جامع الفتاوی، ج: ۲ص: ۴۵۶، ط، سلامت اقبال پریس ملتان)

ائمہ پر طعن

سوال:

جو شخص ائمہ مجتہدین پر اور مقلدین پر طعنہ کرنے والے کو بُرا نہ جانے بلکہ ان کی تعریف کرے اور ان کو بزرگ ہی جانے وہ شخص بدعقیدہ ہے یا نہیں۔

جواب:

طعن کرنے والا ائمہ مجتہدین پر فاسق ہے اور جو شخص طعن کرنے والے کو بزرگ جانے اس وجہ سے وہ بھی فاسق ہے (۱۱) اور اگر طاعن میں کوئی صفت دینی ہو اور اس وجہ سے اس صفت میں اس کو بزرگ جانے تو معذور ہے بشرطیکہ اس صفت طعن کو اس کی برائی جانتا ہے اور اگر باوجود اس کے کہ اس صفت شنیع طعن کو بھی اچھا جانے تو وہ بھی مثل اس کے ہے ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیر مسلک والوں کو برا نہ کہنا

سوال:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ غیر مقلد مثل مولوی نذیر حسین یا مولوی محمد حسین بٹالوی وغیرہ ونیچریان مثل سید احمد ومسٹر محمود وغیرہ کو پیچھے بُرا کہنا یا الفاظ سخت وسست کہنے یا ان کے معاونین کے سامنے جائز ہے یا نہیں اور مکروہ ہے تو تحریمی یا تنزیہی ہے یا غیر حرام؟ فقط

(۱۱) عن عبداللّٰہ بن مسعود [رضی اللّٰہ تعالی عنہ] قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم: سباب المسلم فسوق، وقتالہ کفر. (مشکاۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، ص: ۴۱۱، ط: قدیمی کتب خانہ کراچی)

جواب:

جو غیر مقلدین ائمہ کو سب سے یاد کریں ان کو برا کہنا کہ اس وجہ بالا سے درست ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اہل حدیث کو برا نہ کہنا

سوال:

مولانا سید نذیر حسین صاحب کو جو دہلی میں محدث ہیں جو لوگ ان کو مردود اور خارج اہل سنت جانتے ہیں اور لا مذہب کہتے ہیں آیا یہ کہنا ان کا صحیح ہے یا نہیں باوجود صحیح نہ ہونے کے ایسے لوگ فاسق، بدکار ہیں یا نہیں اور مولانا صاحب کے عقائد اور اعمال موافق اہل سنت والجماعت ہیں یا نہیں اور حضرت سلمہ کے عقائد اور مولانا صاحب کے عقائد میں کچھ فرق ہے یا متفق ہیں گو بعض جزئیات میں یا اکثر میں تخالف ہو تو یہ کچھ ایسا امر نہیں ہے جس کی وجہ سے ان کو ایسا گمان کیا جائے جواب بطور بسط کے ارقام فرماویں۔ کیونکہ ایک عالم ان کو لعن طعن کرتا ہے اور بدتر فاسقین سے جانتا ہے۔ فقط۔

جواب:

بندہ کو ان کا حال معلوم نہیں اور نہ میرے ساتھ ان کی ملاقات ہے لیکن جو لوگ ان کے حال کے بیان میں مختلف ہیں اگرچہ ان کو مردود اور خارج اہل سنت سے کہنا بھی سخت بے جا ہے۔ عقائد میں سب متحد مقلد غیر مقلد ہیں البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وصیت شاہ ولی اللہ صاحب

سوال:

مقالة الوصية فی النصيحة والوصية مؤلفه مولانا شاه ولی الله صاحب محدث دهلوی علیه الرحمة. اول وصیت این فقیر چنگ زدن است بکتاب وسنت دراعتقاد وعمل وپیوستہ بتدبیر ہر دو مشغول شدن وہر روز حصہ از ہر دو خواندن واگر طاقت خواندن ندار د ترجمہ ورقے از ہر دو شنیدن ودر عقائد مذہب قدمائے اہل سنت اختیار کردن واز تفصیل وتفتیش آنچہ سلف تفتیش نکردند اعراض نمودن ونہ تشکیکات خام معقولیان التفات نہ کردن ودور فروغ پیروی علمائے محدثین کہ جامع باشند میاں فقہ وحدیث کردن ودائما تفریعات فقہیہ را بر کتاب وسنت عرض نمودن آنچہ موافق باشد در خیر قبول آوردن الاّ کالائے بدبریش خاوند دادن امت را ہیچ وقت از عرض مجتہدات بر کتاب وسنت استغناء حاصل نیست وسخن متقشفہ، فقہاء کہ تقلید عالمے رادست آویز ساختہ تتبع سنت را ترک کردہ اند نشنیدن وبدیشان التفات نکردن قربتِ خدا جستن بدوری اینان فقط اور وصیت قول الجمیل مؤلفہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ:

ومنها ان لايتكلم فی ترجيح مذهب الفقهاء بعضها علی بعض بل يضعها كلها علی القبول بجملة ويتبع منها وافق صريح السنة ومعروفها فان كان القولان كلاهما مخرجين اتبع ماعليه الاكثرون فان كانا سواء فهو بالخيار ويجعل المذاهب كلها كمذهب واحد من غير تعصب (۱۲).

(۱۲):(القول الجميل ومعه شفاء العليل،نوین فصل، ص: ۱۵۹، ط: ایجوکیشنل پریس، کراچی)

﴿جواب﴾:

ہر دو وصیت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حق ہیں۔ جملہ اہل حق یہی فرماتے ہیں بندہ کا بھی یہی عقیدہ اور عمل ہے اسی خاندان سے مستفید و مطمئن ہوا۔ اس کے خلاف کا خیال مت کرو۔ فقط۔

جماعت میں غیر مقلدوں کی شرکت

﴿سوال﴾:

اگر کوئی غیر مقلد ہمارے پاس جماعت میں کھڑا ہو اور رفع یدین اور آمین بالجہر کرتا ہو تو اس کے پاس کھڑے ہونے سے ہماری نماز میں تو کچھ خرابی نہ آئے گی یا ہماری نماز میں بھی کچھ فساد واقع ہوگا؟

﴿جواب﴾:

کچھ خرابی نہ آئے گی۔ ایسا تعصب اچھا نہیں وہ بھی عامل بالحدیث ہے (۱۳) اگر چہ نفسانیت سے کرتا ہو تو مگر فعل تو فی حد ذاتہ درست ہے۔

---

(۱۳): عن عبداللہ بن عمر قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام فی الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی تکونا حذو منکبیہ و کان یفعل ذٰلک حین یکبّر للرکوع ویفعل ذٰلک اذا رأسہ من الرکوع ویقول سمع اللہ لمن حمدہ ولایفعل ذٰلک فی السجود. (اخرجہ البخاری فی صحیحہ، فی کتاب الاذان، باب رفع الیدین اذا کبر واذا رفع، ج: ۱، ص: ۱۷۱، ط، مکتبہ رحمانیہ، لاھور)

عن وائل بن حجر قال: کان رسول اللہ ﷺ اذا قرأ ولا الضالین قال: آمین ورفع بھا صوتہ. (اخرجہ أبو داؤد فی کتاب الصلاۃ، باب التأمین وراء الامام، ص: ۱۴۲، رقم: ۹۳۲، ط، دار السلام ریاض)

شاہ اسمٰعیل شہید کا مسلک

﴿ســوال﴾:

جو لوگ کہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ کو غیر مقلد کہتے ہیں کہ مجتہدین رحمہم اللہ کی تقلید نہیں کرتے تھے آپ کے نزدیک یہ قول صحیح ہے یا نہیں اور مولانا صاحب مرحوم کی تالیفات سے اس امر کی تصریح ہو سکتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

بندہ نے جو کچھ سنا ہے مولانا مرحوم کا حال وہ یہ ہے کہ جب تک حدیث صحیح غیر منسوخ ملی اس پر عمل کرتے تھے اگر نہ ملتی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کرتے تھے واللہ تعالیٰ اعلم اور بندہ نے ان کی زیارت نہیں کی جو مشاہدہ اپنا لکھوں اور ان کی تصانیف سے بھی غالباً یہی نکلے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فقط رشید احمد گنگوہی عفی عنہ)

ملفوظات

عند الضرورت مذہب شافعی پر عمل کرنا

ا۔ مذاہب سب حق ہیں۔ مذہب شافعی پر عند الضرورت عمل کرنا کچھ اندیشہ نہیں مگر نفسانیت اور لذت نفسانی سے نہ ہو (۱۴)۔ عذر یا حجت شرعیہ سے ہووے کچھ حرج نہیں

---

(۱۴): قال العلامة المحدث الكبير محمد فريد رحمه الله تعالىٰ: قلت بتوفيقه نعم جاز الافتاء و القضاء بمذهب الغير عند الضرورة. قال العلامة الشامی فی ردالمحتار ص: ۲۳۹، جلد: ۴، وفی جامع الفصولين قد اضطرب آرء هم وبيانهم فی مسائل الحكم للغائب و عليه ولم يصف ولم ينقل عنهم اصل قوی ظاهر يبنی عليه الفروع بلا اضطراب ولا اشكال فالظاهر عندی ان يتأمل فی الوقائع

سب مذاہب کو حق جانے کسی پر طعن نہ کرے سب کو اپنا امام جانے فقط۔

اصلیت تقلید شخصی

۲۔حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں اپنے رسول کا اتباع فرض کیا (۱۵) اور احادیث تمام اس پر دال ہیں اور یہ بات سب کے نزدیک مقرر ہے مگر فہم کی بات ہے کہ اتباع حضرت وہ کر سکے جس نے آپ کی زیارت کی ہو ورنہ بدون حضور خدمت کیونکر ہو سکتا ہے۔لہٰذا فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمادیا کہ ''اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم'' (۱۶). حق تعالیٰ نے فرمایا:فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم

ويحتاط ويلاحظ الحرج والضرورات فيفتي بحسبها جوازاً وفسادا (الى ان قال) دفعا للحرج والضرورات وصيانة للحقوق عن الضياع مع انه مجتهدفيه ذهب اليه الائمة الثلثة الخ. وفى المجلد الثالث ص:۴۵۶، عن القهستانى لو افتى به (مذهب احمد) وفى موضع الضرورة لابأس به على ما اظن. فقط. (فتاوى فريديه، ج: ۱، ص: ۲۲۷)

(۱۵):قال اللّٰه تبارك وتعالىٰ: قل اطيعوا الله والرسول فان تولوا فان الله لايحب الكٰفرين . (آل عمران: ۳۲)

قال العلامة فخر الدين الرازى رحمه اللّٰه : فقال (قل أطيعوا اللّٰه والرسول)يعنى انما أوجب الله عليكم متابعتى لا كما تقول النصارى فى عيسى بل لكونى رسولاً من عندالله، و لما كان مبلغ التكاليف عن الله هوالرسول لزم أن تكون طاعته واجبة فكان ايجاب المنابعة لهذا المعنى لا لأجل الشبهة التى ألقاها المنافق فى الدين. (تفسير الكبير، ج:۸، ص: ۲۰، دار الفكر، بيروت لبنان)

(۱۶):(رواه مشكوة فى كتاب المناقب، باب مناقب الصحابة، الفصل الثالث، ص: ۵۵۴، ط، قديمى كتب خانه كراچى)

لاتعلمون (۱۷). تو پچھلوں پر پہلوں سے پوچھنا اور سیکھنا فرض فرمایا صحابہ سے تابعین نے پڑھا۔اوران کا اقتداء کیا اور علی ہذا تابعین سے تبع تابعین نے کہ خود فرما چکے ہیں۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم (۱۸). ان قرون کی تعریف سے بھی یہ مقصد ہے کہ تابعین نے صحابہ سے سیکھا اور تبع تابعین نے تابعین سے اور یہ ہرسہ قرن خیرامت ہیں تم ان سے میرا طریقہ لو کیونکہ خیریت ان کی بسبب علم وعمل کے ہے اور جو علم وعمل میں اولیٰ ہوتا ہے وہی مقتدیٰ ہوتا ہے تو بس اب متبعین سنت نبوی پر تحصیل دین محمدی علیہ السلام صحابہ سے اوران کے بعد تابعین سے فرض ہوا اور علی ہذا آج تک یونہی قرن بقرن چلا آیا کہ خود فرمایا''بلغوا عنی'' (۱۹) سب عالم کو خطاب کیا کہ تم تبلیغ دین کی کروتو ہر زمانہ میں بعبارت صریح قرآن وحدیث کے علماء سے دین کی تحقیق اور علم نبوی کا سیکھنا فرض ہوا۔ کیونکہ بدون تقلید پہلوں کے پچھلوں کے ہرگز دین نہیں مل سکتا۔مجتہد کو بھی تو دین پہلوں سے ہی معلوم ہوا ہے۔ کچھ اس پر القاء نہیں ہوا وحی بند ہی ہوگئی کہ کسی کی بات ماننا اور اُس کو صادق جان کر عمل کرنا اس کے ہی معنی تقلید ہیں۔اتنی بات مقلدین وغیر مقلدین سب مسلم رکھتے ہیں مگر غیر مقلدین صرف لفظوں کی تقلید کرتے ہیں کہ پہلوں سے لفظ سن کر قبول کئے اور معانی آپ خود لگا دیئے۔ گو دین کے موافق یا مخالف سبحان اللہ۔صحابہ جو عربی داں تھے۔ اورفصاحت ونکات اپنے کلام کے جانتے تھے۔قرآن وحدیث کے معنی کو حضرت سے اور باہم تحقیق کرتے تھے اور مقصد و معانی کے سیکھنے کی ضرورت جانتے تھے کہ مشہور ہے حضرت

---

(۱۷):(الانبیآء:۷)

(۱۸):(اخرجه أبو یعلی الموصلی فی مسنده فی مسند عبداللّٰه بن مسعود، ج: ۴، ص: ۱۸۵، ۱۸۶، رقم: ۵۱۰۰، ط، دار الفکر بیروت لبنان)

(۱۹):(اخرجه البخاری فی صحیحه فی کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، ج: ۱، ص: ۴۱۵، ط، مکتبه رحمانیة لاهور/ والترمذی فی جامعه،فی کتاب ابواب العلم، باب ماجاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل، ج: ۲، ص: ۲۶۰، رقم الحدیث: ۲۶۶۹، ط، الظاف اینڈ سنز کراچی)

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس برس میں سورۂ بقرہ کو سیکھا (۲۰) یہ معانی پڑھتے تھے یا الفاظ الفاظ کے پڑھنے کی ان کو کیا ضرورت تھی تفسیر پڑھی تھی اور علی ہذا تابعین اور سب علماء کو معنی کی تقلید ضروری ہوئی مگر جہلاء چند کو کچھ حاجت نہ رہی کہ فقط پہلے لوگوں کے لفظ دیکھ کر اپنی رائے سے جو چاہے معنی گھڑے لئے احادیث میں موجود ہے کہ صحابہ وتابعین قرآن کے متعارض مضامین کو اور غریب لغات کو تحقیق کرتے تھے۔ بہرحال تقلید لفظ کی اور معنی کی

---

(۲۰): ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دس برس میں سورۂ بقرۃ کو سیکھا''۔ یہ قول کافی تلاش کے باوجود کہیں بھی نہیں ملا، البتہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت میں منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرۃ کو بارہ سال میں سیکھا، پس جب انہوں نے سورۃ بقرۃ کو ختم فرمایا تو ایک اونٹنی ذبح کیا۔

قال العلامة محمد زكريا الكاندهلوى نور الله مرقده: وقال السيوطى فى الدر: اخرج الخطيبفى رواة مالك والبيهقى فى شعب الايمان عن ابن عمر رضى الله عنه قال: تعلم عمررضى الله عنه سورة البقرة فى اثنتى عشرة سنة فلما ختمها نحر جزوراً. (أوجز المسالک الىٰ موطأ مالک، كتاب القرآن، باب ماجاء فى القرآن، ج: ۴،ص: ۲۷۴، ۲۷۵،ط،دار القلم، دمشق)

(وكذا فى شرح الزرقانى على المؤطا، كتاب القرآن، باب ماجاء فى القرآن، ج: ۱، ص: ۳۷۰).

(وكذا فى الجامع لشعب الايمان، باب فى تعظيم القرآن، فصل فى تعلم القرآن، ج: ۳، ص: ۳۴۶).

(وكذا فى الدرالمنثور فى التفسير بالمأثور، ج: ۱،ص: ۱۱۵،ط، القاهرة).

(وكذا فى الجامع لاحكام القرآن للقرطبى، ج: ۱،ص: ۲۳۴،ط، مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان).

(وكذا فى اللباب فى علوم الكتاب، ج: ۱،ص: ۲۵۰،ط، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان)

دونوں کی دین میں واجب ہے تو پس اب حسب ارشاد شارع کی تقلید واجب ہوئی اور جو کوئی کسی عالم تابعین سے لے کر آج تک تقلید کرتا ہے تو تقلید صحابہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی ہی تقلید ہے۔ کیونکہ یہ سب واسطہ ووسائل آپ کے ہیں سو تابعین اور تبع تابعین کی تقلید اور اُن کے شاگردوں کی تقلید صحابہ کی تقلید اور خود رسالت مآب علیہ السلام کی تقلید تو بالضرور تقلید ابوحنیفہؒ کی تقلید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی اور مقلد شافعیؒ وغیرہ کا بھی مقلد آپ کا ہی ہوا۔ اب باوجود اس بات کے کہ تقلید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدون صحابہ کے اور تقلید صحابہ کی بدون تابعین کے محال ہے اور قرآن وحدیث میں ان کی تقلید کا حکم مصرح مذکور ہو چکا تو پھر پوچھتے ہیں کہ باری تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم تقلید ائمہ اربعہ کے وجوب کے کیا معنی ہیں آیا یہ مقصود ہے کہ قرآن شریف میں یا حدیث میں خاص کر بنام ابوحنیفہ رحمہ اللہ یا شافعی رحمہ اللہ مثلاً حکم ہو کہ فلاں امام کے تقلید کرنا واجب جانو اگر یہ مطلب ہے تو محض دھوکہ مسلمانوں کو دینا ہے۔ بخاری ومسلم کے الفاظ کی تقلید کی کونسی مصرح حدیث یا قرآن کی آیت ہے یا صحابہ میں سوائے چند نام کے کس کے نام کی تصریح آئی ہے معاذ اللہ اور اگر صحابہ کے قرن میں عموم لفظ **اصحابی کالنجوم** پر قناعت ہے تو **ثم الذین یلونھم** اور لفظ **اھل الذکر** کے عموم میں کیا قباحت دیکھی جو یہاں تخصیص اسمی کی ضرورت پڑی اگر مشتہر بمسمیٰ ابوحنیفہ یا شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کی تصریح اسم کے نص مانگتا ہے تو ہم بھی صحابہ کے ہر ہر واحد کے نام کی صراحۃً نص پوچھتے ہیں اور بخاری ومسلم وغیرہما تمام ائمہ حدیث کی تقلید لفظی کی حدیث صریح طلب کرتے ہیں۔ الغرض یہ سب مغالطہ اور دھوکا ہے بات یہ ہے کہ جیسا صحابہؓ نے حضرت سے دین لیا ویسا ہی تابعین نے صحابہ سے لیا اور جب صحابہ کی تقلید کا ارشاد کیا تو سب صحابہ کا گویا نام ہی لے دیا اور جب کہ تابعین کا علم صحابہ کا علم ہے تو سب تابعین کی تقلید کو ضروری فرما دیا اور علی ہذا القیاس بعد کے قرون میں اور امام ابوحنیفہ بھی تابعی ہیں۔ چنانچہ جلال الدین سیوطی نے ایک رسالہ اس باب میں لکھا ہے (۲۱)

---

(۲۱): قال المحدث الکبیر العلامۃ ظفر احمد العثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ: قال

تو ان کی تقلید نص سے ثابت ہوئی کیونکہ اُن کا سب فقہ حدیث اور صحابہ کے اقوال وافعال سے حاصل ومستنبط ہے اور علی ہذا القیاس شافعی رحمہ اللہ وغیرہ ائمہ تبع تابعین کے شاگرد ہیں

خاتمه الحفاظ جلال الدين السيوطي في تبييض الصحيفة: ورفع هذا السؤال (أي ان أبا حنيفة يعد في التابعين ام لا) الٰى الحافظ ابن حجر فأجاب بما نصه: أدرك الامام ابوحنيفة جماعة من الصحابة، لانه ولد بمكة سنة ثمانين من الهجرة ، وبها يومئذ من الصحابة عبدالله بن ابي أوفى، فانه مات بعد ذلك بالاتفاق و بالبصرة يومئذ أنس بن مالك، ومات سنة تسعين أو بعدها ، وقد أورد ابن سعد بسند لابأس به أن أباحنيفة رأى أنساً، وكان غير هذين من الصحابة بعده في البلاد و أحياء، وقد جمع بعضهم جزءا فيما ورد من رواية أبي حنيفة عن الصحابة، لكن لايخلوا اسنادها من ضعف، والمعتمد على ادراكه ماتقدم، وعلى رؤيته لبعض الصحابة ما أورد ابن سعد في الطبقات، فهو بهذا الاعتبار من طبقة التابعين ولم يثبت ذلك لأحد من الائمة الامصار المعاصرين له، كالأوزاعي بالشام، والحمادين بالبصرة، والثوري بالكوفة، ومالك بالمدينة ومسلم بن خالد الزنجي بمكة والليث بن سعد بمصر. والله تعالٰى اعلم. (اعلاء السنن، مقدمة أبوحنيفة وأصحابه المحدثون، الفصل الأول، في كون الامام ابي حنيفة تابعيا، ج: ۲۱، ص: ۷،ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراتشي)

وقال العلامة محمد زكريا الكاندهلوي رحمه الله تعالٰى: قال ابن حجر المكي الشافعي رحمه الله كما قاله الذهبي: انه رأى أنس بن مالك وهو صغير وفي رواية: رأيته مراراً، وكان يخضب بالحمرة، وفي فتاوى شيخ الاسلام ابن حجر : أنه أدرك جماعة من الصحابة كانوا بالكوفة، فهو من طبقة التابعين، ولم يثبت ذلك لأحد من أئمة الأمصار المعاصرين له، كالأوزاعي بالشام، والحمادين بالبصرة، والثوري بالكوفة، ومالك بالمدينة، والليث بن سعد بمصر....

وقال صاحب الغرائب: فأثبت تبعية الامام الثقات المعتمدون: الدار قطني، وابن سعد، والخطيب، والذهبي، والحافظ ابن حجر، وولي العراقي، والسيوطي،

اُن کا علم بھی صحابہ ہی سے مستفاد ہے سواب کس منہ سے کوئی ان کی تقلید سے انکار کرسکتا ہے اوران کے نام کی نص صریح مانگنے میں مشتہر کا قافیہ تنگ ہوگا۔ دیکھیں گے وہ کس کس اپنے مقتدایوں کے لئے نص صریح لاوے گا ہاں ایک بات باقی رہی وہ یہ ہے کہ مشتہر کا یہ مطلب ہو کہ تقلید سب صحابہ وتابعین کی درست وضرور ہے اور پھر خاص کر ایک ہی کی تقلید کرنے کی

والأكرم السندهى، وأبو معشر، وحمزة السهمى، واليافعى، والجزرى، والتوربشتى، وابن الجوزى، والسراج صاحب كشف الكشاف وغيرهم. وأثبت تابعية الامام الشيخ عبد الرشيد النعمانى فى رسالته الهندية المسماة بابن ماجة وعلم الحديث. (أوجز المسالك الٰى موطأ مالك، الباب الرابع فى ذكر الامام الاعظم أبى حنيفة رضى اللّٰه عنه، الفائدة الثالثة: فى تابعية الامام، ج: ١، ص: ١٨٢ تا ١٨٤، ط، دار القلم، دمشق)

(وكذا فى سير أعلام النبلاء، ج: ٦، ص: ٣٩١، ط، مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان).

(وكذا فى تهذيب التهذيب، ج: ١٠، ص: ٤٤٩، ط، مجلس دائرة المعارف، الهند).

(وكذا فى تهذيب الكمال فى أسناء الرجال، ج: ٢٩، ص: ٤١٨، ط، مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان).

(وكذا فى اكمال تهذيب الكمال فى اسماء الرجال، ج: ١٢، ص: ٥٨، ط، الفاروق، الحديثه، القاهرة)

(وكذا فى الفتاوى التاتارخانية، مقدمة التحقيق، الفصل الثانى فى تراجم الفقهاء، ج: ١، ص: ٣٩، ط، مكتبه زكريا، بديوبند الهند)

(وكذا فى ردالمحتار، مقدمة، ج: ١، ص: ١٦١، ط، دارعالم الكتب، رياض)

(وكذا فى البداية والنهاية، ج: ١٠، ص: ١٠٧، ط، مكتبة المعارف بيروت لبنان)

کیا ضرورت ہے اور وجوب تقلید ایک ہی شخص کا کس نص میں آیا ہے نص قرآن وحدیث تو علی العموم سب کی تقلید کی ارشاد فرماتی ہے (۲۲) اور تابعین اور تبع تابعین کے طرز سے بھی یہ ہی ظاہر ہے کہ وہ کسی ایک کے شاگرد نہیں بلکہ بہت لوگوں سے ان کا علم حاصل ہے (۲۳) تو البتہ یہ قابل التفات جواب ہے تو اول تو ہوش کر کے یہ بات سنو کہ حدیث اصحابی کالنجوم کے یہ معنی ہیں کہ میرے سارے اصحاب ہر ہر واحد مثل ستارہ کے ہے تم جس کسی ایک کی بھی اقتدا کرو گے تو ہدایت پاؤ گے تو مطلب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ فقط ایک صحابی خواہ کوئی ہو ہدایت کے واسطے کافی ہے یہ معنی نہیں کہ جو سب کی اقتداء کرو گے تو ہدایت

---

(۲۲):قال اللّٰہ تبارک وتعالٰی: فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون. (الانبیاء:۷)

عن جابرؓ قال: خرجنا فی سفر فأصاب رجلاً منا حجر فشجہ فی راسہ ثم احتلم فسال اصحابہ، فقال: ہل تجدون لی رخصۃ فی التیمم؟ فقالوا: ما نجد لک رخصۃ وانت تقدر علی الماء، فاغتسل فمات، فلما قدمنا علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اخبر بذلک فقال: قتلوہ قتلھم اللّٰہ ألا سألوا اذا لم یعلموا فانما شفاء العی السؤال...الخ.(ابو داؤد، کتاب الطھارۃ، باب، المجدور یتیمم، ص: ۶۱، ط، رقم الحدیث: ۳۳۶، ط، مکتبہ دار السلام، ریاض)

(۲۳):قال العلامۃ ابن حجر العسقلانی: وقال الحاکم شعبۃ امام الائمۃ فی معرفۃ الحدیث بالبصرۃ، رأی انس بن مالکؓ وعمرو بن سلمۃؓ الصحابیین وسمع من اربعمائۃ من التابعین. (تھذیب التھذیب، ج: ۴، ص: ۳۴۶، ط، مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ الکائنۃ فی الھند)

وقال العلامۃ شمس الدین محمد الذھبی: روی العباس بن مصعب فی تاریخہ عن ابراھیم بن اسحاق عن ابن المبارک قال حملت عن اربعۃ آلاف شیخ فرویت عن الف منھم، ثم قال العباس وقع لی من شیوخہ ثمان مائۃ.(تذکرۃ الحفاظ للذھبی، الجز الاول، ص: ۲۷۶، ط، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان)

ہووے گی ورنہ نہیں مگر ہاں جب ایک کی اقتداء میں ہدایت ہے تو اگر چند صحابہ کی اقتداء ہوگی اور مسائل ومواقع متعددہ میں اصحاب متعددہ سے اقتباس کرے گا تو بھی ہدایت ہووے گی تو بس اس حدیث میں آپ نے ایک صحابی کی تقلید کو کافی فرمایا اور زیادہ کی تقلید کو منع نہیں فرمایا اور فی الواقع مسئلہ مختلف میں تو ایک ہی اقتداء ممکن ہے دو یا تین کی تقلید ہو ہی نہیں سکتی اور اوپر کی تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ تقلید تابعی کی تقلید صحابی کی ہے اور علی ہذا تو یہ حکم جب صحابہ کی نسبت ہے ویسا ہی تابعین تبع تابعین وغیرہم کی نسبت بھی ہے کہ ایک کی تقلید ضروری ہے اور زیادہ کی منع نہیں تو بہر حال اتباع ایک عالم کا کرنا جس کا نام تقلید شخصی ہے جائز ہوئی کہ اس کے کرنے سے دین حاصل ہوتا ہے، اور ہدایت پاتا ہے اور امر فسئلو االخ کا امتثال پورا حاصل ہوتا ہے اور اصحابی کالنجوم پر کامل عامل بنتا ہے اور اس تقلید میں کوئی کراہت یا کوئی ترک اولیٰ نہیں اور مطلق تقلید کی جو مامور ہے یہ بھی ایک فرد ہے۔ اگرچہ دوسرے فرد کہ چند علماء کا مقلد ہوتا ہے وہ بھی دراصل روا اور جائز ہے اور ہم پلہ اس تقلید کے ہے تو پس مقلد ابوحنیفہؒ کا اور شافعیؒ وغیرہما کا مقلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ان میں سے کسی کے نام لے کر فرمانے کی ضرورت نہیں کیونکہ کلیہ کے جزئیات اور عام کی افراد بحکم صراحت ہی ہوتے ہیں اور اگر مشتہر کا مذہب کلیہ میں صراحت اسی کا ہے تو تمام کلیات وعمومات کی وارادہ نصوص لغو ہو جاویں گے سب زانی سارق وغاصب اپنے نام کی تصریح مانگیں گے جیسا کفار کہا کرتے تھے کہ خاص ہمارے نام کا حکم نامہ لاؤ الحاصل یہ نہایت چر بوز مطالبہ اور واہی بات اور محض دھوکہ ہے بعد اس بات کے دریافت کے دوسری بات یہ سنو کہ حق تعالیٰ قرآن شریف میں **بقولہ لاتفرقوا** (۲۴) حکم اتفاق کا اہل اسلام کو دیتا ہے اور اجتماع اور عدم تنازع کو فرض فرماتا ہے اور جو امر تفریق ڈالنے والا ہو اس کو حرام ومنع فرماتا ہے اگرچہ وہ امر مستحب ہی ہو سو جو امر کسی وقت میں مستحب تھا جب اس امر سے مسلمانوں میں فساد ہونے لگے تو وہ امر حرام ہو جاتا ہے دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باندیشہ

(۲۴): (آل عمران: ۱۰۳)

افتراق امت کے بیت اللہ کی دیوار کو اپنے موقع پر نہ بنایا(۲۵) اور خود اپنے طویل قرأۃ فی الصلوۃ کو مستحب فرمایا تھا کہ عمدہ نماز وہ ہے جس میں قرآن زیادہ پڑھا جاوے(۲۶) اور حضرت معاذ نے اس پر عمل کیا تو جب ایک صحابی نے شکایت کی کہ ہم زراعت کرنے والے ہیں معاذؓ کی طویل قرأت سے ہم کو تکلیف ہوتی ہے تو حضرت صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو فتان فرمایا(۲۷) اور چھوٹی قرأت کو واجب کردیا کیونکہ قرأت کے ادا

---

(۲۵): عن عائشة رضی اللّٰہ عنها قالت سالت النبی ﷺ عن الجدار: أمن البیت هو؟ قال: نعم قلت: فمالهم لم یدخلوه فی البیت؟ قال: ان قومک قصرت بهم النفقة قلت: فماشان بابه مرتفعا؟ قال فعل ذلک قومک لیدخلوا من شاؤا یمنعوا من شاؤا، ولولا ان قومک حدیث عهدهم بالجاهلیة فاخاف ان تنکر قلوبهم: ان ادخل الجدر فی البیت، وان الصق بابه بالارض. (اخرجه البخاری فی کتاب المناسک، باب فضل مکة وبنیانها، ج: ۱، ص: ۲۰۰، ط،مکتبه رحمانیه، لاهور)

(۲۶): عن جابرؓ قال: قیل للنبی صلی اللّٰہ علیه وسلم: أی الصلاۃ افضل؟ قال: طول القنوت. وفی معارف السنن تحت هٰذا الحدیث: والمراد هنا القیام ،وهو الراجح، بل یکاد یکون مجمعاً علیه بدلیل ماروٰه احمد وابوداؤد مرفوعاً من حدیث عبداللّٰہ الحبشی: سئل ای الاعمال افضل؟ قال: طول القیام، هذا لفظ ابی داؤد ولفظ احمد فی مسنده (۳: ۴۱۲) قیل فأی الصلاۃ افضل؟ قال طول القنوت، وحدیث الباب رواہ مسلم فی صحیحه ...الخ.

ولأن المنقول عنه صلی اللّٰہ علیه وسلم انه کان یطول القیام اکثر من الرکوع والسجود، ولأن ذکر القیام القراءة، وهی أفضل من ذکر الرکوع والسجود...الخ. (معارف السنن شرح جامع الترمذی، ج:۳،ص: ۴۷۹، ۴۸۰،ط، ایجوکیشنل پریش)

(۲۷): عن جابر بن عبداللّٰہ ان معاذبن جبل کان یصلی مع النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، ثم یاتی قومه، فیصلی بهم صلاۃ، فقرأ بهم البقرة، قال: فتجوّز رجل

کرنے کو ادنیٰ درجہ کافی تھا اور یہ طریقہ موجب اتفاق تھا اور دوسرا طریقہ حالانکہ مستحب تھا۔ مگر وقت افتراق کے اس کو فتنہ فرمادیا اور اس پر عمل کرنے والے کو فتنہ انگیز ٹھہرایا تو بس یہ قاعدہ مسلم شرع کا ہے کہ اگر ادائے واجب کے دو طریقہ ہوں ایک میں فساد ہوتا ہو اور دوسرے میں اتفاق رہتا ہو تو وہ طریقہ جس میں افتراق ہوتا ہے اصل میں عمدہ ہی کیوں نہ مگر اس عارض امر سے حرام بن جاتا ہے اب ان دونوں امر کے بعد جواب اس خدشہ کا صاف نکل آیا کہ تقلید شخصی کرنے والے اہل ہند کے مثلاً اپنے فرض سے فارغ تھے اور امتثال امر خداوندی و نبوی میں سرگرم اب اگر عدم تقلید شخصی کو کوئی گرایا چاہتا ہے تو بحکم مقدمہ ثانیہ معلوم ہوا کہ فتنہ افتراق امت میں ڈالتا ہے لہذا یہ امر ناجائز ہوا اور تقلید شخصی واجب ہوئی۔ لہذا ہم کہتے ہیں کہ اب تقلید شخصی واجب بالغیر ہوگئی اور عدم تقلید حرام بالغیر بنی اور جو کچھ فتنہ اور نزاع اور باہم اختلاف اس عدم تقلید میں ہے وہ سب کو نظر آتا ہے مگر ہاں حق تعالیٰ جس کو کور باطن بنادے وہ اس فساد کے معائنہ سے معذور ہے اب بفضلہ تعالیٰ وجوب تقلید شخصی بخوبی ثابت ہوگیا اور تقلید ائمہ اربعہ میں کسی امام کی بالتعین واجب ثابت نص قرآنی سے اور حدیث نبوی سے ہوگئی کسی مسلمان کو تردد لائق نہیں اور یہ سوال مشتہر کا اصل سب سوالات کی ہے اور یہ بات اس کی جڑ ہے بہت سے خدشات کی اور مابہ الافتخار اس کا ہے اس واسطے ہم نے اس کو بہت دراز لکھا ہے اس جواب کو بہت غور سے دیکھنا چاہئے کہ صحت فہم کے سب خدشہ رفع ہوجاتے ہیں۔ واللہ اعلم اتم واحکم۔ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ کتبہ الاحقر

فصلی صلاۃ خفیفة، فبلغ ذٰلک معاذاً فقال: انه منافق، فبلغ ذٰلک الرجل فأتی النبی ﷺ فقال: یارسول الله، انا قوم نعمل بأیدینا، ونسقی بنواضحنا، وان معاذاً صلی بنا البارحة فقرأ البقرة، فتجوزت فزعم أنی منافق، فقال النبی ﷺ: یامعاذ أفتّان أنت؟ ثلاثاً اقرأ "و الشمس وضحاها" و "سبح اسم ربک الأعلی" ونحوها.
(اخرجه البخاری فی صحیحه فی کتاب الأدب، باب من لم یر اکفار من متاولاً او جاهلاً، ج: ۲، ص: ۹۰۳، ط، مکتبه رحمانیه، لاهور)

بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ رشید احمد ۱۳۰۱۔

محرم سے نکاح پر امام صاحب کا مسلک

۳: امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کسی اپنی محرم سے نکاح کر لیوے تو بیشک وہ زانی ہے اس کو تعزیر دینی چاہیے اور امام جو تعزیر اس کی تجویز کرے درست ہے یہاں تک کہ قتل بھی کر دیوے تو روا ہے مگر وہ شرعی کہ زنا میں ہوتی ہے (محصن کو سنگسار کرنا اور غیر محصن کو سو کوڑے مارنا) وہ اس میں نہیں آتے اور دلیل اس کی وہ حدیث ہے کہ ابو داؤد اور ترمذی روایت کرتے ہیں (۲۸)۔

عن برء ابن عازب قال لقيت عمی ومعه راية فقلت له اين تريد فقال بعثنی رسول الله ﷺ الی رجل نكح امراة ابيه فامرنی ان اضرب عنقه واٰخذ ماله (۲۹).

---

(۲۸): وفی الكوكب: (باب فيمن تزوج امرأة ابيه) قوله (أن آتيه برأسه) فيه دليل علی أنه لايحد ويعزر أغلظ تعزير وهو المذهب. وقال العلامة محمد زكريا الكاندهلوی فی حاشية الكوكب: قال الخطابی: والظاهر قد اختلف العلماء فيمن نكح ذات محرم فقال الحسن عليه الحد وهو قول مالك والشافعی، وقال احمد ويوخذ ماله وكذا قال اسحاق علی ظاهر الحديث، وقال ابوحنيفة يعزر ولايحد كذا فی البذل، وذكر مافی سند الحديث من الاختلاف فارجع اليه لوشئت وحديث الباب حجة للحنفية لامخالف لهم لأنه عليه السلام قتله ولم يحد عليه. (الكوكب الدری علی جامع الترمذی، ج: ۲، ص: ۳۵۵، ط، ندوة العلماء لكهنؤ، الهند)

(۲۹): (اخرجه ابو داؤد فی كتاب الحدود، باب فی الرجل يزنی بحريمه، ص: ۶۲۸، رقم: ۴۴۵۷، ط، دار السلام رياض / والترمذی فی ابواب الحدود، باب ماجاء فيمن يقول للآخر يا مخنث، ص: ۳۵۵، ط، دار السلام رياض)

دیکھو خود شارع علیہ السلام نے اس واقعہ میں حد شرعی نہیں ماری بلکہ تعزیر سخت دی تو امام صاحب پر کیا طعن ہے کہ وہ تو عامل بالحدیث ہیں چشم بینا ہو تو اعتراض نہ کرے۔ واللہ اعلم

❁❁❁

اگر کوئی شخص کسی عورت پر دعویٰ کرے کہ وہ اس کی بیوی ہے اس میں امام صاحب کا مسلک

۴: جاننا چاہئے کہ بیگانے مال کا مالک ہونا بیگانے مال پر تصرف مالکانہ کرنا بدون کسی ایک عقد کے کہ شرع نے اسباب ملک مقرر فرمائے ہیں حلال نہیں ہوسکتا جیسا بیع یا ہبہ یا اجارہ مثلاً اور ایسا ہی دوسرے کے نفس پر تصرف روا نہیں بدون اس عقد کے کہ حلت کے واسطے مشروع ہوئے ہیں، نکاح و اجارہ خدمت کا مثلاً اگر بدون ان عقود موضوعہ شرع کے کوئی قبض و تصرف ہوگا تو وہ غصب و سرقہ و زنا کہلائے گا اور حرام ہوگا یہ امر تو مسلم تمام امت کا ہے حاجت دلیل و سند کی نہیں رکھتا دوسرے یہ کہ یہ تصرفات جیسے متعاقدین باہم کر سکتے ہیں ایسا ہی حاکم اپنی طرف سے اس کی مصلحت کے واسطے کرسکتا ہے اور یہ تصرف حاکم در حق محکوم بحالت رضا و سکوت نافذ ہوتا ہے ظاہراً مثلاً مدیون کی جائیداد کو حاکم بلا رضا نیلام کرتا ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام مدبر ایک صحابی کا کہ وہ مفلس تھے بیع کر دیا (۳۰) اور کہیں ثابت نہیں ہوا کہ انہوں نے حضرت علیہ السلام کو وکیل کیا ہو بلکہ بظاہر خلاف رضا ان کی کے تھا کیونکہ وہ تو اس کی مدبر بنا چکے تھے اور مثلاً عنین کے

---

(۳۰): عن عطاء بن ابی رباح عن جابر بن عبداللہ ان رجلاً اعتق غلاماً له عن دبر فاحتاج فاخذه النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال من یشتریه منی فاشتراه نعیم بن عبداللہ بکذا و کذا فدفعه الیه. (اخرجه البخاری فی صحیحه فی کتاب البیوع، باب المزایدة، ج: ۱، ص: ۳۸۱، ۳۸۲، ط، مکتبه رحمانیه، لاهور)

واقعہ میں آپ نے زوج کی طرف سے عورت پر طلاق واقع کردی اور جس شخص نے اپنے غلام کو خصی کردیا تھا آپ نے اس غلام کو بدون رضا مالک کے آزاد کردیا (۳۱)۔ اور افعال صحابہ سے بھی ایسا ہی مستفاد ہے (۳۲) عنین کی زوجہ کو تفریق کردینا اس قسم سے ہے تو ان

---

(۳۱): عن عمرو بن شعیب، عن ابیه، عن جده، عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: من مثل به او حرق بالنار فهو حر، وهومولی اللّٰه ورسوله، قال: فأتی برجل قد خصی، یقال له: سندر، فاعتقه، ثم اتی ابابکر بعد وفاة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فصنع الیه خیراً، ثم اتی عمر بعد ابی بکر، فصنع الیه خیراً، ثم انه اراد أن یخرج الٰی مصر فکتب له عمرؓ الی عمرو بن العاص: ان اصنع به خیراً، او احفظ وصیة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فیه. (رواه احمد فی مسنده، ص: ۵۳۹، رقم: ۷۰۹۶، ط، بیت الافکار الدولیة، ریاض. والهیثمی فی مجمع الزوائد ومنبع الفوائد فی کتاب العتق، باب فیمن ضرب مملوکه أو مثل به، ج: ۴، ص: ۲۳۹، ط، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان، وقال الهیثمی: رواه احمد و الطبرانی ورجاله ثقات، وفیه الحجاج بن أرطاة وهو مدلس ولکنه ثقة)

(۳۲): قال محمد رحمه اللّٰه تعالٰی فی الاصل: وبلغنا عن عمر بن الخطاب أنه قال: یؤجل العنین سنة، فان وصل الی امرأته فهی امرأته، وان لم یصل الیها فرق بینهما، وجعلها تطلیقة بائنة، وجعل لها مهراً کاملاً، وجعل علیها العدة. وقال وبلغنا عن علی بن أبی طالبؓ نحو ذلک. (الأصل، کتاب النکاح، باب نکاح العنین، ج: ۱۰، ص: ۲۵۳، ط، دارابن حزم، بیروت لبنان).

وقال العلامة محمد زکریا الکاندهلوی رحمه اللّٰه تعالٰی: وقال محمد فی الآثار: أنا ابو حنیفة ثنا اسماعیل بن مسلم المکی عن الحسن عن عمر رضی اللّٰه عنه ان امراة أتته، فأخرته ان زوجها لایصل الیها، فأجّله حولاً، فلما انقضی الحول ولم یصل الیها خیّرها، فاختارت نفسها، ففرّق بینهما عمر رضی اللّٰه عنه، وجعلها تطلیقة بأئنة...الخ. (اوجز المسالک الٰی موطأ مالک، کتاب الطلاق، باب، أجل الذی لایمس امرأته، ج: ۱۱، ص: ۳۷۷، ط، دارالقلم، دمشق. الکنز العمال، کتاب

سب واقعات سے یہ معلوم ہوا کہ حاکم کو ایجاد عقد کا اختیار ہے تو حاکم نے اگر کسی کی شئے بیع کردی تو مشتری کو اس میں تصرف روا ہے اور اگر نکاح کر دیا تو زوجین کو مباشرت حلال ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جب وجود عقد کا ثابت ہو جاوے گا تو حلت ظاہراً و باطناً ثابت ہووے گی جیسا کہ اگر متعاقدین باہم ان عقود کو کرلیویں تو حلال ہونا ظاہر و باطن ثابت ہوتا ہے۔ ہاں اگر قاضی کسی کی شئے دوسرے کو بغیر عقد و سبب دیوے تو غصب ہے اور حرام جیسا کوئی کسی کی شئے بلا عقد لیوے تو غصب ہوتا ہے اور تصرف حرام ہوتا ہے مگر یہ یاد رہے کہ بیع اپنے محل میں ہوتی ہے اور نکاح بھی اپنے محل میں ہوتا ہے تو باہم بیع و نکاح جب ہی ہوتا کہ شئے قابل بیع ہو اور عورت قابل اس شخص کے نکاح کے ہو یہ نہیں کہ جس عورت سے چاہے قاضی نکاح کردے اگرچہ ماں بہن ہی ہو اب سنو کہ امام صاحب نے بنابریں دو امر یہ فرمایا ہے کہ اگر کسی نے کسی عورت پر دعویٰ نکاح کا کیا اور عورت انکار کرتی ہے مرد نے جھوٹے گواہ پیش کئے قاضی نے خوب حسب قاعدہ عدالت گواہوں کی تحقیق کر کے حکم نکاح کا دے دیا تو امام صاحب فرماتے ہیں اگرچہ پہلے سے نکاح نہیں ہوا تھا مگر اب قاضی کے حکم سے منعقد ہو گیا (۳۴) کہ قاضی ایجاد نکاح کا مختار ہے اور قاضی کا کہنا کہ میں نے نکاح کو نافذ کر دیا یہ

النكاح، باب العنين، ص: ۲۲۱۸، رقم: ۴۵۹۱۰،ط، بيت الافكار الدولية،رياض)

عن عبد الرزاق عن يحيى بن سعيدعن ابن المسيّب ان عمر جعل للعنين أجل سنة، و أعطاها صداقها و افياً.

عن عبدالرزاق عن ابن جريج عن عبدالكريم ان عمر و ابن مسعود قضيا بانها تنتظر به سنةً،ثم تعتد بعد السنة عدة المطلقة، وهو أحق بأمرها في عدتها.(المصنف لعبدالرزاق، كتاب النكاح، باب أجل العنين ،ج:٦ ، ص: ۲۵۳، ط، المكتب الاسلامي، بيروت لبنان)

(۳۴):قال العلامة محمدبن حسين الطورى الحنفى رحمه الله تعالىٰ: ومن فروع المسالة: ادعى على امراة نكاحاً وهى جاحدة وأقام بينة زور فقضى بالنكاح بينهما حل للمدعي وطؤها ولها التمكين عنده. (تكملة البحر الرائق شرح كنز

کہنا ہے کہ میں نے نکاح کر دیا اور اس حکم کے وقت دو گواہ ہونے ضرور ہیں تو اب جب کہ عقد ثابت ہوگیا تو عورت مرد کو بسبب اس نکاح قاضی کے ظاہر و باطن حلال ہوگئی۔ اور عورت گو اوّل انکار کرتی ہے مگر قاضی نے اس کے انکار کو رد کر کے اب نکاح کر دیا اور حکم قاضی سے نکاح منعقد ہوگیا کہ اس میں مصلحت ہے اور رفع نزاع ہے اور قاضی اسی واسطے ہوتا ہے اور بعد عقد کے موجب اس کا حلال ہونا تصرف کا ہے اور بس اور یہ واقعہ جناب رسالت مآب علیہ السلام کے زمانہ میں نہیں ہوا کہ اس کی کوئی حدیث صریح لائی جاوے مگر یہ دونوں امر جس میں سے ثابت نکلے حدیث سے ہی ثابت ہوئے ہیں اور حضرت علیؓ کے زمانہ میں یہ حادثہ ہوا اور اس حکم حضرت علیؓ سے یہی ثابت بات ہوتی

الدقائق، کتاب القضاء، باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ، ج:۷،ص: ۲۵،ط، دار الکتب العلمیة،لبنان).

وقال العلامة فرید الدین عالم بن العلاء الهندی رحمه الله تعالیٰ: رجل ادعی علی امراة النکاح وهی تجحد، وأقام علیها شاهدي زور، وقضی القاضی بالنکاح، حل للرجل وطیها، وحل للمرأة التمکین منه عندابی حنیفةؒ..الخ.(الفتاوی التاتارخانیة، کتاب أدب القاضی، الفصل الخامس عشر فیما اذا وقع القضاء بشهادة الزور، ولم یعلم القاضی به، ج: ۱۱،ص: ۱۰۲،ط، مکتبه زکریا دیوبند، هند)

(وکذا فی فتح القدیر فی کتاب أدب القاضی، ج:۷،ص: ۲۸۶،ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی ردالمحتار علی الدرالمختار فی کتاب القضاء، مطلب فی القضاء بشهادة الزور، ج:۸،ص: ۹۴، ۹۵،،ط،دارعالم الکتب، ریاض)

(وکذا فی المحیط الرهانی فی کتاب القضاء، الفصل الخامس، فیما اذا وقع القضاء بشهادة الزور ولم یعلم القاضی به، ج: ۱۲، ص: ۲۱۸، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

ہے(۳۴) جو امام صاحب فرماتے ہیں تو بحسب ارشاد نبوی علیہ السلام کہ جس صحابی کا تم اقتداء کرو گے۔ ہدایت پاؤ گے۔ امام مہتدی اور حق فرمانے والے ہیں۔ اور کوئی حدیث مخالف قول امام صاحب کے نہیں ہے اور وہ حدیث بخاری وغیرہ کی جس میں یہ لفظ ہیں۔ فمن قضیت له بشیٔ من حق اخیه فلا یاخذنه... (۳۵) جس کے واسطے حکم کردوں

---

(۳۴):قال الامام ابو بکر احمد بن علی الجصاص الحنفی رحمه اللّٰه تعالٰی: ذکر ابو یوسف عن عمرو بن المقدام عن ابیه ان رجلاً من الحی خطب امراة وهو دونها فی الحسب فابت ان تزوجه فادعی انه تزوجها و اقام شاهدین عند علیؓ فقالت انی لم اتزوجه قال قد زوجک الشاهدان فامضی علیها النکاح. (احکام القرآن للجصاص، ج: ۱،ص: ۲۵۳، ط، دارالکتاب العربی،بیروت لبنان).

وقال العلامة المحدث الکبیر محمد ظفر العثمانی رحمه اللّٰه تعالٰی: قال محمدؒ فی "الأصل": بلغنا عن علی کرم اللّٰه وجهه أن رجلاً أقام عنده بینة علی امرأة انه تزوجها فأنکرت، فقضی له بالبینة فقالت :انه لم یتزوجنی.فأما اذا قضیت علی فجدد نکاحی. فقال:لاأجدد نکاحک، الشاهدان زوجاک. وقال: وبهذا نأخذ...الخ.(اعلاء السنن، کتاب القضاء، باب نفاذ قضاء القاضی ظاهراً وباطناً فی العقود والفسوخ، ج:۱۵،ص: ۱۱۱،ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة، کراتشی)

(وکذا فی مجمع الانهر فی شرح ملتقی الابحر فی کتاب القضاء، ج: ۳، ص: ۲۳۷، ط، دار الکتب العلمیة،بیروت لبنان)

(۳۵):(اخرجه البخاری فی صحیحه فی کتاب الاحکام، باب موعظة الامام الخصوم، ج:۲، ص:۱۰۲۷،۱۰۲۸،ط،مکتبه رحمانیة لاهور/ ومسلم فی صحیحه فی کتاب الاقضیة، باب الحکم بالظاهر واللحن بالحجة، ص:۷۵۹،رقم: ۴۴۷۳، ط، دارالسلام، ریاض/ وابوداؤد فی سننه فی کتاب القضاء، باب فی قضاء اذا أخطأ، ص: ۵۱۵، رقم: ۳۵۸۳،ط، دار السلام، ریاض/ و الترمذی فی جامعه فی کتاب الأحکام، باب فی التشدید علی من یقضی له بشیء لیس له ان یأخذه، ج: ۱، ص:

میں دینے کا کچھ اپنے بھائی کے حق سے تو ہرگز نہ لیوے تو یہ مطلق شئے دلانے کے باب میں وارد ہوئی ہے نہ ایجاد سبب کے باب میں معلوم ہو چکا کہ بلا ذریعہ سبب کے کوئی شئے یعنی غصب ہوتا ہے بعد اس سنو کہ مشتہر نے جو تشریح کی کہ کسی کی جورو کو اپنی زوجہ ہونے کا دعویٰ کر کے دو جھوٹے گواہ گذران کر کے لیوے تو وہ عورت مدعی کو درست ہو جاتی ہے محض افتراء ہے کہ کوئی عالم اور کتاب اس کو نہیں کہہ سکتا کیونکہ غیر کی منکوحہ محرمات شرعیہ میں ہے اس کا نفاذ نکاح کب ہو سکتا ہے سو مشتہر کی محض خیانت ہے دروغ گوئی کو شیوہ اغواء عوام کا ٹھہرایا ہے واللہ اعلم۔

❖❖❖

دہ دردہ کی تحدید پر امام صاحب کا مسلک

۵: دہ دردہ کی تحدید ہرگز امام صاحب کا مذہب نہیں (**کذا فی المصفی و معیار الحق و ایضاح الحق**) نہ اور کسی محقق حنفی کا بلکہ بعض متاخرین نے عوام کی فہم کے واسطے ایک حد لگا دی ہے اور یہ بھی اس واسطے ہوا کہ جو تحدیدات قلتین وغیرہ کی احادیث سے معلوم ہوتی ہیں ان کا ثبوت لفظاً نہیں بامعنی کلام ہے تو اسی موقعہ پر امام صاحب نے حسب قاعدہ شرعیہ رائے مبتلی بہ پر چھوڑا تھا۔ عوام کی رفع حرج کے واسطے دہ دردہ مقرر کر دیا تھا کہ احتیاط ہاتھ سے نہ جاوے (۳۶) ایسے باب میں حدیث طلب کرنی جہالت ہے اگر مشتہر پہلے

۵۷۵، ۵۷۶، ط، الطاف اینڈ سنز کراچی)

(۳۶): دراصل امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب مختار تفوض الی رائے مبتلی بہ ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا رجوع بھی اسی قول کی طرف ثابت ہے لیکن چونکہ لوگوں کی رائے مختلف ہوتی ہیں بلکہ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی رائے نہیں ہوتی، پس متاخرین علماء نے آسانی کیلئے دو دردہ قول کا اعتبار کیا ہے۔ (حنفی)

قال العلامة محمود بن احمد بن عبدالعزیز ابن مازة الحنفی رحمه الله تعالیٰ: وابو سلیمان الجوزجانی رحمه الله کان یقول: ان کان عشراً فی عشر فهو مما لایخلص بعضه الی بعض، وان کان أقل من ذلک فهو مما یخلص، وعن

حدیث صحیح سے کوئی حد ثابت کر لیتا تو پھر دوسروں کو تکلیف حدیث تحدید کی دینی مناسب تھی۔ اللّٰهم احفظنا من شرور انفسنا ومن وسواس الخناس عدونا اٰمین.

۞۞۞

محمد رحمه اللّٰه في "النوادر" أنه سئل عن هذه المسألة فقال: ان كان مثل مسجدى هذا فهو مما لايخلص بعضه الى بعض، فلما قام مسح مسجده فكان ثمان في ثمان في رواية، وعشراً في عشرفي رواية، واثني عشر في اثني عشرفي رواية. (المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج: ۱،ص:۹۵،ط، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان)

وقال العلامة عبد الرحمٰن بن محمد الكليبولي: (أو لم يكن عشراً في عشر) والظاهر أن يكون تفيسراً آخر للغدير لأنهم فسروا الغدير العظيم بما بين آنفاً بعدم التحريك، او بالمساحة والمناسب على هذا التفسيرأن يقول: أو يكون عشراً في عشر، لكن المصنف عطف على لم يكن غديراً، والمعنى لاتجوز الطهارة بماء قليل وقع فيه نجس مالم يكن غديراً، أو لم يكن عشراً في عشر فكلتا الصورتين مستثنيان عن الحكم السابق الكلي يروى ذلك عن محمد، وبه أخذ مشايخ بلخ وابو سيلمان الجرجاني والمعلى، قال ابو الليث: وهو قول اكثر اصحابنا، وعليه الفتوى لأنهم امتحنوا فوجدوا هذا القدر مما لاتخلص اليه النجاسة فقدروه بذلك تيسيراً على الناس. (مجمع الانهرفي شرح ملتقى الابحر، ج: ۱، ص:۴۷، ط، دار الكتب العلمية، بيروت،لبنان)

وقال العلامة ابن نجيم المصرى الحنفى رحمه اللّٰه تعالىٰ: وقال ركن الاسلام ابو الفضل عبد الرحمٰن الكرماني في الايضاح: واختلفت الروايات في تحديد الكثير والظاهر عن محمد أنه عشر في عشر والصحيح عن ابى حنيفة أنه لم يوقت في ذلك بشيء وانماهو موكول الىٰ غلبة الظن في خلوص النجاسة. وقال الحكم الشهيد في الكافي الذى هو جمع كلام محمد قال ابو عصمة: كان محمد بن الحسن يوقت عشرة في عشرة ثم رجع الى قول ابى حنيفة وقال: لا أوقت في

ایمان کی زیادتی وکمی کے متعلق امام کا مسلک

۶: اول حقیقت اس مسئلہ کی سنو امام صاحب نے یوں فرمایا ہے (هکذا فی شرح الفقه الاکبر ملا علی القاری رحمة الله علیه) کہ اجزاء ایمان کی زیادت زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوئی تھی بایں معنی کہ ایک آیت یا حکم نازل ہوا اور مسلمانوں نے اس کو قبول کیا پھر دوسرا حکم آیا اس کو مان کر ایمان زیادہ ہوا اور پھر اور حکم آیا اس کو قبول کر کے اور زیادہ ہو گیا اور علیٰ ہذا القیاس آیات واحکام بڑھتے جاتے تھے۔ ایمان بھی زیادہ ہو جاتا تھا۔ جب خاتم الانبیاء علیہ السلام تشریف فرمائے آخرت ہوئے تو احکام ختم ہو چکے ایمان کی بھی ایک حد معین ٹھہر گئی اب کمی زیادتی ایمان بایں معنی نہیں ہو سکتی (۳۷) اگر کوئی

شيئاً. (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج: ١، ص: ١٣٧، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان).

(وكذا فى فتاوى قاضى خان على هامش فتاوى عالمكيرية، ج: ١، ص: ٥)

(وكذا فى فتاوى عالمكيريه، ج: ١، ص: ١٨).

(وكذا فى الاختيار لتعليل المختار، ج: ١، ص: ١٤، ط، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان)

(٣٧): قال العلامة على بن سلطان محمد القارى رحمه الله تعالىٰ: ومنها ان الايمان لايزيد ولاينقص فان حقيقة الايمان وهو التصديق القلبى الذى بلغ حد الجزم والاذعان كما هو المشهور عند الجمهور وان مال شارح العقائد وصاحب المواقف الى اعتبار الظن الغالب الذى لايخطر معه احتمال النقيض فهو ايضاً لايتصور فيه زيادة ونقصان حتىٰ ان من حصل له حقيقة التصديق فسوا أتى بالطاعات أو ارتكب السيئات فتصديقه باق على حاله لاتغير فيه أصلاً و الآيات الدالة على زيادة الايمان محمولة على ماذكره الامام أبو حنيفة رحمه الله انهم كانوا آمنوا فى الجملة ثم يأتى فرض بعد فرض فكانوا يؤمنون بكل فرض خاص وهذا التأويل بعينه مروى عن ابن عباس رضى الله عنهما ففى الكشاف عنه ان أول ما أتاهم به النبى

حکم زاہدان احکامات پر کوئی کردیوے وہ بھی کافر ہے اور جو ایک حکم کو نہ مانے بھی کافر اور بایں معنی ایمان افراد مومنین کا اور انبیاء اور سب ملائکہ کا برابر ہے کہ جو امور مامور بہا کہ جس پر ایمان لانا فرض ہے مومنین کا وہی ملائکہ و انبیاء کا ''**قال اللّٰہ تعالیٰ اٰمن الرسول بما انزل الیه من ربه والمؤمنون. الایة**'' (۳۸) غرض ایمان سب احکام خداوندی کا ماننا ہے اس میں مؤمن و نبی و جبرائیل وغیرہ فرشتے سب برابر ہیں ہاں اجمال تفصیل کا فرق ہے اور کمی زیادتی کیفیت کی اور قوت وضعف اس کا اور شئے ہے وہ البتہ یکساں نہیں اب یہ عقیدہ کہو قرآن کی آیت سے نکلتا ہے یا نہیں اور اس کا منکر کون ہوتا ہے اگر خود کی چشم بند ہوں کوئی کیا کرے اور خود امام صاحب کے اس کلام سے یہ مطلب ظاہر ہے کہ یوں فرماتے ہیں کہ ''**ایمانی کایمان جبرئیل ولا اقول مثل ایمان جبرئیل**'' (۳۹). یعنی ایمان میرا مشابہ ایمان جبرئیل کے ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ مثل ایمان جبرئیل کے ہے اس واسطے کہ مماثلت جب ہوتی ہے کہ کل الوجوہ برابر ہو جاوے اور یہ بات نہیں ہے بلکہ آپ کو جس میں مشابہت ہے اور یہ بات فارسی خواں بھی جانتے ہیں کہ محبوب کو سرد سے مشابہت دیتے ہیں تو فقط راستی قد کی مشابہت مقصود ہوتی ہے سب امور میں مشارکت و مماثلت نہیں ہوتی غرض یہ بات محض عناد کی ہے ورنہ اس کا فہم کچھ دشوار نہ تھا واللہ الہادی۔

❁ ❁ ❁

صلی اللّٰہ علیه وسلم التوحید فلما آمنوا باللّٰہ وحده أنزل الصلاة والزكاة ثم الحج ثم الجهاد وازدادوا ايمانا الى ايمانهم، انتهٰى...و حاصل كلام الامام أن الايمان كان يزيد بزيادة مايجب الايمان به وهذا مما لايتصور فى غير عصر النبى صلى اللّٰه عليه سلم. (شرح فقه الاكبر لملا على القارى، ص: ۱۲۳، ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر)

(۳۸):(البقرة/۲۸۵)

(۳۹):(شرح فقه الاكبر لملاعلى القارى، ص: ۱۲۴،ط، دارالكتب العربية الكبرى، مصر/ وفتح الملهم بشرح صحيح الامام مسلم بن الحجاج،

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے لئے امام صاحب کی دلیل

۷: تیسیر الوصول میں روایت ہے۔ "عن ابی جحیفة ان علیا رضی اللّٰہ عنه قال السنة وضع الکف فی الصلوۃ تحت السرۃ اخرجه رزین" اور سنت فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوتا ہے تو بس اس روایت سے ناف کے نیچے باندھنے خوب روشن ہیں انکار اس کا بجز تعصب اور کیا ہوگا (۴۰)۔ واللہ اعلم۔

۞۞۞

ا، ص: ۴۲۸، ط، دار احیاء التراث العربی بیروت، لبنان)

(۴۰): عن ابی جحیفة أن علیا قال: السنة وضع الکف علی الکف فی الصلاۃ تحت السرۃ. وفی بذل المجهود تحت هذا الحدیث: وقال الشوکانی: الحدیث ثابت فی بعض نسخ أبی داؤد، وهی نسخة ابن الأعرابی، ولم یوجد فی غیرها، وفی اسناده عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی، وهو ضعیف، انتهٰی.

قلت: وفی اسناده زیاد بن زید وهو مجهول، ولکن أخرج الدار قطنی وغیره بثلاثة أسانید، روی فی سندیه عن عبد الرحمٰن بن اسحاق، عن زیاد بن زید، عن أبی جحیفة عن علی، وروی فی السند الثالث عن عبد الرحمٰن بن اسحاق، عن النعمان بن سعد، عن علی، فلایضر جهالة زیاد بن زید.

وأما ضعف عبد الرحمٰن فقد ینجبر بما أخرجه ابن أبی شیبة فی هذا الباب: حدثنا وکیع عن موسی بن عمیر. وهو التمیمی العنبری الکوفی، عن علقمة بن وائل بن حجر عن أبیه قال: رأیت النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم یضع یمینه علی شماله تحت السرۃ، قلت: ولفظ تحت السرۃ لیس فی النسخة الموجودۃ عندی، وسیجیء البحث فیه.

قال الشیخ النیموی: قال الحافظ قاسم بن قطلوبغا فی تخریج احادیث الاختیار شرح المختار: هذا سند جید، وقال العلامة محمد ابو الطیب المدنی فی شرح الترمذی: هذا حدیث قوی من حیث السند، وقال الشیخ عابد السندی فی

تکبیرات کے لئے نماز میں رفع یدین

۸: یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سوائے تحریمہ کے ہاتھ نہیں اٹھائے۔ قال عبدالله بن مسعود رضی الله عنه الا اصلی بکم صلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم فصلی ولم یرفع یدیه الا فی اول مرة وفی الباب عن براء بن عازب قال ابو عیسی حدیث ابن مسعود حدیث حسن

طوالع الأنوار: رجاله ثقات. انتهٰی.

قلت: وسماع علقمة من أبيه ثابت، وسيأتی تحقيقه فی باب الاخفاء بآمين، ثم لايخفی عليک ان العلامة حيات السندی قال فی رسالته فتح الغفور: فی ثبوت زيادة تحت السرة نظر، بل هی غلط، منشأه السهو، فانی راجعت الی نسخة صحيحة من المصنف فرأيت فيها هذا الحديث بهذا السند وبهذا الالفاظ، الا انه ليس فيها تحت السرة.

وأجاب عنه العلامة قائم السندی فی رسالته"فوز الكرام" بأن القول بكون هذه الزيادة غلطاً مع جزم الشيخ قاسم بعزوها الی"المصنف" ومشاهدتی اياها فی نسخة، و وجودها فی نسخة فی خزانة الشيخ عبد القادر المفتی فی الحديث والأثر، لايليق بالانصاف، وقال: ورأيته بعينی فی نسخة صحيحة عليها الأمارات المصححه، فقال: فهذه الزيادة فی اكثر النسخ صحيحة.

قال النيموی: الانصاف أن هذه الزيادة وان كانت صحيحة لوجودها فی اكثر النسخ من "المصنف" لكنها مخالفة لروايات الثقات، فكانت غير محفوظة كبزيادة علی الصدر فی رواية ابن خزيمة، ومع ذلک فيه اضطراب كما مر، فالحديث وان كان صحيحا من جهة السند ضعيف من جهة المتن. والله اعلم.

وايضاً أخرج ابن ابی شيبة فی هذا الباب: حدثنا وكيع، عن ربيع عن أبی معشر، عن ابراهيم قال: يضع يمينه علی شماله فی الصلاة تحت السرة.

وأيضاً أخرج ابن ابی شيبة: حدثنا يزيد بن هارون قال: اخرنا الحجاج بن

بـه يـقـول غير واحد من اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللّٰه عليه وسلم والتابـعين وهو قول سفيان واهل كوفه (۴۱). اس حدیث کو ترمذی خود تصحیح کرتا ہے اور کوئی ضعف اس میں نہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رفع یدین رکوع وغیرہ میں سوائے تحریمہ کے نہ کرنا بروایت عبداللہ بن مسعود و براء بن عازب کے ثابت ہوگیا اور فقط یہ دو۲ صحابی ہی یہ نہیں فرماتے بلکہ بہت سے صحابی کی یہی روایت ورائے ہے کہ تحریمہ رفع یدین نہ ہونی چاہئے اور یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت جیسے نماز پڑھنے کے یہ معنی تھے کہ جس طرح حضرت نے نماز پڑھی اور جو جو فعل آپ نے نماز میں ادا فرمائے وہ سارے کر کر دکھلا دیں پھر اب عدم رفع یدین میں سوائے تحریمہ کے کون سا خفاء رہا اور کوفہ میں بعد وفات

الحسان قال: سمعت أبا مجلز أو سألته قال: قلت: كيف أضع؟ قال: يضع باطن كف يمينه على ظاهر كف شماله، ويجعلها أسفل من السرة، وذكر ابوداؤد تعليقاً.

وأيضاً اخرج ابن ابی شيبة: حدثنا ابو معاويه عن عبد الرحمٰن بن اسحاق عن زياد بن زيد السوائی عن أبی جحيفة عن علی قال: من سنة الصلاة وضع الأيدی على الأيدی تحت السرر.

وأيضاً سيأتی ما أخرجه ابوداؤد عن أبی وائل: قال ابوهريرة: أخذ الكف على الكف فی الصلاة تحت السرة، وفيه عبد الرحمٰن بن اسحاق المذكور.

وقال الشيخ النيموی: منها ماأخرجه ابن حزم "المحلی" تعليقا عن عائشة أنها قالت: ثلاث من النبوة: تعجيل الافطار وتأخير السحور، ووضع اليد اليمنى على اليسرى فی الصلاة، وعن أنس مثل هذه ايضاً الا أنه قال: من اخلاق النبوة، وزاد: تحت السرة انتهٰى كلامه. (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب وضع اليمنى على اليسرى فی الصلاة، ج:۴،ص:۱۰۲. ۱۰۵، ط، دارالبشائر الاسلامية،بيروت لبنان)

(۴۱):(اخرجه الترمذی فی جامعه فی كتاب الصلوة، باب رفع اليدين عند الركوع، ج: ۱،ص: ۱۳۸، ۱۳۹، رقم: ۲۵۷،ط، الطاف اينڈ سنز كراتشی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ سو اصحاب تشریف رکھتے تھے اس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جو اہل کوفہ کا مذہب عدم رفع دین کا تھا اکثر ان اصحاب مقیمین کوفہ کا یہ قول تھا کیونکہ اہل کوفہ نے ان ہی اصحاب سے دین لیا تھا (۴۲) بعد اس واضح روایت کے انکار کرنا محض نفسانیت ہے لہٰذا مسلمانوں کو ایسی تلبیسات پر التفات نہیں کرنا چاہیے۔

نماز میں آمین خفیہ کہنے میں امام صاحب کے دلائل

(۹): آمین کو خفیہ کہنا حضرت ﷺ کا حدیث سے ثابت ہے کہ مستدرک میں حاکم نے باسناد صحیح روایت کیا ہے **وائل بن حجر انه صلی مع النبی ﷺ فلما بلغ غیر**

(۴۲): قال العلامة محمد یوسف الکاندهلوی رحمه اللّٰه: (وخالفهم فی ذلک آخرون فقالوا لا نری الرفع الا فی التکبیر الاولیٰ) وممن ذهب الی ذلک عمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب وابن عمر وابن مسعود کما سیأتی الروایات عنهم عند المصنف وعند غیره وابوبکر الصدیق عند البیهقی بسند جید وذکر فی البدائع عن العشرة المبشرة وقال الترمذی وبه یقول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم والتابعین وهو قول سفیان واهل الکوفة، انتهیٰ. وهذا بظاهره یستوعب جمیع اهل الکوفة ویؤیده ما نقل فی التعلیق الممجد عن الاستذکار لابن عبد البر قال ابو عبد اللّٰه محمد بن نصر المروزی لانعلم مصرا من الامصار ترکوا باجماعهم رفع الیدین عند الخفض والرفع فی الصلوة الا اهل الکوفة فکلهم لایرفع الا فی الاحرام. انتهیٰ. فهذه العبارة صریحة فی استیعاب جمیع اهل الکوفة فی ترک رفع الیدین فی غیر افتتاح الصلوة وتدل ایضاً علی ان غیر اهل الکوفة تارکون ایضاً ولکن لیس من حیث المجموع وقد ذکر العجلی کما فی مقدمة نصب الرأیة انه توطن الکوفة وحدها من الصحابة نحو الف وخمسمائة صحابی بینهم نحو سبعین بدریاً وأخرج ابن سعد عن ابراهیم قال هبط الکوفة

المغضوب علیھم و لا الضالین قال اٰمین و خفض بھا صوتہ (۴۳). اس حدیث سے حضرت علیہ صلی اللہ وسلم کا خفیہ آمین کہنا ثابت ہوگیا بعد اس کے انکار کرنا محض تعصب ہے اس باب میں اور بھی روایات ہیں (۴۴) پس کسی کو اشتباہ نہ ہونا چاہیے۔

(۱۰) صحیح مسلم میں حدیث مروی ہے کہ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر کبروا و اذا قرأ فانصتوا (۴۵) اور خود حق تعالیٰ ہی قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ و اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ و انصتوا (۴۶). چونکہ خود قرآن شریف وحدیث صحیح سے

ثلاثمائة من اصحاب الشجرة وسبعون من اهل بدر وقد كان فى الكوفة خلق كثير من اصحاب الخلفاء الاربعة وغيرهم من اصفياء الصحابة كما ذكر هم ابن سعد فى طبقاته طبقة طبقة...الخ. (امانى الاحبار فى شرح معانى الآثار، كتاب الصلوة، باب التكبير للركوع و التكبير للسجود والرفع من الركوع هل مع ذلك رفع ام لا، ج: ۳، ص: ۱۹۲، ط، ادارة تاليفات اشرفيه ،ملتان)

(۴۳): (اخرجه الحاكم فى المستدرك فى كتاب التفسير، ج: ۲، ص: ۲۵۳، ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان، وقال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه، وأقره الذهبى فى التلخيص)

(۴۴): دیکھئے اعلاء السنن: كتاب الصلوة، باب ماجاء فى سنية التأمين و الاخفاء بها، ج: ۲، ص: ۲۴۷تا ۲۵۱، ط، ادارة القرآن و العلوم الاسلامية كراچى.

(۴۵): (اخرجه مسلم فى صحيحه فى كتاب الصلوة، باب، ائتمام المأموم بالامام، ص: ۱۷۴، رقم: ۹۲۱، ط، دارالسلام رياض/ وابو داؤدفى سننه فى كتاب الصلوة، باب الامام يصلى من قعود، ص: ۹۹، رقم: ۶۰۴، ط، دار السلام،رياض/ والنسائى فى سننه فى كتاب الافتتاح فى الصلوة، باب تأويل قوله عزوجل[واذا قرىء القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون]. الجزء الأول،ص: ۴۸۰، رقم: ۹۲۱، ط،دارالمعرفة،بيروت لبنان)

(۴۶):(الاعراف: ۲۰۴)

انصات مقتدی کا ثابت ہوگیا تو پھر چون و چرا کرنا دھوکا دینا ہے واللہ الہادی۔

نماز کے اوقات کے لیے امام صاحبؒ کی دلیل

(۱۱) بخاری نے روایت کیا ہے عن ابی ذر قال کنا مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی سفر فاراد المؤذن ان یؤذن فقال لہ ابرد ثم اذا اراد ان یؤذن فقال لہ ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابرد حتی یساوی الظل التلول (۴۷). سنو کہ ٹیلوں کا سایہ جب مساوی ٹیلوں کی ہوتا ہے کہ سایہ ایک مثل سے بہت زیادہ ہوجاوے جس کا دل چاہے مشاہدہ کرلیوے تو اگر بعد ایک مثل کے وقت باقی تھا تو آپ نے اس وقت میں نماز پڑھی بعد اس روایت صحیح کے طعن کرنا جہالت ہے واللہ اعلم۔

---

(۴۷): (اخرجہ البخاری فی کتاب الأذان، باب الأذان للمسافر اذا کانوا جماعۃ و الاقامۃ، و کذلک بعرفۃ وجمع وقول المؤذن الصلوٰۃ فی الرجال فی اللیلۃ الباردۃ او المطیرۃ، ج: ۱، ص: ۱۵۵ ، ط، مکتبہ رحمانیہ لاھور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب التفسیر والحدیث

ایمان میں کمی وزیادتی کا مطلب

﴿سوال﴾:

زید کہتا ہے جو شخص کہے کہ ایمان کم زیادہ ہوتا ہے وہ کافر ہے اور یہ بات بھی علماء پر ظاہر ہے کہ اکابر صحابہ میں سے مثل حضرت علی وابن مسعود ومعاذ بن جبل وابو درداء وابن عباس وعبداللہ بن عمر وعمار وابو ہریرہ وحذیفہ وحضرت عائشہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کمی زیادتی ایمان کے قائل تھے از قسطلانی شرح بخاری وغیرہ اور ایسے ہی تابعین عظام اور اتباع ان کے اور جملہ محدثین اور فقہاء خاص کر تینوں امام مالک وشافعی واحمد بن حنبل جن کے مذہب حق سمجھے جاتے ہیں اور سفیان ثوری اور اوزاعی واسحٰق بن راہویہ خصوصاً حضرت امام نخعی استاد امام صاحب یہاں تک کہ سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین یہ سب اہلسنت اکابران دین کمی زیادتی ایمان کے قائل تھے اور اہل حق میں شمار کیونکہ ان سب کا استدلال قرآن وحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا پس ظاہر ہے کہ زید کے قول بالا عام میں یہ سب اہلسنت اکابران دین شامل ہوتے ہیں بلکہ معاذ اللہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نیز بے ادبی ہے ہاں اختلاف ائمہ کا دوسری بات ہے مگر اختلاف کی وجہ سے ایک نے دوسرے کو کافر نہیں فرمایا اور احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جو کوئی کسی کو کافر یا ملعون کہتا ہے اگر وہ قابل کفر یا لعنت ہوتا ہے تو اس پر پڑتی ہے والاّ وہ کفر ولعنت کہنے والے کی طرف عاید ہوتی ہے اور اگر زید کو سمجھایا جاتا ہے کہ اس قول سے توبہ کرو ہرگز نہیں مانتا بلکہ اپنے قول پر زیادہ مصر ہوتا ہے اور ہٹ کرتا ہے مطلقاً باز نہیں آتا پس صورت مذکورہ بالا کا کیا حکم ہے یعنی اکابران دین بفضلہٖ تعالیٰ کسی طرح کفر کے مصداق نہیں ہیں اب زید باوجود اس تکفیر عام کے اور اصرار کبیرہ کے قابل کفر ہے یا نہیں اور جب تک تائب نہ ہوئے اس کے پیچھے نماز جائز

ہے یا نہیں اور امام صاحب سے لے کر سلف وخلف حنفیہ معتبرین میں سے کسی نے زید کا سا فتویٰ ایمان کے کم وزیادہ کہنے والوں کے حق میں دیا ہے یا نہیں؟ حنفی مذہب کی معتبر کتابوں سے اس کا جواب تحریر فرما کر مہر ثبت فرمادیں۔

﴿جواب﴾:

از عدالت شرح شریف صدر ریاست ٹونک راجپوتانہ اختلاف سلف صالح کا اس مسئلہ میں ایمان کم وبیش ہوتا ہے یا نہیں اہل علم میں مشہور اور کتب شرعیہ میں مذکور ہے اور اختلاف ائمہ امت میں یہی حکم ہے کہ جو قول وفعل ایک کے نزدیک راجح ہے آپ اس کا پابند رہے مگر دوسرا شخص جو اس کے خلاف پر ہے اس کی تضلیل نہ کرے چہ جائیکہ اس کی تکفیر کرے پس زید جو قائلان کمی بیشی ایمان کو بسبب اس قول کے کافر کہتا ہے وہ خود بسبب اس تکفیر کے دائرہ اسلام سے خارج ہے زید پر لازم ہے کہ جس طرح اس نے علی الاعلان قائلان کمی بیشی ایمان کی بسبب اس قول کے تکفیر کی ہے اسی طرح علی الاعلان اس تکفیر سے توبہ کرے اور نادم ہو ورنہ اہل اسلام نہ اس کا وعظ سنیں نہ اس کے پیچھے نماز پڑھیں بلکہ اس کے اختلاط سے بالکل کنارہ کریں۔ فقط ۳۰ محرم ۱۳۱۷ھ مواہیر عدالت شرع شریف صدر ریاست ٹونک۔

دوست محمد، عبدالحمید، محمد عظیم، محمد امام الدین

﴿جواب﴾:

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایمان باعتبار کیفیت کے اور مراتب کمال کے کم وزیادہ ہوتا ہے اور باعتبار کمیت کے کم وزیادہ نہیں ہوتا پس نزاع ما بین الفریقین صرف لفظی ہے(۱) جو نافی کم وزیادت ہیں وہ کمیت کو کہتے ہیں اور جو مثبت کم وزیادت ہیں وہ کیفیت

(۱): قال العلامة الشیخ شبیر احمد العثمانی رحمه الله تعالٰی: ظاهر الکتاب والسنة وهو المذهب الأشاعرة والمعتزلة والمحکی عن الشافعی و کثیر من العلماء: أن الایمان یزید وینقص، و عند أبی حنیفة و أصحابه و کثیر من العلماء، وهو

کے اعتبار سے اثبات زیادت ونقصان کرتے ہیں اور جب اصل منشاء اختلاف میں باعتبار مآل ومقصود اتحاد ہے تو فریقین کا قول حق ہوا اور نسبت خطا وضلال کسی ایک کی طرف بھی نہیں ہوسکتی اس لئے ان میں سے کسی ایک کو کافر یا مشرک کہنے والا خود خاطی اور سخت جری ہے مگر چونکہ اس کی تکفیر بناء بر تاویل ہے ہوائے نفس نہیں اس لئے اس کو بھی کہنا مناسب نہیں البتہ اس قدر ہے کہ فقہاء اور محدثین کی جماعت کو کافر کہنے سے وہ سخت درجہ کا فاسق اور گنہگار ہے(۲)۔ واللہ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (رشید احمد ۱۳۰۱)

اختيار امام الحرمين: أنه لايزيد و لاينقص، لأنه اسم للتصديق البالغ حد الجزم والاذعان، ولايتصور فيه الزيادة والنقصان، و المصدق اذا ضم الطاعات اليه، أو أرتكب المعاصي، فتصديقه بحاله، لم يتغير أصلاً، وانما يتفاوت اذا كان اسماً للطاعات المتفاوتة، قلة و كثرة، ولهذا قال الامام الرازي وغيره: ان هذا الخلاف فرع تفسير الايمان، فان قلنا: هو التصديق فلايتفاوت، وان قلنا هو الاعمال، فمتفاوت، ثم قال في وجه التوفيق بين القولين: ان ما يدل على أن الايمان لايتفاوت مصروف الى أصله، وما يدل على أنه يتفاوت مصروف الى الكامل منه. (موسوعة فتح الملهم بشرح صحيح الامام مسلم، كتاب الايمان، ج: ۱، ص: ۴۲۰، ۴۲۱، ط، دار الضياء، كويت)

(۲):اخرج عن عبدالله بن دينار أنه سمع ابن عمر يقول: قال رسول الله ﷺ ايما امرى قال لاخيه يا كافر! فقد باء بها أحدهما، ان كان كما قال، والا رجعت عليه.وفي البحر المحيط الثجاج تحت هذا الحديث: (والا رجعت عليه) هي ''ان'' الشرطيه ادغمت في''لا'' النافية، أي وان لم يكن المقول له كافراً بالفعل، بل كان بريئاً منه، فقد رجعت الكلمة على القائل، بمعنى أن وبالها، واثمها راجع عليه، فيستحق العقوبة بها، والله تعالىٰ اعلم بالصواب، واليه المرجع والمآب، وهو حسبنا ونعم الوكيل.(البحر المحيط الثجاج شرح صحيح الامام مسلم بن الحجاج، كتاب الايمان، باب بيان حال ايمان من لاخيه المسلم:يا كافر، ج: ۲، ص:

الجواب صحیح: عزیز الرحمٰن عفی عنہ دیوبندی (وتوکل علی العزیز الرحمٰن) مفتی مدرسہ عالیہ دیوبند۔
الجواب صحیح: بندہ محمود عفی عنہ (الٰہی عاقبت محمود گردان) مدرس عالیہ دیوبند۔

ایمان زیادہ ہوجاتا ہے یا ناقص ہوجاتا امام شافعیؒ کا مذہب ہے اور اصل جوہر ایمان کو برقرار تصور کرنا حضرت امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو سرے سے خلاف نہیں کیونکہ اگر ایمان نام تصدیق کا ہے تو وہ کیفیت اذہانی ہے قبول زیادت ونقصان نہیں کرتا اور اگر طاعات کا نام ہے تو قبول کرے گی۔ **قال الامام هذا بحث لفظي لان المراد بالايمان ان كان هو التصديق فلايقبلهما وان كان الطاعات فيقبلهما.** عینی شرح بخاری قول بکفر ناجائز ہے اور قائل کو تعزیر دینا چاہیے۔
عبدالجمیل عفی عنہ (عبدالجمیل) مدرس اول مدرسہ فتحپوری دہلی۔
الجواب صحیح: محمد منفعت علی عفی عنہ (محمد منفعت علی) مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی۔ زید کا یہ مقولہ سخت فسق اور قریب بکفر ہے اگر یہ مقولہ زید باوصف علم۔

اس امر کے ہے جملہ صحابہ اور ائمہ اہل ملت والدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس عقیدہ پر ہیں تو قطعی کفر ہے اور ایسے مقولہ سے کافر ہوجاتا ہے اور دائرہ اسلام سے خارج اور باوجود عدم علم مذاہب سلف ائمہ امت کے یا علم اس حدیث موضوع منقولہ فوائدالمجموعہ فی احادیث الموضوعہ مؤلفہ امام ربانی قاضی محمد بن علی الشوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث من قال

۳۹۸، ط، دار ابن الجوزی، المملكة العربية السعوديه)

قال العلامة فريد الدين عالم بن العلاء الهندی رحمه اللّٰه تعالیٰ: ومن أبغض، وفي الذخيرة: ومن شتم عالما أو فقيها من غير سبب خيف عليه الكفر.....و في مصباح الدين: ولو قال لفقيه معين لايكفر. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، الفصل السادس عشر في العلم والعلماء والأبرار والصالحين وطلب أحد الخصمين صاحبه الذهاب الى الشرع والى باب القاضي، ج:۷، ص: ۳۳۵، ط، مكتبة زكريا بديوبند، الهند)

الایمان یزید وینقص فقد خرج من امر اللّٰہ ومن قال انا مومن انشاء اللّٰہ فلیس لہ فی الاسلام نصیب رواہ محمد بن تمیم وھو واضعہ (۳). کفر نہ ہوگا اگرچہ فسق سے خالی بھی نہیں بالخصوص واعظ خلق اللہ ہو کر فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر بندہ ابوسعید عفا اللہ تعالیٰ عنہ۔ (ابوسعید احمد ۱۳۱۷)

قرآن کو غنا سے پڑھنا

﴿سوال﴾:

احادیث میں جو تغنی بالقرآن کو محمود مستحسن فرمایا گیا ہے بالخصوص اس حدیث میں **لیس منا من لم یتغن بالقرآن** (۴). اس میں گویا واجب اوراس کے ترک کو حرام کردیا گیا ہے لہٰذا مراد تغنی بالقرآن سے حسن صوت بے تکلف بلا زیادتی کمی الفاظ ہے یا بہ موسیقی ومطربان کیونکہ اقوال فقہاء مختلف ہیں بعض ممنوع مطلق کہتے ہیں بعض مطلق اجازت دیتے ہیں اگرچہ بقوانین موسیقی ہو بعض بے تکلف طبع وسماحت جواز و بہ موسیقی ومطربان عدم جواز کے قائل ہیں لہٰذا مطلب حدیث موید بقول ثالث ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اس حدیث میں مراد حسن صوت سے اور خوش الحانی سے پڑھنا ہے اور ایسی طرح تغنی کرنا حروف میں زیادتی وکمی نہ ہو۔ جائز بلکہ مستحسن ہے اور ایسی طرح پر پڑھنا کہ حروف میں

---

(۳): (الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة، کتاب الایمان، ص: ۴۵۳)

(۴): (اخرجه البخاری فی صحیحه فی کتاب التوحید، باب قول اللّٰه تعالیٰ: واسروا قولكم او اجهروا به انه علیم بذات الصدور، الا یعلم من خلق وهو اللطیف الخبیر، یتخافتون یتسارون. ج: ۲، ص: ۱۱۲۸، ط، مکتبه رحمانیه، لاهور)

کمی زیادتی پیدا ہوجاوے جائز نہیں (۵)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

غرائب قرآن کا مطلب

سوال:

لفظ غریب سے ان عبارات میں جو ذیل میں درج ہیں سوائے اس اصطلاح کے جو اہل حدیث کی ہے کوئی اور معنی مراد ہیں یا کیا۔اتقان میں ہے اعربوا القرآن والتمسوا غرائبہ.اعربوا القران واتبعوا غرائبہ. عجالہ نافعہ میں ہے وبرائے شرح غریب وتوجیہات عبارات آن کتاب مجمع البحار شیخ محمد طاہر فتنی است از جمیع مواد۔فوز الکبیر میں ہے۔واز انجملہ شرح غریب است و بنائے آن بر تتبع لغت عرب ست یا تفطن بہ سیاق وسباق آیت و دانستن مناسبت لفظ باجزاء جملہ کہ دران واقع شدہ است وبعد چند سطور کے اسی کتاب میں ہے ولہذا اقوال صحابہ وتابعین درین باب مختلف شد و ہر یکے رائے سلوک کرو تفسیر مصنف را دوبار شرح غریب می باید سنجید یکے در استعمالات عرب کہ کدام وجہ اقویٰ وارجح است و دیگر در مناسبت سابق ولاحق کہ کدام وجہ اولی واقع است بعد احکام مقدمات وتتبع موارد استعمال وتفحص آثار اور اسی کتاب میں ہے۔فصل غریب قرآن کہ در احادیث انر بمزید اہتمام در بیان فصل تخصیص کردہ شد انواع است۔مسوی میں ہے وابین

(۵): قال العلامة محمدبن اسماعيل الامير الصنعاني رحمه الله تعالىٰ:(ليس منامن لم يتغن بالقرآن) يحسن صوته به لأن تحسين الصوت ممايزيد القرآن حسنا عند السامع ويدعوه الى الاقبال على سماعه ولكن شرطه أن لايغير اللفظ ولايخل بالنظم ولايخفى حرفاً ولايزيد حرفاً والاحرم اجماعاً... الخ.(التنوير شرح الجامع الصغير،ج: ۹، ص:۲۸۵،ط، مكتبة دار السلام، رياض)

(وكذا في فيض القدير شرح الجامع الصغير،ج:۵، ص:۳۸۸،۳۸۹،ط، دار المعرفة، بيروت لبنان)

مـامسـت اليـه الحاجة فی معانيه اللغوية من شرح غريب وضبط مشكل او معانيه الفقهية من بيان علة الحكم و اقسامه.
مصفی میں ہے پس منصب محدث روایت حدیث ست وتمیز تحریف از غیرآن وشرح غریب ودلالت عبارت کہ باعتبار لغت بودہ باشد۔ نیز اتقان میں ہے۔ قـال ابو بكر بن الانباری قد جاء من الصحابة و التابعين كثير الاحتجاج على غريب القرآن ومشـكـلـه بالشعر الى ان قال وليس الامر كما زعموه من انا جعلنا الشعر اصلا للقرآن بل اردنا تبين الحرف الغريب من القرآن بالشعر. اوراسی کتاب میں دوسری جگہ ہے۔وقال ابن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنه الشعر ديوان العرب انتهـی فاذا اخفی علينا حرف القرآن الذی انزل اللّٰه بلغة العرب رجعنا الى ديـوانهـا فالتمسنا معرفة ذٰلک منه ثم اخرج من طريق عكرمة عن ابن قال اذا سـالـتـمـونـی عـن غـريب القرآن فالتمسوه فی الشعر فان الشعر ديوان الـعــرب. پس ان احادیث صدراورعبارات مشکلہ مراد ہیں یا کیااورنیز حدیث شریف واتبـعوا غرائبه یاالتـمسوا غرائبه میں غریب سے کیامراد ہے جواب مشرح لکھوادیجئے کہ باعث تسکین ہو۔

﴿جواب﴾:

ان سب میں مرادغریب سے وہ لفظ ہے کہ جس کے معنی ظاہر نہ ہوں مگر لفظ اتبـعـوا غـرائبــه میں غرائب کا لفظ عام ہے نکات ومعانی غیرمعروف اورالفاظ غیرمعلومہ سب کو متناول ہے(٦)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۞۞۞

(٦):عن أبی هريرة رضی الله عنه، قال: قال رسول اللّٰهﷺ: أعربوا القرآن، واتبـعوا غرائبه، وغرائبه فرائضه وحدوده. وفی التعليق الصبيح تحت هٰذا الحديث: فـقـولـه:(وغـرائبـه وفـرائـضـه وحـدوده) والمراد بالفرائض المأمورات وبالحدود

سورۂ اخلاص وسورۂ یٰسین کے ثواب کا مطلب

﴿سوال﴾:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ تین بار سورہ اخلاص پڑھنے سے ایک قرآن شریف کا ثواب ملتا ہے اور یٰسین شریف ایک بار پڑھنے کا ثواب دس ۱۰ قرآن شریف کا ثواب ملتا ہے یہ ثواب مطابق ان لوگوں کے ملتا ہے جو کہ سورہ بقرہ سے سورہ والناس تک پڑھتے ہیں یا حدیث شریف کا کچھ اور مطلب ہے اور اس ثواب سے کس قدر ثواب مراد ہے۔

﴿جواب﴾:

جو تمام قرآن پڑھے گا اس کا ثواب بے نہایت ہے مگر ثواب ایک اصل ثواب ہے ایک انعام ہے معنی یہ ہیں کہ قل ھو اللہ تین بار کا انعام اصل ثواب تمام قرآن کے برابر ہے (۷)۔

❖❖❖

المنهيات أو الفرائض الميراثية والأحكام الشرعية، أو مطلق الفرائض القرآنية ومايطلع عليه من الحدود أعنى الدقائق والرموز العرفانية، وحاصل المعنى بينوا مادلت عليه آياته من غرائب الاحكام وبدائع الحكم وخوارق المعجزات ومحاسن الآداب والأخلاق وأماكن المواعظ. الخ. (التعليق الصبيح علىٰ مشكاة المصابيح، كتاب فضائل القرآن، الفصل الثالث، ج:۳، ص: ۲۳)

(۷): اخرج مسلم عن أبى الدرداء عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: أيعجز أحدكم أن يقرأ فى ليلة ثلث القرآن؟ قالوا: وكيف يقرأ ثلث القرآن؟ قال: قل هو اللّٰه احد. تعدل ثلث القرآن. وفى البحر المحيط الثجاج تحت هذا الحديث: ظاهر حديث الباب يدل على أنه يحصل لمن قرأ (قل هو الله احد) من الثواب مثل ثواب من قرأ ثلث القرآن، وأصرح منه حديث أبي أيوب عند أحمد والترمذى بلفظ: من قرأ (قل هو الله احد)، فقد قرأ ثلث القرآن، وحديث أبى بن كعب رضى

سورۂ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کا سبب

سوال:

شروع سورۂ توبہ میں بسم اللہ شریف نہ ہونے کا کیا سبب ہے یا سورۂ توبہ اور سورۂ انفال ایک سورۃ ہیں تو اس صورت میں فاصلہ کیوں ہے اور نام ان کے علیحدہ علیحدہ کیوں مقرر ہوئے اور اگر دو ہیں تو بسم اللہ شریف اس پر کیوں نہیں لکھی گئی اس واسطے کہ شروع ہر سورۃ پر بسم اللہ شریف ضرور ہوتی ہے اور اگر کوئی بسم اللہ شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں اور جواز مع الکراہت ہے یا بدون کراہت اور بعض شخص جو بوقت شروع سورۂ توبہ کے یہ دعا پڑھتے ہیں یہ ثابت بالسنّت ہے یا نہیں اور وہ یہ ہے۔ اعوذ باللّٰہ من النار و من شر الکفار و من غضب الجبار و العزة للّٰہ و لرسولہ و للمومنین.

جواب:

حدیث ابوداؤد میں ہے (۸) کہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ انفال اول نازل ہوئی

اللّٰہ عنہ عند أبی عبید: من قرأ (قل ھو اللّٰہ احد)، فکأنما قرأ ثلث القرآ ن، فکل منھما صریح فی أن قراء ۃ (قل وھو اللّٰہ أحد) تعدل ثلث القرآن. (البحر المحیط الثجاج شرح صحیح الامام مسلم بن الحجاج، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب فضل قراء ۃ قل ھو اللّٰہ احد، ج: ۱۶، ص: ۴۰۱، ۴۰۲، ط، دار ابن الجوزی المملکۃ العربیۃ السعودیہ)

(۸): عن یزید الفارسی قال: سمعت ابن عباس قال: قلت لعثمان بن عفان: ما حملکم ان عمدتم الی (براء ۃ) وھی من المئین، والی (الانفال) وھی من المثانی، فجعلتموھما فی السبع الطول ولم تکتبوا بینھما سطر بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم؟ قال عثمان: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مما تنزل علیہ الآیات فیدعو بعض من کان یکتب لہ ویقول لہ: ضع ھذہ الآیۃ فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا و کذا، وتنزل علیہ الآیۃ والآیتان فیقول مثل ذلک وکانت (الانفال) من اول ما نزل علیہ بالمدینۃ و کانت

تھی اور توبہ اخیر میں اور آپ علیہ الصلوۃ نے یہ نہ فرمایا کہ دوسورتیں ہیں یا ایک اور قصہ دونوں کا شبیہ تھا۔لہذا بسم اللہ توبہ پر نہ لکھی کہ شاید انفال کا جزو ہو اور جمع بھی نہ کیا کہ شاید دوسورتیں ہوں لہذا فصل بلاتسمیہ کے کردیا ہے اور بسم اللہ اگر کوئی اس پر پڑھے بلاکراہت درست ہے اور جو معمول بعض کا ہے کہ بجائے تسمیہ کے اعوذ مذکور سوال پڑھتے ہیں اس کی کوئی اصل معتد بہا نہیں اور دوسری روایت جو حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں وہ چنداں معتبر نہیں وجہ تسمیہ نہ لکھنے کی جو حضرت عثمانؓ سے نقل ہوئی معتبر ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مجدد کا مطلب

﴿سوال﴾:

اس حدیث ان اللّٰہ یبعث لھٰذہ الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لھا امر دینھا. رواہ ابوداؤد (۹). میں مراد شروع صدی ہے یا آخر اور علامات مجدد کی کیا ہوتی ہیں جس سے وہ پہچانا جاوے اور تمام دنیا میں ایک ہی مجدد ہوتا ہے یا جگہ جگہ جہاں ضرورت تجدید کی ہو اور اس کے نام میں احمد یا محمد ہونا بھی ضرور ہے یا نہیں اور اس ۱۳۰۰ھ

(برآءة) من آخر ما نزل من القرآن، وكانت قصتها شبهة بقصتها، فظننت أنها منها. فمن هناك وضعتهما في السبع الطول ولم أكتب بينهما سطر بسم اللّٰه الرحمن الرحيم. (اخرجه ابوداؤد فی سننه فی كتاب الصلوة، باب من جهر بها، ص: ۱۲۲، ۱۲۳، رقم: ۷۸۶، ط، مكتبة السلام، رياض، والترمذی فی جامعه فی ابواب تفسير القرآن، باب ومن سورة التوبة، ج: ۲، ص: ۳۷۷ رقم: ۳۰۸۶، ط، الطاف اینڈ سنز، کراتشی، واحمد فی مسنده، ص: ۷۳، رقم: ۳۹۹، ط، مكتبة بيت الافكار الدولية، رياض)

(۹): (اخرجه ابوداؤد فی سننه فی كتاب الملاحم ،باب مايذكر فی قرن المائة، ص: ۶۰۲، رقم: ۴۲۹۱، ط، مكتبة دارالسلام، رياض)

ہجری تک کوکون کون مجدد اور کہاں کہاں ہوئے اور صدی حال کا کون مجدد اور کہاں ہے مفصل ارقام فرمادیں۔

﴿جواب﴾:

رأس سر کو کہتے ہیں لہٰذا مجدد شروع صدی میں ہووے گا مگر جو شروع صدی ہے وہ آخر پہلی صدی کا بھی ہے باین اعتبار اس کو کوئی آخر کہہ دیوے تو ہوسکتا ہے ورنہ جس صدی میں ہووے گا اس کی ابتداء میں ہووے گا تا کہ آخر تک تجدید کا اثر رہے اور علامت اس کی یہی ہے کہ اس کی تقریر تحریر سے اور سعی اور کوشش سے بدعات رفع ہوویں سنت کا شیوع اور مردہ سنن کا احیاء ہووے اور احمد یا محمد ہونا اس کے نام میں ضرور نہیں۔ نہ کسی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے اور ان کا علی التعین جاننا محقق نہیں ہوا اپنے ظن و تخمین سے بعض علماء نے جس کو عالم محقق دیکھا مجدد اس کو ٹھہرالیا۔ چنانچہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمامی صدی اول پر عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو اکثر لوگوں نے لکھا ہے دوسری کی تمامی پر کسی نے شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو کہا (۱۰) کسی نے دوسرے کو کہا علیٰ ہذا مگر کوئی محقق قول نہیں اور جلال الدین سیوطی نے کچھ اس میں لکھا ہے (۱۱) بندہ کے نزدیک وہ قول اسلم ہے جس نے یہ کہا کہ مجدد

---

(۱۰): قال العلامة محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی رحمه اللّٰه تعالیٰ: وقال أبو بکر البزار: سمعت عبدالملک بن عبدالحمید بن میمون یقول: کنت عند أحمد بن حنبل فجری ذکر الشافعی فرأیت أحمد یرفعه ویقول: یروی عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم أنه قال: ان اللّٰه یبعث لهٰذه الأمة علی رأس کل مائة سنة من یقرر لها دینها کان عمر بن عبدالعزیز علی رأس المائة الأولی و أرجو أن یکون الشافعی علی رأس المائة الأخری. (التنویر شرح الجامع الصغیر، ج:۳، ص: ۳۶۹، ط، مکتبة دار السلام، ریاض)

(۱۱): دیکھئے: فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ج: ۲، ص: ۲۸۲، ط، دار المعرفة بیروت لبنان.

صدی کا ایک عالم ہونا ضروری نہیں ہر وقت میں دو چار دس، بیس، پچاس، سو کا مجموعہ ہو یا ایک ہو لہٰذا بعد ہر صد سال کے جماعت متفرقہ عالم میں ہوتی ہے اور سب کی سعی اصلاح دین میں ہوتی ہے ان کو بقدر اپنے علم و رتبہ کے حصہ تجدید کا ملتا ہے (۱۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔ مگر کسی کو مقرر معین نہیں کہہ سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ بحقیقۃ الحال۔

❁❁❁

(۱۲): قال العلامة خليل احمد السهانفوری رحمه اللّٰه تعالٰی: (قال: ان اللّٰه يبعث لهٰذه الامة على رأس كل مئة سنة) أى انتهائه أو ابتدائه اذا قل العلم و السنة، وكثر الجهل و البدعة (من يجدد لها) أى لهذه الأمة (دينها) أى بيّن السنة من البدعة، ويكثر العلم، ويعز أهله ويقمع البدعة، ويكسر أهلها.... والاظهر عندى (و اللّٰه اعلم) أن المراد بمن يجدد ليس شخصاً واحداً، بل المراد به جماعة، يجدد كل واحد فى بلد فى فن أو فنون من العلوم الشرعية ماتيسر له من الامور التقريرية أو التحريرية، ويكون سبباً لبقائه وعدم اندراسه وانقضائه الى أن يأتى أمر اللّٰه، ولاشك أن هذا التجديد أمر اضافى، لأن العلم كل سنة فى التنزل، كما أن الجهل كل عام فى الترقى، وانما يحصل ترقى علماء زماننا بسبب تنزل العلم فى أوانا، والا فلامناسبة بين المتقدمين والمتأخرين علماً وعملاً، وحلماً وفضلاً، وتحقيقاً تدقيقاً، لما يقتضى البعد عن زمنه عليه والصلاة والسلام، كالبعد عن محل التور يوجب كثرة الظمة، وقلة الظهور، ويدل عليه ما فى البخارى عن أنس مرفوعاً: لايأتى على أمتى زمان الاّ الذى بعده شر منه، فى الكبير للطبرانى عن أبى الدرداء مرفوعاً: مامن عام الا وينتقص الخير فيه، ويزيد الشر، وما فى الطبرانى عن ابن عباس قال: مامن عام الا ويحدث الناس بدعة، ويميتون سنة، حتى تمات السنن وتحى البدع.....وكتب مولانا محمد يحيى المرحوم فى التقرير: قوله: ”من يجدد لها دينها“ أى نوعاً منهم وأشخاصاً، فلا يلزم أن يكون واحداً بالشخص، وان ذهب العلماء فى معنى الحديث الى الذى نفينا، و وجه ما ذهبنا اليه أنه لاينطبق على كثير ممن تشرف بالتجديد أن يكون جدّد كل نوع من أنواع الدين، فكم من محدث

کتے کے ہونے پر فرشتے کا مکان میں داخل نہ ہونا

﴿سوال﴾:

حدیث میں جو وارد ہے کہ جس گھر میں کتا ہوتا ہے اس میں فرشتہ رحمت کا نہیں آتا اس سے کیا مراد ہے۔

﴿جواب﴾:

اس کتے سے وہ مراد ہے جو حفاظت کا نہ ہو فقط (۱۳)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ليس لهم من تجديد الفقه نصيب، وكم من باعث على أعمال حسنة هو في نشر أقسام العلوم غريب، مع أنه لم يسمع أن احداً من هؤلاء عم صيته وفيضه جملة الاقطار، وتشرفت بتجديده بحسب الطاهر جملة القرى والأمصار.

وأما على ماقلنا فالأمر سهل مع أن كلمة (من) ليست نصاً في الشخص الواحد، نعم لاينكر أن يكون لأحد منهم تأثير باطني لم يحس به، ولايبعد أن يكون لكل مملكة وبلدة من معظم الممالک مجدد على رأس مائة، وتكون المئات متفاوتة في الابتداء والحساب، وعلى هذا أيضاً لم يلزم أن يكون مجدد الأمة بأسرها واحداً، انتهٰى. (بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد، كتاب الملاحم، باب ما يذكر في قرن المئة، ج: ۱۲، ص: ۳۳۸.۳۳۵ ،ط،دار البشائر الاسلامية، بيروت،لبنان)

(۱۳):عن ابي طلحة قال ،قال: النبيﷺ : لاتدخل الملائكة بيتاً فيه كلب، ولاتصاوير. متفق عليه.وفي المرقات تحت هذا الحديث:(فيه كلب) أي الا كلب الصيد والماشية والزرع. (مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير،الفصل الأول،ج:۸، ص:۳۲۳،ط،دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وقال العلامة بدر الدين العيني رحمه اللّٰه تعالٰى:(فيه كلب)...وقال

احادیث "اوّل ما خلق اللّٰہ نوری" و"لولاک لما خلقت الافلاک"

﴿سوال﴾:

اوّل ما خلق اللّٰہ نوری اور لولاک لما خلقت الافلاک. یہ دونوں صحیح حدیثیں ہیں یا وضعی۔ زید ان کو وضعی بتلاتا ہے فقط بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾:

یہ حدیثیں کتب صحاح میں موجود نہیں ہیں مگر شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے اوّل ما خلق اللّٰہ نوری کو نقل کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے (۱۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

❁❁❁

الخطابی: يستثنى منه الكلاب التي أذن في اتخاذها نحو كلاب الصيد والماشية والزرع.(عمدة القارى، كتاب اللباس، باب التصاوير، ج: ۲۲، ص: ۱۰۸، رقم: ۵۹۴۹، ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

وقال العلامة محمد تقى العثمانى دامت بركاتهم: قوله: (انالاندخل بيتاً فيه كلب) و سيأتي في حديث أبي طلحة: " لاتدخل الملائكة بيتاً فيه كلب وصورة ". قال الحافظ في الفتح (۱۰: ۳۸۱): المراد بالبيت المكان الذي يستقر فيه الشخص، سواء كان بناء أو خيمة، أم غير ذلك. والظاهر العموم في كل كلب، لأنه نكرة في سياق النفي. وذهب الخطابي وطائفة الى استثناء الكلاب التي أذن في اتخاذها، وهي كلاب الصيد والماشية والزرع.(تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان. الخ، ج: ۴، ص: ۱۳۱، ط، دار احياء التراث العربي، بيروت لبنان)

(۱۴): شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد سرفراز خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ "اوّل ما خلق اللّٰہ نوری" کی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: بلاشبہ حضرت شیخ عبدالحق دہلویؒ نے اول

استغفار کا مطلب

﴿سوال﴾:

شرح شریف میں جابجا اس کی تاکید وترغیب ہے اب سوال یہ ہے کہ مراد استغفار سے کیا ہے یا توبہ مراد ہے اور توبہ اور استغفار ایک ہی چیز ہے یا غیر اور جو لوگ کہ گناہوں سے توبہ نہیں کرتے اور کبائر وصغائر میں مبتلا ہیں۔ وہ اگر استغفار کریں تو کس طور سے کریں اور

مخلوقات میں نور محمدی کی حدیث کے صحیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے لیکن ہمارا اور اہل بدعت کا نزاع اسی بات میں ہے کہ اوّل ما خلق الله نوری کی حدیث۔ حدیث کی کس کتاب میں ہے؟ اس کی سند کیا؟ اور کیسی ہے؟ محض حضرت شیخ عبدالحق صاحب کے صحیح کہنے سے بے ثبوت روایت صحیح تو نہیں ہوجاتی حدیث کی صحت کے لئے ثبوت اور سند درکار ہے اور وہی کوہ کندن اور کاہ برآوردن کا مصداق ہے۔
(اتمام البرهان فی رد توضیح البیان، حصه سوم، ص:۳۷،ط، طفیل پرنٹرز لاهور)

وقال العلامة عبدالحی اللكنوی الهندی رحمه الله تعالیٰ: قال السیوطی فی تعلیق جامع الترمذی المسمی بقوت المغتذی عند شرح حدیث: ان أول ما خلق الله القلم، قال زین العرب فی شرح المصابیح: یعارض هذا الحدیث ما روی أن أول ماخلق الله العقل، وأن أول ماخلق الله نوری، وان أول ماخلق الله الروح، وان أول ماخلق الله العرش.

ویجاب: بأن الأولیة من الأمور الاضافیة، فیؤول أن كل واحد مما ذكر خلق قبل ما هو من جنسه، فالقلم خلق قبل الأجسام، ونوره علیه الصلاة السلام قبل الأنوار، ویحمل حدیث العقل علی أن أول ما خلق الله من الأجسام اللطیفة العقل، ومن الكثیفة العرش، فلاتناقض فی شئ من ذلك. انتهیٰ. أی كلام زین العرب.

قلت: حدیث العقل موضوع، والثلاثة الأخری لم ترد بهذا اللفظ، فاستغنی عن التأویل. انتهیٰ.

قلت: نظیر أول من خلق الله نوری فی عدم ثبوته لفظاً، وورود ه معنیً ما اشتهر علی لسان القصّاص والعوام والخواص من حدیث: لولاك لماخلقت

کس نیت سے کریں اور ان کو فوائد اور فضائل استغفار کیسے حاصل ہوں یا بغیر توبہ کے استغفار صحیح نہیں اور فضائل اور نتائج۔ اس کے بغیر توبہ حاصل نہیں ہوتے اور استغفار فقط بہ ندامت معاصی بغیر توبہ کامل کے کافی ہوگی یا نہیں اور استغفار کفار کی کہ قرآن شریف میں وارد ہے جیسا کہ فرمایا ہے: **ماکان اللّٰہ معذّبھم وھم یستغفرون** ....آیا توبہ کفر سے مراد ہے یا کچھ اور مراد ہے؟ فقط۔

الأفلاک.

قال علی القاری فی تذکرة الموضوعات: حدیث لولاک لما خلقت الأفلاک، قال العسقلانی موضوع، کذا فی الخلاصة، لکن معناه صحیح، فقد روی الدیلمی عن ابن عباس موضوعاً: أتانی جبریل فقال: قال اللّٰه: یامحمد! لولاک ماخلقت الجنة، ولو لاک ما خلقت النار. انتھٰی. (الآثار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة، ص: ۳۲، ۳۳، ط، ادارة القرآن و العلوم الاسلامیة کراتشی)

وقال الفقیه رضاء الحق: قال الامام الحافظ السیوطی رحمه اللّٰه تعالیٰ فی (الحاوی ۱/ ۳۲۵): لیس له اسناد یعتمد علیه. قال ابو الفیض احمد بن محمد بن صدیق الغماری فی (المنیر ص/ ۶.۷): هو حدیث موضوع. الفاظه رکیکة ومعانیة منکرة. (فتاوی دار العلوم زکریا، ج: ۱، ص: ۲۹۹، ط، زمزم پبلشرز)

وقال العلامة الشیخ محمد یونس رحمه اللّٰه تعالیٰ: حدیث ”أول ماخلق اللّٰه نوری“ هذا حدیث مشهور علی ألسنة العوام یذکره القصاص و الوعاظ وقد ذکره علی القاری فی المرقاة ولم یذکر من خرجه.

وذکر القسطلانی فی المواهب حدیث جابر بن عبداللّٰه قال: قلت: یارسول اللّٰه بأبی أنت و أمی أخبرنی عن أول شیء خلقه اللّٰه تعالیٰ قبل الأشیاء قال: یاجابر ان اللّٰه تعالیٰ قد خلق قبل الأشیاء نور نبیک من نوره. فذکر حدیثاً طویلاً وعزاه لعبد الرزاق.

ورکاکة لفظه تدل علی أنه موضوع و ان سلمه القسطلانی و الزرقانی و ذهبا

﴿جواب﴾:

توبہ اور استغفار ایک شئے ہے توبہ کے معنی رجوع کرنا اپنی تقصیر سے اور نادم ہونا اور استغفار کے معنی بخشش چاہنا اپنی تقصیر سے یہ بھی رجوع ہی ہے پس توبہ ہی کہنا مثلاً ندامت فعل کے ساتھ یا استغفر اللہ کہنا یا کوئی کلمہ کہنا جس کے معنی یہ ہوں یا دل میں نادم وشرمندہ ہونا یہ سب توبہ واستغفار وندامت ہے پس جس لفظ سے اور جس عبارت وزبان سے چاہے کہے مگر ندامت اپنے فعل پر اور پھر اس کو نہ کرنا مصمم ہو پس یہ ہی توبہ اور یہ ہی استغفار (١٥)۔

يؤولان ما ورد في الأخبار الأخر في أشياء أخرى أنها أول المخلوقات.

وذكر في العرف الشذي أن حديث أولية النور أرجح من حديث أول ما خلق القلم الذى خرجه الترمذى وغيره وهو غيرمسلم.

وقد كنت أتقاعند عن حكم الوضع حتى وقفت على التعليقات الحافلة للشيخ عبد الفتاح فقد صرح فيها بكون الحديث موضوعاً والعلم عندالله.بنده محمد يونس عفى عنه. (اللآلئ المنثورة،ص: ٣٣٨، ط، اداره افادات اشرفيه ووبگه،هردوئى روڈ لكهنؤ،هند/ فتاوى دار العلوم ديوبند، ج: ١٨، ص: ٢١٢، ٢١٣، ط، مكتبه دار العلوم ديوبند/فتاوى محموديه، ج: ٤، ص: ٨١، ٨٢/فتاوى دار العلوم وقف ديوبند، ج: ٢، ص: ١٠٠، ١٠١، ط، حجة الاسلام اكيڈمى الهند/نجم الفتاوى، ج: ١، ص: ٣١٥تا ٣١٨/موضوع احاديث سے بچئے، ص: ١٩٦، ط، ادارة الصديق ڈابهيل گجرات الهند/غير معتبر روايات كا فنى جائزه، ج: ٢، ص:١٥٣تا ١٦٢، ط، مكتبه عمر فاروق كراچى/موضوع اور منكر روايات، ص: ٢٧٣تا ٢٧٧، ط، مكتبه بيت السلام)

(١٥):قال العلامة ابو عبدالله بن محمد القرطبى رحمه الله تعالىٰ: وقال الكلبى: التوبة النصوح: الدم بالقلب، والاستغفار باللسان، والاقلاع عن الذنب، والاطمينان على أنه لايعود. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبى،ج: ١٢،ص:٩٧،ط، موسسة الرسالة، بيروت لبنان)

==

اور اس کا ہی ثواب ہے اور آیت قرآن میں جو" وھم یستغفرون" (۱۶) وارد ہے اس کی تاویل میں چند اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ کفار قریش طواف کرتے ہوئے غفرانک کہا کرتے تھے (۱۷)۔ پس ان کا مطلب غفران بعض اور امور سے تھا جن کو وہ بُرا جانتے تھے۔ اگر اپنے کفر سے مغفرت چاہتے تو مسلمان ہی ہو جاتے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۞۞۞

== وقال العلامه ابن الملقّن: وقال ابن المباركؒ: حقيقة التوبة لها ست علامات: أولها: الندم علىٰ مامضى.

والثانية: العزم علىٰ ألا يعود.

والثالثة: أن يعمد الىٰ كل فرض ضيعة فيؤديه.

والرابعة: أن يعمد الىٰ مظالم العباد فيؤدى الىٰ كل ذي حق حقه.

والخامسة: أن تعمد الىٰ البدن الذى ربيته بالسحت والحرام فتذيبه بالهموم، والأحزان، حتىٰ يلصق الجلد بالعظم، ثم تنشئى بينهما لحماً طيباً، ان هو نشأ.

والسادسة: أن تذيق البدن ألم الطاعة كما أذقته لذة المعصية. (التوضيح لشرح الجامع الصحيح، كتاب الدعوات، باب التوبة، ج: ۲۹، ص: ۲۰۰، ط، دارالنوادر، سوريا، دمشق، ونور الدين طالب، بيروت، لبنان)

(۱۶): (الانفال: ۳۳)

(۱۷): أخبرج ابن جبرير الطبرى عن احمد بن منصور الرمادى، قال: ثنا أبو حذيفة، قال: ثنا عكرمة، عن أبى زميل، عن ابن عباس، أن المشركين كانوا يطوفون بالبيت يقولون: لبّيک لبّيک، لاشريک لک: فيقول النبیﷺ: " قد قد". فيقولون: الاشريک هو لک، تملکه و ماملک. و بقولون: غفرانک غفرانک. فأنزل اللّٰه: "وما كان الله ليعذّبهم وأنت فيهم وما كان اللّٰه معذّبهم و هم يستغفرون". (تفسير الطبرى، ج: ۱۱، ص: ۱۵۰، ۱۵۱، ط، دار هجر، القاهرة)

حدیث اصحابی کالنجوم کی صحت

﴿سوال﴾:

حدیث اصحابی کالنجوم الخ کیا عندالمحدثین موضوع ہے اگر نہیں ہے تو یہ کہنا کہ یہ حدیث جھوٹی بناوٹی ایک زٹل ہے اور بے دینی اور بد مذہبی ہے گستاخی نسبت حدیث اور گناہ ہے یا نہیں۔

﴿جواب﴾:

یہ حدیث موضوع نہیں اور اس کی تائید دوسری حدیث سے موجود ہے(۱۸) اختلاف امتی رحمۃ پس گستاخانہ کلام کرنا خود جرأت حصہ بد دینی کا ہے اور بتاویل کہنا گناہ نہیں زٹل کہنا اس کا اگر فسق ہو تو عجب نہیں کہ بیبا کی نسبت حدیث کے ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

❖❖❖

---

(۱۸):قال العلامة الشيخ على بن سلطان محمد القارى رحمه اللّٰه تعالیٰ: قال ابن الربيع: اعلم أن حديث: أصحابى كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتدتم. اخرجه ابن ماجه كذا ذكره الجلال السيوطى فى تخريج احاديث الشفاء، ولم أجده فى سنن ابن ماجه بعد البحث عنه. وقد ذكره ابن حجر العسقلانى فى تخريج أحاديث الرافعى فى باب أدب القضاء وأطال الكلام عليه. وذكر أنه ضعيف واه. بل ذكره عن ابن حزم أنه موضوع باطل. لكن ذكر عن البيهقى أنه قال: ان حديث مسلم يؤدى بعض معناه يعنى قولهﷺ: النجوم أمنة للسماء الحديث. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب الصحابة، الفصل الثالث، ج: ١١، ص:١٦٣، ط، دار الكتب العلمية،بيروت لبنان)

بہتر فرقہ کی بحث

﴿سـوال﴾:

کتاب سفر السعادت میں خاتمۃ الکتاب احکامات متفرقہ کے آخر میں لکھا ہے درباب افتراق امت بر ہفتاد و دو فرقہ چیزے ثابت نشدہ۔اس کا کیا مطلب ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ حدیث میں ہے کہ اس امت کے بہتر ۷۲ فرقے ناری ہوں گے اور ایک فرقہ ناجی ہوگا اس کی اصلیت ہے یا نہیں اور مضمون سفر السعادت کو اس مشہور بات سے کچھ تخالف ہے یا نہیں اگر تخالف ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟ فقط۔

﴿جواب﴾:

صاحب سفر السعادت نے جو تحریر کیا ہے اس کا مفصل جواب شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب شرح سفر السعادت میں دیا ہے اور احادیث صحیحہ متعددہ ترمذی و ابوداؤد وغیرہ میں ثابت ہوتا ہے(۱۹) فقط واللہ تعالیٰ اعلم اگر ضرورت ہو تو شرح سفر السعادت میں دیکھ لو فقط۔

---

(۱۹):عن معاویۃ بن ابی سفیان انہ قام فقال: الا! ان رسول اللہ ﷺ قام فینا فقال: الا من قبلکم من اھل الکتاب افترقوا علی ثنتین وسبعین ملۃ، وان ھذہ الملۃ ستفترق علی ثلاث وسبعین: ثنتان وسبعون فی النار، وواحدۃ فی الجنۃ، وھی الجماعۃ . (سنن ابو داؤد، کتاب السنۃ، باب شرح السنۃ،ص:۶۵۰، رقم: ۴۵۹۶، ط، دارالسلام ریاض/ والترمذی، ابواب الایمان، ماجاء افتراق ھذہ الامۃ، ج:۲، ص:۲۵۲،ط، الطاف اینڈ سنز، کراچی)

امام زمانہ کی معرفت

سوال:

حدیث میں جس امام زمان کی معرفت تاکید ہے اس سے کیا مراد ہے اگر سلطان ہے تو پہچاننا مشکل ہے اور اگر پیر طریقت ہے تو وہ مریدوں کا امام ہے نہ زمانہ کا لہٰذا معلوم ہونا چاہیے۔

جواب:

ہر زمانہ میں مسلمانوں کا ایک حاکم ہوتا ہے اگر ہو تو اس کا جاننا ضروری ہے اور اگر نہ ہو تو نہ وہ ہے نہ جانا جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور کی رضامندی کا مطلب

سوال:

روایت بطور حدیث قدسی کے اس ملک میں مشہور ہے اور بعضے علماء کو دیکھا ہے کہ خطبہ میں بھی پڑھتے تھے۔ اور بعضے رسالوں میں بھی اس کو دیکھا گیا ہے۔ یہاں تک کہ تکمیل الایمان تصنیف شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ میں بھی تحت مسئلہ شفاعت مندرج ہے مگر کسی جگہ اس کی سند نہیں دیکھی گئی۔ اور نہ کسی کتاب حدیث شریف سے منقول پایا اور وہ روایت یہ ہے "**همه خلق رضائی من طلبند ای محمد صلی الله علیه وسلم ومن رضائی توطلبم کلهم من لدن العرش الی تحت الارضین یطلبون رضائی وانا اطلب رضائک یا محمد صلی الله علیه وسلم**". یہ عبارت بعض خطیب سے سنی گئی ہے آیا یہ روایت معتبر ہے یا غیر معتبر اور اس کے معنی کیا ہیں اور معنی اس کے مطابق شرع شریف کے ہیں یا نہیں۔

﴿جواب﴾:

اس کی سند وصحت بندہ کو معلوم نہیں۔اور جو اس کے معنی آیت ولسوف یعطیک ربک فترضی کے لئے جاویں تو معنی صحیح ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

شہد اور کلونجی کا حکم

﴿سوال﴾:

در بارہ شہد اور کلونجی کے جو مروی ہے کہ ہر مرض کی دوا اور شفاء ہے اس کا کیا مطلب ہے۔

﴿جواب﴾:

شہد میں شفا کا ہونا تو ثابت ہے(۲۰) اور کلونجی میں ہر مرض میں نافع ہونا آیا ہے معنی یہ ہیں اگر حق تعالیٰ چاہے شفا ہوتی ہے کہ ایسی خاصیت رکھی ہے موافقت کا ہونا شرط ہے(۲۱)۔

---

(۲۰):قال اللہ تبارک و تعالیٰ: ثم کلی من کل الثمٰرت فاسلکی سبل ربک ذللاً . یخرج من بطونها شراب مختلف الوانهٔ فیه شفآء للناس . ان فی ذٰلک لاٰیة لقوم یتفکرون. (النحل: ۶۹)

عن ابی المتوکل عن سعید: ان رجلاً اتی النبیﷺ فقال: أخی یشتکی بطنه، فقال: اسقه عسلاً ، ثم اتاه الثانیة فقال: اسقه عسلاً، ثم اتاه الثالثة فقال: اسقه عسلاً ثم اتاه فقال: قد فعلت، فقال: صدق اللّٰه، و کذب بطن اخیک، اسقه عسلاً فسقاه فبرأ. (اخرجه البخاری فی صحیحه فی کتاب الطب، باب الدواء بالعسل وقوله تعالیٰ: فیه شفاء للناس، ج:۲،ص: ۸۴۸، ط، مکتبه رحمانیه)

(۲۱): وعن ابی هریرة انه سمع رسول اللّٰه ﷺ یقول : فی الحبة السوداء

حالات قیامت پر بحث

﴿سوال﴾:

کتاب مقاصد الصالحین صفحہ ۳۶ میں ہے۔ نقل ہے کہ جب قیامت قائم ہوگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم کریں گے کہ تم دوزخ کی راہ گھیر کر کھڑے ہوجاؤ اگر کسی شخص کو میری امت سے دوزخ میں لے جائیں تم ہرگز نہ جانے دیجیو جب تک میں نہ پہنچوں اور عمر رضی اللہ عنہ کو حکم ہوگا کہ تم میزان کے پاس جا کھڑے رہو اور خبردار ہو کہ اعمال میری امت کے اچھے تولے جاویں اگر کسی کا پلہ عبادت کا ہلکا ہو تو اس کا تولنا موقوف رہے جب تک کہ میں نہ آجاؤں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے جاویں گے حکم ہوگا کہ ان کی عبادت میرے روبرو وزن کرو فرشتے آپ کا حکم بجالائیں گے۔ جب تولنے کے وقت پلہ کسی کی عبادت کا سبکی کی طرف مائل ہوگا آپ دست مبارک سے اس پلہ کو دبادیں گے کہ بھاری ہوجاوے گا تب فرشتوں کو حکم الٰہی پہنچے گا کہ اے فرشتو

شفاء من كل داء، الاالسام. قال ابن الشهاب: السام: الموت. والحبة السوداء: الشونيز. متفق عليه. قال العلامة الشيخ علي بن سلطان محمد القاري رحمه الله تعالىٰ تحت هذا الحديث: (في الحبة السوداء شفاء من كل داء)قيل: اى من كل داء من الرطوبة والبلغم وذلك لأنه حار يابس فينفع في الأمراض التي تقابله، فهو من العام المخصوص، وقيل: هو على عمومه، ....قال الخطابي: في أعلام السنن وهذا من عموم اللفظ الذي يراد به الخصوص وليس يجمع في طبع شئ من النبات والشجر جميع القوى التي تقابل الطبائع كلها في معالجة الأدواء على اختلافها وتباين طبائعها، قلت: ليس من الله بمستنكر، ان يجمع العالم في واحد، قال: وانما أراد انه شفاء من كل داء يحدث من الرطوبة والرودة والبلغم، وذلك أنه حار يابس فهو شفاء باذن الله للداء المقابل له في الرطوبة و الرودة، وذلك ان الدواء ابدا بالمضاد، و الغذاء بالمشاكل. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب

میرے دوست کے خلاف مرضی کوئی کام نہ کرنا کہ آج میں نے اس کو اختیار دیا ہے جو سو کرے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حوض کوثر پر مامور ہوں گے کہ سب سے پہلے میری امت سیراب ہووے اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ دوزخ کے دروازے پر متعین کئے جائیں گے کہ کوئی امتی میرا دوزخ میں نہ جانے پائے جب تک میں نہ آجاؤں اور آنحضرت ﷺ سایہ عرش میں جا کر اپنے عاصیان امت کی شفاعت میں مصروف ہوں گے اس حالت میں جبرائیل علیہ السلام سراسیمہ آپ کے پاس آئیں گے آپ ان سے سبب سراسیمگی کا پوچھیں گے وہ عرض کریں گے کہ یا رسول اللہ (ﷺ) اس وقت میرا گزر دوزخ کی طرف ہوا میں نے دیکھا کہ ایک شخص آپ کی امت کا عذاب میں گرفتار ہے اور رو رو کر کہتا ہے کہ افسوس کوئی ایسا نہیں کہ میرا حال پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرے اور آپ کو میری خبر دے اس کی فریاد میں میرا حال متغیر ہوا آپ یہ سن کے روتے ہوئے دوزخ کی طرف تشریف لے جائیں گے اور اس کو عذاب سے چھوڑائیں گے مالک کو حکم ہوگا کہ ہرگز میرے حبیب کے امورات میں دخل نہ دینا اور چون و چرا نہ کرنا بعد اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میزان کے پاس تشریف لے جائیں گے اور اعمال کے تولنے والوں کو حکم دیں گے کہ اعمال میری امت کے اچھی طرح سے تولنا پھر کنارہ دوزخ پر جا کر فرمائیں گے کہ اے مالک اگر کوئی شخص میری امت کا آئے اس پر سختی نہ کیجیو جب تک کہ میں نہ آؤں آخر کو یہاں تک نوبت پہنچے گی جس شخص کو ملائکہ کے ہاتھ میں دیکھیں گے جناب باری میں عرض کریں گے اے بار خدا اس کو میرے التماس سے بخش دے یا مجھ کو بھی اس کے ساتھ جانے کا حکم دے انتہیٰ۔ اے عزیز کچھ جانتے ہو کہ احکام الٰہی میں کیا کیا اسرار ہیں فقط لہٰذا اس کا پڑھنا اور پڑھانا اور اعتقاد کرنا ان روایات کا صحیح ہے یا غلط اور موضوع ہے؟ بینوا و توجروا۔

الطب والرقیٰ، الفصل الاول، ج: ۸، ص: ۳۴۸، ط، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان)

﴿جواب﴾:

عبارت مذکورہ بالا کا مضمون احادیث صحاح کے خلاف ہے لہٰذا غلط ہے اور یہ احادیث مذکورہ بالا موضوع ہیں اور واضع ان کا اوران پر عقیدہ رکھنے والا داخل حدیث من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار (۲۲). اور ایسا شخص فاسق ہے اور اندیشہ کفر کا بھی اس پر ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

رحال کی بحث

﴿سوال﴾:

حدیث شریف لاتشد الرحال الا الی ثلٰثة مساجد الحدیث. کے تحت میں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں ارقام فرماتے ہیں ''قوله صلی اللّٰه علیه وسلم لاتشد الرحال اقول کان اهل الجاهلية يقصدون مواضع معظمة بزعمهم يزورونها يتبركون بها وفيه من التحريف والفساد مالايخفى فساد النبى صلى اللّٰه عليه وسلم الفساد لئلا يلتحق غير الشعائر بالشعائر ولئلا يصير ذريعة لعبادة غير اللّٰه والحق عندى ان القبر ومحل عبادة ولى من اولياء اللّٰه والطور كل ذٰلك سواء فى النهى''. اور مصفّی شرح موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ میں تحت حدیث شریف مالک عن يزيد بن عبداللّٰه بن الهاد عن محمد بن ابراهيم بن الحارث التيمى عن ابى سلمة بن عبدالرحمن عن ابى هريرة قال لقيت بصرة بن ابى بصرة الغفارى قال من اين اقبلت فقلت من الطور فقال لو ادركتك قبل ان

(۲۲):اخرجه البخاری فی صحيحه فی كتاب الانبياء، باب ماذكر عن اسرائيل، رقم الحديث: ۳۴۶۱، ج:۱، ص:۶۱۵، ط، مكتبه رحمانيه، لاهور)

تخرج الیه ماخرجت سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لاتعمل المطی الا الیٰ ثلٰثة مساجد الی المسجد الحرام والی مسجدی هذا والی مسجد ایلیا او بیت المقدس بشک انتهیٰ.'' فرماتے ہیں مترجم گوید رضی اللہ عنہ وارضاہ تحقیق درینجا آنست کہ در جاہلیت سفر میکردند بمواضع متبرکہ بزعم خویش پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سد باب تحریف فرمود وسفر را برائے مواضع متبرکہ غیر مساجد بقصد خصوصیت تبرک بآن مواضع منع فرمود تا امر جاہلیت رواج نگیرد آیا نمی بینی کہ بصرہ غفاری نہی راشامل طور دانست وابو ہریرۃ را از طور منع کرد''۔ واللہ اعلم انتہیٰ۔ اوران کے خلف الصدق حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی بحدیث شریف لاتشد الرحال تعلیقاً علی البخاری فرماتے ہیں: ''والمستثنیٰ منه المحذوف فی هذا الحدیث اما جنس قریب او جنس بعید فعلی الاول تقدیر الکلام لاتشد الرحال الی المساجد الا الی ثلٰثة مساجد وحٍ ماسوی المساجد مسکوت عنه وعلی الوجه الثانی لاتشدالرحال الی المواضع یتقرب به الا الی ثلٰثة مساجد الی آخره فحینیذ شدالرحال الی غیر المساجد الثلٰثة المعظم منهی عنه بظاهر سیاق الحدیث ویؤیده ماروی ابوهریرة عن بصرة بن ابی بصرة الغفاری حین راجع عن الطور وتمامه فی الموطا وهذا الوجه قوی من جهته مدلول حدیث بصرة والله اعلم بالصواب''. انتهیٰ. اور تفسیر فتح العزیز میں فرماتے ہیں: ''وازہمیں جا واضح شد سر تاکید بلیغ کہ حدیث شریف در نہی از زیارت قبور واز شد الرحال بسوئے موضع غیر از مساجد ثلثہ واز آنکہ قبور انبیاء را مساجد سازند دارد شدہ مدعا ہمیں ست کہ درین عمل اکثر جہال را اعتقاد یکہ مشرکین را در بزرگان خود بہم رسیدہ ست بہم میرسد وتوجہ الی اللہ محض باقی نماند مگر ور پردہ حجاب آن ارواح انتہیٰ''۔ اور مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید علیہ الرحمۃ بھی انہی کے قدم بقدم صراط المستقیم میں فرماتے ہیں: ''ازانجملہ قصد بزیارت قبور آنہا است از جوانب واقطار زمین بہ کشیدن متاعب ومصائب اسفار مقاسات آلام لیل

ونہاروایں اسفار ہم باوجودیکہ درارتکاب آن صعوبات می درزند بہ ظلمات شرک میکشد بوادی سخط ایزدی میرساند عوام این سفر رابرابر بلکہ بہ بعض وجوہ بہتر از سفر حج میدانند وصورت احرام محرمان شنیدہ بعینہا یا نہ مثلہا برخودمی بندند وعلاوہ برآن قیود زائدہ واہیہ خودآن مسافران بد انجام درسفر وتمام متعلقان ایشان درحضر التزام میکنند القصہ اگرچہ ارباب بواطن صافیہ راقطع منازل سفر بسوئے قبور اہل اللہ منفعتے قلیلہ می بخشد لیکن بعوام مومنین آنقدر مضرتے عظیمہ میرساند کہ خارج از بیان است پس لابد ہمہ خواص وعوام رالازم است کہ ازین امر بالکل اعراض کردہ آنرانسیاً منسیاً سازند انتہیٰ''۔اورحضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی مأتہ مسائل میں اسی روش پر چلے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں: ''درین مسئلہ علماء رااختلاف است۔بعضے جائز داشتہ وبعضے حرام نوشتہ چنانچہ درقسطلانی شرح صحیح بخاری وترجمہ مشکوۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی مرقوم ومسطور است وفی الترجمہ للشیخ الموصوف ہکذا اما مسافرت برائے زیارت قبور صالحین ورسیدن بمواضع متبرکہ خلاف است بعضے مباح دارند وبعضے حرام گویند''۔انتہیٰ۔''وفی القسطلانی واختلف فی شد الرحال الی غیرھا کالذھاب الی زیارت الصالحین احیاء واموانا و المواضع الفاضلة للصلوٰۃ فیھا والتبرک بھا فقال ابو محمد ن الجونی یحرم عملا بظاھر الحدیث و اختارہ قاضی حسین وقال بہ القاضی عیاض وطائفة والصحیح عند امام الحرمین وغیرہ من الشافعیة الجواز. انتھٰی. وفی شرح المشکوٰۃ لملا علی قاری ذھب بعض العلماء الی الاستدلال بہ علی المنع من الرحلة لزیادۃ المشاھدۃ وقور العلماء الصالحین''. بعدہٗ عبارت حجۃ اللہ البالغہ نقل استدلال میں فرمائی ہے۔اورمولانا سید احمد حاشیہ مأتہ المسائل میں فرماتے ہیں:''درین زمانہ کہ مادرانیم شدرحال یعنی مسافرت نمودن برائے زیارت قبور بزرگان عبارت ازاں شدہ است کہ قافلہ مثل حاجیان جمع ساختہ واعلام وہدی گرفتہ درزمان معین ومقرر کہ اکثر قریب زمانہ موت صاحب آن قبرمی باشد بعدبستن جامہ مثل حرام وانداختن گلہا درگردن

میر دندو اطفال خود راھمراہ خودمی برندو در انجا رفتہ بعد زیارت سرہائے اطفال خود رامی تراشند دوحجامت می کنندو بعد ادائے نذر و نیاز کہ قبل از رفتن اینجا برخود واجب ولازم شمردہ اند مودی می سازندواین فعل را درعرف عام رفتن درچھڑی ہائے خواجہ جی ومدار صاحب وغیرہ گویند پس این قسم رفتن بدعتیست بد بلکہ اکثر مردمان مرتکب شرک ہم میشوند مولانا علیہ الرحمۃ کہ جواب این سوال مع اختلاف آن ارقام فرمودہ اند صرف جواب آنست کہ برائے زیارت قبراز فاصلہ دورودراز آنجا مرتکب کدامی امور غیرمشروع نشود سید احمد۱۲۔اب ان حضرات اکابرین نے دلائل مذکورہ سے استدلال منع پر فرمایا ہے اور خود صحابہ نے بھی استدلال منع پر حدیث سے فرمایا گویا ان کے معنی حدیث معین تھے بظاہر اس سے عمدہ دلیل کیا ہوگی جو رائے صحابہ ہوئی اور اگرچہ اختلاف یسیر کسی قاعدہ پر کرنے کی گنجائش کسی کو ہو مگر اولیٰ معنی حدیث صحابی کے ہوں گے اور نیز مصالح شرعیہ اسی پر مشتمل ہیں کہ جہلاء کو دروازہ فساد کھلا ملے گا چنانچہ فضل رسول بدایوبی نے آنحضرت اکابرین دہلی پر طعن و تشنیع بدزبانی کی ہے کہ قلب کو صدمہ ہوتا ہے اور سوائے صبر چارہ نہیں لہٰذا گذارش فدیانہ کی جاتی ہے کہ جو رائے مسئلہ ہذا میں مناسب رائے حضور ہو اس سے مطلع فرماویں کہ عملدرآمد اس کے مطابق کیا جاوے۔

﴿جواب﴾:

یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے دونوں جانب اکابر علماء ہیں (۲۳) اب اس میں فیصلہ ممکن نہیں

---

(۲۳):(باب ماجاء لاتشدوا الرحال الا الی ثلاثة مساجد الحرام ومسجدی هذا و المسجد الاقصی): اعلم ان فی مسالة شد الرحال الی الأمكنة الشاسعة والديار النازحة خلافاً بين الأئمة فمنهم النووی والقاری من حمل الحديث علی أن النهی منه عليه السلام انما صدر لشفقته علی أمته فانه لو سافر أحد من مسجد محلته الی مسجد مصر بعيد يلاقی فی سفرة مشاق وتكاليف وليس له فی ذلک المسجد الذی ذهب اليه كثير أجر حتی ينجبر نيله ماناله ولذلک لم يذكر فيها

آپ کواختیار ہے کہ چاہے جس پر عمل کریں اور دوسری جانب طعن بھی نہ کریں مگر ہاں عرس کے مجمع میں جانا اور عوام کا اس میں غلو کرنا حرام ہے (۲۴) اور مانعین کی غرض بھی جہلاء عوام کا روکنا اور سد باب تحریف کا ہی ہے تو صحیح ہے بہر حال مسئلہ وہ ہی ہے جو لکھا گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

مسجد قباء لأن الصلاة فيها ليست الا كعمرة وثواب العمر حاصل بجلوسه فی مسجده يذكر الله الی الطلوع و كذلک مزيد الأجر فی مسجد الجامع ليس الا بكثرة الجماعة لابوصف فی نفس المسجد...الخ.

و قال الآخرون ومنهم المولی ولی الله انما معنی الحديث هو النهی علی التحريم فعلی هذا يستثنی منه ما استثناه الشارع بقوله مثل الحج و الجهاد و طلب العلم ولقی أخيه المسلم و نحو ذلک و الباقی يبقی علی عموم النهی..الخ. (الكوكب الدری علی جامع الترمذی، ج: ا، ص: ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲ ،ط، ندوة العلماء لكهنؤ، الهند)

(۲۴): لا يجوز مما يفعله الجهال بقبور الأولياء و الشهداء من السجود والطواف حولها و اتخاذ السراج و المساجد عليها ومن الاجتماع بعد الحول كألاعياد وسمونه عرساً. (تفسير مظهری تحت سورة آل عمران آيت: ۶۴، ج: ۲، ص: ۶۵ ، ط، ندوة المصنفين)

وهذا الحول يسمونه أهل الهند عرساً وما عرفت به أصلاً، فان العرس انما يكون فی الزواج، و مع ذلک فهذه الأحوال و الأعراس لاتكاد تخلو عن ارتكاب المحرمات فضلاً عن المكروهات، فان أهل الهند لهم اليد الطولیٰ .قاتلهم الله .فانهم يطوفون بقبر الولی الذی يعتقدون ويظنون أنه هو المتصرف فی الكون. (تبليغ الحق مطبع خيريه ميرٹھ۸، بحواله: كتاب النوازل، ج: ا، ص: ۲۱۲ ، ط، المركز العلمی للنشر و التحقيق لال باغ مراد آباد، الهند)

صلوٰۃ العاشقین

سوال:
چار رکعت وقت صبح کاذب کے رکعت اول میں بعد فاتحہ واخلاص کے یا اللہ سو۱۰۰ بار رکعت دوم میں بعد الحمد واخلاص کے یا رحمٰن سو۱۰۰ بار رکعت سوم میں بعد فاتحہ واخلاص کے یا رحیم سو۱۰۰ بار رکعت چہارم میں بعد فاتحہ واخلاص یا دو دو سو۱۰۰ پڑھنے سے مقرب خدا تعالیٰ کا ہوگا یہ نماز ایک کتاب میں لکھی ہے اور اس نماز کو صلوٰۃ العاشقین کہتے ہیں یہ نماز جائز ہے یا نہیں؟

جواب:
اس صلوۃ کی سند کی حدیث کی کتاب سے یا فقہ سے بندہ نے نہیں دیکھی۔

سایہ مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سوال:
سایہ مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑتا تھا یا نہیں اور جو ترمذی نے نوادر الاصول میں عبد الملک بن عبد اللہ بن وحید سے انہوں نے ذکوان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں پڑتا تھا سند اس حدیث کی صحیح ہے یا ضعیف یا موضوع ارقام فرماویں؟

جواب:
یہ روایت کتب صحاح میں نہیں اور نوادر کی روایت کا بندہ کو حال معلوم نہیں کہ کیسی ہے (۲۵) نوادر الاصول حکیم ترمذی کی ہے نہ ابو عیسیٰ ترمذی کی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۲۵): عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یریٰ لہ ظل

عمارت پرخرچ کرنے کا مطلب

سوال:

اس حدیث ترمذی شریف **النفقة كلها فی سبیل الله الا البناء فلا خير فيه.** میں مطلق بناء کوفلا خیر فیہ میں داخل فرمایا ہے مگر بعض بناء تو ضرورت پر مبنی ہوتی ہے اگر وہ بھی

...الخ. اس روایت کو جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خصائص الکبریٰ ص:۶۸، جلد:۱، میں ذکر کی ہے۔ اس کا پہلا راوی عبدالرحمٰن بن قیس زعفرانی کو علماء حدیث نے وضع احادیث اور بعض نے کذب کی طرف منسوب کیا ہے۔ **کما فی تهذيب التهذيب للعلامة ذهبی رحمه الله،** ص: ۲۳۱، جلد: ۶، رقم: ۴۱۳۰، اور اسی طرح دوسرا راوی عبدالملک بن عبداللہ بن الولید بھی مجہول الحال ہے اسماء الرجال کی کتب متداولہ میں ان کا حال مذکور نہیں۔ (حاشیہ فتاوی فریدیہ، ج:۱، ص:۲۷۴)

وفی فتاوی دار العلوم زکریا:

سوال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا یا نہیں اس سلسلہ میں احادیث میں کیا وضاحت ہے؟

الجواب: صحیح روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا البتہ صرف دو ضعیف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سایہ نہ تھا حالانکہ اگر یہ معجزہ ہوتا تو تمام صحابہ پر مخفی نہ رہتا اور کثیر تعداد میں روایتیں موجود ہوتیں باوجود یہ کہ صحابہ دن رات خدمت نبوی میں رہا کرتے تھے تو کیسے مخفی رہا اس بناء پر یہ روایات قابل قبول نہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ سایہ تھا۔ صرف دو روایتیں ایسی ملتی ہیں جن میں سایہ کی نفی ہے۔ (۱) ذکوان کی روایت ہے جو ضعیف اور مرسل ہے۔ ملاحظہ ''الخصائص الکبریٰ'' میں ہے:

اخرج الحكم الترمذی من طريق عبدالرحمٰن بن قيس الزعفرانی عن عبدالملک بن عبد الله بن الوليد عن ذكوان ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لم يكن يرى له ظل فی شمس ولا قمر ولا اثر قضاء حاجة. (الخصائص الكبرى للسيوطی: ۶۸/۱، باب الآية فی انه صلی اللہ علیہ وسلم يكن يرى له ظل، وص ۷۱، باب المعجزة فی بوله غائطه صلی اللہ علیہ وسلم، دار الكتب العلمية)

یہ حدیث ضعیف اور مرسل ہے اس میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن قیس ضعیف اور منکر ہے۔

ملاحظہ ہو: تہذیب التہذیب میں ہے: ==

فلا خير فيه میں داخل ہوئی تو بڑی دشواری ہوگی یا بناء زائد از حاجت مراد ہوگی؟

﴿جواب﴾:

== قال احمد حديثه ضعيف، ولم يكن بشيء، متروك الحديث، وقال النسائي متروك الحديث، وقال زكريا الساجي: ضعيف، وقال صالح بن محمد: كان يضع الحديث. (تهذيب التهذيب: ٢٣١/٦، وميزان الاعتدال: ٣/ ٢٩٧)

قال ابن حجر في "التقريب": متروك، كذبه ابوزرعة، وغيره. (تقريب التهذيب ص٢٠٨)

اور دوسرا راوی عبدالملک بن عبداللہ مجہول ہے لہٰذا یہ روایت معتبر نہیں۔

(۲) دوسری روایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف منسوب ہے۔

''سبل الہدیٰ والرشاد'' میں ابن الجوزی کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

ويروى عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما، قال: لم يكن لرسول الله ﷺ ظل ولم يقم مع شمس الا غلب ضوؤه ضوء الشمس ولم يقم مع سراج الا غلب ضوؤه ضوء السراج. رواه ابن الجوزي. (سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد: ٢/ ٩٠، الباب العاشر في صفة وجهه ﷺ، ط: بيروت)

ابن جوزیؒ کی کتاب دستیاب نہیں ہوئی لہٰذا سند کا حال معلوم نہیں ہوسکا، البتہ تقی الدین احمد بن علی المقریزی (م۸۴۵ھ) نے اپنی کتاب "امتاع الاسماع بما للنبي من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع" (٢/ ١٧٠، فصل في ذكر صفة رسول الله عليه وسلم) میں سند کے ساتھ ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو:

قال: قال احمد بن عبد الله الغدافي، اخرنا عمرو بن ابي عمرو عن محمد بن السائب عن ابي صالح عن ابن عباس ﷺ لم يكن لرسول الله ﷺ ظل... الخ.

لیکن یہ سند بھی صحیح نہیں ہے (۱) محمد بن سائب پر بہت سخت کلام ہے۔

قال ابن الجوزيؒ في "الضعفاء" (٢٩٩٨/٦٢/٣): قال زائدة، وليث، وسليمان التيمي: هو كذاب. ==

جو بنائے حاجت سے زیادہ ہو یہ حدیث اس میں وارد ہوئی ہے۔ جیسا بعض آدمیوں کو زائداز حاجت بناء کا شوق ہوتا ہے(۲۶)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

== قال السعدی: کذاب ساقط، وقال یحیی بن معین: لیس بشیء، کذاب، ساقط، وقال النسائی والدارقطنی: متروک الحدیث، وقال ابن حبان: وضوح الکذب فیه اظهر من ان یحتاج الی الاغراق فی وصفه، روی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما وابو صالح لم یر ابن عباس رضی اللّٰه عنهما ولا سمع منه، لایحل الاحتجاج به.

(۲) عمرو بن ابی عمرو "میسرة" قال ابن الجوزی فی "الضعفاء" (۲۳۰/۲) : قال یحیی: لا یحتج بحدیثه، وقال مرة: لیس بالقوی، ولیس بحجة، وقال احمد: لاباس به.

قال المزی فی "تهذیب الکمال" (۱۷۰/۲۲): قال النسائی: لیس بالقوی، وقال ابوحاتم: لا باس به.

قلت: هذا المتن لیس له اصل مرفوعا، وانما یذکره المتوسعون فی کتب السیرة والخصائص المتاخرة التی یجمع مؤلفوها بین الثابت وما لایثبت والموضوع وما لااصل له..الخ.(فتاوی دار العلوم زکریا، ج: ۱، ص: ۷۳ الی ۷۷، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

(۲۶): عن انس بن مالک قال: قال رسول اللّٰه ﷺ النفقة کلها فی سبیل اللّٰه الا البناء فلا خیر فیه. رواه الترمذی. وفی تحفة الاحوذی تحت هذا الحدیث: (النفقة کلها فی سبیل اللّٰه) أی فیؤجر المنفق علیها (الا البناء) أی الا النفقة فی البناء (فلاخیرفیه) أی فی الأنفاق فیه فلا أجر فیه، و هذا فی بناء لم یقصد به قربة أو کان فوق الحاجة.(تحفة الأحوذی بشرح الترمذی، ج: ۷،ص: ۱۸۴، ط، دارالفکر)

معجزہ قدم شریف

﴿سوال﴾:

معجزہ قدم شریف یعنی سنگ موم ہو کر نقش قدم ہو جانا چنانچہ بکثرت دیکھا جاتا ہے کہ لوگ لئے پھرتے ہیں احادیث صحیحہ مستندہ سے ثابت ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

کتب احادیث سے تو اس کا پتہ نہیں چلتا البتہ قصیدہ ہمزیہ میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معجزہ نقش قدم کا ظاہر ہوا ہے لیکن آجکل جو لئے پھرتے ہیں انکا اعتبار نہیں (۲۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

حضرت مرزا جان جاناں کا مسلک

﴿سوال﴾:

ملفوظات حضرت مرزا جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ میں ہے عجب است کہ حدیث

---

(۲۷): شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ: جناب رسول اللہ ﷺ کے معجزات بہت زیادہ اور نہایت عظیم ہیں۔ ان کے سامنے پتھر کا مثل موم بن جانا اور نقش قدم اس پر پڑ جانا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ یہ تو ادنیٰ بات ہے۔ مگر اس وقت تک میری نظر سے کسی حدیث یا سیر کی کتابوں میں سے کسی کتاب میں یہ معجزہ نہیں گذرا۔ واللہ اعلم۔ حسین احمد غفرلہ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ۔

مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ: اگر چہ پتھر پر نشان قدم مبارک آنحضرت ﷺ کا بطور معجزہ کے نقش ہو جانا مستبعد نہیں۔ مگر اس کے باور کرنے کے لئے سند اور روایت کی ضرورت ہے اور ایسی کوئی سند اور روایت نظر میں نہیں آئی۔ (کفایۃ المفتی، ج:۱،ص:۱۷۱، ط، دارالاشاعت، کراچی)

صحیح غیر منسوخ کہ محدثین بیان آن نمودہ اند واحوال رواۃ آن معلوم است وبچند واسطہ میر سد بہ نبی معصوم کہ خطا را بر آن راہ نیست وبزیادہ از دہ واسطہ میر سد بمجتہد کہ خطا وصواب از شان اوسط معمول گردیدہ است ربنا لاتؤاخذنا ان نسینا او اخطانا(۲۸) اس عبارت کی وجہ سے وہ لوگ جو باوجود احادیث صحیحہ غیر منسوخ کے جس کی شہادت عندا لمحدثین اہل فن ثابت ہوگئی ترک کر کے دیگر کتب واقوال پر کہ ان کا حال بضبط ناقلاں ثابت نہیں عمل کرتے ہیں حضرت مرزا صاحب قدس سرہ کو غیر مقلد اور بُرا کہتے ہیں۔ یہ قول ان کا گناہ اور ناحق ہے یانہیں اور عبارت مذکورہ صحیح ہے یانہیں؟

﴿جواب﴾:

یہ عبارت صحیح ہے اور یہ حکم اس شخص کے لئے ہے کہ تمام احادیث کی صحت وسقم سے واقف ہو اور دلائل ائمہ مجتہدین اور فقہاء سے بھی واقف ہو پس یہ عبارت کچھ غیر مقلدوں کو مفید نہیں اور اس عبارت کی وجہ سے حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کو غیر مقلد اور بُرا کہنے والا فاسق ہے(۲۹) واللہ تعالیٰ اعلم۔

معجزہ کی حقیقت

﴿سوال﴾:

---

(۲۸):(بقرة:۲۸۶)

(۲۹):عن عبداللّٰہ بن مسعود قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر. وفى فضل المنعم تحت هٰذا الحديث: واعلم أنه لاخلاف فى أن سب المسلم فسق، أو شتم المسلم، والتكلم فى عرضه بما لايعنيه خروج عن الطاعة، فان الواجب على المسلم تعظيمه. (فضل المنعم فى شرح صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان قول النبى ﷺ سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر، ج: ۳، ص: ۴۵، ۴۷، ط،دار النوادر سورية لبنان)

قرآن میں حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ فطرة الله التی فطر الناس علیها لاتبدیل لخلق الله (۳۰). اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔ فلن تجد لسنة الله تبدیلا و لن تجد لسنة الله تحویلا (۳۱). الخ. فطرت وہی ہے جس پر خداوند تعالیٰ نے مخلوق کو بنایا ہے اور خدا کی فطرت میں تبدیلی نہیں ہوگی اور دوسری آیت میں یہ فرمایا کہ خدا کے طریقہ میں ہرگز تبدیلی نہیں ہوگی اور خدا کا کلام اور وعدہ بالکل سچا ہے تو فطرت کے خلاف عصا کے اژدہا ہونے اور باکرہ کے بچہ پیدا ہونے اور ناقہ وغیرہ معجزات کا کیسے ظہور ہوا اگر یہ فرمادیں کہ خداوند تعالیٰ کو سب قدرت ہے تو ان آیات میں استثناء ہونا چاہئے تھا جیسا اکثر جگہ بعض جزئیات کو خداوند تعالیٰ نے استثناء فرمایا ہے۔ لاخیر فی کثیر من نجوٰهم الا من امر بصدقة او معروف او اصلاح بین الناس (۳۲). تو ایسے ہی استثناء ہونا چاہئے تھا ورنہ معجزات انبیاء کا ثبوت دشوار ہے۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وادی ایمن کی داہنی طرف سے درخت میں سے آواز آئی کہ موسیٰ ادھر آ میں خداوند رب العالمین ہوں، اس میں یہ تردد ہے کہ درخت میں ذات باری تعالیٰ نے حلول فرما کر موسیٰ علیہ السلام کو یہ ندا دی اور درخت ادنیٰ مخلوقات میں سے ہے اور جو یہ خیال کیا جاوے کہ ذات باری تعالیٰ نے درخت میں جلوہ نہیں فرمایا بلکہ درخت کو حکم فرمایا کہ جس کی وجہ سے وہ بولنے لگا کیونکہ خداوند تعالیٰ کو سب قدرت ہے تو یہ فرمانا غلط ہو جائے گا کہ انا الله رب العٰلمین (۳۳). اور ظاہری اور حقیقی معنی کو چھوڑ کر تاویل پر کیسے اعتبار ہوگا؟

(۳) خداوند تعالیٰ کلام مجید میں ایک جگہ فرماتا ہے کہ یہ قرآن مجید پہاڑ پر نازل کیا

---

(۳۰):(روم: ۳۰)

(۳۱):(فاطر: ۴۳)

(۳۲):(النساء: ۱۱۴)

(۳۳):(القصص: ۳۰)

جاتا تو پہاڑ خوف سے شق ہو جاتا اس میں تردد ہے کہ پہاڑ بے حس اور آدمی ظاہری اور باطنی دس حواس رکھتا ہے جس کے اندر خوف کا مادہ بھرا ہوا ہے اس کو جنبش تک نہ ہو سو یہ اللہ تعالیٰ نے کیسے فرما دیا اس کا ثبوت عقلی و نقلی دلائل سے دیکر اطمینان فرمادیں۔

جواب:

واللہ الموافق للصواب **فطرة الله التی فطر الناس الایة.** اس آیت کے اگر یہی معنی ہوں جو سائل نے سمجھے ہیں تو مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی پیدائش کو کوئی متغیر نہیں کرسکتا مگر خدائے تعالیٰ جل شانہ خود اپنی خلق کو جس طرح چاہے متغیر کرسکتا ہے اور معجزہ بھی خدائے تعالیٰ کی طرف سے بسبیل خرق عادت ہوتا ہے (۳۴) کوئی مستقل طور پر اس کے اصدار پر قادر نہیں نبی کو بھی اس کے اصدار پر باکلیہ و بالاستقلال قدرت نہیں ہوتی لہٰذا عصا کا اژدہا ہونا پہاڑ سے ناقہ کا پیدا ہونا وغیرہ امور یہ سب خدائے تعالیٰ ہی کا بدلا ہوا ہے پس اس پر کچھ اشکال نہیں دیکھو حق تعالیٰ بیضہ پیدا کرتا ہے اگر اس کو توڑ کر دیکھیں تو اس میں زردی و سفیدی ہوتی ہے۔ پھر وہی اس کو خون بنا کر اس میں سے بچہ پیدا کرتا ہے ایسے ہی نطفہ سے آدمی بلکہ بہت سے تغیرات پر باذن اللہ تعالیٰ آدمی بھی قادر ہوتا ہے۔ جیسے کسی شئے کو جلا کر راکھ بنا لیتے ہیں وغیرہ وغیرہ یہ جملہ تغیرات باذنہ تعالیٰ ظہور پذیر ہیں پس ان تبدیلات کا انکار وہی شخص کرسکتا ہے کہ جس کو فہم سے اصلاً بہرہ نہ ہو اور آیت شریفہ میں ہرگز یہ معنی مراد نہیں ہیں۔

(۲) کلام مذکور درخت کی جہت سے اور درخت میں اگر آیا ہو تو اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ وہ شجر متکلم ہو مثلاً اگر کوئی شخص دیوار کے پیچھے سے یا پردہ کی آڑ سے یا تابدان

---

(۳۴): والحاصل ان الامر الخارق للعادة هو بالنسبة الى النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) معجزة سواء ظهر من قبله او قبل أمته، لدلالته على صدق نبوته وحقية رسالته، فبهذا الاعتبار جعل معجزة له والا فحقيقة المعجرة أن تكون مقارنة للتحدى على يد المدعى وبالنسبة الى الولى كرامة. (شرح الفقه الأكبر للملاعلى القارى، ص: ۶۹، ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر)

میں آواز دے تو ظاہر ہے کہ آواز ان اشیاء میں سے ہوکر نکلے گی مگر اس سے کہ وہ آواز اس شے میں سے نکلی ہے کوئی عاقل یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ دیوار اور کپڑا اور تابدان متکلم ہیں متکلم تو وہی ہے کہ جس سے اصدار کلام کا ہوا ہے اور جس کے ساتھ یہ صفت قائم ہے نہ کہ وہ دیوار اور پردہ اور تابدان پس اسی طرح یہاں بھی متکلم جناب باری تعالیٰ عزاسمہ ہیں اور جانب وجہت صدور آواز شجرہ ہے اس سے شبہ حلول یا یہ شبہ کہ وہ شجر مدعی الوہیت ہو سراسر نادانی ہے۔

(۳)**لو انزلنا هذاالقرآن علی جبل لرأيته خاشعا متصدعا من خشية الله** (۳۵). اس کے معنی یہ ہیں کہ جیسے احکام قرآنی بشر پر نازل ہوئے ہیں مگر یہ حکم جبل پر نازل ہوتا اور اس کو متکلّف بنایا جاتا تو اس کا خشیۃ باری تعالیٰ سے یہ حال ہوتا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا پس انسان باوجودیکہ احساس وادراک میں اس سے بہت زیادہ ہے مگر اس کو اس قدر غفلت ہے کہ اصلاً اثر نہیں ہوتا اس پر یہ استبعاد کہ انسان پر باوجود حواس عشرہ ظاہریہ وباطنیہ کے اثر نہیں ہوتا بے محل ہے اس لئے کہ اگر انسان پر غفلت وقساوت کا پردہ نہ ڈالا جاتا تو بے شک وہ اس سے بھی زیادہ ہوجاتا مگر چونکہ اس میں جبل کے برخلاف شہوات وغیرہ کو غالب کردیا ہے اس لئے وہ برداشت کرلیتا ہے اور جب قساوت وغفلت کم ہوجاتی ہے تو انسان کی بھی حالت قابو میں نہیں رہتی چنانچہ بہت سے اکابر کے حالات اس قسم کے مشہور ہیں کہ قرآن شریف سن کران کا کیا حال ہوا (۳۶) حتی کہ بہت سے اسی وقت مر گئے

---

(۳۵): (حشر : ۲۱)

(۳۶):وروينا في الحديث الثابت عن عائشه في قصة أبي بكر الصديق رضى الله عنهما أنه ابتنى مسجدًا بفناء داره، وكان يصلي فيه وبقرأ القرآن، فتقفف عليه نساء المشركين وأبناؤهم يتعجبون منه وينظرون اليه، وكان أبوبكر رجلاً بكاء لايملك دمعه حين بقرأ القرآن......وروينا في فضائل عمر بن الخطاب رضى الله عنه عن الحسن قال: كان عمر ابن الخطاب يمر بالآية في ورده فتخنقه فيبكى حتى يسقط، ويلزم بيته اليوم واليومين حتي يعاد، يحسبونه مريضاً. (الجامع لشعب

ہیں اور جن مقربان بارگاہ کو باوجود حضور قلب وحصول تدبر وتفکر کے پھر بھی تغیر نہیں ہوتا تو یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ان کو قوت واثبات واستقلال جو عطا ہوتا ہے اس کی برکت وسبب سے ہے اور یہ کہنا کہ جبل وغیرہ کو اصلاً احساس نہیں ہے۔ اصول اسلامیہ کے خلاف ہے اور واقف حدیث نبویہ ان اشیاء میں ایک قسم کی ادراک واحساس سے انکار نہ کرے گا حق تعالیٰ نے ان جملہ اشیاء میں ایک قسم کا ادراک واحساس رکھا ہے اگرچہ وہ ادراک اس قسم کا نہ ہو کہ انسان وملائکہ وجن کو دیا گیا ہے مگر وہ اپنے اس نوع ادراک سے بوجہ اپنی قوت وحشیہ کے اور نہ ہونے قساوت کے اور نہ ہونے اس قوت کے جو خواص بشر میں رکھی گئی ہے اگر اس پر قرآن شریف نازل کیا جاتا تو ہرگز اس کی برداشت نہ کرتا اور بعض مفسرین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ معنی یہ ہیں کہ اگر جبل کو ادراک دیا جاتا جو انسان کو دیا گیا ہے تب اس کا یہ حال ہوتا (۳۷) پس اگر یہ معنی لئے جاویں تب تو کوئی اشکال ہی وارد نہیں ہوتا اور بندہ بوجہ معذوری چشما کے بسط جواب سے معذور بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

❁❁❁

پان کھانا

﴿سوال﴾:

پان کھانا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں زید کہتا ہے کہ پان کھانے کی بہت تعریف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے قول زید صحیح ہے یا غلط ہے؟

الایمان، باب فی تعظیم القرآن، فصل فی البکاء عند قراءۃ القرآن، ج: ۳، ص: ۴۱۴، ط، مکتبۃ الرشد، ریاض)

(۳۷): (لو أنزلنا هذا القرآن على جبل لرأيته خاشعاً متصدعاً من خشية الله) و المعنى أنه لو جعل فى الجبل عقل كما جعل فيكم، ثم أنزل عليه القرآن لخشع وخضع و تشقق من خشية الله. (تفسير الكبير، ج: ۲۹، ص: ۲۹۳، ط، دار الكفر، بيروت، لبنان)

﴿جواب﴾:
جو شخص پان کھانے کی فضیلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے ثابت بتاتا ہو وہ بڑا جاہل بلکہ بے دین ہے اس کی بات بھی نہ سننا چاہیے۔

عمارت کو بلند نہ بنانے کا مطلب

﴿سوال﴾:
ایک کتاب میں لکھا ہے کہ چھ گز سے زیادہ تعمیر کو بلند کرنا حدیث میں بالصراحت منع آیا ہے چنانچہ دوسری حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے ایک گول گھر بلند بنایا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سلام علیک ترک کردیا بعدہٗ ان صحابی نے وہ مکان گرادیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوش گئے لہٰذا اصل مسئلہ فرمادیجئے۔

﴿جواب﴾:
ضروت سے زیادہ تعمیر موجب باز پرس ہے اور باعث خسارہ آخرت بھی ہے اور صحابہ سے ایسا فعل اور بھی زیادہ بعید اس لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے (۳۸) چھ گز کی کوئی قید نہیں ہے بلکہ مدار جواز حاجت ہے فقط۔

---

(۳۸): عن انس بن مالک، ان رسول اللّٰہ ﷺ خرج فرأی قبة مشرفة، فقال: ماهذه ؟ قال له أصحابه: هذه لفلان، رجل من الانصار، قال: فسكت وحملها فی نفسه، حتی اذا جاء صاحبها رسول اللّٰہ ﷺ یسلم علیه فی الناس، اعرض عنه، صنع ذلک مرارا، حتی عرف الرجل الغضب فیه و الاعراض عنه، فشکا ذلک، الی أصحابه، فقال: واللّٰه انی لأنكر رسول اللّٰه ﷺ، قالوا: خرج فرأی قبتک، فرجع الرجل الی قبته فهدمها حتی سواها بالارض، فخرج رسول اللّٰه ﷺ ذات یوم فلم یرها، فقال: مافعلت القبة؟ قالوا: شکا الینا صاحبها اعراضک عنه، فأخبرناه،

صدقہ کھانے سے دل پر اثر

﴿سوال﴾:

طعام المیت یمیت القلب و طعام المریض یمرض القلب. حدیث ہے یا قول طعام ایصال ثواب مثل یازدہم غوث الاعظم یا برسی وششماہی وغیرہ کہ ہندوستان میں رائج ہے یا بلا قیود یوم وغیرہ طعام ایصال ثواب کے واسطے تیار کیا جاوے تو اس کا کھانا حرام ہے یا مکروہ تحریماً یا تنزیہاً یا جائز خصوصاً ذاکرین شاغلین کے حق میں کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾:

یہ قول ہے اور یازدہم کا طعام بھی ایسا ہی ہے سب صدقہ ہے اور سب کا کھانا موجب اماتت قلب ہے (۳۹) فقط۔

❁❁❁

فهدمها، فقال: اما ان كل بناء وبال على صاحبه الا مالا، الا مالا، يعنى، مالابد منه.(اخرجه ابوداؤد فى سننه فى كتاب الأدب، باب ما جاء فى البناء، ص:۷۳۴،۷۳۵، رقم: ۵۲۳۷،ط، دارالسلام، رياض)

(۳۹):فى فتاوى عزيزى: اين قول كه طعام الميت يميت القلب حديث نيست كلام بعضى از تجربه كاران ست گويند مراد از طعام ميت طعامى است كه چهل روز ميخورانند ووجه اماتت قلب آنست كه بيشتر از هنگام سنوح موت ميت دهم بعد از ان خيال سر انجام اين طعام وتقسيم آن فيما بين الاقربا ياسكان مساجد دامنگير خاطر ميشود كسانيكه اين طعام بآنها ميرسد از وقت موت متوقع وچشم دوخته برين طعام ميباشند مقصود شرع آنست كه از موت ميت عبرت گيرند وپند پرند ودر تفكر آخرت مشغول شوند واز غفلت هوشيار شوند واين مقصود ازين صورت بالكليه مفقود ميگردد وآنچه در حديث صحيح آمده است ودر صحاح سته موجود است همين قدر است كه نهى رسول الله ﷺ عن طعام

غرامت مال کا مطلب

سوال:
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ غرامت مال کا حدیثوں میں جہاں مذکور ہے محشی اسے منسوخ لکھتے ہیں مگر معلوم نہیں کہ اس کا ناسخ کیا ہے اور ناسخ میں اتنی قوت ہے کہ ان احادیث ثلثہ ثابت کو اس کے مقابلہ کی کہہ سکیں۔ مشہور یوں ہے کہ اگر شخص اکیلا گھر میں نماز پڑھے اور پھر مسجد میں جماعت سے نماز مل جاوے تو ظہر وعشاء میں شریک جماعت ہو جاوے اور صبح وعصر اور مغرب میں شریک نہ ہو حالانکہ ابوداؤد شریف میں جو واقعہ مذکور ہے اس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خفگی کی وجہ صبح کی جماعت میں شریک نہ ہونا ہے اس کا کیا جواب ہے فقط؟

جواب:
غرامت مالی ابتداء اسلام میں تھی پھر حکم ہو گیا **لایحل مال احد الا باذنہ** (۴۰) او **کما قال** یہ اس کا ناسخ ہے اور مسئلہ کو طحطاوی نے لکھا ہے (۴۱) تم خود دیکھ لینا اور اس پر

الميت. (فتاوى عزيزى، ج: ۲، ص: ۱۰۶، ط، مكتبه مجتبائى دهلى)

(۴۰): (رواه مشكوة، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثانى، ص: ۲۵۵، ط، قديمى كتب خانه كراچى)

(۴۱): فى الدرالمختار: لا بأخذ مال فى المذهب بحر. وفيه عن البزازية: وقيل يجوز، ومعناه أن يمسكه مدة لينزجر ثم يعيده له، فإن أيس من توبته صرفه إلى ما يرى. وفى المجتبىٰ أنه كان فى ابتداء الإسلام ثم نسخ.

وفى الشامية تحته: قوله: (وفيه الخ) أى فى البحر، حيث قال: وأفاد فى البزازية أن معنى التعزير بأخذ المال على القول به إمساك شئ من ماله عنده مدة لينزجر ثم يعيده الحاكم إليه، لا أن يأخذه الحاكم لنفسه أو لبيت المال كما يتوهمه الظلمة، إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال بغير سبب شرعى. وفى المجتبىٰ

اجماع بھی ہے اور ابوداؤد شریف میں جو حدیث وارد ہوئی ہے وہ صبح کے وقت میں ہوئی کہ صبح کے وقت کی ادا کو آپ نے نہی فرمایا اگر چہ عتاب کا لفظ عام اور بعد صلوٰۃ صبح کے نوافل کی ممانعت عموماً ہے وہ اس کی ناسخ بھی ہوسکتی ہے مگر یہاں ناسخ کی حاجت نہیں کہ عتاب بوجہ عدم شرکت کے تھا اور بعد معلوم ہونے کے کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں آپ نے اس وقت کی نماز میں کچھ نہیں فرمایا بلکہ کلیۃً یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز پڑھ کے آیا کرے نماز میں شریک

لم يذكر كيفية الأخذ، وأرى أن يأخذها فيمسكها، فإن أيس من توبته يصرفها إلى ما يرى. وفي شرح الآثار: التعزير بالمال كان في ابتداء الإسلام ثم نسخ اهـ. (ردالمختار على الدرالمختار، كتاب الحدود، باب التعزير، ج: ٦، ص: ١٠٥، ١٠٦، ط: دار عالم الكتب رياض)

وفي الموسوعة الفقهية: ذهب جمهور الفقهاء إلى أنه لايجوز أخذ مال المسلم أو إتلافه أو إخراجه عن ملكه بالبيع عقوبة بلا سبب شرعي، لأن الشرع لم يرد بشيئ من ذلك عن أحد يقتدى به، ولأن المقصود بالعقوبة التأديب، والأدب لايكون بالإتلاف.

أما المنصوص الواردة في العقوبة بالمال: إنما كان في أول الإسلام ثم نسخ، من ذلك: ما ورد عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في مانع الزكاة بخلاً لا إنكاره لوجوبها: إنا آخذوها وشطر إبله عزمة من عزمات ربنا لا يحل لآل محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم منها شيء، وقوله عليه الصلاة والسلام في سارق جرين الجبل: فيه غرامة مثليه وجلدات نكال، وقضاؤه عليه الصلاة والسلام أن سلب من أخذ وهو يصيد في حرم المدينة لمن أخذه.

كان هذا كله في أول الإسلام ثم نسخ، ثم انعقد الإجماع على أن ذلك لا يجوز، وعادت العقوبات على الجرائم في الأبدان. (الموسوعة الفقهية، ج: ٣٧، ص: ٣٥٤/ حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كاب الحدود، باب التعزير، ج: ٦، ص: ١١٠، ١١١، ط: دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ہوجاوے چونکہ اس وقت کے نفلوں کی ممانعت پہلے ہی ہوچکی تھی لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصریح نہیں فرمائی اور نہ فرمایا کہ اگرچہ تم پڑھ کرکے آئے تھے تم کو شریک ہونا تھا بلکہ کلیۃً مسئلہ بیان فرمایا کہ جو شخص نماز پڑھ کے آوے شریک جماعت ہوجاوے متنفلاً اسی واسطے عبداللہ بن عمر عصر کی نماز میں شریک نہیں ہوتے تھے کہ صحابہ اس استثناء سے مطلع تھے (۴۱) فقط والسلام۔

❁❁❁

(۴۱): عن جابر بن يزيد بن الأسود [العامرى] عن ابيه قال: شهدت مع النبى صلى الله عليه وسلم حجته، فصليت معه صلاة الصبح فى مسجد الخيف، [قال]: فلما قضى صلاته انحرف، فاذا هو برجلين فى اخرى القوم لم يصليا معه، فقال: على بهما، فجىء بهما ترعد فرائصهما، فقال: مامنعكما أن تصليا معنا؟ فقالا: يارسول اللّٰه، انا كنا قد صلينا فى رحالنا، قال: فلاتفعلا، اذا صليتما فى رحالكما ثم أتيتما مسجد جماعة فصليا معهم، فانها لكما نافلة. (اخرجه الترمذى فى جامعه فى كتاب الصلاة، باب ماجاء فى الرجل يصلى وحده ثم يدرك الجماعة، ص: ۶۱، رقم: ۲۱۹، ط، دار السلام رياض/ وأبوداؤد فى سننه فى كتاب الصلاة، باب فيمن صلى فى منزله ثم أدرك الجماعة يصلى معهم، ص: ۹۵، رقم: ۵۷۵، ط، دار السلام رياض)

وفى الكوكب تحت هٰذا الحديث: (فقال يا رسول صلى الله عليه وسلم انا كنا صلينا فى رحالنا) هذان الصحابيان لم يصليا بالجماعة الثانية فى المسجد ولا أراد ذلك من رحالهما فانهم لو كان عادتهم ذلك لما صليا فى رحالهما بل كان عليهما اتيان المسجد لما لهم من اعتياد الجماعة الثانية فاذا لم يجدا غيرهما صليا كلاهما بالجماعة وان وجدا غيرهما صليا معه كلهم ثم فى هذا حجة للشوافع على الأحناف نظراً الى ظاهر ألفاظ الحديث، وأما الامام فقد أراد التفصى مما يرد عليه بما ورد فى هذا الحديث من قوله صلى الله عليه وسلم فانها لكما نافلة فان النافلة حكمها لما كان معلوماً لم يحتج الى زيادة بيان فى ذلك فاتكل على ما بينه النبى صلى الله عليه وسلم من الأوقات التى يكره

تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم کرنا

﴿سوال﴾:

تین دن سے کم قرآن کو ختم کی کراہت حدیث ترمذی سے معلوم ہوتی ہے مگر بعض اکابر فقہاء سے یہ امر ثابت ہے اس سے کیا مراد ہے؟

﴿جواب﴾:

کراہت کسی حدیث سے ثابت نہیں بلکہ یہ ہے کہ ایسے پڑھنے میں افہام نہیں ہوتا

فيها النافلة فى غير هذا الحديث ألست ترى هؤلآء الذين ذهوا الى الاعادة فى الصلوات كلها كيف خصوا المغرب بزيادة ركعة هل أمرهم النبىﷺ بذلك فليس هذا الا بما روى عن النبى عليه السلام أنه نهى عن البتيراء فماذا عليهم فى التخصيص بالأحاديث الأخر صلاة الفجر و العصر أيضاً مع ما أنه ﷺ منبه على علة التخصيص بقوله فانهما لكما نافلة فيكف يفرد حكم هذه النافلة عن الحكم سائر النوافل فان قيل وقوع ذلك الأمر فى صلاة الفجر﴿الف﴾ يؤيد مرأم الشافعى قلنا أمرهم فى صلاة الفجر ليس الا أنهما لم يكونا يعلمان المسألة مطلقاً فى غير صلاة الفجر أيضاً فأعلمها اياها و اللّٰه أعلم.

﴿الف﴾: وقال الشيخ العلامة المحدث الكبير محمد زكريا الكاندهلوى رحمه اللّٰه تعالٰى فى حاشية الكوكب: قلت: اختلفت الروايات فى ذلك وجزم صاحب البدائع أن قصتهما هذه كانت فى صلاة الظهر ويؤيده مافى مسند أبى حنيفة نحو قصتهما بلفظ أن رجلين صليا الظهر فى بيوتهما، الحديث، ونحوه أخرجه محمد فى كتاب الآثار فلما ثبت عند الحنفية أن القصة فى صلاة الظهر فلاحاجة الى الجواب. (الكوكب الدرى على جامع الترمذى، ج: ١، ص: ٢٤١، ٢٤٢، ط، ندوة العلماء لكهنؤ، الهند)

مگر پڑھنے میں ثواب بلا کراہت ہے(۴۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ملفوظات

بسم اللہ کو جہر سے تراویح میں پڑھنا

(۱) عاصم قاری کے نزدیک جن کی قرأۃ ہندوستان میں پڑھی جاتی ہے اور تمام قرآن مطبوعہ اسی کے موافق ہیں۔ بسم اللہ ہر ہر سورۃ کا جزو ہے لہٰذا ان کے نزدیک ہر سورۃ کے اور بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھنا چاہیے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ ایک آیت قرآن شریف کی ہے اس کو کہیں ایک جگہ جہر سے پڑھ دینا چاہیے سوائے سورہ نمل کے کیونکہ یہ بسم اللہ کسی سورۃ کا جزو نہیں مستقل آیت ہے امام صاحب کے نزدیک پس برعایت مذہب حنفیہ جس سورۃ کے ساتھ چاہے اس کو پڑھ لیوے۔ کوئی قید نہیں (۴۳) اور

---

(۴۲): عن عبداللّٰہ بن عمرو ان النبی ﷺ قال: لم یفقه من قرأ القرآن فی اقل من ثلاث. وفی تحفة الأحوذی تحت هذا الحدیث: قوله: (لم یفقه من قرأ القرآن فی أقل من ثلاث) أی لم یفهم ظاهر معانیه وأما فهم دقائقه فلایفی به الأعمار، والمراد نفی الفهم لانفی الثواب، کذا فی المجمع. (تحفة الاحوذی بشرح جامع الترمذی، ابواب القراء ات ج: ۸، ص: ۲۷۶، رقم: ۴۰۲۰، ط، دار الکفر)

(۴۳): قال الامام المحدث الفقیه الشیخ محمد عبد الحی اللکنوی الهندي رحمه اللّٰه تعالٰی: قد صرحوا أن ختم القرآن بجمیع أجزءه فی التراویح مرة سنة مؤکدة، حتی لو ترک آیة منه لم یخرج عن العهدة، وقد ثبت أن البسملة أیضاً آیة منه علی الأصح، فیستخرج منه أنه لو قرأ تمام القرآن فی التراویح، ولم یقرأ البسملة فی ابتداء سورة من السور سوی مافی سورة النمل، لم یخرج عن عهدة السنیة، ولو قرأها الامام سرا خرج عن العهدة، لکن لم یخرج المقتدون عن العهدة، وبه أفتیت حین سئلت فی سنة أربع وثمانین بعد الألف والمائتین من الهجرة عن

اگر رعایت قاری عاصم کی منظور ہے تو ہر ہر سورۃ کے اوپر بجہر پڑھنا چاہیے درصورت مذہب حنفیہ کوئی احتیاط کی بات نہیں یکساں ہے۔

لاصلوٰۃ الا بحضور القلب کا مطلب

(۲) مسئلة. لا صلوة الا بحضور القلب. میں حضور قلب مطلق واقع ہوا ہے اور مطلق کا قاعدہ ہے کہ اگر ادنیٰ سے ادنیٰ فرد بھی اس کی پائی جاوے تو امتثال امر ہو جاتا ہے پس ادنیٰ حضور یہ ہے کہ نماز پڑھنا جانے اور تکبیر تحریمہ میں نیت نماز کی ہو اور ہر رکن میں یہ جان لے کہ فلاں رکن کرتا ہوں پس فرض ادا ہوا کہ مطلق حضور کی ادنیٰ فرد موجود ہے اسی واسطے اگر اول سے آخر تک کسی رکن میں سو گیا تو رکن ادا نہیں ہوتا پس فرض نماز تو اس قدر حضور سے ادا ہوتی ہے اور کمال کی انتہا نہیں (۴۴)۔ والسلام۔

هذه المسألة. وقد أفتى به أبى و أستاذى نور الله مرقده مرات و كرات، وصرح به فى قمر الأقمار لنور الأنوار. (احكام القنطرة فى احكام البسملة، الباب الثانى فى نبذ من أحكام البسملة، ص: ۱۷، ط، ادارة القرآن و العلوم الاسلامية، كراتشى)

(۴۴): قال العلامة الشامى رحمه الله تعالىٰ: وفى شرح المقدمة الكيدانية للعلامة القهساتى: يجب حضور القلب عند التحريمة، فلو اشتغل قبله بتفكر مسألة مثلاً فى أثناء الأركان فلاتستحب الاعادة. وقال البقالى: لم ينقص أجره إلا إذا قصر، وقيل يلزم فى كل ركن ولا يؤاخذ بالسهو لأنه معفو عنه، لكنه لم يستحق ثواباً كما فى المنية، لم يعتبر قول من قال: لا قيمة لصلاة من لم يكن قلبه فيها معه، كما فى الملتقط والخزانة والسراجية وغيرها.

واعلم أن حضور القلب: فراغه عن غير ما هو ملابس له، وهو هاهنا العلم بالعمل بالفعل والقول الصادرين عن المصلى وهو غير التفهم؛ فإن العلم بنفس اللفظ غير العلم بمعنى اللفظ اهـ. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الصلوة،

کتاب العلم

جو عالم بہ نیت وعظ میلہ میں جائے

﴿سوال﴾:

عالم کو بطور وعظ کے میلہ میں جانا مثل میلہ پیران کلیر کے درست ہے یا نہیں؟ اور اس کی نیت وہاں جانے سے یہ ہے کہ وہاں جا کر مباحثہ مخالفان سے کرے۔

﴿جواب﴾:

میلہ میں جا کر عالم اگر سیر وتماشہ نہ کرے اور میلہ کی برائی بیان کرے اور لوگوں کو وہاں سے چلے جانے کی ہدایت کرے تو درست ہے بلکہ بہتر وموجب ثواب ہے(۱) البتہ اگر وعظ وتماشہ دونوں کرے تو گنہگار ہوگا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

باب شروط الصلاة، مطلب: فی حضور القلب و الخشوع، ج: ۲، ص: ۹۴، ط، دارعالم الکتب ریاض)

(۱): قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتؤمنون باللّٰه. (سورة اٰل عمران: ۱۱۰)

(۲):فی الجامع لأحکام القرآن: قوله تعالیٰ: (فلاتقعدوا معهم حتٰی یخوضوا فی حدیث غیره)، أی: غیر الکفر. (انکم اذا مثلهم)، فدل بهٰذا علی وجوب اجتناب أصحاب المعاصی اذا ظهر منهم منکر، لأن من لم یجتنبهم فقد رضی فعلم و الرضاء بالکفر کفر، قال اللّٰہ عزوجل: (انکم اذا مثلهم). فکل من جلس فی مجلس معصیة، ولم ینکر علیهم، یکون معهم فی الوزر سواء، وینبغی أن ینکر علیهم اذا تکلموا بالمعصیة وعملوا بها، فان لم یقدر علی النکیر علیهم، فینبغی أن یقوم عنهم حتی لایکون من أهل هٰذه الآیة. (الجامع لأحکام القرآن، ج: ۷، ص: ۱۸۵، ط، مؤسسة الرسالة بیروت)

والدین کی اجازت کے بغیر طلب علم کے لئے سفر کرنا

﴿سوال﴾:

بلا اجازت والدین کے بطلب علم سفر جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اگر علم فرض کی تعلیم کو باہر بدون اذن والدین جاوے بشرطیکہ شہر میں حاصل نہیں ہوسکتا تو درست ہے ورنہ نہیں (۲)۔فقط۔

❁❁❁

تقویٰ اور فتویٰ کا فرق

﴿سوال﴾:

تقویٰ کس کا حکم ہے اور فتویٰ کس کا حکم ہے اور دونوں میں کیا فرق ہے اور دونوں میں

---

(۲):فی الدر المختار :وله الخروج لطلب العلم الشرعی بلا اذن والدیه لوملتحیاً.

وفی الشامیة تحته: (وله الخروج .الخ) أی ان لم یخف علی والدیه الضیعة ان کانا موسرین، ولم تکن نفقتهما علیه.(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغیره، ج:۹،ص: ۵۸۴،۵۸۵)

ولوأراد ان یخرج من بلده الی بلد للتجارة أو للفقه،ولو کان الطریق امناً لایخاف علیه الهلاک، فله أن یخرج من غیر اذنهما قیاساً واستحساناً.(الفتاوی التاتارخانیة، الفصل الثامن والعشرون فی الرجل یخرج الی السفرویمنعه أبواه.الخ، ج:۱۸،ص: ۲۴۰،ط، مکتبة زکریا، بدیوبند،الهند/الفتاوی العالمکیریه،الباب السادس والعشرون فی الرجل یخریج الی السفر و یمنعه أبواه.الخ، ج:۵،ص: ۳۶۶)

سے ہم پر کس پر عمل کرنا فرض ہے؟

﴿جواب﴾:

فتویٰ یہ ہے کہ جس کو علماء نے بدلیل قرآن وحدیث جائز کہا (۳) اس پر عمل کرے اگرچہ بعض وجہ سے اس میں ممانعت بھی معلوم ہوتی ہو اور تقویٰ یہ کہ جہاں شبہ ہو اس کو بھی نہ کرے (۴) پہلی کو رخصت کہتے ہیں اور دوسری کو عزیمت دونوں حکم شرع کے ہی ہیں اور دونوں میں جس پر عمل کرے درست ہے رخصت سے باہر نہ نکلے اور تقویٰ کرے تو بڑا اجر ہے (۵)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۞۞۞

---

(۳):ان الفتوی تبیین للحکم الشرعی فقط من الجواز أو الدب أو الوجوب أو الکراهة أو الحرمة.(اصول الافتاء وآدابه،ص: ۱۱،ص:مکتبة معارف القرآن کراتشی).

(۴):وقال عمر بن عبدالعزیز: لیس التقویٰ قیام النهار وقیام اللیل والتخلیط فیما بین ذلک، ولکن التقویٰ ترک ما حرم اللّٰه وأداء ما افترض اللّٰه، فما رزق بعد ذلک فهو خیر علی خیر.

وقال ابو زید: هو التورع عن جمیع الشبهات.(الکشف والبیان المعروف بتفسیر الثعلبی،ج: ۱،ص: ۱۴۲، ۱۴۳،ط، داراحیاء التراث العربی)

(۵):قال العلامة محمود حسن الکنکوهی رحمه اللّٰه تعالیٰ: قد علم مما ذکرنا حکمها، صاحب التقویٰ أورع وصاحب الفتوی أوسع، وهو داخل تحت حدود الشرع، واذا جاوزها فقد تعدیٰ: ﴿ومن یتعد حدود اللّٰه فقد، ظلم نفسه﴾. فقط واللّٰه سبحانه تعالیٰ أعلم وعلمه أتم وأحکم. (فتاوی محمودیه، ج:۳،ص: ۴۵)

عبادت کا مطلب

سوال:
شرع شریف میں معنی عبادت کے کیا ہیں کہ جو سب افراد واقسام عبادت پر صادق ہوویں اور معنی مشہور غایت التذلل لغایۃ التعظیم سب افراد پر بذہن ناقص شامل وصادق نہیں ہوتے اور امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے معنی عبادت اطاعت لکھے ہیں رسالہ ایہا الولد میں۔ پس ایسے معنی ارشاد ہوویں کہ تمام امور حسنہ اور پسندیدہ شارع پر صادق آویں۔

جواب:
یہ حد سب عبادات پر صادق ہے کیونکہ مستحب میں بھی لوجہ اللہ ہی تذلل واطاعت ہوتا ہے۔

❁❁❁

تقرب کا مطلب

سوال:
معنی تقرب کیا ہیں کہ جس کے کرنے سے واسطے غیر اللہ تعالیٰ کے شرک لازم آتا ہے؟ فقط

جواب:
معنی تقرب کے کسی سے نزدیکی واولیت حاصل کرنا کہ اس میں جملہ حوادث سے امن چاہے اور استقلالاً اس سے نفع چاہے۔

❁❁❁

نماز میں حضور قلب رکھنے کا مطلب اور اس کا حکم

﴿سوال﴾:

مراد حضور نماز سے کیا ہے کہ جس کے بغیر نماز ادا نہیں ہوتی اور وہ حضور فرض اور واجب ہے اور وہ کس قدر ہے۔ فقط۔

﴿جواب﴾:

مطلق حضور فرض ہے ادنیٰ اس کا یہ ہے کہ ان افعال کو جان کر کرے (۱) فقط۔

❁❁❁

---

(۱): قال العلامة الشامی رحمه اللّٰہ تعالیٰ: وفی شرح المقدمة الکیدانیة للعلامة القهستانی: یجب حضور القلب عند التحریمة، فلو اشتغل قبله بتفکر مسألة مثلاً فی أثناء الأرکان فلاتستحب الاعادة. وقال البقالی: لم ینقص أجره إلا إذا قصر، وقیل یلزم فی کل رکن ولا یؤاخذ بالسهو لأنه معفو عنه، لکنه لم یستحق ثواباً کما فی المنیة، لم یعتبر قول من قال: لا قیمة لصلاة من لم یکن قلبه فیها معه، کما فی الملتقط والخزانة والسراجیة وغیرها.

واعلم أن حضور القلب: فراغه عن غیر ما هو ملابس له، وهو هاهنا العلم بالعمل بالفعل والقول الصادرین عن المصلی وهو غیر التفهم؛ فإن العلم بنفس اللفظ غیر العلم بمعنی اللفظ اهـ.(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلوة، باب شروط الصلاة، مطلب: فی حضور القلب و الخشوع، ج: ۲، ص: ۹۴، ط، دارعالم الکتب ریاض)

قاضی جس جگہ نہ ہو وہاں حکم کے فیصلہ کا حکم

﴿سوال﴾:

مسئلہ جہاں قاضی شرعی نہ ہوتو وہ احکام جو قضاء پر موقوف ہیں اگر باتفاق ہوتو مدعی خود اپنا حق بدون قلت وتجاوز کے لے سکتا ہے اگر دونوں اپنے اپنے زعم میں حق پر ہوں تو عرف واتفاق سے حکم ہوسکتا ہے مدعی کو اپنی حقیقت پر وثوق کامل نہیں تو بے تحکیم کچھ نہیں ہوسکتا۔

﴿جواب﴾:

جہاں قاضی نہ ہووے تو تحکیم سے جو بشرائط خود ہووے فیصلہ کرانا چاہیے اور حکم حَکَم مثل حکم قاضی کے ہووے گا (۷) مگر مدعی کو جس حق میں خود وثوق ہووے ایسی شئے کو بحکم حکم لینا بھی درست نہ ہوگا معہذا اگر تحکیم کرا کر مدعی نے لے لیا تو معاف کرالیویں ورنہ مال مشتبہ رہے گا۔ اور ایسی صورت میں مدعی گناہ سے خالی نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۷):فی ملتقی الابحر: ولو حكم الخصمان من يصلح قاضياً ليحكم بينهما صح ونفذ حكمه عليهما ببينة أو اقرار أو نكول واخباره باقرار أحد الخصمين وبعدالة الشاهد حال ولايته ولكل منهما ان يرجع قبل حكمه لابعده.

وفي مجمع الانهر تحته: (ولوحكم) من باب التفعيل(الخصمان من يصلح قاضياً) بكونه أهلاً للشهادة فلو حكما عبداً أو صبياً أو ذمياً أو محدوداً في قذف لم يصح وتشترط الأهلية وقت التحكيم ووقت الحكم، فلو حكما عبداً فعتق أو صبياً فبلغ أو ذمياً فأسلم، ثم حكم لاينفذ حكمه، ولو الحكم الذميان ذمياً جاز لأنه من أهل الشهادة في حقهم، يشترط أن بكون المحكم معلوماً فلو حكما أول من يدخل المسجد لم يجز اجماعاً للجهالة(ليحكم بينهما صح) الحكم لأنهما التزما ورضيابه لولايتهما على أنفسهما (ونفذ حكمه) أي حكم المحكوم.(مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر، كتاب القضاء، فصل في التحكيم، ج:۳،ص: ۲۴۱،ط، دار الكتب

مناظرہ کرنے کی کس کو اجازت ہے

﴿سوال﴾:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین حامیان شرع متین ان مسئلوں میں۔ اولاً یہ کہ رد کرنا کفار کا خصوصاً فی زمانہ جو کفرہ نے بمقابلہ اسلام تحریر و تقریر و طمع کو بشدت پیش کیا ہے تو اب اہل اسلام کو واسطے تکذیب کفرہ کے باوجود آزادگی بہ نسبت تنازع باہمی تحریراً و تقریراً کیا حکم ہے دوسرا یہ کہ بیان کرنا خوبی اصول اسلام و قباحت کفرہ مجمعوں میں اور بازاروں میں بطور وعظ بہ نسبت جلوس خلوتوں کے کیا حکم ہے سوئم یہ باوجود لیاقت علمی و مالی بقدر وسعت امور مذکورہ بالا میں سعی نہ کرنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا و توجروا۔

﴿جواب﴾:

جو شخص جملہ علوم شرعیہ سے بخوبی واقف اور دقائق عقائد و کلام و حقائق اعمال و اخلاص سے بہمہ وجوہ نامور ہو اور فہم و ذکا اور تدین سے مزین ہو اور مناظرہ و تردید کفر ایسی عمدہ طرح پر کر سکے کہ کسی وجہ سے اسلام پر کوئی حرف و عیب عائد نہ ہو اور خود تشکیک مخالفین میں ملوث نہ ہو جاوے تو ایسے شخص کو رد نصاریٰ و دیگر منکرین اسلام کا کرنا اور بازار و جامع میں حمایت و خوبی اسلام کا اظہار و وعظ کرنا درست ہے اور کتب مخالفین کو بھی دیکھنا جائز ہے اور جو کوئی ان شرائط مذکورہ سے مفقود ہو تو اس کام میں پڑنا سخت حرام ہے اور موجب فساد اسلام ہے اور جو شخص متحلّی اس وصف مذکورہ بالا کا ہو تو اس کو یہ کام کرنا بہ بعض وجوہ اولیٰ خلوت سے ہے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ کوئی امر مذموم نہ رہے اس کے ساتھ مختلط نہ ہو ورنہ ہرگز حلال نہ ہووےگا (۸)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

العلمية، بیروت، لبنان)

(۸):وفی الدر المختار مع الشامية: المناظرة فی العلم لنصرة الحق عبادة،

ایسے معاملات کا حکم جس میں جواز و عدم جواز کا احتمال ہو

﴿سوال﴾:

مسئلہ جو معاملات ایک دلیل سے جائز دوسرے اعتبار سے ممتنع ہوں مثلاً اجارہ قرار دیں تو ناجائز ہے اور بیع سمجھیں تو جائز ہے اور کسی طرف نص صریح نہ ہو تو بنظر سہولت دلیل جواز اقویٰ واولیٰ ہے یا نہ۔

﴿جواب﴾:

اگر ایک عقد میں احتمال صحت وفساد دو وجہت سے ہو سکے اگرچہ تصریح نہ ہووے تو حمل کرنا عقد صحیح پر چاہیے چنانچہ ہدایہ میں اکثر جا مذکور ہوا ہے باب الصرف میں ہے وانہ طریق متعین لتصحیحه يحتمل عليه تصحيحا لتصرفه. (۹) انتہیٰ. واللہ اعلم۔

❁❁❁

ولأحد ثلاثة حرام: لقهر مسلم، واظهار علم، ونيل دنيا أو مال أو قبول. (الدر المختار مع الشامية، ج: ۹، ۶۰۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفي الموسوعة الفقهية: واعلم أنه ذهب بعض إلى أن معرفة مجادلات الفرق الضالة ليجادلهم فرض كفاية لقوله تعالى: ﴿وجادلهم بالتي هي أحسن﴾ ولأنها دفع الضرر عن المسلمين إذ يخاف أن يقعوا في اعتقاداتهم المضرة، وذا فرض كفاية على من لم يكن مظنة الوقوع فيه، وفرض عين على من كان كذلك...الخ.

حكم المناظرة في الحالات التي تجري فيها:

يختلف حكم المناظرة باختلاف الحالات التي تجري فيها.

أولا ــــ الوجوب، ثانياً الدب، ثالثاً الحرمة. (الموسوعة الفقهية، ج: ۳۹، ص: ۷۵، ۷۶)

(۹): (الهداية ومعه البناية، ج:۸، ص: ۴۰۴، ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

بضرورت ایسے قول پر عمل کرنیکا حکم جو غیر مفتی بہ ہو

﴿سوال﴾:

مسائل مختلفہ مجتہد فیہا میں غیر مفتی بہا پر عمل کرنا درجہ کراہت سے زیادہ نہیں ہوسکتا مگر گاہے گاہے حالت ضرورت میں غیر مفتی بہ یا غیر مقلد کی قول پر عمل کرنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

ضرورت کے وقت روایت غیر مفتی بہا پر اور مذہب غیر پر عمل کرنا درست ہے اگر چہ اولیٰ نہیں خصوصاً اضطراری وعموم بلویٰ میں کذا فی ردالمحتار (۱۰)۔واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۰):قال العلامة الشيخ محمد تقى العثمانى دامت بركاتهم: ولكن صرح عدة من الفقهاء بانه قد يجوز العمل أو الافتاء برواية ضعيفة أو قول مرجوح لضرورة اقتضت ذلک، وحاصل كلامهم انه لايجوز الأخذ بالأقوال الضعيفة بالتشهى، ولكن اذا ابتلى الرجل بحاجة ملحة، وسع له أن يعمل لنفسه بقول ضعيف أو رواية مرجوحة.... و حاصل ماذكره ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ أن العمل بالمرجوح يجوز فى حالتين: الأولى: حالة الضرورة ورفع الحرج الشديد، والثانية: اذا كان المفتى من اهل الاجتهاد فى المذهب، ولو كان اجتهاده جزئيا، فانه يرجح ماهو مرجوح فى المذهب على اساس قوة دليله عنده، فيصير راجحا حسب رأيه .(اصول الافتاء وآدابه، الفصل الحادى عشر، لايجوز العمل أو الافتاء بالروايات الضعيفة أو المرجوحة، الا لضرورة تبدو لمفتٍ عارف متبحر،ص: ۱۹۸، ۲۰۰، ط، مكتبة معارف القرآن، كراتشى)

وقال العلامة المحدث الكبير محمد فريد رحمه الله تعالىٰ: قلت بتوفيقه نعم جاز الافتاء والقضاء بمذهب الغير عند الضرورة. قال العلامة الشامى فى ردالمحتار

عالم بےعمل کی تعریف

﴿سوال﴾:

عالم بےعمل وہی ہے کہ اوروں کو بتائے اور آپ نہ کرے یا عالم بےعمل اور ہے یہ نہیں۔

﴿جواب﴾:

عالم بےعمل جو تلقین کرے اور خود خلاف شرع کرے اگر لوگوں کو وظائف نوافل تلقین کرے خود نہ کرے وہ برا نہیں۔ مگر واجبات کو ترک کرکے ممنوعات کو کرے وہ عالم بے عمل ہوتا ہے(۱۱)۔

ص: ۲۳۹، جلد: ۴، وفی جامع الفصولین قد اضطرب آرء هم وبیانهم فی مسائل الحکم للغائب و علیه ولم یصف ولم ینقل عنهم اصل قوی ظاهر یبنی علیه الفروع بلا اضطراب ولا اشکال فالظاهر عندی ان یتأمل فی الوقائع ویحتاط ویلاحظ الحرج والضرورات فیفتی بحسبها جوازاً وفسادا (الی ان قال) دفعا للحرج والضرورات وصیانة للحقوق عن الضیاع مع انه مجتهدفیه ذهب الیه الائمة الثلثة الخ. وفی المجلد الثالث ص: ۴۵۶، عن القهستانی لو افتی به (مذهب احمد) وفی موضع الضرورة لابأس به علی ما اظن. فقط. (فتاوی فریدیه، ج: ۱، ص: ۲۲۷)

(۱۱):وقال رسول اللّٰه ﷺ مررت لیلة اسری بی باقوام تقرض شفاههم بمقاریض من نار، فقلت: من انتم؟ فقالوا: کنا نأمر بالخیر ولانأتیه وننهی عن الشر ونأتیه....وقال ابوالدرداء رضی اللّٰه عنه: ویل لمن لایعلم مرة وویل لمن یعلم ولایعمل سبع مرات....والعالم الذی لایعمل کالمریض الذی یصف الدواء وکالجائع الذی یصف لذائذ الأطعمة ولایجدها. ولکم الویل مما تصفون. (الأنبیاء:۱۸). (احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب السادس فی آفات

جہلاء سے بحث ومباحثہ کرنے کی غرض سے علم حاصل کرنا

﴿سوال﴾:

زید ایک معمولی سا مولوی ہے لوگوں سے مسائل متنازعہ میں گفتگو کر کے فساد کرتا ہے اور عوام اور جہلا سے بلاوجہ بحث مباحثہ کرتا ہے مسائل مختلف فیہ میں نہایت تشدد کرتا ہے چنانچہ عمرو سے جو ایک مبتدی طالب علم نفحۃ الیمن وغیرہ پڑھتا ہے مسئلہ رفع یدین فی الصلوۃ عندالرکوع میں گفتگو کی۔ زید نے کہا رفع یدین عند رکوع ممنوع فی الحدیث ہے عمرو نے جواب دیا نہیں بلکہ سنت ہے چنانچہ سبیل الرشاد میں رفع وعدم رفع کو سنت تحریر فرما کر عدم رفع کو راجح لکھا ہے ممنوع نہیں ہے اگر ممنوع فی الحدیث ہوتا تو سبیل الرشاد میں ضرور تحریر فرمایا جاتا تو زید نے اس کے جواب میں کہا میں کسی کا کلام نہیں مانتا اور چند کلمات سخت کہے۔ عمرو نے بھی اس کے جواب میں غصہ سے یہ کہا جو سنت کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے اس پر عمل کرنے کو ممنوع کہے وہ ملحد ہے لہٰذا عرض ہے جو طور سبیل الرشاد میں تحریر ہوا ہے یہی درست ہے یا رفع یدین مذکور ممنوع فی الحدیث ہے اور زید جو لوگوں کو ایسے الفاظ کہتا ہے اور کہلواتا ہے اور لوگوں کو ورغلاتا ہے کس جرم کا مستحق ہے اور اس حدیث کا مصداق ہے یا نہیں من طلب العلم لیجاری به العلماء ولیماری به السفهاء او یصرف به وجوه الناس الیه ادخله اللّٰه النار (۱۲). اور عمرو نے جو اس کے جواب میں ملحد کہا وہ کس درجہ کا گنہگار ہے؟ بینوا وتوجروا۔

العلم وبیان علامات علماء الآخرة و العلماء السوء، ص: ۷۶،۷۸، ط، دار ابن حزم، بیروت لبنان)

(۱۲): اخرجه الترمذی فی جامعه وقال هذا حدیث غریب لانعرفه الا من هذا الوجه، و اسحق بن یحیی بن طلحة لیس بذاک القوی عندهم، تکلم فیه من قبل حفظه. (ابواب العلم ، باب ماجاء فیمن یطلب بعلمه الدنیا، ج: ۲،ص: ۲۵۶، ط، الطاف اینڈ سنز، کراتشی باکستان)

﴿جواب﴾:

جو طور سبیل الرشاد میں مذکور ہے وہ ہی صحیح ہے احادیث صحیحہ سے دونوں امر ثابت ہیں (۱۳)۔ کسی ایک کو ممنوع اور اسکے فعل کو ارتکاب منہی اور فعل منکر نہ کہنا چاہیے اور جو شخص ایسے کلمات کہے یا مجارات و ممارات کو مقصود تحصیل علم بنادے وہ سخت گستاخ بلکہ مستحق تعزیر ہے اور قابل تادیب فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

---

(۱۳):واعلم ان الأثار عن الصحابة والطرق عنه ﷺ كثيرة جداً، والكلام فيها واسع من جهة الطحاوى وغيره، والقدر المتحقق بعد ذٰلک كله ثبوت رواية كل من الأمرين عنهﷺ الرفع عند الركوع وعدمه...الخ. (فتح القدير، كتاب الصلٰوة، باب صفة الصلٰوة، ج: ١،ص: ٣١٩، ٣٢٠، ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

وقال الامام العلامة ابو محمد محمود بن احمد بن موسىٰ بدر الدين العينى الحنفى رحمه اللّٰه تعالٰى: وقال أشرف الدين بن نجيب الكاسانى فى البدائع : وروى عن ابن عباس أنه قال: ان العشرة الذين شهد لهم رسول اللّٰه بالجنة ما كانوا يرفعون أيديهم الا لافتتاح الصلاة.

قلت: فعلى هذا مذهب أبى حنيفة مذهب جماعة من الصحابة والتابعين ومن بعدهم، أما من الصحابة: أبو بكر الصديق، وعمر، وعثمان، وعلى، وطلحة بن عبيداللّٰه، والزبير بن العوام، وسعد بن أبى وقاص، وسعيد بن زيد، وعبدالرحمٰن بن عوف، وأبو عبيدة عامر ابن عبداللّٰه بن الجراح، فهؤلاء العشرة، وعبداللّٰه بن مسعود، وجابر ابن سمرة، والبراء بن عازب، وعبداللّٰه بن عباس، وعبداللّٰه بن عمر، وأبو سعيد الخدرى، ومن التابعين ومن بعدهم: مذهب ابراهيم النخعى، وابن ابى ليلى، وعلقمة، والأسود، والشعبى، وأبى اسحاق، وخيثمة، وقيس، والثورى، مالک، وابن القاسم، والمغيرة، ووكيع، وعاصم بن كليب، وجماعة آخرين. ==

نفس پرور عالم اور بدعتی صوفی میں کون افضل ہے

﴿سـوال﴾:

جو عالم کہ خوب کھاوے اور خوب پہنے اور نماز میں جماعت کی پابندی بھی نہ کرے۔ چاہے جماعت ملے یا نہ ملے اپنے نفس کی خاطر مسائل کو تاویل کرے تو یہ عالم اچھا یا یہ صوفی بدعتی تہجد گزار حاجی وطیفچی مذکور الصدر اچھا فرمایئے۔

﴿جواب﴾:

میرے نزدیک یہ دونوں برے ہیں مگر عالم نفس پرور زیادہ بد ہے صوفی مبتدع سے کیونکہ اس کا گناہ لوگوں کو بہت نقصان دیتا ہے صوفی بدعتی کا کم نقصان دیتا ہے (۱۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

== والجواب عن أحاديث الرفع أنها منسوخة بدليل ما روى عن ابن مسعود أنه قال: "رفع رسول اللّٰه فرفعنا، وترک فترکنا" على أن ترک الرفع عند تعارض الأخبار اولٰى...الخ.(شرح سنن أبى داؤد للعينى، كتاب الصلوٰة، ابواب استفتاح الصلوٰة، باب فى رفع اليدين، ج:۳، ص: ۳۰۳، ط،مكتبة الرشد، الرياض)

(۱۴):عن الاحوص بن حكيم، عن أبيه، قال: سأل رجل النبىﷺ عن الشر. فقال: لاتسألونى عن الشر، وسلونى عن الخير ، يقولها ثلاثاً، ثم قال: ألا ان شر الشر شرار العلماء، وان خير الخير خيار العلماء. رواه الدارمى.

قال العلامة الشيخ على بن سلطان محمد القارى رحمه اللّٰه تعالىٰ تحت هذا الحديث: (ان شر الشر) أى اعظمه (شرار العلماء وان خير الخير خيار العلماء) قال الطيبى: انما كانوا شر الشر وخير الخير لأنهم سبب لصلاح العالم وفساده واليهم تنتمى امور الدين والدنيا وبهم الحل والقعد.اهـ، أو لأن عذاب شرارهم فى العقبى شر العقاب ومراتب خيارهم فى منازل الجنة خيرمآب واللّٰه أعلم بالصواب(رواه

تن پروری وکامرانی کرنے والا عالم

سوال:۔

عالم کہ کامرانی وتن پروری کند
او خویشتن گم ست کرا رہبری کند

یہ شعر واقعی سچ اور ٹھیک ہے یا صرف مضمون شاعری ہی ہے؟

جواب:

معنی شعر کے درست ہیں تن پروری یہ ہے کہ اپنے نفع دنیا کے واسطے خلاف شرع بھی کرلیوے۔ منہ دیکھ کر فتویٰ دیوے اور جو مباح کھانے پہننے میں موافق حکم شرع کے عمل کرے اور مباحات کا امر کرے وہ داخل شعر کے مضمون میں نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

الدارمی). (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثالث، ج: ۱، ص: ۴۷۶، ۴۷۷، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ملفوظات

جہلاء سے نہ الجھنا

﴿۱﴾ جہلاء سے مت الجھنا وہاں چند آدمی بدوضع جمع ہیں ان سے مت الجھنا اپنے عقائد واعمال جیسے یہاں ہیں ویسے ہی رکھنا (۱۵)۔

حافظ قرآن باترجمہ وبلاترجمہ میں فرق، قرآن بھولنے کا گناہ

﴿۲﴾ مسئلہ:۔ حافظ قرآن کے مدراج معہ ترجمہ میں زیادہ ہیں اور بلاترجمہ میں اس قدر نہیں ہیں اور بھول جانا سارے قرآن کا زیادہ گناہ ہے اور کم کا کم گناہ اور گناہ وہ بھولنا ہے جو اس بھولنے والے کی کم توجہی اور بے اعتنائی سے ہو اور اگر کسی مجبوری یا مرض سے ایسا ہو تو مضائقہ نہیں ہے (۱۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۵): قال اللّٰہ تبارک وتعالی: واذا خاطبهم الجاهلون فقالوا سلٰما. (سورة الفرقان: ٦٣)

(١٦): قال العلامة الشيخ محمد زكريا الكاندهلوى رحمه الله تعالىٰ: لاشک أن حفظ القرآن من منن الله وكرمه على عباده، فاذا غفل عنه عبد بجهله ينساه، وقد وردت عدة روايات تتوعد على نسيان القرآن بعد حفظه، فروى عن أنس قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: عرضت على ذنوب أمتى، فلم أر ذنبا أعظم من سورة من القرآن، أو آية أوتيها رجل، ثم نسيها.

وعن سعد بن عبادة قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: ما من امرىء يقرأ القرآن ثم ينساه الا لقى اللّٰہ أجذم. (منهج الحياة الايمانية والتربية الدينية فى ضوء الكتاب والسنة، ص: ٢٦٤، ٢٦٥، ط، المكتبة اليحيوية سهارنفور، الهند)

خرق عادت

﴿۳﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.** اما خرق عادت پس بیانش آنکہ حق جل وعلا بقدرت کاملہ خود بنابر تصدیق انبیاء علیہم السلام چیزے اظہار می نماید کہ صدور آن چیز بہ نسبت ایشان ممتنع می نماید اگر چہ بہ نسبت دیگر کس ممتنع نمی باشد۔ تفصیلش آنکہ وجود بعضے اشیاء بحسب عادت اللہ موقوف می باشد بر فراہم آمدن اسباب وادوات آن چیز پس کسیکہ ادوات وآلائش حاصل میدار دصدور چیز مذکور از وخرق عادت نیست وکسیکہ ادوات مذکور حاصل نمیدارد البتہ صدور آن از واز قبیل خرق عادت است مثلاً نوشتن بہ نسبت نویسندہ خرق عادت نیست وبہ نسبت امی خرق عادت وکشتن بسلاح خرق عادت نیست وبمجرد ہمت ودعا خرق عادت پس ازیں بیان واضح گشت کہ این معنی لازم نیست کہ ہر خرق عادت خارج از مطلق طاقت بشری باشد بلکہ ہمیں قدر لازم ست کہ نسبت صاحب خارقہ صدور آن خلاف عادت باشد بجہت فقدان ادوات وآلات پس بسیار چیز است کہ ظہور آن از مقبولین حق از قبیل خرق عات شمردن می شود حالانکہ امثال ہمان افعال بلکہ اقوی واکمل ازاں ارباب سحر واصحاب طلسم ممکن الوقوع باشد پس وقتیکہ بر حاضران واقعہ این قدر ثابت باشد کہ صاحب خارق مہارت درفن سحر وطلسم نمیدارد پس لابد صدور خارقہ مذکور علامت صدق اوتواند بود لہٰذا نزول مائدہ از معجزات حضرت مسیح شمردہ میشود بخلاف آنچہ اہل سحر بسیارے را از اشیاء نفسیہ از جنس میوہ وشیرینی باستعانت شیاطین حاضر می آرند ودر دوستان وہمنشینان خود بآن افتخار می نمانید۔ چون معنی خرق عادات واضح گشت لابد دریں مقام تامل باید نمود کہ خرق عادت چرا ظاہر میگردد وچگونہ ظاہر میشود اما اول پس باید دانست کہ ظہور خوارق بالذات از اسباب ہدایت نیست گو کہ درحق بعضے سعداء اتفاقاً سبب ہدایت گردد بلکہ ظہور آن بالذات برائے اتمام حجت واسکات مخالفین والزام مجادلین است الخ اما آنکہ چگونہ حادث میشود پس بیانش آنکہ حق جل وعلا بقدرت کاملہ خود در عالم تکوین تصرفے عجیب وغریب بنابر تصدیق مقبولے از مقبولان خود

میفر باید(۱۷) نہ آنکہ قدرت صدور خرق عادت دردایجادمیفر ماید واورا باظہار آن ماموری نماید حاشا وکلا قدرت تصرف درعالم تکوین از خواص قدرت ربانی ست نہ از آثار قوت انسانی ۱۲۔ رسالہ منصب امامت تصنیف مولانا محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ از صفحہ ۳۱ تا صفحہ۳۲۔ترجمہ منصب امامت از صفحہ۲۱ تا صفحہ۳۲۔امانزول برکت پس بیانش آنکہ چنانکہ حق جل وعلا بحکمت بالغۂ خود جرم آفتاب راواسطہ اشراق عالم فرمودہ ودافع تاریکی قرار دادہ پس ہر چند انتشار نور دراطراف عالم واضمحلال ظلمت از روئے زمین محض از قدرت کاملۂ او تعالیٰ است ہر کہ آفتاب را خالق نور قرار دہد ہر آئینہ کافر گردو العیاذ باللہ لیکن سنت اللہ باین طریق جاری گردید کہ ہرگاہ آفتاب طلوع می کند۔تمام عالم پراز انوار میشود وروئے زمین از غبار ظلمت پاک میگردو ہمچنیں ازبسلہ اکابر ایشان ملکی اند وبشر فلکی وجود ایشان آفتابے است کہ براوج چرخ ملکوت تابندۂ قمرے است از جبروت کہ درشب تار ناسوت درخشیدۂ لابد ہمراہ نزول ایشان یک نورے ازغیب الغیب بروز میفر ماید کہ سبب اصلاح عالم وانتظام بنی آدم وباعث تقلب اودار دو تغیر اطوار میگردو پس آنچہ از تغیرات وتقلبات مذکورہ چہ دراقطار عالم و اطوار بنی آدم حادث میگردو ہمہ از قدرت کاملہ ربانی است نہ از نتائج طاقت امکانی نہ اینکہ حق جل وعلا ایشان راقدرت آثار تصرف عالم عطا فرمودہ وکاروبار بنی آدم بایشان تفویض نمودہ پس ایشان بامرالٰہی قدرت خودصرف مینمایند واین تصرفات گونا گون وتغیرات بوقلمون درعالم کون برؤے کاری آرند کہ این اعتقاد شرک محض است وکفر بحث ہر کہ بجناب ایشان این عقیدہ قبیحہ داشتہ باشد بیشک مشرک مردود است وکافر مطرود بالجملہ تقدیر نزول الٰہی بنابر

(۱۷):والحاصل ان الامر الخارق للعادة هو بالنسبة الى النبى(صلی اللہ علیہ وسلم)معجزة سواء ظهر من قبله او قبل أمته،لدلالته على صدق نبوته وحقية رسالته، فبهذا الاعتبار جعل معجزة له والا فحقيقة المعجرة أن تكون مقارنة للتحدى على يد المدعى وبالنسبة الى الولى كرامة.(شرح الفقه الأكبر للملاعلى القارى،ص:٦٩،ط،دار الكتب العربية الكبرى،مصر)

وجاہت کسے بادعاء کسے ازمقبولین امرے دیگر دصدور تصرفات کونی از ہمان مقبول اگرچہ بامر اللہ باشد امرے دیگر کہ اول عین اسلام است وثانی محض کفرع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔" ۱۲ رسالہ منصب امامت مذکور تصنیف مولانا محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ درصفحہ ا۔ ترجمہ منصب امامت از ۶۳ تا ۶۴ فائدہ اگر خواہی کہ سرکار دریابی ہوش گرد آرد گوش بمن دار تنقیح مرام وتوضیح مقام موقوف بر بیان نکتہ اس کہ فہمیدنی واردو آن اینکہ قدرت واختیار چیزے عطا فرمودند وقوت اقتدار آن تفویض نمودن مفہومے دیگر است وفعل خالص خود در چیزے ظاہر کردن مضمونے دیگر مثلاً توان گفت کہ زید بقلم نوشت وفعل خالص خود کہ کتابت است در قلم ظاہر کردنمی توان گفت کہ زید قدرت واختیار حرکتہ وقوت واقتدار کتابت بقلم سپرو زیرا کہ قلم تاوقتیکہ مثل زید انسان نشود قدرت واختیار حرکتہ وقوۃ واقتدار از کتابت حاصل نمیتوان کرد وخاصۃ انسان بدست تنواں آورد۔ پس اگر کسے گوید کہ زید قلم راقدرت و اختیار نوشتن داد وتفویض خاصۂ خود نواخت محصل کلامش ہمیں خواہد بود کہ زید قلم را انسان ساخت واگر گوید کہ زید بقلم نوشت مفادش آن باشد کہ فعل کتابت خاصۂ زید است وقلم راہیچ وجہ درآن فعل قدرتی واختیارے نیست وقوتے واقتدارے نے ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا"۔ چون این سخن دلنشین وخاطر نشان شد بر اصل مطلب میرویم ومیگوئم کہ قدرت واختیار افعال خاصۂ احدیت وقوت واقتدار آثار مختصہ صمدیت بکسے یا چیزے سپردن از مرتبہ امکان بمرتبہ وجوب بیرون است زیرا کہ مبدء قدرت واختیار آن افعال ومدار قوت واقتدار آن آثار نیست الا وجوب وجود پس ہر کہ آن قدرت واختیار وآن قدرت اقتدار برائے غیر ثابت میکند۔ محصل کلام ومآل مراقش ہمیں خواہد بود کہ خداوند تعالیٰ او رواجب الوجود گردانیدہ است ازیں تقریر رشیق وتحقیق انیق کہ شنیدی وفہمیدی فوائد بسیار میتوان برداشت انیجا بیان بعضے از انہا میتوان کرد اول (۱) آنکہ بعض افعال خاصۂ الٰہیہ کہ گاہے در ذوات ملائکہ وانبیاء علیہم السلام جلوہ میکند ایشان رادر وقوع آنہا بر ہیچ وجہ قدرتے واختیارے وقوتے واقتدارے نمی باشد پس آن افعال راچون خوردن وپوشیدن از جنس افعال اختیاریہ واعمال مقدورہ

نمیتوان شمرد وطلب ایقاع وایجاد آہنا از ایشان بدان ماند کہ از کاتب قطع نظر کردہ باقلم خطاب کنند کہ ہاں اے قلم چنین وچناں بنویس وبدانند کہ قلم در ایقاع این فعل عاطل است وقدرت واختیارش محال وباطل وپیش ایشان برائے ایقاع آن افعال تذلل وتعظیم بجا آوردن وسجدہ بردن چنان باشد کہ پیش قلم غایت تذلل وتعظیم بجا آرند وامید دارند کہ بنابر قدرتے واختیارے کہ کاتب بادسپردہ ست چنین وچنان تواند نوشت شعر ؎

فعل خاص حق چو ظاہر در ملک شد یا بنی
اختیار وقدرت ایشان نہ فہمد جز غبی
اختیار وقدرت آنجا نیست نے بیش ونہ کم
زانکہ ہست آن چون ظہور فعل کاتب از قلم

دوم (۲) آنکہ نسبت تفویض وتصرف وتدبیر کہ بہ بعض ملائکہ وغیرہم میکنند ہمان نسبت قلم وکاتب ست وہمان معنی ست کہ انشا پرداز ان مینویسند کہ تفصیل این وآن حوالۂ قلم نمودہ ایم نہ آنکہ قدرت واختیار خلق وتکوین بمجرد ارادہ کن فیکون بایشان تفویض نمودہ باشد کہ حصول آن موقوف برحصول وجوب وجود ست کمامر۔ سوئم (۳) آنکہ از یں تقریر سر دلالت معجزات بر رسالت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نیز میتوان دریافت زیرا کہ وقوع آنہا متفرع برقوۃ مودعہ وقدرۃ مفوضہ نمی باشد وعقل وقدرت واستقلال آنہا در ایجاد آنہا اصلا ومطلقاً جائز نمید ارد ومیداند کہ این فعل فعلِ خاص جناب الٰہی ست وقدرت واختیار را در آن بہ ہیچ وجہ مدخلے نے واعطاء قدرت این چنین افعال محال است کہ ظرف تنگ ممکنات دعاء این چنین عطیات نمیتواند شد پس گویا این چنین افعال خاصۂ واجب متعال است بزبان حال میگویند کہ ما افعال خاصہ حضرت الٰہی ایم کہ برنبوت این نبی گواہیم۔ چہارم (۴) آنکہ مقام فنا کہ ببعض اولیاء دست میدہد حقیقتش نہ آنست کہ ایشان عین ذات واجب الوجود شوند یا قدرت افعال خاصہ احدیت وآثار مختصہ صمدیت بایشان مفوض گردد بلکہ غایتش آنست کہ قدرت واختیار افعال اختیاریہ بشریہ وقوت واقتدار اعمال مقدورہ انسانیہ از ذات ایشان بکلی محو

مینمایند و بہر وجہ سلب میفر مانید از ان ہمان افعال خاصہ الٰہیہ در ذوات ایشان جلوہ میکنند و چون قلم در دست کاتب خالی از شعور و اختیار و معرا از قوۃ و اقتدار می باشند و از ینجا بمعنی حدیث فکنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به الحدیث (۱۸) میتوان رد پنجم (۵) آن کہ دانستن مغیبات کہ در بعض اوقات از انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ر دمید ہد ہم از ین قبیل است یعنی متفرع بر قوتے وقدرتے وشانے وصفتے نیست کہ در ذوات طیبہ ایشان ودیعت نہادہ باشند بلکہ محض فعل خاصہ الٰہی است کہ این جا جلوہ میکند مثل حرکت قلم بہ فعل کاتب۔ ششم (۶) آنکہ مشرکین سابقین ولاحقین دریں دو معنی خلط مینمایند کہ واجب تعالیٰ قدرت واختیار این افعال وقوت اقتدار ایقاع این آثار باین ذوات دادہ است وچون افعال اختیاریہ انسانیہ واعمال مقدورۂ بشریہ در قبضۂ تصرف آنہا نہادہ وبنا بر ہمین اعتقاد بے بنیاد پیش آنہا سجدہ می برند ونذور وفرامین وتضرع وزاری بعمل می آرند وداد اشراک میدہند ونمیدانند کہ تاوقتیکہ اینہا واجب الوجود نشوند قدرت واختیار این افعال خاصۂ الٰہیہ حاصل نتوانند کرد۔ ہفتم آن کہ لفظ علم ذاتی وتصرف استقلال ومثل آنکہ در کلام بعض علماء مثل مولانا شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز نسبت بکفار واقع شدہ مراد از ان ہمین اثبات قدرت واختیار از درگاہ پردرگارست کہ موجب شرک کفار نابکارست ورنہ مشرکین عرب ذات وصفات اصنام را مخلوق خدا وقدرت واختیار آنہا عطا فرمودۂ جناب کبریا میدانستند کمامر تحقیقہ ووجہ اطلاق لفظ استقلال ظاہرست زیرا کہ مشرکین بدین آن افعال خاصۂ الٰہیہ را بہ سبب اعتقاد وتفویض قدرت واختیار در افعال اختیاریہ واعمال مقدوریہ داخل نمودند و بر افعال اختیاریۂ بندگان جمیع احکام استقلال جاری میشود استحقاق مدح وذم طاری گو کہ ہمہ افعال عباد برقوت وقدرۃ خداداد مبنی باشد۔ ہشتم (۸) آنکہ مشرکین بے تمکین چون اصنام را بر افعال خاصۂ الٰہیہ قادر ودر ایقاع آنہا مختار دانستند وآن مستلزم وجوب وجودست ووجوب وجود مستجمع جمیع صفات کمال پس

---

(۱۸): اخرجه البخاری فی صحیحه فی کتاب الرقاق، باب التواضح، ج: ۲، ص: ۹۶۳، ط، مکتبه رحمانیه، لاهور)

گویا معبود است کہ اورا با خدا برابر و در ہمہ کمالات ہمسر میدانند و بیضاوی ہم اشارتے باین امر می کند آنجا کہ میگوید وتسمية مايعبده المشركون من دون الله انداداً وما زعموا انها تساويه في ذاته وصفاته ولا انهما تخالفه في افعاله لانهم لما تركوا عبادته الى عبادتها وسموها آلهة شابهت حالهم حال من يعتقد انها ذوات واجبة بالذات قادرة على ان تدفع عنهم باس الله وتمنحهم مالم يرد الله لهم من خير انتهىٰ (۱۹). یعنی مشرکین اصنام را واجب الوجود نمیخو انند در صفات او شریک نمیگر دانند لیکن چون بر منصب استحقاق عبادت می نشانند گویا کہ در ہمہ چیز برابر میدانند ف باید دانست کہ میان افعال اختیاریۂ عباد با افعال خاصۂ رب العباد تفاوت بسیار ست چہ ایجاد چیز ہا کہ از بندگان او دہد با آلات وادوات مشروط است بشرائط واسباب مشروط مثلاً نوشتن است کہ چند چیز میخواہد دوات وقلم وکاغذ وکاردو قط زن ونور بصر ونور آفتاب وعقل وخیال واراده وشوق دیدو اصابع وحرکت آنہا رایجاد رب العباد نہ بانہا منوط نہ بانہا مشروط بجز دارادہ ہر چہ میخواہد بوجود می آرد حاجت اسباب وآلات ندارد وایجاد کذائی را کہ مبنی برمجر دارادہ است تعبیر بکن فیکون میکند انما امره اذا اراد شيئاً ان يقول له كن فيكون (۲۰) پس اثبات قسم اول از افعال برائے بندگان ایزدمتعال صحیح است واثبات قسم ثانی کفر صریح وشرک قبیح بالجملہ طلب افعال اختیاریہ از ایشان رداست وطلب افعال الٰہیہ بیجا چہ آن مقدور ایشان است وایشان ذات بے نشان ۱۲۔ رسالہ رد بوارق تصنیف مولوی حسین شاہ صاحب بخاری بت شکن صاحب خلعت الہنود ۱۲۔ فصل اعلم ان معنى تسمية ماجاء ت به الانبياء معجزة هو ان الخلق عجزوا عن الاتيان بمثلها وهي على ضربين وضرب هو من نوع قدرة البشر فعجزوا عنه فبعجزهم

---

(۱۹):(أنوار التنزيل وأسرار التأويل المعروف بتفسير البيضاوي، ج: ۱، ص: ۵۶، ط، دار احياء التراث العربي، بيروت لبنان)

(۲۰):(سورة يٰسين: ۸۲)

عنہ هو فعل اللّٰہ دل علی صدق نبیه کصرفهم عن تمنی الموت وبعجزهم عن الاتیان بمثل القرآن علی رای بعضهم ونحوه وضرب هو خارج عن قدرتهم فلم یقدورا علی الاتیان بمثله کاحیاء الموتی وقلب العصا حیّة و اخراج ناقة من صخرة وکلام الشجرة ونبع الماء من بین الاصابع وانشقاق القمر مما لایمکن ان یفعله احد الا اللّٰہ تعالٰی فیکون ذلک علی ید النبی من فعل اللّٰہ تعالٰی وتحدیه علیه السلام عن یکذبه ان یاتی بمثله تعجیز له ۱۲ شفاء قاضی عیاض صفحه ۱۲۲ قال المتکلمون وتحت المعجزة بکونها فعل اللّٰہ تعالیٰ ولیست داخلة تحت قدرة البشر ۱۲ شرح الشفا المسمی بفتح الصفاء هل کنت الا بشرا کسائر الناس رسولا کسائر الرسل فکانوا لایاتون قومهم الا بما یظهره اللّٰہ علهیم علی ما یلائم حال قومهم ولم یکن امرالآیات الیهم و لالهم ان یتحکموا علی اللّٰہ حتی یتخیروا. بیضاوی ۱۲. امام تورپشتی درکتاب معتمد فی المعتقد درباب دوم درفصل اول درمعنی نبوت واثبات آن درذکرمعجزات فرموده که امثال این چه یادکردیم ازمعجزات انبیاء علیهم الصلوٰة والسلام جز خدائے تعالٰی نتواند کردن دور فصل ششم درایمان بخدائے تعالٰی فرموده ودلیل برین آنست که قرآن معجزاست ومعجز آن باشد که جز خدائے تعالٰی دیگرے برآن قادر نباشد واگرقول جبرئیل بودے معجز نبودے واگرقول پیغمبر بودے ہم چنیں معجز نبودے۱۲مولانا حیدرعلی ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ دربعض مصنفات خودتحریرفرمودہ و کرامة الاولیاء حق ومعجزة للنبی ﷺ کذا فی کتب الکلام وما یزعم العوام ان الکرامة فعل الاولیاء انفسهم باطل بل هو فعل اللّٰہ یظهره علی ید الولی تکریماً له وتعظیماً لشانه ولیس للولی ولاللنبی فی صدوره اختیار اذ لااختیار لاحد فی افعال اللّٰہ تعالٰی وتقدس کما فی شرح العقائد العضدیه للمحقق الدوانی هی ای المعجزة امر یظهر بخلاف العادة علی ید مدعی

النبوة عند تحدی المنکرین علی وجه یدل علی صدقهم ولایمکنهم معارضته ولها سبعة شروط الاول ان یکون فعل اللّٰه تعالیٰ او مایقوم مقامه من التروک الخ ۱۲ . اورنیز مولوی حیدرعلی صاحب ٹونکی نے بحوالہ شرح عقائد جلالی معجزہ کی سات شرطیں لکھی ہیں جن میں سے ایک ان یکون فعل اللّٰه تعالیٰ اورمایقوم من التروک بھی ہے اورایسے ہی شرح مواقف میں بھی مذکور ہے المقصد الثانی فی حقیقة المعجزة والبحث فیها عن امور ثلثة عن شرائط وکیفیة حصولها ووجه دلالتها علی صدق مدعی رسالة البحث الاول فی شرائطها وهی سبع الشرط الاول ان یکون فعل اللّٰه تعالیٰ ومایقوم مقامه من التروک ونیز درشرح مواقف درہمیں بحث ذکرکردہ قال الآمدی هل یتصور کونالمعجزة مقدورة للرسول ام لااختلفت الائمة فیه فذهب بعضهم الی ان المعجزة فیما ذکر من المقال لیس هو الحرکة بالصعود او المشی لکونها مقدورة له یخلق اللّٰه فیه القدرة علیها انما المعجزة ه هناک بنفس القدرة علیها وهذه القدرة لیست مقدورة له وذهب آخرون الی ان نفس هذا الحرکة معجزة من جهة کونها خارقة العادة ومخلوقة اللّٰه تعالیٰ وان کانت مقدورة للنبی وهو الاصح واذا عرفت هذا فلایخفی علیک ما فی عبارة الکتاب من الاختلال ۱۲ . اورشرح مقاصد میں بھی یہی اختلاف ائمہ دربارہ مقدرویۂ معجزہ مذکور ہے بلکہ این مبنی است برآن کہ معجزہ فعل نبی نیست بلکہ فعل خدائے تعالیٰ است کہ بردست دے اظہار نمودہ بخلاف افعال دیگر کہ کسب این از بندہ است وخلق از خدائے تعالیٰ ودر معجزہ کسب نیز از بندہ نیست پس معنی این آیۃ انیست کہ مارمیت اذ رمیتصورةً ولکن اللّٰه رمـــی (۲۱) حقیقةً وآن نیز مرادنیست کہ رمیت خلقا اذ رمیت کسباً زیرا کہ این نیز درتمامی افعال جاری است ۱۲ مدارج النبوۃ تصنیف شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جلد دوم صفحہ ۱۱۶

(۲۱): (سورة الانفال: ۱۷)

مطبع ناصری دہلی۔مولانا شاہ سخاوت علی صاحب جونپوری کہ اکابر علماء ہند اور اجل خلفاء حضرت سید صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہیں اپنے رسالہ عقائد نامہ اردو میں لکھتے ہیں۔

﴿سوال﴾:

کرامت کیا ہے۔

﴿جواب﴾:

خلاف عادت کا کام اولیاء کے ہاتھ سے ہووے(۲۲) جیسے دور کی راہ تھوڑی مدت میں جاوے یا ہوا پر چلے یا کھانا پانی حاجت کے وقت مل جاوے۔

﴿سوال﴾:

کرامت اس کے اختیار میں ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اختیار میں نہیں ہے جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ان کی عزت بڑھانے کو ان کے ہاتھ سے ظاہر کر دیتا ہے ۱۲۔مولانا سید اولاد حسن صاحب قنوجی (شاگرد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب) کہ اجل خلفاء حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہیں اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں تحت شرح اس آیت شریف کے **وان کان کبر علیک اعراضهم الخ** ازیں آیت کریمہ ہدایہ ضمیمہ چند فوائد معلوم باید کرد یکے آن کہ حضرت ﷺ بایمان قوم خود نہایت حریص بودند اعراض ایشان از اسلام برآن عالی مقام گردان می نمود۔ دوم آنکہ خواہش آنجناب بود آنکہ ہرگاہ قوم طلب معجزہ کنند آن معجزہ حسب خواہش ایشاں

(۲۲): قال علماؤنا من أظهر الله على يديه ممن ليس بنبي كرامات وخوارق للعادات...الخ.(تفسير ابن كثير، ج: ۱، ص: ۲۳۲، ط، دارطيبة،رياض/ والجامع لاحكام القرآن للقرطبي، ج: ۱، ص: ۴۴۳، ط، مؤسسة الرسالة،بيروت،لبنان)

ظہور باید تا باشد کہ ایمان آرند و آن نمی شد سوم آنکہ اصدار معجزہ وقبول ایمان بخواہش واختیار رسول نمیباشد ہر چند آن غیر مقبول وفرستادہ اش باش ۱۲۔

(۱) ترجمہ: خرق عادت کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنی قدرت کاملہ سے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کے لئے ایسی باتوں کو ظاہر فرماتے ہیں کہ اس کا صادر ہونا ان کی نسبت سے ممتنع ہوتا ہے اگر چہ دوسرے شخص کی نسبت سے ممتنع نہیں ہوتا ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ بعض اشیاء کا وجود حسب عادت الٰہی موقوف ہوتا ہے اس چیز کے اسباب وسامان کے فراہم ہونے پر۔ پس جو شخص کہ سامان وذرائع رکھتا ہے اس سے مذکورہ چیز کا صادر ہونا خرق عادت نہیں ہے اور جسکو مذکورہ ذرائع حاصل نہ ہوں اس سے البتہ ان باتوں کا ظاہر ہونا منجملہ خرق عادت کے ہے مثلاً کسی کاتب کے لئے لکھنا خرق عادت نہیں اور اس شخص کے لئے جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو لکھنا خرق عادت ہے اور تلوار سے کسی کو مار ڈالنا خرق عادت نہیں ہے اور صرف ہمت ودعاء سے مار دینا خرق عادت ہے پس اس بیان سے واضح ہو گیا کہ یہ لازم نہیں ہے کہ ہر خرق عادت مطلق طاقت بشر سے خارج ہو بلکہ اسی قدر لازم ہے کہ جس شخص سے خرق عادت کا ظہور ہو اس سے اس کا صدور اسباب وذرائع کے فقدان کیوجہ سے خلاف عادت ہو۔ پس بہت سی چیزیں ہیں کہ اس کا مقبولان حق تعالیٰ خرق عادت کی قسم سے سمجھا جاتا ہے حالانکہ اس قسم کے افعال بلکہ اس سے قوی اور اکمل صاحبان سحر وطلسم سے ممکن الوقوع ہے تو اگر کسی وقت حاضرین واقعہ پر یہ ثابت ہو جائے کہ جس شخص سے خرق عادت کا ظہور ہو رہا ہے وہ فن سحر وطلسم میں مہارت نہیں رکھتا ہے تو اس خرق عادت کا اس سے ظاہر ہونا اس کی سچائی کی نشانی ہو سکتی ہے اس بناء پر مائدہ کا آسمان سے نازل ہونا حضرت مسیح علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ سمجھا جاتا ہے برخلاف اس کے اہل سحر بہت کچھ نفیس اشیاء از قسم میوہ وشیرینی شیاطین کی مدد سے حاضر کر لیتے ہیں اور اپنے دوستوں اور ہم نشینوں میں اس پر فخر کرتے ہیں۔ جب خرق عادت کے معنی ظاہر ہو گئے تو اب اس جگہ پر غور کرنا چاہیے کہ خرق عادت کیوں ظاہر ہوتا ہے اور کس طرح ظاہر ہوتا ہے جس کے لئے

حسب ذیل امور قابل غور ہیں۔

(۱) اول تو یہ جاننا چاہیے کہ خارق عادت کا ظہور بالذات اسباب ہدایت سے نہیں ہے گو بعض نیک بختوں کے حق میں اتفاقاً ہدایت کا سبب بھی ہو جاتا ہے بلکہ اس کا ظاہر ہونا ہی بالذات اتمام حجت اور مخالفین کو ساکت کرنے اور جھگڑنے والوں کو ملزم بنانے کے لئے ہے...الخ۔

(۲) رہا یہ کہ خرق عادت کس طرح ظاہر ہوتا ہے تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنی قدرت کاملہ سے عالم کون ومکان میں عجیب وغریب تصرف اپنے مقبولوں میں سے کسی مقبول کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے فرماتے ہیں نہ یہ کہ خرق عادت صادر کرنیکی قدرت اس مقبول بندہ میں ایجاد فرماتے ہیں، اور اس کو ظاہر کرنیکا مامور فرماتے ہیں۔ حاشا وکلا۔ بلکہ اس عالم تکوین میں تصرف کی قدرت صرف قدرت ربانی کے خواص سے ہے نہ کہ قوت انسانی کے آثار سے (رسالہ منصب امامت مصنفہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ از صفحہ ۱۳۱ تا ۳۳۔ ورسالہ ترجمہ منصب امامت از صفحہ ۲۱ تا ۲۳) رہا برکت کا نازل ہونا تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنی حکمت بالغہ سے جرم آفتاب کو عالم کو منور بنانیکا اور تاریکی کو دفع کرنے کا واسطہ قرار دیا ہے تو چونکہ اطراف عالم میں نور کا پھیلنا اور روئے زمین سے اندھیرے کا کمزور پڑ جانا محض اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے ہے اس لئے جو شخص آفتاب کو خالق نور قرار دے گا وہ کافر ہو جائے گا العیاذ باللہ لیکن سنت الٰہیہ اسی طریقہ پر جاری ہے کہ جب آفتاب طلوع کرتا ہے تو تمام عالم منور ہو جاتا ہے اور روئے زمین ظلمت کے غبار سے پاک ہو جاتی ہے۔ اسی طرح چونکہ ان کے اکابر ملکی ہیں اور بشر ملکی ہے ان کا وجود ایک آفتاب ہے کہ آسمان ملکوت کی بلندی پر تاباں ہے اور ایک چاند ہے جبرادت کا کہ ناسوت کی اندھیری شب میں چمک رہا ہے تو ضرور ہے کہ ان کے نزول کے ساتھ ایک نور غیب الغیب سے ظہور فرماتا ہے کہ سبب عالم کی اصلاح اور بنی آدم کے انتظام کا اور باعث اس کے الٹ پلٹ کا اور تغیر اطوار کا ہوتا ہے لہٰذا جو کچھ کہ تغیرات و

انقلابات مذکورہ خواہ اقطار عالم میں ہوں کہ اطوار بنی آدم کے ظاہر ہوتے ہیں تمام کے تمام قدرت کاملہ ربانی سے ہیں نہ کہ امکانی طاقت کے نتائج نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ ان کو عالم میں آثار تصرف کی قدرت عطا فرماتا ہے اور بنی آدم کے کاروباران کے حوالہ فرمادیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی قدرت صرف کرتے ہوں اور یہ گوناں گوں تصرفات اور بوقلموں تغیرات عالم کون ومکان میں ظاہر کرتے ہیں کہ یہ اعتقاد شرک محض ہے اور کفر خالص جو شخص کہ ان بزرگوں کی نسبت ایسا برا عقیدہ رکھے بیشک وہ مشرک ومردود ہے اور راندہ ہوا کافر حاصل کلام تقدیر الٰہی کا نازل ہوجانا کسی کی وجاہت کی بناء پر یا کسی مقبول بارگاہ الٰہی کی دعا سے اس میں تبدیلی کا ہونا ایک امر دیگر ہے اور اسی مقبول سے تصرفات کونی کا صادر ہونا اگرچہ امر الٰہی سے ہو امر دیگر ہے کہ اول عین اسلام ہے اور دوسرا کفر محض۔ ع۔ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔ (رسالہ منصب امامت مذکور مصنفہ مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ، صفحہ: ۱۰۰، ترجمہ رسالہ منصب امامت از صفحہ: ۶۳ تا ۶۴)

فائدہ:۔ اگر چاہتے ہو کہ راز اصلی معلوم کرو تو عقل کو کام میں لاؤ اور میری طرف کان لگا کر سنو۔ وضاحت مقام اور تنقیح مقصد ایک نکتہ کے بیان پر موقوف ہے جس کو خوب غور سے سمجھنا چاہیے۔ اور وہ یہ ہے کہ کسی چیز کا قدرت واختیار فرمادینا اور اس کے قوت اقتدار کو تفویض کرنا ایک دوسرا مفہوم ہے اور اپنے خالص فعل کو کسی چیز میں ظاہر کرنا ایک دوسرا مضمون ہے مثلاً یہ کہہ سکتے ہیں کہ زید نے قلم سے لکھا اور اپنے فعل خاص کو جو کتابت ہے قلم میں ظاہر کیا۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ زید نے حرکت کے اختیار وقدرت کو اور اقتدار کتابت کی قوت کو قلم کے سپرد کردیا اس لئے کہ تاوقتیکہ قلم زید کے مثل انسان نہ ہوگا۔ حرکت کے اختیار وقدرت کو اور اقتدار کتابت کی قوت کو حاصل نہیں کرسکتا اور انسان کی خاصیت کو ہاتھ میں نہیں لاسکتا۔ تو اگر کوئی شخص یہ کہے کہ زید نے قلم کو قدرت واختیار لکھنے کا دیدیا اور اپنے قلم کو تفویض سے نواز دیا تو اس کا ماحصل یہ ہوا کہ زید نے قلم کو انسان بنادیا اور اگر یہ کہے کہ زید نے قلم سے لکھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ فعل کتابت زید کا خاصہ ہے اور قلم کو کسی طرح بھی

اس فعل میں نہ کوئی قدرت و اختیار ہے نہ قوت و اقتدار۔ ع۔

ببیں تفاوت راہ از کجا ست تا بکجا

جب یہ بات دلنشین اور خاطر پر جم گئی تو اب ہم اصل مطلب پر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ افعال کا اختیار و قدرت خاصۂ جناب احدیت اور آثار پر اقتدار و قوت مخصوصہ جناب صمدیت کسی شخص کو یا کسی چیز کے سپرد کر دینا مرتبہ امکان سے مرتبہ وجوب کے باہر ہے اس لئے کہ مبدأ قدرت و اختیار ان افعال کا اور مدار قوت و اقتدار ان آثار کا بجز وجوب وجود کے کچھ نہیں تو جو شخص اس قدرت و اختیار کو اس قدرت و اقتدار کو دوسرے کے لئے ثابت کرے گا اس کا حاصل کلام اور مقصود اصلی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو واجب الوجود بنا دیا ہے۔ اس بہترین تمہید اور نادر تحقیق سے جو تم نے سنا اور سمجھ لیا بہت سے فائدے اٹھا سکتے ہو جس سے یہاں کچھ بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) اول تو یہ کہ بعض افعال الٰہیہ کہ کبھی ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کی ذاتہائے قدسیہ میں جلوہ کرتے ہیں ان نفوس قدسیہ کو ان چیزوں کے واقع کرنے پر کسی قسم کی قدرت وقوت اقتدار نہیں ہوتا ہے پس ان افعال کو مثل کھانے اور پہننے کے افعال اختیاری اور اعمال مقدروہ کی جنس سے نہ سمجھنا چاہیے اور ان امور کے واقع ہونے اور ایجاد کرنے کا ان لوگوں سے مطالبہ ایسا ہی ہے کہ کاتب سے قطع نظر کر کے کوئی شخص قلم سے خطاب کرے کہ ہاں اے قلم ایسا اور ایسا لکھ بلکہ یہ یقین رکھیں کہ قلم اس قسم کا فعل واقع کرنے میں مجبور محض ہے اور اس کی قدرت و اختیار محال اور باطل ہے اور ان کے آگے ان افعال کے واقع کرنے کے لئے عاجزی کرنا اور تعظیم بجالانا اور سجدہ کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ قلم کے آگے نہایت ہی عاجزی اور تعظیم بجالائیں اور یہ امید رکھیں کہ جو قدرت و اختیار کہ کاتب نے اس کے سپرد کر دیا ہے اس کے لحاظ سے وہ ایسا اور ایسا لکھ سکتا ہے جیسا کہ ایک شاعر نے ایک شعر کہا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فعل خاص جو فرشتہ یا نبی میں ظاہر ہوا۔ ان کی قدرت اور ان کا اختیار سوائے غبی کے کوئی نہ سمجھا۔ وہاں پر تو اختیار و قدرت نہ کم ہے نہ زیادہ۔ اس لئے

کہ وہ ایسے ہی ہے جیسے کاتب کے فعل کا قلم سے ظہور ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ سپردگی واختیار وتدبیر کی نسبت جو بعض فرشتوں سے بھی کرتے ہیں وہی قلم اور کاتب کی نسبت ہے اور وہی مطلب ہے کہ انشاپرواز لکھتے ہیں کہ اس کی اور اس کی تفصیل ہم حوالہ قلم کر چکے ہیں نہ یہ کہ خلق وتکوین کا اختیار وقدرت بمجرد ارادہ کن فیکون ان کے حوالے ہوگئی ہو کہ اس کا حاصل ہونا وجوب وجود کے حاصل ہونے پر موقوف ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

(۳) تیسرا یہ کہ اس تقریر سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی رسالت پر معجزات سے دلالت کا راز بھی معلوم ہوسکتا ہے اس لئے کہ ان کا واقع ہونا قوت مودعہ اور قدرت مفوضہ پر متفرع نہیں ہوسکتا ہے اور ان کی قدرت واستقلال کو ان چیزوں کے ایجاد میں عقل ہرگز اور مطلقاً جائز نہیں رکھتی ہے اور جانتی ہے کہ یہ فعل افعال خاصہ جناب الٰہی سے ہے اور قدرت واختیار کو اس میں کسی وجہ سے بھی دخل نہیں ہے اور اس قسم کے افعال کی قدرت عطا کرنا محالات سے ہے اس لئے کہ ممکنات کا تنگ ظرف اس قسم کے عطیات کا متحمل نہیں ہوسکتا ہے تو گویا اس قسم کے افعال خاصہ واجب متعال سے ہیں اور بزبان حال کہتے ہیں کہ ہم افعال خاصہ حضرت الٰہی ہیں کہ اس نبی کی نبوت پر گواہ ہیں۔

(۴) چوتھا کہ مقام فناء جو بعض اولیاء کو حاصل ہوتا ہے اس کی حقیقت یہ نہیں ہے کہ جو لوگ عین ذات واجب الوجود ہوگئے ہیں یا افعال خاصہ جناب احدیت اور آثار مخصوص جناب صمدیت کی قدرت ان کے حوالے ہوگئی ہے بلکہ حد یہ ہے قدرت واختیار افعال اختیار یہ بشر اور قوت واقتدار اعمال مقدورہ انسانی ان کی ذات سے بالکلیہ محو فرما دیتے ہیں اور ہر طریقے سے سلب فرما لیتے ہیں اس کے بعد وہی افعال خاصۂ الٰہیہ ان کی ذات میں جلوہ کرتے ہیں اور چونکہ کاتب کے ہاتھ میں قلم شعور واختیار سے خالی اور قوت واقتدار سے معرا ہوتا ہے اور یہی معنی اس حدیث کے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے ’’میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بصارت جس سے وہ دیکھتا ہے‘‘۔ الحدیث۔

(۵) پانچواں یہ کہ امورِ غیبیہ کا جاننا کہ بعض اوقات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ظاہر ہوتا ہے وہ بھی اسی قسم سے ہے یعنی کسی قوت وقدرت وشان وصفت پر متفرع نہیں ہے کہ ان لوگوں کی ذات قدسی صفات میں ودیعت رکھ دیئے ہوں بلکہ یہ محض خاصۂ الٰہی کے افعال سے ہے کہ اس جگہ جلوہ کرتا ہے جیسے قلم کی حرکت کاتب کے قلم سے۔

(۶) چھٹا یہ کہ گذشتہ وموجودہ مشرکین ان دو معنی کو مخلوط کر دیتے ہیں کہ واجب تعالیٰ (یعنی اللہ تعالیٰ) نے ان افعال وقوت واقتدار کا قدرت واختیار ان آثار کے واقع کرنے کے لئے ان ہستیوں کو عطا فرما دیا ہے اور چونکہ انسان کے افعال اختیاری اور بشر کے اعمال مقدورہ ان کے قبضہ تصرف میں رکھ دیا ہے اور اسی بے بنیاد عقیدہ کی بناء پر ان کے آگے سجدہ کرتے ہیں اور نذریں اور تضرع وزاری عمل میں لاتے ہیں اور اشراک کی داد دیتے ہیں اور یہ نہیں جانتے ہیں کہ جب تک یہ واجب الوجود نہ ہوں۔ یہ افعال خاصۂ الٰہیہ کی قدرت واختیار حاصل نہیں کر سکتے۔

(۷) ساتواں یہ کہ الفاظ علم ذاتی اور تصرف استقلال وغیرہ کہ بعض علماء کے کلام میں جیسے کہ مولانا شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز صاحب نے کفار کی نسبت استعمال کیا ہے اس سے مراد درگاہ پرودرگار سے اسی قدرت واختیار کا ثابت کرنا ہے جو کفار نابکار کے شرک کا موجب ہے ورنہ مشرکین عرب تو ذات وصفات اصنام کو مخلوق خدا اور ان کے قدرت واختیار کو جناب کبریا کا عطا فرمایا ہوا جانتے تھے جیسا کہ اس کی تحقیق گزر چکی اور لفظ استقلال کو مطلق رکھنے کی وجہ ظاہر ہے اس لئے کہ مشرکین بے دین ان افعال خاصۂ جناب احدیت کو بہ سبب اعتقاد اور تفویض قدرت واختیار کے افعال اختیار یہ واعمال مقدور یہ میں داخل کرتے تھے اور بندوں کے افعال اختیار یہ پر تمام احکام استقلال جاری ہوتے ہیں اور مدح وذم کا استحقاق طاری ہوتا ہے اگر چہ تمام افعال بندوں کے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت وقدرت پر مبنی ہیں۔

(۸) آٹھواں یہ کہ مشرکین بے تمکین چونکہ بتوں کو افعال خاصۂ الٰہیہ پر قادر اور اس

کے واقع کرنے میں مختار سمجھتے ہیں اور یہ مستلزم وجوب وجود کا ہے اور وجوب وجود جامع تمام صفات کمال کا ہے تو گویا وہ ایسا معبود ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے برابر اور تمام کمالات میں ہمسر جانتے ہیں اور بیضاوی بھی اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ ''اور مشرکین اللہ تعالیٰ کے سوا جس کی عبادت کرتے ہیں اس کا انداد نام رکھنا اور انہوں نے جو یہ گمان کیا ہے کہ وہ اس کی ذات وصفات میں برابر ہے اور یہ کہ وہ اس کے افعال میں مختلف نہیں ہیں اس لئے کہ انہوں نے اس کی عبادت کو چھوڑ کر ان کی عبادت اختیار کر لی ہے اور ان کا نام ''آلہۃ'' رکھ دیا ہے تو ان کا حال اس شخص کے مشابہ ہے جو یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ ذات واجب ہیں بالذات جو قادر ہیں اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو ان سے رفع کریں اور انکو وہ بھلائی عطا کر دیں جو اللہ تعالیٰ ان کو دینا چاہتا۔'' (ختم)

یعنی مشرکین اصنام کو واجب الوجود نہیں کہتے ہیں اور اس کی صفات میں شریک نہیں کرتے ہیں لیکن جب منصب استحقاق عبادت پر بٹھاتے ہیں تو گویا کہ تمام چیز میں برابر جانتے ہیں۔

فائدہ:۔ جاننا چاہیے کہ رب العباد کے افعال خاصہ کے ساتھ بندوں کے افعال اختیاریہ میں بہت بڑا فرق ہے کیونکہ وہ بندوں سے جن چیزوں کی ایجاد آلات وذرائع کے ساتھ کراتا ہے۔ وہ چند شرائط واسباب کے ساتھ مشروط ہے مثلاً لکھنے کے لئے چند چیزوں کی ضرورت ہے۔ قلم کاغذ قط لگانے والا چاقو اور آنکھوں کی روشنائی اور نور آفتاب اور عقل وخیال وارادہ اور دیکھنے کا اشتیاق اور انگلیاں اور ان کی حرکت اور رب العباد کی ایجاد نہ ان سے مربوط نہ ان کے ساتھ مشروط بلکہ ارادہ کے ساتھ جو کچھ چاہتا ہے وجود میں لاتا ہے اور اسباب وذرائع کی کوئی حاجت نہیں رکھتا اور ایجاد کذائی کو جو صرف ارادہ پر مبنی ہے کن فیکون سے تعبیر کرتا ہے۔ **انما امره اذا اراد شيئا ان يقول له كن فيكون.** یعنی جب اس کا کسی کام کو حکم ہوتا ہے تو وہ اس کو کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ پس قسم اول کا ثابت کرنا بندوں کے لئے افعال ایزد متعال کی طرف سے تو یہ صحیح ہے اور قسم ثانی کا ثابت کرنا تو کفر

صریح ہے اور شرک قبیح حاصل کلام یہ ہوا کہ ان سے افعال اختیاریہ کا طلب کرنا تو صحیح ہے اور افعال الٰہیہ کا طلب کرنا بیجا ہے کیونکہ اول الذکر ان کا مقدور ہے۔ اور ثانی الذکر ذات بے نشان کی شان ہے ۱۲۔ رسالہ رد بواق مصنفہ مولوی محمد حسین شاہ صاحب بخاری بت شکن صاحب خلعت الہنود۔ بوارق مصنفہ مولوی فضل رسول بدایونی کا۔

جان لو۔ کہ انبیاء نے جو چیزیں پیش کی ہیں ان کو معجزہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ مخلوق اس کا مثل لانے سے عاجز ہے اور وہ دو قسم پر ہے ایک قسم تو وہ ہے جس پر جنس انسانی قدرت تو رکھتی ہے لیکن اس سے عاجز ہوگئی تو ان کے عاجز ہونے کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوگیا جو اس کے نبی کے صدق پر دلیل ہے جیسے موت کی تمنا سے ان کو پھیر دینا اور ان کو عاجز کر دینا ہے قرآن کا مثل بنانا ان کے بعض کی رائے کے مطابق اور اسی کے مثل اور ایک قسم وہ ہے جو ان کی قدرت سے ہی باہر ہے کہ اس کا مثل لانے سے وہ عاجز رہ گئے مردہ کو زندہ کرنا اور عصا کا سانپ میں بدل جانا اور پتھر سے اونٹنی کا نکالنا اور درخت کا باتیں کرنا اور انگلیوں سے پانی کا بہنا اور چاند کا پھٹ جانا کہ جس کو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں کرسکتا تو اس کا ظہور نبی کے ہاتھ پر ہوگا لیکن ہوگا اللہ تعالیٰ کا فعل اور نبی علیہ السلام کی طرف سے چیلنج اس کو جو ان کی تکذیب کرے کہ اس کا مثل لا سکے جو اس کو عاجز کرنے کے لئے ہوگا ۱۲۔ شفاء قاضی عیاض صفحہ ۱۲۲، متکلمین کہتے ہیں اور معجزہ کے تحت فعل الٰہی ہونیکی بناء پر اور یہ کہ وہ طاقت بشری کے تحت داخل نہیں ہے ۱۲ شرح شفاء المسمی بفتح الصفاء کہ میں تو تمام لوگوں کے مثل آدمی ہوں اور تمام رسولوں کے مثل رسول ہوں تو اپنی قوم کے پاس بجز اس چیز کے نہیں لاتے تھے کہ جس کو اللہ تعالیٰ ان پر ظاہر کردے جو ان کی قوم کی حالت کے مناسب ہو اور آیات کا حکم ان کو یا ان کے لئے یہ نہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر حکم کریں جس وقت وہ چاہیں۔ بیضاوی شریف۔۱۲۔ امام تورپشتی نے کتاب معتمد فی المعتقد کے دوسرے باب کی پہلی فصل نبوت اور اس کے اثبات کے معنی معجزات کے ذکر میں فرمایا ہے کہ یہ جو کچھ ہم نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات بیان کئے بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں کرسکتا ہے اور چھٹی فصل میں اللہ تعالیٰ

پر ایمان کے بارہ میں فرمایا کہ دلیل اس پر یہ ہے کہ قرآن معجز ہے اور معجز وہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی اس پر قادر نہ ہو اور اگر جبرئیل کا قول ہوتا تو معجز نہ ہوتا اور اگر خود پیغمبر کا بھی قول ہوتا تو معجز نہ ہوتا مولانا حیدر علی ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی بعض تصانیف میں تحریر فرماتے ہیں کہ اور کرامت اولیاء حق ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ۔ اسی طرح کتب کلام میں ہے اور جو عوام کا خیال ہے کہ کرامت خود اولیاء کا فعل ہے تو یہ باطل ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جس کو وہ ولی کے ہاتھ پر اس کی عزت افزائی کے لئے اور اس کی شان کی عظمت کے لئے ظاہر فرماتا ہے اور کسی ولی یا نبی کو اس کے صادر ہونے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا اس لئے اللہ تعالیٰ جل شانہ کے افعال میں کسی کو اختیار نہیں جیسا کہ شرح عقائد عضدیہ مصنفہ محقق دوانی میں ہے ''وہ یعنی معجزہ ایک ایسا معاملہ ہے جو خلاف عادت مدعی نبوت کے ہاتھ پر منکرین کو چیلنج دینے کے لئے ظاہر ہوتا ہے اس طریقہ پر جو ان کے صدق پر دلیل ہو اور منکرین سے اس نبی کا مقابلہ ممکن نہ ہو سکے اور اس کی سات شرطیں ہیں اول یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہو یا جو اس کے قائم مقام ہو ترو ک سے'' الخ۔

دوسرا مقصد معجزہ کی حقیقت کے بیان میں اور اس میں بحث تین امور سے ہوتی ہے شرائط سے اور اس کے حصول کی کیفیت سے اور مدعی کے صدق پر اس کی دلیل کے طریقہ سے رسالہ پہلی بحث شرائط میں اور وہ سات شرطیں ہیں اول یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فعل اور اس کے قائم مقام ہو ترو ک سے و نیز شرح مواقف میں اسی بحث میں ذکر کیا ہے کہ آمدی نے فرمایا ہے کہ کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ معجزہ کی قدرت رسول کو ہے یا نہیں تو ائمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعض تو یہ کہتے ہیں کہ معجزہ جیسا کہ مقال میں ذکر کیا گیا ہے حرکت کا نام نہیں ہے چڑھنے یا چلنے سے کیونکہ وہ اس کی قدرت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں اس قدرت کو پیدا کر دیتا ہے جو اس پر ہوتی ہے بلکہ یہاں پر معجزہ سے مراد بنفسہٖ اس پر قدرت ہے اور یہ قدرت اس کی مقدورہ نہیں ہوتی اور دوسروں کا یہ خیال ہے کہ یہ حرکت بنفسہٖ معجزہ ہے اس وجہ سے کہ وہ خارق عادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اگرچہ نبی کی قدرت کے اندر

ہے اور یہی صحیح ہے اور جب تم نے یہ سمجھ لیا تو تم پر پوشیدہ نہ رہے گا جو کچھ کتاب میں خلل ہے۔

بلکہ یہ اس بات پر مبنی ہے کہ معجزہ نبی کا فعل نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے کہ نبی کے ہاتھ پر ظاہر کیا ہے بخلاف دوسرے افعال کے کہ یہ بندہ کا کسب ہے اور اللہ تعالیٰ کی خلقت اور معجزہ میں کسب بھی بندہ کا نہیں ہے تو اس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ نہیں مارا تم نے جبکہ تم نے مارا صورۃً بلکہ اللہ نے مارا حقیقۃً اور وہ بھی مراد نہیں ہے کہ میں نے پیدا کر کے مارا جبکہ تم نے کسب کے ذریعہ مارا اس لئے کہ یہ تمام افعال میں جاری ہے۔

اور اگر آپ پر ان کا منہ پھیر لینا بھاری ہے الخ اس آیت کریمہ ہدایت ضمیمہ سے چند فائدے معلوم کرنا چاہیے ایک یہ کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قوم کے ایمان پر بہت حریص تھے اسلام سے ان کا منہ پھیر لینا ان عالی مقام پر بہت گراں تھا دوسرا یہ کہ آنجناب کی خواہش تھی کہ جب قوم معجزہ طلب کرے تو وہ معجزہ ان کے حسب خواہش پورا ہو جائے تا کہ یہ ممکن ہو جاسکے کہ وہ ایمان لائیں اور یہ نہیں ہوتا تھا تیسرا یہ کہ معجزہ کو صادر کرنا رسول کی خواہش و اختیار سے نہ ہوتا تھا جب کہ اللہ تعالیٰ خود نہ چاہے اور خود ارادہ نہ فرمائے واقع نہیں ہوتا تھا اور نیز حق سبحانہ تعالیٰ کا ارادہ اپنے غیر کی خواہش کے تابع نہیں ہوتا تھا اگر چہ وہ غیر شخص اس کا مقبول اور بھیجا ہوا ہی ہو۔

(۴) مرزا حفیظ اللہ بیگ صاحب در خط مولوی محمد حسین صاحب مراد آبادی۔ السلام علیکم مولوی محمد اسماعیل صاحب کا کہنا حق ہے اور سب ان کے موافق ہیں کوئی مخالف نہیں۔ عبارت موافق و مقاصد بھی ان کے موافق ہے۔ مولوی اسماعیل صاحب قدرت کلیہ کے منکر ہیں کہ قدرت و دیگر متصرف کر دیویں جیسا دیگر افعال اختیاریہ کی قدرت ہے کہ عادت الٰہی ہے جب قصد کرے ویسا ہی ہو جاوے تصرفات میں یہ نہیں جیسا ملکہ نے کلکٹرا کو اختیار دے کر متصرف بنا دیا سو افعال اختیاریہ ہیں عادۃً تصرف ہوتا ہے ظاہراً اور فعل حق تعالیٰ کا مخفی ہے اور معجزات و تصرفات میں ظاہر بھی عجز ہے مثل قلم کے مگر جزئیہ قدرت محدود اس فعل تک

نبی وولی میں ہوتی ہے کہ وہ عالم اس امر عالم کا ہے کہ مجھ سے یہ امر صادر کراتے ہیں اور مجھ کو قصداً اس فعل کے کرنے کا حکم ہے پس قلم جیسی حرکت ہوئی مگر قلم علم سے عاری ہے نبی کو علم وارادہ وتوجہ بھی ہوتا ہے اس علم وتوجہ کو اختیار جزئی سے تعبیر کرتا ہوں سواس کا اثبات شرح مواقف ومقاصد میں ہے اور کلام مولوی اسماعیل صاحب مرحوم ودیگر علماء اس کا انکار نہیں کرتے بلکہ قدرت دیکر فارغ ہونا کہ مثل قدرت دیگر افعال کے عادۃً کہ وقت قصد کے جب چاہیں کرلیا کریں کہ جس کو اختیار کلی وقدرت کلیہ کہتا ہوں اس کا انکار ہے پس یہ تو اصل مراد ہے اگر ضرورت ہوگی تو پھر شرح عبارت مقاصد کی کردونگا۔ ورنہ غالبًا آپ کو حاجت زیادہ لکھنے کی نہ ہووے گی۔ والسلام۔

(۵) اگر طاق والماری جس میں کتب شریعت وقرآن وحدیث رکھی ہوں سر کے برابر ہے تو کچھ حرج نہیں ہے اور اگر سر کے نیچے پشت کے برابر ہے تو خلاف ادب کے ہے۔

❁❁❁

رسول اللہ ﷺ کو ثواب پہنچانے کیلئے کھانا کھلانا

﴿سوال﴾:

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ الدر الثمین فی مبشرات النبی الامی میں جو اپنے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمۃ سے نقل فرماتے ہیں۔ **اخبرنی سیدی والدی قال کنت اصنع فی ایام المولد طعاما صلة بالنبی ﷺ فلم یفتح فی سنة من السنین شیء اصنع به طعاما فلم اجد الاحمصا مقلیاً فقسمته بین الناس فرایته ﷺ بین یدیه هذه الحمص متبهجا بشاشا.** فقط عبارت مذکورہ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بتعین یوم ولادت ایصال ثواب یا سرور ولادت میں اطعام الطعام وغیرہ جو کہ شاہ صاحب قدس سرہٗ کے معمولات میں سے تھا جائز ومستحب ہے اور باعث

خوشنودی آنحضرت ﷺ اور جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ بھی اجتماع صلحاء یوم ولادت میں اور اطعام الطعام کو مستحسن لکھتے ہیں حسن المقصد میں بایں وجہ مبتدعین استحسان مولود مروجہ زمانہ پر استدلال کرتے ہیں اور قاعدہ شرع سے ایسی تعینات وتخصیصات حد بدعات میں شامل ہوتی ہیں، لہٰذا مع توضیح عبارت مذکورہ کے جواب سے سرفراز فرماویں۔فقط۔

﴿جواب﴾:

ایصال ثواب ہر روز درست اور موجب ثواب ہے(۲۳) کوئی تاریخ ووقت شرع

---

(۲۳):فی الهداية:الأصل فی هذا الباب أن الانسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو غيرهاعند أهل السنة والجماعة لما روی عن النبی عليه الصلاة والسلام "أنه ضحی بكبشين أملحين، أحدهما عن نفسه، والآخر عن أمته ممن أقر بوحدانية اللّٰه تعالٰی وشهد له بالبلاغ".

وفی البناية تحته: (أن الانسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره)....(صلاة) ش: يعنی سواء كان جعل ثواب عمله لغيره صلاة م: (أو صوماً أو صدقة أو غيرها) ش: كالحج و قراءة القرآن والأذكار، وزيارة قبورالأنبياء والشهداء والأولياء والصالحين، وتكفين الموتی، وجميع انواع البر والعبادة، مالية كالزكاة والصدقة والعشور والكفارات ونحوها، أو بدنية كالصوم والصلاة والاعتكاف وقراءة القرآن والذكر والدعاء، أو مركبة منهما كالحج والجهاد. (البناية شرح الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج:۴،ص: ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸،ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

(وكذا فی ردالمحتار علی الدرالمختار، كاب الحج، باب الحج عن الغير، ج: ۴،ص: ۱۰،ط، دار عالم الكتب،رياض)

(وكذافی فتح القدير، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج:۳، ص: ۱۳۱،ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

(وكذا فی العناية شرح الهداية علی هامش فتح القدير، كتاب الحج، باب

سے موقت نہیں روز ولادت اور روز وفات بھی درست ہے پس اگر کسی دن کو ضروری نہ جانے بلکہ مثل دیگر ایام کے جانے ایصال ثواب میں اور عوام کو بھی اس طرح کے ایصال میں ضرر نہ ہو تو کچھ حرج نہیں سب کے نزدیک درست ہے پس شاہ عبدالرحیم صاحب کا یہ فعل ایسا ہی تھا تو اس سے کوئی حجت نہیں لاسکتا اپنے بدعت زمانہ پر اور پھر وہ طعام ایصال کا تھا صلۃ بالنبی کا لفظ موجود ہے اس میں نہ کوئی سرور ولادت کا کلمہ ہے نہ اجتماعی ذکر ولادت کے واسطے پس اس سے کوئی حجت جواز مولد کی نہیں اور سیوطیؒ کے وقت میں بھی ہمارے زمانہ جیسی بدعت نہ ہوئی تھی براہین قاطعہ کو دیکھو اس میں سیوطیؒ کا مقصد مفصل لکھا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

کونڈا کھچڑا صحنک گیارہوں توشہ سہ منی کا حکم

﴿سوال﴾:

یہ تعنیات جیسے ربیع الاول میں کونڈا اور عشرہ محرم میں کھچڑا اور صحنک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اور گیارہویں اور توشہ اور سہ منی بوعلی قلندر اور خضر علیہ السلام کے نام کا چاہ پر لے جانا مذکورہ بالا میں طعام کی تخصیص اور ایام کی تعیین کہ اس کے خلاف ہرگز نہ ہوں بدعت اور حرام ہیں یا نہیں اور اس قسم کے طعام کو کھانا مکروہ ہے یا حرام کیونکہ افعال جہال ان معاملات میں نہایت بدو حد کفر و شرک کو پہنچے ہوئے ہوتے ہیں نفع ضرر و توقع منافع اپنے اپنے مرادات کی طلب ان میں کیجاتی ہے تو ایسے لوگوں اور ایسے عقائد کی نسبت حکم کفر و شرک کا کرنا درست ہے یا نہیں؟ ارقام فرماویں۔

﴿جواب﴾:

یہ تعینات بدعت ضلالہ ہیں اور طعام میں اگر نیت ایصال ثواب کی ہے تو طعام مباح

الحج عن الغیر، ج:۳، ص: ۱۳۱،ط، دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان)

اور صدقہ ہے جو بنام ان اکابر کے ہے تو داخل **ما اھل به لغیر الله** (۲۴) میں ہے اور حرام ہے۔ اور ایسے عقائد فاسد موجب کفر کے ہیں ان افعال کو کفر ہی کہنا چاہیے مگر مسلم کے فعل کی تاویل لازم ہے (۲۵) جیسا اوپر کے جواب میں لکھا گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

خواجہ خضر کے دلیے کا حکم

﴿سوال﴾:

کونڈا کرنا حضرت کا اور صحنک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور کھچڑا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا اور توشہ شاہ عبدالحق رحمہ اللہ اور دَلیا خواجہ خضر کا کرنا اور ان میں کھانوں کی خصوصیت کرنی کیسی ہے؟

﴿جواب﴾:

---

(۲۴): (سورة البقرة: ۱۷۳)

(۲۵): ان المسئلة المتعلقة بالكفر اذا كان لها تسع وتسعون احتمالا للكفر، واحتمال واحد فى نفيه، فالأولىٰ للمفتى والقاضى ان يعمل بالاحتمال النافى. (شرح فقه أكبر، أشرفى بكڈپو ۱۹۹۱، بحواله فتاوى قاسميه، ج: ۱، ص: ۴۶۷، ط، مكتبه اشرفيه، ديوبند، الهند)

وفى التاتارخانية: اذا كان فى المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير، فعلى المفتى أن يميل الى الوجه الذى يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم. (الفتاوى التاتارخانيه كتاب المرتدين، الفصل الاول فى اجراء كلمة الكفر مع علمه انها كلمة الكفر الخ. ج: ۷، ص: ۲۸۱، ط، مكتبة زكريا، بديوبند، الهند)

(وكذا فى مجمع الانهر فى شرح ملتقى الابحر، كتاب السير والجهاد، باب المرتد، ج: ۲، ص: ۵۰۱، ۵۰۲، ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

ایصال ثواب بلا قید طعام وایام کے مندوب ہے(۲۶)اورقید وتخصیص یوم کی تخصیص طعام کی بدعت ہے(۲۷)اگر تخصیص کے ساتھ ایصال ثواب ہوتو طعام حرام نہیں ہوتا گو اس تخصیص کیوجہ سے معصیت ہوتی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲۶):فی الدر المختار: الأصل أن کل من أتی بعبادة ما له جعل ثوابها لغیره. الخ.

وفی الشامیة تحته: قوله: (بعبادة ما) أی سواء کانت صلاة أو صوماً أو صدقة أو قراءة أو ذکراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة، أو غیر ذلک من زیارة قبور الأنبیاء علیهم الصلاة والسلام والشهداء والأولیاء والصالحین، وتکفین الموتی، وجمیع أنواع البر کما فی الهندیه. (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر،مطلب، فی اهداء ثواب الأعمال للغیر، ج: ۴، ص: ۱۰، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، کتاب الصلاة،باب أحکام الجنائز، فصل فی زیارة القبور، ص: ۶۲۱، ۶۲۲،ط، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان)

(۲۷):قال ابن نجیم: ولأن ذکر اللّٰه تعالیٰ اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت أو بشیء دون شیء لم یکن مشروعاً حیث لم یرد الشرع به لأنه خلاف المشروع. (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاة، باب صلاة العیدین، ج: ۲،ص: ۲۷۹،ط، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان)

ومنها وضع الحدود والتزام الکیفیات والهیئات المعینة، والتزام العبادات المعینة فی أوقات معینة لم یوجد لها ذلک التعیین فی الشریعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مکتبة التوحید)

دس محرم کی مجلس شہادت

﴿سوال﴾:

یوم عاشورہ کو یوم شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ گمان کرنا واحکام ماتم ونوحہ گریہ وزاری و بے قراری کے برپا کرنا اور گھر گھر مجالس شہادت منعقد کرنا اور واعظین کو بھی بالخصوص ان ایام میں شہادت نامہ یا وفات نامہ بیان کرنا خاص کر روایات خلاف وضعیفہ سے اور سامعین کو بھی ان امور میں ہر سال کوشش ہونی کہ اسکے مثل وعظ میں نہیں ہوتی ہرگز اور خاص ایام مذکورہ ہی میں ایصال ثواب وصدقات کرنا اور تعین آب وطعام بھی مثل شربت ہے یا کھچڑا ہے اور ہر غنی اور فقیر کو اس کا لینا اور تبرک جاننا اور جو غنی یا سید اس کو نہ لیوے تو مطعون کریں اور برا جانیں اور فی الجملہ ریا کو اس میں بہت دخل ہوتا ہے تو ایسی صورت میں امید ثواب کی ہوسکتی ہے یا نہیں اور یہ کل امور بدعات ومعصیت ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

ذکر شہادت کا ایام عشرہ محرم میں کرنا بمشابہت روافض کے منع ہے (۲۸) اور ماتم نوحہ کرنا حرام ہے۔ فی الحدیث نهی المراثی الحديث (۲۹). اور خلاف روایات بیان

---

(۲۸): عن ابن عمر قال : قال رسول اللهﷺ: من تشبه بقوم فهو منهم.
(أبو داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، ص: ٥٦٩، رقم: ٤٠٣١، ط، دار السلام، رياض)

(۲۹): اخرجه ابن ماجة في سننه في كتاب الجنائز، باب ماجاء في البكاء على الميت، ص: ١١٤، ط، قديمي كتب خانه كراچی/وقال الحافظ نور الدين الهيثمي رحمه اللّٰه تعالىٰ: قلت روى ابن ماجه منه النهي عن المراثي فقط. رواه احمد وابراهيم الهجرى فيه كلام. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب الجنائز، باب اتباع الجنازة والمشي معها والصلاة عليها، ج:٣،ص: ١٣١، ط، دار الكتاب العربي، بيروت لبنان)

کرنا سب ابواب میں حرام ہیں۔ تقسیم صدقات بتخصیص ان ایام کرنا اگر یہ جانتا ہے کہ آج ہی زیادہ ثواب ہے تو بدعت ضلالہ ہے علی ہذا تخصیص کسی طعام کی کسی یوم کے ساتھ کرنا لغو ہے اور صدقہ کا طعام غنی کو مکروہ اور سید کو حرام ہے اس پر طعن کرنا فسق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پیران پیر کی گیارہوں

﴿سوال﴾:

تبارک اور رجی اور گیارہوں پیران پیر کی کرنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

تبارک ورجی بدعت ہیں ان کی کوئی اصل شرع میں نہیں اور ایصال ثواب بروح حضرت قدس سرہٗ درست ہے(۳۰) اور تعین تاریخ کہ پس وپیش نہ کرے بدعت ہے(۳۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۳۰):فی مراقی الفلاح: فللانسان أن یجعل ثواب عمله لغیره عند أهل السنة والجماعة صلاة کان أو صوماً أو حجاً، أو صدقة، أو قراءة للقرآن أو الأذکار أو غیر ذلک من انواع البر ویصل الی المیت.

وقال الشیخ احمد الطحطاوی رحمه اللّٰه تعالیٰ تحته: (فللانسان أن یجعل ثواب عمله لغیره عند أهل السنة والجماعة) سواء کان المجعول له حیاً، أو میتاً من غیر أن ینقص من أجره شیء. (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، کتاب الصلاة،باب أحکام الجنائز، فصل فی زیارة القبور، ص: ۱ ۲ ۶، ۶۲۲ ،ط، دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان)

(۳۱):قال ابن نجیم: ولأن ذکر اللّٰه تعالیٰ اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت أو بشیء دون شیء لم یکن مشروعاً حیث لم یرد الشرع به لأنه خلاف

ایام محرم میں کتب شہادت کا پڑھنا

سوال:

کتاب ترجمہ سر الشہادتین یا دیگر کتب شہادت خاص شہادت کی رات کو پڑھنا کیسا ہے حسب خواہش نمازیان مسجد یا کسی کے مکان پر؟

جواب:

ایام محرم میں سر الشہادتین کا پڑھنا منع ہے حسب مشابہت مجالس روافض کے (۳۲)۔

❖❖❖

محرم میں سبیل لگانا دودھ کا شربت پلانا

سوال:

محرم میں عشرہ وغیرہ کے روز شہادت کا بیان کرنا مع اشعار بروایت صحیح یا بعض ضعیفہ بھی و نیز سبیل لگانا اور چندہ دینا اور شربت دودھ بچوں کو پلانا درست ہے یا نہیں؟

جواب:

المشروع. (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، ج: ۲،ص: ۲۷۹،ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العبادات المعينة فى أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين فى الشريعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مكتبة التوحيد)

(۳۲):عن ابن عمر قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (أبوداؤد، كتاب اللباس،باب فى لبس الشهرة،ص:۵۶۹، رقم: ۴۰۳۱، ط، دار السلام رياض)

محرم میں ذکر شہادت حسین علیہ السلام کرنا اگرچہ بروایات صحیحہ ہو یا سبیل لگانا شربت پلانا یا چندہ سبیل اور شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب نا درست اور تشبہ روافض کیوجہ سے حرام ہیں (۳۳)۔فقط۔

توشہ شاہ عبدالحق کو توشہ حق کہنا

﴿سوال﴾:

بمقابلۂ توشہ شاہ عبدالحق کہ جو قدیم زمانہ سے مروج ہے اور سب جانتے ہیں کہ منع ہے توشہ حق نام رکھنا اور خورد نوش یار آشنایان کا فرمانا نفسانیت ہوئی یا نہیں۔

﴿جواب﴾:

جو امر شرعا حرام ہے کسی کی خاطر داری سے کرنا حرام جان کر بھی فسق اور حرام ہے۔ ہرگز نہیں چاہئے معصیت میں کسی کی رضا درست نہیں (۳۴)۔فقط۔

---

(۳۳): تقدم تخریجه فی الحاشیة السابقة.

(۳۴): اخرج مسلم عن علی، ان رسول ﷺ........وقال لاطاعة فی معصیة اللّٰہ. انما الطاعة فی المعروف. وفی تکملة فتح المسلم تحت هذا الحدیث: واما المبد الثانی: فهو انه لاطاعة لمخلوق فی معصیة الحالق، فلایطاع امیر ولاامام ان أمر بما هو معصیة. (تکملة فتح المهلم، کتاب الامارة، باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصیة، و تحریمها فی المعصیة، ج: ۳، ص: ۲٦۷، ط، دارالاحیاء التراث العربی، بیروت لبنان)

نذر اللہ کا نام توشہ حق رکھنا

سوال:
علماء متقدمین نے نام نذر اللہ کو توشہ حق نہیں رکھا جو ایک فرقہ نے حال میں توشہ حق نام رکھا ہے اگر جائز ہے تو نیا امر ایجاد کرنا مثل اس کے بدعت ہے یا نہیں؟

جواب:
توشہ حق نام نذر کا رکھنا بدعت ہے ایسا فقط موہم کہنا بیجا ہے توشہ سامان کو کہتے ہیں حق تعالیٰ کی ذات پاک سامان سے پاک ہے اولیاء کا توشہ تو یہ معنی رکھ سکتا ہے کہ ان کو ثواب پہنچے گا ان کے توشہ آخرت میں معین ہو جاوے گا اور جو کوئی معنی صحیح توشہ حق کے ہوویں بھی تاہم موہم لفظ بولنا نہیں چاہیے (۳۵)۔

---

(۳۵): اخرج الدارمی فی سننه عن الشعبی قال: سمعت النعمان بن بشیر یقول: سمعت رسول اللهﷺ یقول: الحلال بیّن والحرام بیّن، وبینهما مشتابهات، لایعلمها کثیر من الناس، فمن اتقی الشبهات استبرأ لعرضه ودینه، ومن وقع فی الشبهات، وقع فی الحرام. الخ. وفی فتح المنان تحت هٰذا الحدیث: قوله (ومن وقع فی الشبهات، وقع فی الحرام): یرید أنه اذا اعتادها واستمر علیها أدته الی الوقوع فی الحرام بأن یتجاسر علیه فیواقعه، یقول: فلیتق الشبهة لیسلم من الوقوع فی المحرم. (فتح المنان شرح المسند الجامع، کتاب البیوع، باب فی الحلال بیّن والحرام بیّن، ج: ۹، ص: ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ط، المکتبة المکیة مکة المکرمة، ودار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

اہل قبور سے استعانت

سوال:

استعانت از اہل قبور خواہ قبور انبیاء علیہم السلام یا اولیاء کرام ہوں سنت رسول اللہ ﷺ وقرون مشہود لہا بالخیر میں صحابہ تابعین ائمہ مجتہدین سے ثابت ہے یا نہیں درصورت عدم ثبوت بدعت وممنوع بموجب روایات ذیل ہوں گی یا نہیں اگر نہیں تو ثبوت کا جواز کیا ہے۔اور درصورت اختلاف بدعت وجواز اولیٰ کیا ہے صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔اللّٰھم انا کنا نتوسل بنبیک ونحن الآن نتوسل بھم نبیک. اورامام ابن قیم اغاثہ میں روایت فرماتے ہیں۔ ثنا علی بن حسین انه رای رجلا یجئی الی فرجة کانت عند قبر النبی ﷺ فیدخل فیھا فیدعو فنھاہ وقال الااحدثکم حدیثا سمعته من ابی عن جدی عن رسول اللّٰہ ﷺ قال لاتتخذوا قبری عیدا ولا بیوتکم قبورا فان تسلیمکم یبلغنی اینما کنت وایضاً ولقد جری السلف الصالح التوحید وحموا جانبه حتی کان احدھم اذا سلم علی النبی ﷺ ثم اراد الدعا استقبل القبلة وجعل ظھرہ الی جدار القبر ثم دعا قال سلمة بن وردان رایت انس بن مالک یسلم علی النبی صلی اللّٰہ علیه واٰله وسلم ثم یسند ظھرہ الی جدار القبر ثم یدعوونص علی ذٰلک الائمة الاربعة انه یستقبل القبلة وقت الدعا حتی لایدعو عند قبرہ وایضا کیف یکون دعاء الموتی والدعاء عند قبورھم والاستشفاع بھم مشروعا وعملا صالحا وتصرف عنه القرون الثلثة المفضلة بنص رسول اللّٰہ ﷺ ثم یقوذ به الخلوف الذین یقولون مالایفعلون ویفعلون مالایؤمرون وایضا وکذٰلک التابعون کان عندھم من قبور اصحاب رسول اللّٰہ ﷺ بالامصار عدد کثیر فما استغاثوا بقبر احد منھم لنقل

فیکون ذٰلک فضلا حرمه خیر القرون وجهلوه وظفربه الخلوف وعملوه.
اور قاضی ثناء اللہ صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ودعا آنہا خواستن حرام است۔

﴿جواب﴾:

اس مسئلہ کی پہلے تحریرات ہوچکی ہیں کہ مائۃ مسائل اور اربعین مسائل مولانا محمد اسحاق مرحوم دہلوی کو دیکھئے چونکہ اب بندہ سے سوال کیا گیا ہے تو جواب مختصر لکھنا ضرور ہوا استعانت کے تین معنی ہیں ایک یہ کہ حق تعالیٰ سے دعاء کرے کہ بحرمت فلاں میرا کردے یہ باتفاق جائز ہے خواہ عند القبر ہو خواہ دوسری جگہ اس میں کسی کو کلام نہیں (۳۶) دوسرے یہ کہ

(۳۶):قال العلامة خليل احمد السهارنفوى نور الله مرقده:عندناوعند مشائخنا يجوز التوسل فى الدعوات بالأنبياء والصالحين من الأولياء والشهداء والصديقين فى حيٰوتهم وبعد وفاتهم بان بقول فى دعائه اللّٰهمّ انى اتوسل اليک بفلان ان تجيب دعوتى وتقضى حاجتى الى غير ذلک.الخ. (المهند على المفند،ص:۳۵،ط،قديمى كتب خانه)

وقال العلامة بدرالدين العينى : وفيه من الفوائد: استحباب الاستشفاع بأهل الخير و الصلاح و أهل بيت النبوة...الخ.(عمدة القارى ج:۷،ص:۴۸،رقم الحديث: ۱۰۱۰،ط، دار الكتب العلمية بيروت،لبنان)

وقال ابن حجر: ويستفاد استحباب الاستشفاع بأهل الخيروالصلاح وأهل بيت النبوة.....الخ. (فتح البارى،ج:۲،ص:۵۷۷، رقم الحديث:۱۰۱۰،ط،مكتبة الملک الفهد الوطنية،رياض)

اعلم أنه يجوز ويحسن التوسل والاستغاثة والتشفع بالنبى صلى الله عليه وسلم الى ربه سبحانه وتعالىٰ وجواز ذٰلک وحسنه من الأمور المعلومة لكل ذى دين والمعروفة من فعل الأنبياء والمرسلين وسير السلف الصالحين والعلماء والعوام من المسلمين، ولم ينكر أحد ذٰلک من أهل الأديان، ولاسمع به زمن حتى جاء ابن تيمية فتكلم فى ذٰلک.(شفاء السقام فى زيارة خير الانام، الباب الثامن فى التوسل

صاحب قبر سے کہے کہ تم میرا کام کردو یہ شرک ہے خواہ قبر کے پاس کہے خواہ قبر سے دور کہے (۳۷) اور بعض روایات میں جو آیا ہے اعینونی عباداللّٰہ تو وہ فی الواقع کسی میت سے استعانت نہیں بلکہ عباداللہ جو صحرا میں موجود ہوتے ہیں ان سے طلب اعانت ہے کہ حق تعالیٰ نے انکو اسی کام کے واسطے وہاں مقرر کیا ہے تو وہ اس باب سے نہیں ہے اس سے حجت جواز پر لانا جہل ہے معنی حدیث سے تیسرے یہ کہ قبر کے پاس جا کر کہے کہ اے فلاں تم میرے واسطے دعاء کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے اس میں اختلاف علماء کا ہے مجوز سماع موتی اس کے جواز کے مقر ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں (۳۸) سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں (۳۹) اسی وجہ سے انکو مستثنیٰ کیا

والاستغاثة والتشفع بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۳۵۷، ط، دار الکتب العلمية بيروت لبنان)

(۳۷): قال العلامة ابو الفضل محمود الالوسی البغدادی رحمه اللّٰه تعالیٰ: ان الناس قد أكثروا من دعاء غير اللّٰه تعالیٰ من الأولياء الأحياء منهم والأموات وغيرهم، مثل: ياسيدی فلان أغثنی، وليس ذلک من التوسل المباح فی شیء، واللائق بحال المؤمن عدم التفوه بذلک، وأن لايحوم حول حماه، وقد عده أناس من العلماء شركاً، وان لايكنه، فهو قريب منه.(روح المعانی،[المائدة: ۳۵]، ج:۶، ص: ۱۲۸، ط، دار أحياء التراث العربی)

(۳۸): می گوید ای فلان از خداوند بخواه که فلان کار مرا و مقصد مرا بر آورد کن، این صورت بر مسأله ی سماع است، پس کسانی که سماع موتی را قائل اند این را روا می دارند، ونافیان سماع این را ناروا می دانند. (فتاوای منبع العلوم، کتاب العقائد، باب مايتعلق بالانبياء والصلحاء، ج: ۱، ص: ۱۵۵، ط، کتب خانه ملی ايران)

(۳۹): عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبره الشريف و حيٰوته صلی اللہ علیہ وسلم دنيوية من غير تكليف وهی مختصة به صلی اللہ علیہ وسلم وبجميع الأنبياء صلوات اللّٰه عليهم والشهداء لا برزخية كما هی حاصلة لسائر المؤمنين بل لجميع الناس

ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے پس یہ جواز کے واسطے کافی ہے اور جس کو قاضی صاحب نے منع لکھا ہے وہ دوسری نوع کی استعانت ہے حق یہ ہے کہ یہ مسئلہ مخلوط ہو رہا ہے اور سماع موتی کا مسئلہ بھی صحابہ کے وقت سے مختلف فیہ ہے معہذا اسلام کرنے کو کوئی منع نہیں کرتا بہرحال یہ مسئلہ مختلفہ ہے اس میں بحث مناسب نہیں (۴۰)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

❁❁❁

کما نص علیه العلامة السیوطی فی رسالته انباء الاذکیاء بحیٰوة الانبیاء حیث قال قال الشیخ تقی الدین السبکی "حیٰوة الانبیاء والشهداء فی القبر کحیٰوتهم فی الدنیا ویشهد له صلوة موسیٰ علیه السلام فی قبره فان الصلٰوة تستدعی جسداً حیاً" الی اٰخر ما قال "فثبت بهذا ان حیٰوته دنیویة برزخیة لکونها فی عالم البرزخ" ولشیخنا شمس الاسلام والدین محمد قاسم العلوم علی المستفیدین قدس اللّٰه سره العزیز فی هذا المبحث رسالة مستقلة دقیقة الماخذ بدیعة المسلک لم یر مثلها قد طبعت و شاعت فی الناس واسمها "آب حیات" ای ماء الحیٰوة. (المهند علی المفند، ص: ۳۶،۳۷،ط، قدیمی کتب خانه کراچی)

(۴۰):قال الفقیه المفسر العلامة محمد شفیع العثمانی رحمه اللّٰه تعالیٰ: واعلم أن مسألة سماع الموتی وعدمه من المسائل التی وقع الخلاف فیه بین الصحابة رضوان اللّٰه علیهم أجمعین. فهذا عبداللّٰه ابن عمر رضی اللّٰه عنهما یثبت السماع للموتی، وهذه أم المؤمنین عائشة الصدیقة رضی اللّٰه عنها تنفیه. والی کل مالت طائفة من علماء الصحابة والنابعین. (احکام القرآن للتهانوی، ج:۳،ص: ۱۶۳ ،ط، ادارة القرآن العلوم الاسلامیة کراتشی)

قبروں کو پختہ بنوانا

﴿سـوال﴾:

قبروں کو پختہ کرانا اور عمارات بنانا اور روشنی وغیرہ کرنا کہ ان کے منع میں حدیثیں صحیح وارد ہیں اور لعنت فرمائی ہے حضرت ﷺ نے تو پھر کیا باعث ہے جو خود حضرت ہی کا مزار پختہ رفیع الشان بنا ہوا ہے اور روشنی بھی ہوتی ہے اور بڑے بڑے سامان اور صحابہ اور اماموں کی بھی پختہ بنی ہیں کیا خصوصیت ہے یا مصلحت ہے دین کی اگر کوئی منع کرے تو نہیں مانتے اور غلط بتاتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ جواب ایسے طور پر دیجئے جو ان پر حجت ہو کیونکہ حدیثوں کا صاف انکار لازم آتا ہے اگر ان سے کہیں کہ حجت تو قرآن وحدیث سے ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ایسی باتوں کو نہیں مانتے؟

﴿جواب﴾:

یہ سب امور ناجائز ہیں (۴۱) اور جہاں کہیں لوگوں نے کیا ہے وہ علمائے مقبولین نے نہیں کیا بلکہ امراء وسلاطین نے کیا ہے اور خلاف قرآن شریف وسنت رسول کے جو کوئی کرے وہ ناجائز ہے قابل حجت نہیں۔ فقط۔

---

(۴۱): عن جابر قال: نهى رسول اللهﷺ أن يجصص القبر، وأن يبنىٰ عليه، وأن يقعد عليه. وفى المرقاة تحت هذا الحديث: قال فى الأزهار: النهى عن تجصيص القبور للكراهة و هو يتناول البناء بذلك تجصيص وجهه و النهى فى البناء للكراهة ان كان فى ملكه وللحرمة فى المقبرة المسبلة، ويجب الهدم و ان كان مسجداً.....ثم قال التوربشتى: ولأنه من صنيع أهل الجاهلية أى كانوا يظللون على الميت الى سنة قال و عن عمر أنه رأى فسطاطاً على قبر أخيه عبدالرحمٰن، فقال انزعه ياغلام وانما يظله عمله. (مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الجنائز، باب دفن الميت، الفصل الاول، ج:۴، ص: ۱۵۵، ۱۵۶، ط، دارالكتب

قبروں کو پختہ بنانا اور اس پر قبہ بنوانا

﴿سوال﴾:

قبور کا پختہ بنانا اور ان پر عمارات وقبہ وروشنی وفرش فروش وغیرہ جو کچھ کہ لوگ کرتے ہیں قابل بیان نہیں حالانکہ امور مذکورہ کے منع شدید میں احادیث صحیحہ وارد ہیں اور فاعلین پر رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی لعنت فرمائی ہے مگر پھر لوگ تکذیب احادیث کر کے اپنے فعل کی حجت پر قبور انبیاء علیہم السلام بالخصوص رسول اللہ ﷺ واولیاء کرام صحابہ وائمہ مجتہدین کو پیش کرتے ہیں اور متبع احادیث وسنت کو منکر انبیاء واولیاء کہتے ہیں اور درپے ایذا رسانی ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حرمین اور عرب میں جا کر خلاف شرع ان کو نہیں کہتے کیا قرآن واحادیث وہاں پر نہیں لہذا عرض ہے کہ عرب وحرمین میں اگر علماء مذکورہ کا منع ہونا بیان نہ کریں تو یہ کیا حجت جواز ہوسکتا ہے؟

﴿جواب﴾:

ہرگاہ کہ احادیث میں ممانعت ان امور کی وارد ہے پھر کسی کے فعل سے وہ جائز نہیں ہوسکتے اور اعتبار قرآن وحدیث واقوال مجتہدین کا ہے (۴۲)۔ نہ افعال مخالف شرع کا اگر

العلمية بيروت لبنان)

(۴۲):اخرج مسلم عن جابر قال: نهى رسول الله ﷺ أن يجصص القبر. وأن يبنىٰ عليه. وأن يقعد عليه. وفي موسوعة فتح الملهم تحت هذا الحديث: وفي الرواية الأخرى: (نهى عن تقصيص القبور) والتقصيص بالقاف وصادين مهملتين هو التجصيص، والقصة بفتح القاف وتشديد الصاد المهملة هي الجص، وفي هذا الحديث كراهة تجصيص القبر والبناء عليه، وتحريم القعود. والمراد بالقعود الجلوس عليه، هذا مذهب الشافعي وجمهور العلماء وقال مالك في الموطأ: المراد بالقعود الحدث وهذا تأويل ضعيف أو باطل والصواب أن المراد بالقعود والجلوس، ومما يوضحه الرواية المذكورة بعد هذا: (لاتجلسوا على القبور).

عرب اور حرمین میں امور غیر مشروع خلاف کتاب وسنت رائج ہو گئے تو جواز ان کا نہیں ہوسکتا۔ اور جو وہاں ان بدعات کو کوئی منع نہ کرسکے تو یہ حجت جواز کی نہیں ہوسکتی اس پر سکوت کی کوئی وجہ نہیں کتاب وسنت سے رد کرنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

قبر کا طواف کرنا

﴿سوال﴾:

طواف کرنا قبر کا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

طواف کرنا قبر کا حرام ہے اگر مستحب جان کر کرے تو کافر ہوگا (۴۳)۔ فی شرح المناسک القاری: ولایطوف ای یدور حول البقعة الشریفة لان الطواف من مختصات الکعبة المنیفة فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء ولاعبرة بما یفعله العامة الجهلة ولو کانوا فی صورة المشائخ والاولیاء والعلماء. انتهٰی هٰکذا فی البحر والنهر.

الجواب صحیح ہذا الجواب صحیح جوابات صحیح ہیں جوابات صحیح اور درست ہیں جوابات حق ہیں الجواب صحیح عبداللہ حنفی خادم شریعت

ابوالفیض محمد احمد الدین صد شکر کہ من رسول الادب محمد صدیق

تنٹری باسفوری احمد الدین پیر محمد دارم محمد ہاشم ابوعبدالوہاب دیوبندی

جواب صحیح ہیں الجواب صحیح الجواب صحیح الجواب صحیح الجواب صحیح الجواب صحیح

(موسوعة فتح الملهم، کتاب الجنائز، باب النهی عن تجصیص القبر والبناء علیه، ج:٦، ص: ٥٠، ٥١، ط، دار الضیاء، کویت)

ابوالبرکات حافظ محمد المعتصم بحبل اللہ الاحد، محمد عبدالعزیز، محمد یوسف، سید محمد عبدالسلام، محمد ابراہیم، عبدالغفور، شہاب الدین غفرلہ

الجواب صحیح الجواب صحیح الجواب صحیح الجواب صحیح الجواب صحیح جواب سب صحیح ہیں
محمد عبدالغفار عبدالحمید محمد رحمت الدین احمد یار سعداللہ ساکن بندہ رشید احمد رشید رائبان گنگوہی عفی عنہ احمد ۱۳۰۱ھ

❁❁❁

قبر کو بوسہ دینا

﴿سوال﴾:
بوسہ لینا قبر کا جائز ہے یا حرام؟

﴿جواب﴾:
بوسہ لینا قبر کا حرام ہے(۴۴) فی المدارج وبوسہ قبر راوسجدہ کردن آنرا و سرنہادن

---

(۴۳):ومن وقف بالقبر لایلتصق به، ولایمسه....فینبه العالم غیره علی ذلک، ویحذر هم من تلک البدع التی أحدث هناک من لاعلم عنده یطوف بالقبر الشریف کما یطوف بالکعبة الحرام ویتمسح به ویقبله و یلقون علیه منادلیهم وثیاتهم یقصدون به التبرک وذلک کله من البدع.(المدخل لابن الحاج، فصل فی زیارة القبور، ج: ۱،ص: ۲۶۲، ۲۶۳،ط، دار الکفر)

سجدہ کردن بسوئے قبور انبیاء اولیاء وطواف گرد قبور کردن ودعا از آنہا خواستن ونذر برائے آنہا قبول کردن حرام است بلکہ چیز ہا از آنہا بکفر می رساند پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بر آنہا لعنت گفتہ واز اں منع فرمودہ وگفتہ کہ قبر مرابت نہ کنند۔ (مالابد منہ، کتاب الجنائز،ص:۷۰،۷۱)

(۴۴):ولایمسح القبر ولایقبله فان ذلک من عادة النصاری.الخ.(الفتاوی العالمکیریه،کتاب الکراهیة، الباب السادس عشر فی زیارة القبور وقراءة القرآن فی المقابر، ج: ۵،ص: ۳۵۱) ==

حرام وممنوع ست ودر بوسیدن قبر والدین روایت فقہی نقل میکنند وصحیح آنست کہ لایجوز انتہی و ادنی لایجوز گناہ صغیرہ است واصرار برآن کبیرہ است ہکذا فی شرح عین العلم۔

۞۞۞

قبر پردفن کے بعد اذان دینا

﴿سوال﴾:

اذان بعد دفن کے قبر پر بدعت ہے کہ کہیں قرون ثلثہ میں اس کا ثبوت نہیں اور جوامر ایسا ہو وہ مکروہ ہے تحریماً قال فی الفتح القدیر و البحر یکرہ عندالقبر مالم یعهد من السنة و المعهود منها لیس الازیادة و الدعاء عنده قائماً انتہٰی. پس اذان اس جگہ منع ٹھہرا سو نہ کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

چنانچہ علامہ شامی نے ردالمحتار میں لکھا ہے: تنبیه فی الاقتصار علی ماذکره من الوارد اشارة الی انه لایسن الآذان عندادخال المیت فی قبره کما هو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر فی فتاواه بانه بدعة وقال من ظن انه سنة قیاسا عن ندٰها للمولود الحاقاً لخاتمة الامر بابتدائه فلم یصب آه انتہٰی.
اور علامہ خیر الدین رملی نے حاشیہ بحر الرائق میں لکھا ہے: قیل وعند انزال المیت

== والمستحب فی زیارة القبور ان یقف مستدیر القبلة وجه المیت، وان یسلم ولا یمسح القبر، ولایقبله، ولایمسه فان ذلک من عادة النصاری. (حاشیة طحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح، کتاب الصلاة، باب احکام الجنائز، فصل فی زیارة القبور، ص: ۶۲۱، ط، دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان)

واذا زاره یقرأ فاتحة الکتاب و (قل هو اللّٰه أحد) ثلاث مرات ثم یدعو له، ولایمسحه ولایقبله فان ذلک منعادة النصاری.(مرقات المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، الفصل الثانی، ج:۴،ص: ۲۱۹، رقم: ۱۷۶۵، ط، دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان)

القبر قیاسا علی اول خروجه من الدنیا لکن رده ابن حجر فی شرح العباب انتهٰی. اوردارالبحار میں لکھا ہے:من البدع التی شاعت فی بلاد الهند الاذان علی القبر بعد الدفن انتهٰی. اورتو شیخ شرح تنقیح محمود البلخی میں مذکور ہے: مافی الاثور من الاذان علی القبر ولیس بشیء انتهٰی کذا فی التفهم المسائل. اورفتویٰ مولانا عبداللہ میرغنی مفتی مکہ مکرمہ زاداللہ شرفاً وتعظیماً چنانچہ ہدیۃ المکیۃ میں مرقوم ہے :سوال: هل یجوز الاذان عندالقبر بعد دفن المیت فی المذهب الحنفی ام لا بینوا توجروا ومن اصر علیه واعتقده من السنة وذم تارکه فما حکمه مصیب ام خاطی مبتدع؟ فبینوا بالصواب.

﴿جواب﴾:

الحمدللّٰه رب العالمین رب زدنی علما ذکرفی البحر الرائق مانصه ویکره عندالقبر کل مالم یعهد من السنة والمعهود منهالیس الا زیارتها والدعاء عندها قائماً کما کان یفعل صلی اللّٰه علیه وسلم فی الخروج للبقیع انتهٰی(۴۵) ومنه یعلم الجواب واللّٰه سبحانه و تعالٰی اعلم امر برقمه المقصر عبداللّٰه بن محمد میر غنی الحنفی مفتی مکة المکرمة کان اللّٰه

---

(۴۵):عن عائشة قالت: کان رسول اللّٰه ﷺ کلما کانت لیلتها من رسول اللّٰه ﷺ یخرج فی آخر اللیل الی البقیع فیقول: السلام علیکم دار قوم مؤمنین، وانا وایاکم متواعدون غدا ومواکلون، وانا ان شاء اللّٰه بکم لاحقون، اللّٰهم! اغفر لأهل بقیع الغرقد. وفی ذخیرة العقبٰی تحت هٰذا الحدیث: (عن عائشة) رضی اللّٰه عنها، أنها (قالت: کان رسول اللّٰه ﷺ کلما کانت لیلتها) الظاهر أنه یخرج کل لیلة من لیالی عائشة رضی اللّٰه عنها، وقال السندیؒ: أی فی آخر عمره بعد حجة الوداع.انتهٰی. (ذخیرة العقبٰی شرح المجتبٰی، کتاب الجنائز، باب الأمر بالاستغفار للمؤمنین، ج: ۲۰، ص: ۵۶، ۵۷، رقم: ۲۰۳۹، ط، دار آل بروم، مکة المکرمة)

لهماحامداً مصليا مسلما.

بدعت کی اقسام

﴿سوال﴾:

کوئی قسم بدعت کی حسنہ بھی ہوتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

بدعت کوئی حسنہ نہیں اور جس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں وہ سنت ہی ہے مگر یہ اصطلاح کا فرق ہے مطلب سب کا واحد ہے(۴۶)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اقسام بدعت غیر مقبولہ

﴿سوال﴾:

احادیث میں جو وعیدیں مرتکب بدعات کی وارد ہوئی ہیں کہ فرائض ونوافل وصوم و حج وعمرہ وجہاد وغیرہ اس کا مقبول نہیں ہے وہ کون سی بدعات ہیں اور بعض احادیث میں آیا

(۴۶):فكل من أحدث شيئاً ونسبه الى الدين ولم يكن له اصل من الدين يرجع اليه، فهو ضلالة والدين برئ منه، وسواء فى ذلك مسائل الاعتقادات أو الاعمال أو الاقوال الظاهرة والباطنه. واما ما وقع فى كلام السلف من استحسان بعض البدع، فانما ذلك فى البدع اللغوية لاشرعية، فمن ذلك قول عمررضى الله عنه لما جمع الناس فى قيام رمضان على امام واحد المسجد، وخرج ورآهم يصلون كذلك فقال: نعمت البدعة هذه. وروى عنه انه قال: ان كانت هذه بدعة، فنعمت البدعة. (جامع العلوم والحكم فى شرح خمسين حديثاً من جوامع الكلم، الحديث الثامن والعشرون، ص: ۵۹۷،ط، دارابن كثير دمشق.بيروت)

ہے کہ جو محبت رکھتا ہے اہل بدعت سے ضائع کرتا ہے اللہ تعالیٰ عمل اس کے اور نکال لیتا ہے نور ایمان اس کے دل سے اور بعض احادیث میں آیا ہے کہ اہل بدعت تمام خلقت سے بدتر ہیں اور بعض احادیث میں آیا ہے کہ اہل بدعت جہنم کے کتے ہیں وہ کون سی اور کس درجہ کی بدعات ہیں۔ادنیٰ درجہ کی کونسی بدعت ہے اور اعلیٰ درجہ کی کون سی ارقام فرمادیں؟

﴿جواب﴾:

جس بدعت میں ایسے شدید وعید ہیں وہ بدعت فی العقائد ہے۔جیسا روافض خوارج کی بدعت ہے اور دیگر بدعات جو اعمال میں ہیں اس کو بھی بعض نے کتب مجالس الابرار میں کبیرہ لکھا ہے کہ کوئی بدعت صغیرہ نہیں مگر حق یہ ہے کہ بدعت علی قدر المفسدہ چھوٹی بڑی ہوتی ہے تشکیک اس میں بھی حاصل ہے پس بدعت سے بچنا سب سے ضروری ہے(۴۷)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

❀❀❀

شرکت مجالس بدعت

﴿سوال﴾:

آیت:وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم اٰیات اللّٰہ یکفر بھا

---

(۴۷):قولہ : ”وایاکم ومحدثات الأمور، فان کل بدعۃ ضلالۃ“ تحذیر للأمۃ من اتباع الأمور المحدثۃ المبتدعۃ، وأکد ذلک بقولہ: ”کل بدعۃ ضلالۃ“، والمراد بالبدعۃ: ما أحدث مما لاأصل لہ فی الشریعۃ یدل علیہ، فأما ماکان لہ أصل من الشرع یدل علیہ، فلیس ببدعۃ شرعاً، وان کان بدعۃ، لغۃً، وفی صحیح المسلم....عن جابر: ان النبی ﷺ کان یقول فی خطبتہ: ان خیر الحدیث کتاب اللّٰہ، وخیر الھدی ھدی محمد، وشر الأمور محدثاتھا، وکل بدعۃ ضلالۃ. (جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثاً من جوامع الکلم، الحدیث الثامن والعشرون، ص: ۵۹۶،ط، دارابن کثیر دمشق.بیروت)

و یستھزاء بھا فلاتقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم. الخ (۴۸).

میں شرکت جملہ مجالس ممنوعہ غیر مشروعہ بدعات ضلالہ ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے ہرگز نہیں بلکہ مجالس کفر واستہزاء کوفرمایا ہے۔ دیگرامور کواس کے تحت میں داخل کرنا تحریف کلام اللہ شریف ہے لہٰذا مقولہ زید صحیح ہے یا نہیں اور تفسیر معالم میں تحت آیت جو قول حضرت ضحاک سے منقول ہے۔ قال الضحاک عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ دخل فی ھذہ الایۃ کل محدث فی الدین و کل مبتدع الی یوم القیامۃ (۴۹) یہ زید کے مقولہ کا منافی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اس آیت سے عدم شرکت مجالس غیر مشروعہ ثابت ہوتی ہے(۵۰) اس طرح استہزاء

(۴۸):(سورۃ النساء: ۱۴۰)

(۴۹):(معالم التنزیل، سورۃالنساء، ج: ۲، ص: ۳۰۱، ط، دار طیبۃ ریاض)

(۵۰):فی الجامع لأحکام القرآن: قولہ تعالٰی: (فلاتقعدوا معھم حتٰی یخوضوا فی حدیث غیرہ)، أی: غیر الکفر. (انکم اذا مثلھم)، فدل بھٰذا علی وجوب اجتناب أصحاب المعاصی اذا ظھر منھم منکر، لأن من لم یجتنبھم فقد رضی فعلم. الخ. (الجامع لأحکام القرآن، ج: ۷، ص: ۱۸۵، ط، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان)

وفی روح المعانی: واستدل بعضھم بالآیۃ علی تحریم مجالسۃ الفساق والمبتدعین من أی جنس کانوا، والیہ ذھب ابن مسعودؓ وابراھیمؒ وأبووائلؒ، وبہ قال عمر بن عبدالعزیزؒ، وروی عنہ ھشام بن عروۃؒ أنہ ضرب رجلاً صائما کان قاعداً مع قوم یشربون الخمر، فقیل لہ فی ذلک: فتلا الآیۃ. (روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ج: ۵، ص: ۱۷۵، ط، دار أحیاء التراث العربی بیروت لبنان)

بکتاب اللہ حرام ہے علی ہذا بدعات خلاف حکم شرع حرام ہیں جیسا کہ ان کی شرکت کی حرمت ثابت ہوتی ہے ایسے ہی دیگر معاصی کی بھی معنی تفسیر ضحاک کے یہ ہیں کہ کل مبتدع کے ساتھ بیٹھنا اور ہر بدعت کا شریک ہونا حرام ہے آپ کا فہم درست ہے۔ والسلام

مساجد و مدارس کی موجودہ صورت و طرز تعلیم

﴿سوال﴾:

اس صورت کی مساجد اور مدارس اور طرز تعلیم قرون ثلثہ میں نہیں تھا بلکہ یہ محض نئ صورت ہے تو اس کا بدعت نہ ہونا کیا سبب ہے؟

﴿جواب﴾:

مسجد کی کوئی صورت شرع میں مقرر نہیں جیسی چاہے بنائے مگر ہاں مشابہت کنیسہ و بیعہ وغیرہ سے نہ ہو علی ہذا مدارس کی کوئی صورت معین نہیں۔ مکان ہو اس کا ثبوت حدیث سے ہے اور کسی صورت خاصہ کو ضروری جاننا بدعت ہوگا (۵۱)۔

(۵۱): عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (أبو داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، ص: ۵۶۹، رقم: ۴۰۳۱، ط، دار السلام، رياض)

قال الشيخ عز الدين بن عبد السلام في آخر كتاب القواعد: البدعة اما واجبة.. واما مندوبة كاحداث الربط والمدارس وكل احسان لم يعهد في الصدر الاول وكالتراويح أي بالجماعة العامة. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الايمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ج: ۱، ص: ۳۳۷، ط، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الامامة، مطلب:

عیدین میں خطبہ کے پہلے دعاء مانگنا

﴿سوال﴾:

مسئلہ عیدین میں خطبہ کے اول دعا مانگنا چاہیے یا بعد خطبہ کے یا بالکل نہ چاہیے؟

﴿جواب﴾:

خطبہ سے اول و آخر دعاء کرنا کہیں ثابت نہیں لہٰذا نہ کرنا چاہیے البتہ بعد سلام نماز عید کے دعا کریں پھر ممبر پر کھڑا ہو کر دعا ثابت نہیں (۵۲)۔

البدعة خمسة اقسام، ج: ۲، ص: ۲۹۹، ط، دار عالم الكتب، رياض)

وفي الاعتصام: ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العبادات المعينة في أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين في الشريعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مكتبة التوحيد)

(۵۲):في كتاب الآثار: محمد قال: أخبرنا ابوحنيفة عن حماد عن ابراهيم قال: كتانت الصلوة في العيدين قبل الخطبة ثم يقف الامام على راحلته بعد الصلاة فيدعوا ويصلي بغير اذان ولا اقامة. (كتاب الآثار مع روضة الازهار، باب صلاة العيدين، ج: ۲، ص: ۱۴۱، ط: زمزم پبلشرز)

حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ: بعد نماز عیدین یا بعد خطبہ دعاء کرنا یا نہ کرنا خصوصیت کے ساتھ نظر سے نہیں گزرا ظاہراً قواعد عامہ سے نماز ہی کے بعد دعاء بہتر معلوم ہوتی ہے اسی ہیئت سے جیسے اور نمازوں کے بعد ہے۔(امداد الفتاوی، ج:۱،ص: ۶۷۴،ط، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

وفي فتاوی دار العلوم دیوبند:

”ہمارے حضرات اکابر مثل حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ اور حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ اور دیگر حضرات اساتذہ مثل حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب صدر مدرس سابق

معانقہ خصوصاً عیدین میں

﴿سوال﴾:

عیدین میں معانقہ کرنا اور بغلگیر ہونا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

عیدین میں معانقہ کرنا بدعت ہے(۵۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد ۱۳۰۱ھ۔ الجواب صحیح محمد عبد اللطیف عفی عنہ۔ محمد عبد اللطیف

مدرسہ ہذا (دار العلوم دیوبند) وغیرہم کا یہی معمول رہا ہے کہ بعد عیدین کے بھی مثل تمام نمازوں کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تھے اور احادیث سے بھی مطلقاً نمازوں کے بعد دعاء مانگنا ثابت ہے اس میں عیدین کی نماز بھی داخل ہے لہٰذا راجح ہمارے نزدیک یہی ہے کہ دعاء بعد نماز عیدین بھی مستحب ہے..الخ۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند، ج:۵،ص:۱۹۰،ط: مکتبہ دار العلوم دیوبند الہند رفتاوی محمودیہ، ج:۸،ص:۴۶۱، ۴۶۲)

(۵۳):وأما فی غیر حال الملاقاة مثل کونها عقیب صلاة جمعة والعیدین کما هو العادة فی زماننا، فالحدیث ساکت عنه فیبقی بلا دلیل. (مجالس الأبرار، ص: ۲۹۸، بحواله کتاب النوازل،ج: ۱، ص: ۴۷۵،ط،المرکز العلمی للنشر والتحقیق لال باغ مراد آباد)

ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انه تکره المصافحة بعد أداء الصلاة بکل حال، لأن الصحابة رضی الله عنهم ماصافحوا بعد أداء الصلاة، ولأنها من سنن الروافض. ثم نقل عن ابن حجر عن الشافعیة: أنها بدعة مکروهة لا أصل لها فی الشرع، وانه ینبه فاعلها أولاً ویعذر ثانیاً، ثم قال: وقال ابن الحاج من المالکیة فی المدخل: أنها من البدع وموضع المصافحة فی الشرع، انما هو عند لقاء المسلم لأخیه لا فی أدبار الصلوات. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة،

معانقہ کرنا خصوصاً عیدین میں

﴿سوال﴾:

معانقہ کرنا بالخصوص عیدین کے روز کس درجہ کا گناہ ہے مکروہ ہے یا حرام؟

﴿جواب﴾:

معانقہ ومصافحہ بوجہ تخصیص کے کہ اس روز میں اس کو موجب سرور اور باعث مودت اور ایام سے زیادہ مثل ضروری کے جانتے ہیں بدعت ہے اور مکروہ تحریمی اور علی الاطلاق ہر روز مصافحہ کرنا سنت ہے ایسا ہی بشرائط خود یوم العید کے ہے اور علی ہذا معانقہ جیسا خود دیگر ایام میں ہے ویسا ہی یوم عید کے ہے کوئی تخصیص اپنی رائے سے کرنا بدعت ضلالہ ہے(۵۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

❁❁❁

الوداع کا خطبہ پڑھنا

﴿سوال﴾:

پڑھنا آخر جمعہ کو ماہ رمضان المبارک میں الوداع الوداع یا شہر رمضان اور الوداع

باب الاستبرء، ج: ۹، ص: ۵۴۷، ط، دار عالم الکتب، ریاض)

(۵۴): قال ابن نجیم: ولأن ذکر اللّٰہ تعالیٰ اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت أو بشیء دون شیء لم یکن مشروعاً حیث لم یرد الشرع به لأنه خلاف المشروع. (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ العیدین، ج: ۲، ص: ۲۷۹، ط، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان)

ومنها وضع الحدود والتزام الکیفیات والهیئات المعینة، والتزام العبادات المعینة فی أوقات معینة لم یوجد لها ذلک التعیین فی الشریعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مکتبة التوحید)

الوداع یا سنت التراویح اور اشعار فارسی یا اردو یا عربی کا ہر جمعہ میں یا آخیر جمعہ ماہ رمضان المبارک میں درصورتیکہ عوام الناس خطبۃ الوداع آخر جمعۃ رمضان المبارک کو سنت بلکہ قرب واجب جانتے ہوں کیسا ہے۔ آیا حسب زعم ان کے سنت یا مستحب یا بخلاف اس کے بدعت ہے؟ بدلائل عقلیہ ونقلیہ از کتب معتبرہ جواب ارقام فرمایا جاوے بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾:

یہ خطبہ بدعت ہیکہ مرثیہ اور اشعار قرون مشہود لہا بالخیر میں خطبہ میں منقول نہیں علی الخصوص جب اس فعل کو ضروری جانا جاوے کہ مؤکد جاننا کسی امر مستحب کو بھی داخل تعدی حدود اللہ اور بدعت ضلالہ ہے چہ جائیکہ امر محدث اور پھر غیر زبان عربی میں خطبہ پڑھنا مکروہ ہے۔ بہر حال یہ فعل عوام جہلاء خطباء کا اور سنت جاننا اس کا بدعت ضلالہ واجب الترک ہے (۵۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

خطبہ الوداع

﴿سوال﴾:

الوداع کا خطبہ پڑھنا کیسا ہے زید کہتا ہے کہ مولانا عبدالحی صاحب نے اپنے مجموعہ فتاویٰ میں لکھا ہے اور مولانا موصوف کا قول مستند ہے اور زید بھی کہتا ہے کہ الفاظ الوداع کے ائمہ کے وقت میں بھی پڑھے جاتے تھے پس قول زید کا صحیح ہے یا غلط ہے؟ بعض کتابوں میں الوداع کا خطبہ منع لکھا ہے۔

(۵۵): ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله ﷺ فى علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الامامة، مطلب: البدعة خمسة اقسام، ج: ٢، ص: ٢٩٩، ط، دار عالم الكتب، رياض)

جواب:

زید کا قول غلط ہے اور خطبہ الوداع کا بدعت ہے(۵۶)۔فقط۔

رسالہ ہفت مسئلہ

سوال:

رسالہ ہفت مسئلہ مطبوعہ نظامی جو کہ حضرت حاجی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے منسوب ہو کر شائع ہوا ہے یہ نسبت حاجی صاحب سلمہ کی غلط ہے یا نہیں کیونکہ اس میں تائید اہل بدعت اور اہل حق علماء محققین کی مخالفت ہے مفصل کیفیت سے جو ارشاد فرمادیں؟

جواب:

رسالہ ہفت مسئلہ میں مسئلہ امکان کذب وامکان نظیر میں تو کوئی امر ایسا نہیں لکھا کہ کسی کے خلاف ہو بلکہ اس کے امکان کا اقرار اور اس کی بحث سے احتراز لکھا ہے تو اس میں کسی اہل حق کی مخالفت نہیں اور مسئلہ تکرار جماعت میں بسبب اختلافات روایات فقہ کے فریقین کو نزاع سے منع کیا ہے کہ مسئلہ مختلفہ میں مخالفت کرنا مناسب نہیں اور مسئلہ نداء غیر میں صاف حق لکھا ہے کہ نداء غیر اگر حاضر وعلم غیب جان کر کرے گا تو شرک ہوگا اور جو بے اس کے شوق میں کہا ہے تو معذور ہے گنہگار نہیں اور جو بدون عقیدہ شرکیہ کے یہ سمجھ کر کہے کہ شاید ان کو حق تعالیٰ خبر کردیوے تو خلاف محل نص میں خطاء وگناہ ہے مگر شرک نہیں اور جو نص سے

(۵۶):فكل من أحدث شيئاً ونسبه الى الدين ولم يكن له اصل من الدين يرجع اليه، فهو ضلالة والدين برئ منه، وسواء في ذلك مسائل الاعتقادات أو الاعمال أو الاقوال الظاهرة والباطنه. (جامع العلوم والحكم في شرح خمسين حديثاً من جوامع الكلم، الحديث الثامن والعشرون، ص: ۵۹۷،ط، دارابن كثير دمشق.بيروت)

ثبوت ہو جیسا صلوٰۃ سلام۔ بخدمت فخر عالم علیہ السلام کے ملائکہ کا پہنچانا تو وہ خود ثابت ہے(۵۷) سو یہ سب حق ہے اس میں کوئی اہل حق مخالف اس کے نہیں کہتا۔ اب رہے تین مسئلے قیود مجلس مولود کے اور قیود ایصال ثواب کے اور عرس بزرگان دین کا کرنا سو اس میں وہ خود لکھتے ہیں کہ دراصل یہ مباح ہیں۔ اگر ان کو سنت یا ضروری جانے بدعت و تعدی حدود اللہ تعالیٰ اور گناہ ہے اور بدون اس کے کرنے میں وہ اباحت لکھتے ہیں ہم لوگ منع کرتے ہیں تو وجہ یہ ہے کہ ان کو رسوم اہل زمانہ سے خبر نہیں کہ یہ لوگ ان قیود کو ضروری جانتے ہیں لہٰذا باعتبار اصل کے مباح لکھتے ہیں اور ہم لوگوں کو عادت عوام سے محقق ہو گیا ہے کہ یہ لوگ ضروری اور سنت جانتے ہیں۔ لہٰذا ہم بدعت کہتے ہیں۔ پس فی الحقیقت مخالف اصل مسائل میں نہیں ہوئی بلکہ بسبب عدم علم حال اہل زمانہ کے یہ امر واقع ہوا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسا امام صاحبؒ نے صابی کو ایک حکم دیا اور صاحبینؒ نے دوسرا حکم یہ بسبب اختلاف صابی کے ہوا ہے کہ امام صاحبؒ کے وقت میں ان کا حال اہل کتاب جیسا تھا۔ اور صاحبینؒ کے وقت میں مجوس جیسا پس اختلاف اصل مسئلہ کا نہیں بلکہ بوجہ حال اہل زمانے کے ہے(۵۸)

---

(۵۷): عن أبی هريرة قال قال رسول اللهﷺ: من صلی علی عند قبری وكل بها ملک يبلغنی، وكفی بها أمر دنياه وآخرته، وكنت له شهيداً أو شفيعاً. هذا لفظ حديث الأصمعی وفی رواية الحنفی: قال عن النبیﷺ قال: من صلی علی عند قبری سمعته، ومن صلی نائيا ابلغته. (الجامع لشعب الايمان للبيهقی، ج: ۳، ص: ۱۴۱، ط، مكتبة الرشد، الرياض)

(۵۸):وتكره ذبيحة الصابی الا انه يحل فی قول أبی حنيفة رحمه اللّٰه تعالیٰ. وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما اللّٰه تعالیٰ لايحل وذكر الكرخی رحمه اللّٰه تعالیٰ أنه لاخلاف بينهم فی الحقيقة. وانما اختلفوا لانهم صنفان صنف منهم يقرون بنبوّة عيسی عليه السلام ويقرؤن الزبور فهم صنف من النصاری. وانما أجاب أبو حنيفة بحل ذبيحة الصابی اذا كان من هذا الصنف وصنف منهم ينكرون النبوّة والكتب أصلا ويعبدون الشمس فهم كعبدة الأوثان لايؤكل صيدهم ولاتحل ذبيحتهم.

ایسا ہی دیگر مسائل میں ہے پس ایسا ہی ان تین مسائل ہفت مسئلہ میں سمجھ لو ورنہ حضرت سلمہ کے عقائد ہرگز بدعت کے نہیں ہیں کہ اہل فہم و دانش خود عبارت رسالہ سے سمجھ سکتا ہے معہٰذا لکھتا ہوں کہ یہ رسالہ ان کا لکھا ہوا نہیں کسی نے لکھا ان کو سنا دیا۔ انہوں نے اصل مطلب کو دیکھ کر اباحت کی تصحیح کردی اور حال اہل زمانہ سے خبر نہ ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرنے کے بعد اسقاط کا حکم

﴿سوال﴾:

بعد مرنے کے جو طریق اسقاط عوام کرتے ہیں کہ فرائض واجبات تجویز کر کے اس کے فدیہ میں جو گندم وغیرہ مقرر ہوئے ان کے عوض ایک کلام اللہ شریف دے کر سب سے بری الذمہ ہو جاتے ہیں لہٰذا طریق مروجہ ثابت اور جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

حیلہ اسقاط کا مفلس کے واسطے علماء نے وضع کیا تھا اب یہ حیلہ تحصیل چند فلوس ملاؤں کے واسطے مقرر ہو گیا ہے حق تعالیٰ نیت سے واقف ہے وہاں حیلہ کارگر نہیں مفلس کے واسطے بشرط صحت نیت ورثہ کے کیا عجب ہے کہ مفید ہو ورنہ لغو اور حیلہ تحصیل دنیا دنی کا ہے(۵۹)۔ فقط واللہ تعالیٰ۔

وانما أجاب أبو یوسف ومحمد رحمهما اللّٰه تعالیٰ بحرمة الصید والذبح فی حق هؤلاء. (فتاوی قاضی خان،علی هامش فتاوی عالمکیریه، کتاب الصید والذبائح، باب فی الذکاة، ج:۳،ص: ۳۶۸)

(۵۹):عن سعد بن ابراهیم سمع القاسم قال: سمعت عائشةؓ تقول: قال رسول اللّٰهﷺ: من عمل عملاً لیس علیه أمرنا فهو رد. (مسند احمد بن حنبل، ص: ۱۸۹۸، رقم الحدیث: ۲۵۹۸۶)

کتاب آذرجندی سے فاتحہ کا ثبوت

﴿سوال﴾:

در کتاب آذرجندی کہ از ملا علی قاری ست روایت ست قال کان یوم الثالث عن وفات ابراهیم بن محمد ﷺ جاء ابوذر عند النبی ﷺ معه تمرة یابسة ولبن الناقة وخبز الشعیر فوضعها عندالنبی ﷺ فقرأ النبی علیه الصلوٰة

قال العلامة الشامی رحمه اللّٰه تعالیٰ: وبه ظهر حال وصایا أهل زماننا، فان الواحد منهم یکون فی ذمته صلوات کثیرة وغیرها من زکاة وأضاح وأیمان ویوصی لذلک بدارهم یسیرة، ویجعل معظم وصیته لقراء ة الختمات والتهالیل التی نص علماؤنا علی عدم صحة الوصیة بها. (ردالمحتارعلی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب فی بطلان الوصیة بالختمات والتهالیل، ج: ۲،ص: ۵۳۴،ط، دارعالم الکتب ریاض)

وفی احسن الفتاوی:

سوال: اسقاط مروج کا کیا حکم ہے؟ نورالایضاح میں جائز لکھا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب ومنہ الصدق والصواب:

جائز نہیں۔ قال فی الشامیة ونص علیه فی تبیین المحارم فقال لایجب علی الولی فعل الدور وان اوصی به المیت لانها وصیة بالتبرع والواجب علی المیت ان یوصی بما یفی بما علیه ان لم یضق الثلث عنه فان اوصی باقل وامر بالدور وتبرک بقیة الثلث للورثة او تبرع به لغیرهم فقد اثم بترک ما وجب علیه .الخ

شامی یا دیگر فقہاء نے جو اجازت دی ہے اس میں تصریح ہے کہ یہ حیلہ اس وقت جائز ہے جبکہ ثلث سے فدیہ ادا نہو سکتا ہو اور یہ صورت کبھی اتفاقاً پیش آجاتی ہے اسے مستقل رسم بنا لینے کی اجازت نہیں، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ اس حیلہ سے عوام کا عقیدہ فاسد نہ ہو، اس وقت جو اسقاط

والسلام الفاتحة مرة وسورة الاخلاص ثلاث مرات وقرا اللّٰهم صل علی محمد انت لها اهل فرفع يديه ومسح وجهه فامر بابی ذر ان يقسمها وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثواب هذه الاطعمة لابنی ابراهيم. فقط صحت نام کتاب اور روایت کی اس میں ہے یا نہیں اور کسی کتاب میں ہے؟

جواب:

نہ کتاب آذرجندی از تصانیف ملا علی قاری ست و نہ روایت مذکور صحیح و معتبر است بلکہ موضوع است و باطل برآن اعتماد نشاید در کتب حدیث نشانے ازہمچو روایت یافتہ نمی شود حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی منقولہ از رسالہ شمشیر خنداں مؤلف مولانا دین محمد صاحب مرحوم مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور الجواب یہ حدیث وضعی ہے اور بنانے والا اس کا کاذب اور مفتری ہے اور آذرجندی کوئی کتاب ملا علی قاری کی تصنیف سے نہیں ہے۔ انتہی۔ محمد صدرالدین صدر صدور دہلی۔

محمد قطب الدین ۱۲۷۴ شاگرد مولانا اسحٰق صاحب دہلوی، مؤلف مظاہر الحق شرح مشکوٰۃ۔ محمد بشیر و نذیر قنوجی ۱۲۷۶

سید محبوب علی جعفری دہلوی، فقیر خواجہ ضیاء الدین احمد دہلوی حسبنا اللہ حفیظ دہلوی، سید محمد نذیر

مروج ہے اس میں اولاً تو تملیک فقراء اس طرح کی جاتی ہے کہ اس سے تملیک متحقق نہیں ہوتی۔ ثانیاً اس سے فساد عقیدہ لازم آتا ہے کہ عوام گناہوں پر دلیر ہو جاتے ہیں اور صوم وصلوۃ کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ ثالثاً اس کا ایسا التزام کیا جاتا ہے کہ اسے بھی اعمال تکفین میں سے ایک مستقل عمل سمجھا جاتا ہے۔ التزام کرنے سے مباح بلکہ مندوب کام بھی ناجائز ہو جاتا ہے کما صرح به فی الشامية وغيرها. رابعاً ثلث مال سے فدیہ ادا نہیں کیا جاتا، حالانکہ اتمام ثلث تک فدیہ کی وصیت کرنا اور اس کا ادا کرنا لازمی ہے۔ اتمام ثلث کے بعد بھی فدیہ باقی رہے تو اس حالت میں فقہاء نے حیلہ کی اجازت دی تھی مگر فی زمانہ فساد عقیدہ کی وجہ سے یہ بھی جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (احسن الفتاوی، ج:۱، ص:۳۴۹، ۳۵۰، ط: ایچ ایم سعید کراچی)

حسین ۱۲۸۱ محدث دہلوی
نوازش علی ۱۲۶۰ دہلوی ہو الخالق الخیر دہلوی علیہ رحمت اللہ ۱۲۶۵ دہلوی محمد عبدالرب ۱۲۶۷ دہلوی
محمد تقی خان دہلوی سید رحمت علی خاں نے عدالت عالیہ سلطامفتے سراج العلماء ضیاء الفقہاء ۱۲۵۳
محمد عبداللہ دہلوی مفتی باشاہی مسجد دہلی شرف رشید سید کونین ۱۲۹۳ شریف حسین سید احمد حسین ۱۲۸۹
ابوالحسن ۱۲۸۹ محمد منظور علی یوسفی ۱۲۸۳ دہلوی عبدہ محمد یوسف ۱۲۸۴ محمد عبدالحکیم دہلوی
منصور علی خان احمد حسن خان محمد غلام اکبر خان محمدی ۱۲۸۶ سے مواہیر علماء مقیم ریاست دوجانہ
محمد امام الدین محمدی ۱۲۸۴، محمد عالم علی ۱۲۸۳، محمد قاسم علی ۱۲۸۵، نقشبندی محمد رمضان ۱۲۹۱، رحمت علی، محمد نور علی عفی عنہ
محدث مرادآبادی صاجزادہ مولانا عالم علی صاحب مشہور حافظ رحمت علی صاحب متصل سنبھلی دروازہ
موہیر علمائے پانی پت محمد عبدالرحمٰن شاگرد مولانا اسحٰق بخشندہ عاصیاں رحیم است

تمام شد

الجواب صحیح اور اس کا واضع ملعون ہے کہ فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تہمت کرتا ہے۔
فقط رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

فاتحہ کا طریقہ

﴿سوال﴾:

فاتحہ مروجہ یعنی طعام را روبرو نہادہ دست برداشتہ چہ حکم دارد؟

﴿جواب﴾:

ایں طور مخصوص نہ در زمان آنحضرت ﷺ بود نہ در زمان خلفاء بلکہ وجود آن در قرون ثلثہ کہ مشہود لہا بالخیر اند (۶۰) منقول نشدہ وحالا در حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً عادت خواص نیست واگر کسے ایں طور مخصوص بعمل آورد آں طعام حرام نمی شود بخوردنش مضائقہ نیست وایں را ضروری دانستن مذموم است (۶۱) وبہتر آنست کہ ہر چہ خواہند خواندہ ثواب آن بمیت رسانند طعام را بہ نیت تصدق بفقرا خورانند وثوابش نیز باموات رسانند۔

---

(۶۰): عن عبداللہ عن النبی ﷺ قال: خیر الناس قرنی، ثم الذین یلونہم، ثم الذین یلونہم. الخ. (رواہ مسلم فی صحیحہ فی کتاب الفضائل الصحابة، باب فضل الصحابة، ثم الذین یلونہم، ثم الذین یلونہم، ص: ۱۱۱۱، رقم: ۶۴۷۲، ط، مکتبة دار السلام، ریاض)

(۶۱): قال ابن نجیم: ولأن ذکر اللہ تعالیٰ اذا قصد بہ التخصیص بوقت دون وقت أو بشیء دون شیء لم یکن مشروعاً حیث لم یرد الشرع بہ لأنہ خلاف المشروع. (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاة، باب صلاة العیدین، ج: ۲، ص: ۲۷۹، ط، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان)

وفی الاعتصام: ومنہا وضع الحدود والتزام الکیفیات والہیئات المعینة، والتزام العبادات المعینة فی أوقات معینة لم یوجد لہا ذلک التعیین فی الشریعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مکتبة التوحید)

وفی عزیز الفتاوی: تخصیص الفاتحة باحضار الطعام والشراب والتزامہا

ہدیۃ الحرمین سے فاتحہ کا ثبوت

﴿ســوال﴾:

ہم نے ہدیۃ الحرمین میں دیکھا ہے کہ حضرت نے اپنے بیٹے ابراہیم کے سوئم و دسواں وبیسواں و چہلم وغیرہ میں چھوارے پر فاتحہ دیا اور اصحابوں کو کھلایا پس فی زمانہ لوگ پھول، پان وغیرہ کرنے سے چہلم وسیوئم دسواں وبیسواں میں مانع ہوتے ہیں کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

ہوالمصوب۔ یہ قصہ جو ہدیۃ الحرمین میں لکھا ہے محض غلط ہے۔ کتب معتبرہ میں اس کا نشان نہیں واللہ اعلم۔ حررہ الراجی عفوربہ القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی.

تیجہ میں قرآن شریف کا پڑھنا

﴿ســوال﴾:

روز سوم یا پنجم مردم بطلب یا بلاطلب جمع میشوند و چند ختم کلام مجید مے خوانند بعضے آہستہ وبعض با آواز بلند و در پیالہ خوشبو گل مے انداز ندو دیگر خصوصیات و رسوم بعمل می آرند چہ حکم وارد؟

﴿جواب﴾:

وظن العوام انها لازمة لا يصال الثواب الى الاموات مخترعة مبتدعة يلزم تركها والاجتناب منها فان كل بدعة ضلالة و كل ضلالة فى النار قال عليه الصلاة والسلام من احدث فى امرنا هذا ما ليس فهو رد الحديث فما هو مردود عندالله وعند رسوله يجب رده والا احتراز عنه. (عزيز الفتاوى، ص: ۲۱۷، ط، دار الاشاعت كراچى)

مقرر کردن روز سوم وغیرہ بالتخصیص واورا ضروری انگاشتن درشریعت محمدیہ ثابت نیست(۶۲) صاحب نصاب الاحتساب آں را مکروہ نوشتہ رسم وراہ تخصیص بگذارند ہر روز یکہ خواہند ثواب بروح میت رسانند ومیت قریب مرگ خود زیادہ ترمحتاج مدد میشود۔ ہر قدر کہ ایصال ثواب بہرروز یکہ شود موجب خیر است کذا فی فتح العزیز وشیخ عبدالحقؒ محدث دہلوی درشرح سفر السعادت می فرمایند وعادت بنود کہ برائے میت درغیر وقت نماز جمع شوند وقرآن خوانند وختمات خوانند برسرگوردنہ غیرآن واین مجموع بدعت ست ومکروہ نعم تعزیت اہل میت وتسلیہ وصبر فرمودن سنت ومستحب است (۶۳) اما ایں اجتماع مخصوص روز سوم وارتکاب تکلفات دیگر وصرف اموال بے وصیت از حق یتامیٰ بدعت است وحرام انتہیٰ۔

حررہ الراجی عفور بہ القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عنہ ذنبہ الجلی و الخفی.

❁❁❁

(۶۲):عن سعد بن ابراهيم سمع القاسم قال: سمعت عائشةؓ تقول: قال رسول اللهﷺ: من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد. (مسند احمد بن حنبل، ص:۱۸۹۸، رقم الحديث:۲۵۹۸۶)

ماأحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول اللهﷺ فى علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً.(ردالمحتارعلى الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الامامة، مطلب: البدعة خمسة اقسام،ج: ۲،ص: ۲۹۹، ط، دار عالم الكتب، رياض)

(۶۳):وتستحب التعزية للرجال والنساء اللاتى لايفتن وتحته: لأن المقصود منها ذكر ما يسلى صاحب الميت ويخفف حزنه، ويحضه على الصبر. (حاشية طحطاوى على مراقى الفلاح شرح نور الايضاح، كتاب الصلاة ، باب أحكام الجنائز، فصل فى حملها و دفنها،ج: ۲۱۸، ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

فاتحہ کا موجودہ طریقہ

سوال:

سامنے کھانا یا کچھ شیرینی رکھ کر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ اور قل ہواللہ پڑھنا درست ہے یا نہیں کہ جس کو عرف عام میں فاتحہ کہتے ہیں؟

جواب:

فاتحہ مروجہ شرعا درست نہیں ہے بلکہ بدعت سیئہ ہے(۶۴) کذا فی اربعین وفتاویٰ سمرقندی فقط محمد قاسم علی عفی عنہ، محمد قاسم علی، الجواب صحیح والمجیب نجیح عبداللطیف عفی عنہ۔ محمد عالم علی محدث مرادآبادشاگرد مولانا محمد اسحٰق محمد عبداللطیف سہنسپوری۔

کھانے یا شیرینی پر فاتحہ

سوال:

فاتحہ کا پڑھنا کھانے پر یا شرینی پر بروز جمعرات کے درست ہے یا نہیں؟

جواب:

فاتحہ کھانے یا شرینی پر پڑھنا بدعت ضلالت ہے ہرگز نہ کرنا چاہیے(۶۵)۔

(۶۴/۶۵):فی البزازیة: ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث. وبعد الأسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الاخلاص.(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة،مطلب فی کراهة الضیافة من أهل المیت، ج:۳،ص: ۱۴۸،ط، دار عالم الکتب، ریاض)

تیجہ کا حکم

﴿سوال﴾:

تیجہ، ساتواں، دسواں چالیسواں امور مذکورہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب اور فقہ کی کسی معتبر کتب میں ہیں اوران کا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

تیجہ، دسواں وغیرہ سب بدعت ضلال ہیں کہیں اس کی اصل نہیں نفس ایصال ثواب چاہیئے ان قیود کے ساتھ بدعت ہی ہے جیسا کہ اوپر کے جواب میں مرقوم ہو چکا ہے اور برادری کوان ایام میں کھلانا یہ رسم ہے اورمنع ہے(٦٦)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

سوم وغیرہ کرنا

﴿سوال﴾:

فی زمانہ رواج ہے کہ جب کوئی مرجاتا ہے تو اس کے عزیز واقارب اس روز یا دوسرے روز یا تیسرے روز یا کسی روز جمع ہوکر مسجد میں یا کسی اورمکان میں قرآن شریف اور کلمہ طیبہ اور درود شریف وغیرہ پڑھ کر بلاتعین شمار ثواب اس پڑھے ہوئے کا متوفی کو بخشتے ہیں اور چنے وغیرہ تقسیم کرتے ہیں تو اس طرح پر جمع ہونا اور قرآن مجید وغیرہ پڑھنا اور پڑھوانا

---

(٦٦):یکره اتخاذ الطعام فی الیوم الأول أو الثالث أو بعد الأسبوع كما فی البزازية.....و قال ابن الهمام: یکره اتخاذا لضيافة من أهل الميت، والكل عللوه بأنه شرع فی السرور لا فی الشرور.قال هی بدعة مستقبحة. (مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الفضائل والشمائل، باب فی المعجزات، الفصل الثالث، ج: ١١،ص: ٨٤، رقم:٥٩٤٢، ط، مكتبة دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

مجتمع ہونا عزیز و اقارب وغیرہم کا واسطے پڑھنے قرآن مجید کے یا کلمہ طیبہ کے جمع ہو کر روز وفات میت کے یا دوسرے یا تیسرے روز بدعت و مکروہ ہے شرع شریف میں اس کی کچھ اصل نہیں ہے کتاب نصاب الاحتساب میں لکھا ہے: ان ختم القرآن جهرا بالجماعة ويسمى بالفارسية سيپاره خواندن مكروه. اور فتاویٰ بزازیہ میں مرقوم ہے: يكره اتخاذ الطعام فى اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الى القبر فى المراسم واتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والفقراء للختم وقراءة سورة الانعام والاخلاص (٦٧). اور ردالمحتار میں لکھا ہے۔ ومن المنكرات الكثيرة كايقاد الشموع والقناديل التى توجد فى الافراح وكدق الطبول والغناء بالاصوات الحانا اجتماع النساء والمراد ان واخذ الاجرة على الذكر وقرأة القرآن وغيره ذلك مما هو مشاهد فى هذه الازمان وماكان كذلك فلاشك فى حرمته وبطلان الوصية ولاحول ولاقوة الا بالله العلى العظيم(٦٨).

این ست حکم صورت مسئولہ کہ تحریر یافت محمد قاسم علی عفی عنہ امام مفتی شہر مراد آباد ،الجواب صحیح محمد عبداللطیف عفی عنہ الجواب صحیح محمد میقم الدین عفی عنہ محمد قاسم علی خلف مولانا عالم علی الجواب صحیح محمد عبدالغنی سہسنپوری محمد عبدالغنی

(٦٧): (الفتاوى البزازية على هامش الهندية قبيل الفصل السادس والعشرون فى حكم المسجد، ج: ۴،ص: ۸۱)

(٦٨):(ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة، مطلب فى كراهة الضيافة من أهل الميت، ج:۳،ص: ۱۴۹،ط، دار عالم الكتب رياض)

فتویٰ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی موصولہ از مولوی عبدالصمد صاحب رامپوری بمجموعہ فتاویٰ قلمی مولوی احمد رضا خان صاحب منقولہ از جلد رابع کتاب الحظر والاباحۃ صفحہ ۳۶۔

بلا تعین یوم تصدق موتی کے لئے مساکین کو کھانا کھلانا

﴿سوال﴾:

کھانا تیار کرنا واسطے تصدق موتی کے بلا تعین یوم کے فقراء مساکین کو جمع کر کے کھلا دینا جائز ہے یا نہیں؟ مدلل ارقام فرمادیں۔

﴿جواب﴾:

بلا تعین کھانا تقسیم کرنا یا دینا بطور صدقہ کے جائز ہے(۶۹) کیونکہ صدقہ کرنا طعام کا کسی کے نزدیک ناجائز نہیں، ثواب اس کا میت کو پہنچنا ہے باتفاق، البتہ عبادت بدنی میں خلاف امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا ہے(۷۰) مالی میں کسی کا خلاف نہیں۔ قال فی الهداية

---

(۶۹):فی مراقی الفلاح: فللانسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلاة كان أو صوماً أو حجاً، أو صدقة، أو قراءة للقرآن أو الأذكار أو غير ذلک من انواع البر ويصل الى الميت.

وقال الشيخ احمد الطحطاوی رحمه الله تعالیٰ تحته: (فللانسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة) سواء كان المجعول له حياً، أو ميتاً من غير أن ينقص من أجره شيء. (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الايضاح، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل فی زيارة القبور، ص: ۶۲۱، ۶۲۲، ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

(۷۰):وقال مالک والشافعی يجوز ذلک فی الصدقة والعبادة المالية وفی الحج ولايجوز فی غيره من الطاعات كالصلاة والصوم وقراءة القرآن وغيره.

الأصل فی ھذا الباب ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوٰة او صوما او صدقة او غیرھا. الخ (۷۱). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۞۞۞

بلاتعین یوم وذکر تیجہ

﴿سوال﴾:

سوم یعنی تیجہ جو موتی کے واسطے کیا جاتا ہے تو اس میں کیا برائی ہے اگر تعین تاریخ اور تاکد موجب فساد ہے تو یہ اگر دور ہو جاوے مثلاً پہلے روز ہو یا دوسرے یا چوتھے یا پانچویں یا چھٹے روز ہوشمار کے واسطے نخود نہ ہوں خرما ہو یا املی کے بیج ہوں یا تسبیح ہو یا اور کوئی چیز ہو اور اس میں مال بھی یتیموں کا صرف نہ ہو تو بھی جائز ہے یا نہیں۔

﴿جواب﴾:

اگر بلاتعین یوم کے جمع ہو کر ختم قرآن کریں یا کلمہ طیبہ اور ایصال ثواب اس کا کریں تو جائز ہے اکثر علماء کے نزدیک (۷۲) اگرچہ علامہ مجدد فیروز آبادی ایصال ثواب میت کے اجماع کو بھی بدعت لکھتے ہیں۔ سفر السعادت میں۔

۞۞۞

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، ج: ۲، ص: ۸۳، ۸۴، ط، مکتبة الکبری، مصر)

(۷۱):(الھدایة، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، ج: ۲، ص: ۳۴۵، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

(۷۲):فی الدر المختار: الأصل أن کل من أتی بعبادة ما له جعل ثوابها لغیره. الخ.

وفی الشامیة تحته: قوله: (بعبادة ما) أی سواء کانت صلاة أو صوماً أو صدقة أو قراءة أو ذکراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة، أو غیر ذلک من زیارة قبور الأنبیاء

جواز تیجہ کے وجوہ پر بحث

﴿سوال﴾:

زید بدعات مثل تیجہ وغیرہ کا معتقد نہیں اکثر لوگ اس خیال سے ان بدعات کو اختیار کرتے ہیں کہ چند لوگ جمع ہو جاویں گے اور باعث اتفاق ہوگا اور کلام وغیرہ بھی زیادہ پڑھا جاوے گا اور اگر مقرر نہ کیا جاوے تو دشواری ہوتی ہے پس ان لوگوں کا عقیدہ کیسا ہے اور اگر زید شریک مجلس مذکور ہو جاوے تو کیسا ہے؟ فقط۔

﴿جواب﴾:

جو بدعات مثل تیجہ وغیرہ کے ہیں ان کا کرنا کسی وجہ سے درست نہیں قاعدہ شریعت کا ہے جو چیز بھلائی اور برائی سے ملی ہوئی ہو اس کو حکم شریعت برائی کا دیتی ہے اس کی بھلائی پر نظر نہیں ہوتی (۴۳) ظاہر اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک مٹکی دودھ میں ایک چلو پیشاب گر جاوے تو اس کو نجس کہیں گے دودھ کا اعتبار نہ کریں گے اور اس کو حلال نہ کہیں گے لہٰذا فعل اور شرکت ان بدعات کی دونوں ناجائز باعتقاد ہوں یا بلا اعتقاد ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

❁❁❁

عليهم الصلاة والسلام والشهداء والأولياء والصالحين، وتكفين الموتى، وجميع أنواع البر كما في الهنديه. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب، في اهداء ثواب الأعمال للغير، ج:۴، ص: ۱۰، ط، دار عالم الكتب، رياض)

(۴۳): قوله: (تركها اولىٰ) لأنه اذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة راجحاً على فعل البدعة. (رد المحتار على الدرالمختار ، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: اذا تردد الحكم بين السنة وبدعة كان ترك السنة اولىٰ، ج: ۲، ص: ۴۰۹، دار عالم الكتب، رياض)

ایصال ثواب کی قیود

﴿سوال﴾:

فاتحہ تیجہ دسواں کرنا کیسا ہے مستحب ہے یا بدعت حسنہ ہے یا بدعت سیئہ ہے بدعت حسنہ کی کیا تعریف ہے اور بدعت سیئہ کی کیا تعریف ہے بدعت حسنہ سے کیا ثواب ہوتا ہے اور بدعت سیئہ سے کیا تعزیز لازم آتی ہے اور مجمع کر کے چنوں پر کلمہ شریف پڑھوانا واسطے ثواب مردہ کے اور قرآن شریف پڑھوانا کیسا ہے آیا ثواب ان کلموں اور قرآن شریف کا جو اس مجمع میں شریک ہوتا ہے وہ شخص مستحق ثواب ہے یا عذاب ہے زید کہتا ہے کہ چنوں پر فاتحہ سوم میں اللہ کا نام پڑھنا موجب ثواب ہے کہ اس سے ایصال ثواب منظور ہے اور یہ طریقہ بزرگان سلف سے چلا آتا ہے اس میں کچھ حرج نہیں اور فتاویٰ عزیزی میں یہ طریقہ لکھا ہے۔ پس زید کا قول تمام ہوا ان چنوں کا کھانا کیسا ہے اور زید فاتحہ تیجے دسویں کو دل سے اچھا جانتا ہے اور اس کے اچھے ہونے پر اصرار کرتا ہے اس مسئلہ کو بہت تشریح کیساتھ قرآن وحدیث قیاس اجماع امت سے ارقام فرما کر مزین بمہر فرمادیں۔

﴿جواب﴾:

یہ مسائل بارہا لکھے جا چکے ہیں یہ جملہ امور بدعت ہیں صرف ایصال ثواب جائز ہے (۷۴) باقی قیودات بدعت ہیں اس کی تفصیل مسائل اربعین مؤلفہ شاہ محمد اسحٰق صاحب میں دیکھ لو۔

۞۞۞

(۷۴): فی الهداية: الأصل فی هذا الباب أن الانسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو غيرها عند أهل السنة والجماعة لما روی عن النبی عليه الصلاة والسلام ”أنه ضحی بكبشين أملحين، أحدهما عن نفسه، والآخر عن أمته ممن أقر بوحدانية الله تعالٰى وشهد له بالبلاغ“. ==

کھانا سامنے رکھ کر پنج آیت پڑھنا

﴿سوال﴾:

کھانا سامنے رکھ کر اس پر پنج آیت پڑھنا کیسا ہے جس کو عرف عام میں فاتحہ کہتے ہیں زید کہتا ہے کہ کھانے پر فاتحہ پڑھنا درست ہے اس لئے کہ حاجی امداد اللہ صاحب سلمہٗ نے اپنے فتاویٰ میں جائز لکھا ہے بکر کہتا ہے حاجی صاحب موصوف اگرچہ میرے پیر و مرشد ہیں یعنی میرے پیر طریقت ہیں پیر شریعت نہیں ہیں کہ میں ان کے کہنے پر عمل کروں یہ کہنا بکر کا کیسا ہے اور طریقت اور شریعت ایک یا دو ہیں؟

﴿جواب﴾:

یہ سب امور بدعت ہیں مسائل اربعین دیکھ لو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرنے کے بعد کھانا پکانا

﴿سوال﴾:

تقریر مولانا حیدر علی صاحب مرحوم ٹونکی تلمیذ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث

== وفی البناية تحته: (أن الانسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره)....(صلاة) ش: يعني سواء كان جعل ثواب عمله لغيره صلاة م: (أو صوماً أو صدقة أو غيرها) ش: كتالحج وقراءة القرآن والأذكتار، و زيارة قورالأنبياء والشهداء والأولياء والصالحين، وتكفين الموتى، وجميع انواع البر والعبادة، مالية كالزكاة والصدقة والعشور والكفارات ونحوها، أو بدنية كالصوم والصلاة والاعتكاف وقراءة القرآن والذكر والدعاء، أو مركبة منهما كالحج والجهاد. (البناية شرح الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج:۴،ص: ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸،ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

دہلوی رحمۃ اللہ علیہ طعام مہمانی کہ از پس موتی پزند اول این خودنارواومکروہ تحریمی ست بچند وجہ یکے آنکہ در بحر الرائق ودیگر کتب تصریح کردہ اند کہ ضیافت ومہمانی در سرور شادی مشروع ست نہ در شرور ومصائب وغمی فرستادن طعام روز اول بخانہ کسے کہ موت شدہ باشد مسنون ست نہ آنکہ ازاں کس طعام طلب کنند صریحاً یا آنکہ اگر اونپر وطعن بروکنند کہ این ہم طلب ست پس بخوف این طلب او طعام پختہ میکند دوم آنکہ در حدیث جریر بن عبداللہ بجلی ست کنا نعد الاجتماع الی اہل المیت و صنعھم الطعام من النیاحۃ. (۷۵)

یعنی باہمہ اصحاب جمع شدن مردم رانزد اہل میت سوائے خدمت تجہیز وتکفین واین را کہ تیار کنند اہل میت طعام را از نوحہ می شمردیم ونوحہ خود حرام ست پس این اجتماع مردم وساخت طعام ہم ناروا وحرام خواہد بود۔ سوم آنکہ در کتب شرح مصرح است کہ این صنع طعام از اہل میت از رسوم وعادات جاہلیت عرب بود وچوں اسلام آمد این رسم جاہلیت موقوف کردند لہٰذا در عہد صحابہ وتابعین این رسم منقول نیست پس آنچہ درمیان کلمہ گویان عوام رسم سوم ودہم وچہلم وششماہی وسال رواج یافتہ ہمہ ناروا ست واجتناب ازاں ضروریست ما در رسالہ صغیر دو جز وکبیر دہ دوازدہ جز در عدم جواز این بحث طعام نوشتہ ایم وبعد ازانکہ این طعام خبیث پختہ شد بجز فقیر محتاج ودیگرے نخو دوزیرا کہ حکم مال خبیث ہمیں تصدیق بر فقراء ست باید دانست کہ صدقات برائے اموات بسیار مفید ست در مذہب حق اہل سنت وجماعت لیکن مفید بشرطے است کہ این صدقات موافق حکم شرع باشند چنانکہ بناء چاہ مسجد ونقد ولباس وغلات وغیرہا از مال حلال بفقراء دادن کہ این امور بالاتفاق جائز ست ومفید بموتی واگر طعام پختہ بفقراء حوالہ سازند یا بمسجد وخانقاہ بفقراء بفرستند نزد بعضے جائز ونزد بعضے این ہم غیر جائز بالجملہ این صورت مختلف فیہا ست اما در خانہ بطور مہمانی خوارنیدن خورندگان خواہ فقراء

---

(۷۵):اخرجہ ابن ماجۃ فی سننہ فی کتاب الجنائز، باب ماجاء فی النھی عن الاجتماع الی اھل المیت وصنعۃ الطعام، ص: ۱۱۶، ط، قدیمی کتب خانہ کراچی)

باشند خواہ اغنیاء نزید ہیچ کس جائز نیست کہ این رسم جاہلیت عرب و رسم تمام ہنود ہندوستان ست و درین تشبیہ بکفار ست و سابق حدیث نوشتہ ایم کہ من تشبہ بقوم فھو منھم الحدیث (۷٦). یہ فتویٰ صحیح ہے یا غیر صحیح اس کا جواب ارشاد فرمائیے؟

﴿جواب﴾:

بندہ کے نزدیک صحیح ہے اور تشبہ اس میں حاصل ہے اگرچہ قلیل ہو۔

ایصال ثواب میں دن اور کھانے کی خصوصیت

﴿سوال﴾:

دوسرے روز مرنے کے پیچھے چند آدمی جمع ہو کر کلمۂ طیبہ چنوں وغیرہ پڑھتے ہیں اس مجمع میں جانا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

میت کے واسطے کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھنا بہت بہتر اور ثواب ہے (۷۷) مگر تخصیص تیسرے روز کی اور چنوں کی بدعت ہے (۷۸) وہاں شریک نہ ہونا چاہئے۔

---

(۷٦):(اخرجه أبو داؤد في سننه في كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، ص: ۵٦۹، رقم: ۴۰۳۱،ط، دارالسلام، رياض)

(۷۷):في منهج الحياة: وفي حديث: زودوا موتاكم: لا اله الا اللّٰه. وقال في حاشيته عزاه السيوطي في الجامع الصغير والهندي في كز العمال الى الحاكم في تاريخه عن ابي هريرة.(منهج الحياة الايمانية والتربية الدينية في ضوء الكتاب والسنة، ص: ۴۳۵،ط، المكتبة اليحيوية، سهارنفور النهد)

(۷۸):قال ابن نجيم: ولأن ذكر اللّٰه تعالىٰ اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت أو بشيء دون شيء لم يكن مشروعاً حيث لم يرد الشرع به لأنه خلاف

میت کے دفن کے بعد مکان پر فاتحہ

﴿سوال﴾:

بعض لوگوں میں دستور ہے کہ جس وقت موتی کو دفن کر کے آتے ہیں اس کے گھر والے اس وقت فاتحہ پڑھتے ہیں یہ فعل فاتحہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اس فاتحہ کا ثبوت کچھ نہیں۔

❁❁❁

برادری کا میت کے گھر جا کر رسوم ادا کرنا

﴿سوال﴾:

حسب مروجہ دستور برادری اہل میت کے یہاں جا کر فاتحہ پڑھنا اور پگڑی جوڑا دینا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

یہ سب امور بدعت اور نادرست ہیں (۷۹) البتہ صرف تعزیت کے لئے جانا

المشروع. (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، ج: ۲، ص: ۲۷۹، ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

وفي الاعتصام: ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العبادات المعينة في أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين في الشريعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مكتبة التوحيد)

(۷۹): عن سعد بن ابراهيم سمع القاسم قال: سمعت عائشة رضي الله عنها تقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد. (مسند احمد بن حنبل، ص: ۱۸۹۸، رقم الحديث: ۲۵۹۸۶) ==

درست ہے اگر دفن کفن میں نہ شریک ہوا ہو(۸۰)۔

بلا قیود ورسوم ایصال ثواب کرنا

﴿سوال﴾:

میت کو ثواب پہنچانا بلا تعین تاریخ کے یعنی تیجا، دسواں، چالیسواں نہ ہو درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

ثواب میت کو پہنچانا بلا قید تاریخ وغیرہ اگر ہو عین ثواب ہے(۸۱) اور جب

== ماأحدث علی خلاف الحق الملتقی عن رسول اللہ ﷺ فی علم أو عمل أو حال بنوع شبھة واستحسان، وجعل دیناً قویماً وصراطاً مستقیماً. (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الامامة، مطلب: البدعة خمسة اقسام، ج: ۲،ص: ۲۹۹، ط، دار عالم الکتب، ریاض)

(۸۰):وتستحب التعزیة للرجال والنساء اللاتی لایفتن وتحته: لأن المقصود منها ذکر ما یسلی صاحب المیت ویخفف حزنه، ویحضه علی الصبر. (حاشیة طحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، کتاب الصلاة ، باب أحکام الجنائز، فصل فی حملها ودفنها، ج: ۲۱۸، ط، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان)

(۸۱):فی مراقی الفلاح: فللانسان أن یجعل ثواب عمله لغیره عند أھل السنة والجماعة صلاة کان أو صوماً أو حجاً، أو صدقة، أو قراء ة للقرآن أو الأذکار أو غیر ذلک من انواع البر ویصل الی المیت.

وقال الشیخ احمد الطحطاوی رحمه اللہ تعالٰی تحته: (فللانسان أن یجعل ثواب عمله لغیره عند أھل السنة والجماعة) سواء کان المجعول له حیاً، أو میتاً من

تخصیصات اور التزامات مروجہ ہوں تو نادرست اور باعث مواخذہ ہوجاتا ہے(۸۲)۔

اہل میت کو کھانا کھلانا

﴿سوال﴾:

اس ملک میں بموجب رسم کے اگر کوئی مرجاوے تو اس گھر والے یا اس کے قوم کے لوگ اس کے خویش واقارب کی روٹی پکاتے ہیں یہاں تک کہ جب تک روٹی تیار نہ ہو تجہیز و تکفین نہیں کرتے اس روٹی کا کھانا حرام ہے یا مکروہ؟

﴿جواب﴾:

اگر کھانا اہل میت نے ایسے لوگوں کے واسطے جو نوحہ گر جمع ہیں کہ ان کو کھلادیں تو حدیث میں آیا کہ یہ نوحہ میں داخل ہیں پس یہ حرام ہے(۸۳) اور اگر دوسرے لوگ میت

غیر أن ینقص من أجره شیء. (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، کتاب الصلاة، باب أحکام الجنائز، فصل فی زیارة القبور، ص: ۶۲۱، ۶۲۲، ط، دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان)

(۸۲): ومنها وضع الحدود والتزام الکیفیات والهیئات المعینة، والتزام العبادات المعینة فی أوقات معینة لم یوجد لها ذلک التعیین فی الشریعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مکتبة التوحید)

من اصر علی أمر مندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعة أو منکر. (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الصلاة، باب الدعاء فی التشهد، الفصل الاول، ج:۳، ص: ۲۶، رقم: ۹۴۶، ط، دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان)

(۸۳): عن جریر بن عبدالله البجلی قال: کنا نری الاجتماع الی أهل المیت وصنعة الطعام من النیاحة. (سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی النهی عن

والے کو کھانا کھلا دیں تا کہ کھانے کے بعد اس کا غم کم ہو تو درست ہے(۸۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرنے کے بعد چالیس دن تک روٹی دینا

سوال:
مرنے کے بعد چالیس روز تک روٹی ملّا کو دینا درست ہے یا نہیں؟

جواب:
چالیس روز تک روٹی کی رسم کرلینا بدعت ہے ایسے ہی گیارہویں بھی بدعت

الاجتماع الی أهل المیت وصنعة الطعام، ص: ۱۱٦، ط، قدیمی کتب خانه کراچی)

وقال ابن الهمام رحمه الله تعالیٰ: ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من أهل المیت لأنه شرع فی السرور لا فی الشرور، وهی بدعة مستقبحة، روی الامام أحمد وابن ماجة باسناد صحیح عن جریر بن عبدالله البجلی قال: کنا نری الاجتماع الی أهل المیت وصنعة الطعام من النیاحة.(فتح القدیر، کتاب الصلاة، فصل فی الدفن، ج:۲،ص: ۱۵۱،ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۸۴):وفی الشامیة:قال فی الفتح: ویستحب لجیران أهل المیت والأقرباء الأباعد تهیئة طعام لهم یشبعهم یومهم ولیلتهم لقوله ﷺ اصنعوا لآل جعفر طعاما فقد جاء هم مایشغلهم. حسنه الترمذی وصححه الحاکم ولأنه بر ومعروف، ویلح علیهم فی الأکل لأن الحزن یمنعهم من ذلک فیضعفون اهـ. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب فی الثواب علی المصیبة، ج: ۳، ص: ۱۴۸، ط، دار عالم الکتب ریاض/ وکذا فی الفتح القدیر، کتاب الصلاة، فصل فی الدفن، ج: ۲،ص: ۱۵۱،ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

ہے(۸۵) بلا پابندی رسم وقیود ایصال ثواب مستحسن ہے(۸۶)۔فقط۔

بلا چندہ کے حافظ کو خود مٹھائی تقسیم کرنا

﴿سوال﴾:

اگر بلا چندہ فراہم کئے حافظ اپنے پاس سے شیرینی تقسیم کرے تب کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

(۸۵):عن سعد بن ابراهيم سمع القاسم قال: سمعت عائشةؓ تقول: قال رسول اللهﷺ: من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد. (مسند احمد بن حنبل، ص: ۱۸۹۸، رقم الحديث: ۲۵۹۸۶)

ماأحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول اللهﷺ فى علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً. (ردالمحتارعلى الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الامامة، مطلب: البدعة خمسة اقسام، ج: ۲،ص: ۲۹۹، ط، دار عالم الكتب، رياض)

(۸۶):فى الدر المختار: الأصل أن كل من أتى بعبادة ما له جعل ثوابها لغيره. الخ.

وفى الشامية تحته: قوله: (بعبادة ما) أى سواء كانت صلاة أو صوماً أو صدقة أو قراءة أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة، أو غير ذلك من زيارة قبور الأنبياء عليهم الصلاة والسلام والشهداء والأولياء والصالحين، وتكفين الموتى، وجميع أنواع البر كما فى الهنديه. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، مطلب، فى اهداء ثواب الأعمال للغير، ج:۴، ص: ۱۰، ط، دار عالم الكتب، رياض)

اگر حافظ بلا قیود مذکورہ بالا شیرینی تقسیم کرے تو درست ہے(۸۶)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ختم قرآن کے لئے چندہ کر کے شیرینی منگوانا

﴿سوال﴾:

چندہ فراہم کر کے بروز ختم قرآن شریف جو نماز تراویح میں پڑھا جاتا ہے شیرینی خرید کر تقسیم کرنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

چندہ کر کے اس طرح شیرینی تقسیم کرنا درست نہیں علی الخصوص اس جگہ کہ اس شیرینی کا التزام کرلیویں اور اس کے تارک کو ملامت کریں نادرست ہے(۸۷)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۸۶):**فی فتاوی عثمانی:** جہاں تک مٹھائی تقسیم کرنے کا تعلق ہے، اس کا مسئلہ یہ ہے کہ مسجد کی رقم سے مٹھائی تقسیم کرنا جائز نہیں، ہاں! اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے مٹھائی تقسیم کرے اور اسے مسنون اور لازم بھی نہ سمجھے تو اس کی گنجائش ہے۔(فتاوی عثمانی، کتاب السنۃ والبدعۃ، ج:۱،ص:۱۰۲، ط، مکتبہ معارف القرآن کراچی)

وفی فتاوی دینیه: قرآن شریف کے ختم ہونے کی خوشی میں مٹھائی یا کوئی شیرینی تقسیم کرنے کو ضروری نہ سمجھا جائے اور دوسری کوئی خلاف شرعی بات نہ ہوتی ہو تو تقسیم کی جاسکتی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔(فتاوی دینیہ، ج:۱،ص:۱۲۶)

(۸۷):من اصر علی أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر على بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح شرح

رجبی کا حکم

﴿سوال﴾:

رجب کے مہینے میں تبارک الذی چالیس دفعہ پڑھ کر مردے کی روح کو ثواب پہنچاتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ سوال نمبر۲ جو کہ مدینہ شریف میں رجبی ہوتی ہے سو وہاں کی طرح یہاں پر ہندوستان میں بھی بہت سے لوگ ۲۶ رجب ۲۷ شب کو محفل مولود شریف یا ختم قرآن شریف یا فقط وعظ یا کچھ کھانا پکا کر یا کچھ شیرینی تقسیم کر کے حضرت ﷺ کی ارواح مبارک کو ثواب پہنچانا جائز ہے یا نہیں اور ۲۷ تاریخ روزہ رکھنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

ان دونوں امر کا التزام نادرست اور بدعت ہے اور وجوہ ان کے ناجواز کے اصلاح الرسوم براہین قاطعہ اور اربعین میں درج ہیں (۸۸)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

مشکاۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب الدعاء فی التشھد، الفصل الاول، ج:۳،ص: ۲۶، رقم: ۹۴۶،ط، دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان)

(۸۸):عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنه عن النبی ﷺ قال: من صام یوم السابع والعشرین من رجب کتب له ثواب صیام ستین شھراً، وھو أول یوم نزل فیه جبریل علی النبی ﷺ بالرسالة. (الغنیة لطالبی طریق الحق عزوجل، مجلس فی فضائل شھر رجب، فصل فی فضل صیام یوم السابع والعشرین من رجب، ج: ۱، ص: ۳۳۲، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مذکورہ بالا حدیث اور اس کے علاوہ بعض دوسرے احادیث کو نقل فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں: فھذہ احادیث ذکرت فیما حضر عندنا من الکتب ولم یصح منھا علی ما قالوا شئ وغایته الضعف وجلھا موضوع واللہ اعلم. (ماثبت بالسنة فی الایام السنة، ذکر شھر رجب، ص: ۱۷۶، ۱۸۳) ==

درود تاج کا حکم

﴿سوال﴾:

چہ فرمایند علمائے دین رحمکم اللہ تعالیٰ در ثبوت وفضیلت وثواب درود تاج کہ در اکثر عوام بالخصوص جہلا شہرت دار دو مندرجہ الفاظ آن نسبتہ رسول اللہ ﷺ کردہ دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم الخ آیا خواندن آن ومعتقد فضیلت وثواب آن از ادلہ شرعیہ ثابت و درست است یا منع وشرک وبدعت۔

﴿جواب﴾:

انچہ فضائل درود تاج کہ بعض جہلہ بیان کنند غلط است وقدر آن بجز بیان شارع علیہ السلام معلوم شدن محال وتالیف این درود بعد مرور صدہا سال واقع شد پس چگونہ ورد این صیغہ راموجب ثواب قرار دادہ شود وانچہ در احادیث صحاح صیغہائے درود وارد شدہ آن را ترک کردن وایں راموعود بثواب جزیل پنداشتن در دوساختن بدعۃ ضلالت ہست وچون آنکہ در آن کلمات شرکیہ مذکور اند اندیشہ خرابی عقیدہ عوام است لہٰذا ورد آن ممنوع ہست پس تعلیم درود تاج ہمانا سم قاتل بعوام سپردن ست کہ صدہا مردم بفساد عقیدہ شرکیہ مبتلا شوند وموجب ہلاکت ایشان گردد (۸۸)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

❖❖❖

== وفي الشامية: ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله ﷺ في علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الامامة، مطلب: البدعة خمسة اقسام، ج: ۲، ص: ۲۹۹، ط، دار عالم الكتب، رياض)

(۸۸): في فتاوى محموديه: ''ابتداء معلوم نہیں کس نے ایجاد کیا ہے، جو فضائل عوام جہال بیان کرتے ہیں وہ محض غلط اور لغو ہیں، احادیث میں جو درود وارد ہیں وہ یقیناً درود تاج سے افضل ہیں، نیز اس میں بعض الفاظ شرکیہ ہیں اس لئے اس کو ترک کرنا چاہیے. الخ''۔ (فتاوی محمودیہ، ج:۳،

شادی اور ختنہ کی روٹی

﴿سوال﴾:

شادی اور ختنہ کی روٹی جس میں بدعات موجود ہوں اس گھر میں تو کھانا منع ہے اگر وہ روٹی کسی کے گھر بھیج دی جاوے تو اس کا کھانا کیسا ہے۔

ص:۱۲۲)

وفی کتاب النوازل: ''درود تاج میں بعض الفاظ شرکیہ ہیں اس لئے اسے ترک کر کے دیگر درود شریف جو صحیح سندوں سے منقول ہیں انہیں پڑھنا چاہیے۔الخ''۔ (کتاب النوازل، ج:۱،ص: ۶۸۴، ط،المرکز العلمی للنشر والتحقیق لال باغ مراد آباد الہند)

وفی فتاوی دینیه:

﴿سوال﴾:

تاج آفس کی مطبوعہ پنج سورہ جس کا نام تاج الوظائف ہے۔اس میں ایک دعا درود تاج اور دعائے قدح وغیرہ ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ ان کے پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟ صحیح رہبری فرمائیں۔

﴿الجواب حامداً ومصلیاً ومسلماً﴾:

جو دعائیں قرآن شریف اور احادیث مبارکہ میں بتائی گئی ہیں اور جو درود احادیث میں صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے منقول ہیں ان کا پڑھنا افضل اور خطرہ سے خالی ہے، ان کے علاوہ دوسری دعاؤں کا پڑھنا بھی درست ہے،لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں کفریہ شرکیہ الفاظ نہ ہوں۔اور حد سے تجاوز نہ کیا گیا ہو۔اور اس کی ایسی کوئی خاص فضیلت نہ بتائی گئی ہو جو احادیث سے ثابت نہ ہو۔اگر ایسا ہو تو پھر ان دعاؤں اور درود کے پڑھنے میں ثواب کے بدلے گناہ ہوگا۔

آپ نے سوال میں جن خاص دعاؤں اور درود کے متعلق پوچھا ہے ان کی جو خاص فضیلتیں اور ثواب بتائے گئے ہیں وہ صحیح احادیث سے ثابت نہیں ہیں۔ نیز بعض الفاظ شرک کا وہم پیدا کرتے ہیں۔الخ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔(فتاوی دینیہ، ج:۱،ص:۱۱۷،۱۱۸)

﴿جواب﴾:
جس کے یہاں شادی وختنہ میں رسوم بدعات موجود ہوں اس کے یہاں ہرگز شریک نہ ہونا اس کے مکان میں نہ دوسرے مکان میں (۸۹) اگر مکان پر کھانا بھیج دیویں تو خوف فتنہ کا اگر نہ ہوتو نہ لیوے اور اگر نہ لینے کے اندر فساد ہوتو دفع فساد کے سبب سے لے لینا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

صفر کے آخری چارشنبہ کا حکم

﴿سوال﴾:
صفر کے آخری چہارشنبہ کو اکثر عوام خوشی وسرور وغیرہ اطعام الطعام کرتے ہیں۔ شرعاً

---

(۸۹):عن عمران بن الحصين رضی اللّٰه عنه قال: نهی رسول اللّٰهﷺ عن اجابة طعام الفاسقين. (المعجم الكبير للطبرانی، ج: ۱۸،ص: ۱۶۸، رقم: ۳۷۶،ط، مكتبة ابن تيمية القاهرة)

فی ملتقی الأبحر:ووليمة العرس سنة....وان علم ان فيها لهواً لايجيب وان لم يعلم حتی حضر فان قدر علی المنع فعل ولا.

وفی مجمع الانهرتحته: (وان علم) المدعو(ان فيها لهواً لايجيب) سواء كان ممن يقتدی به أو لا لأنه لايلزمه اجابة الدعوة اذا كان هناک منكراً قال علی رضی اللّٰه تعالٰی عنه: صنعت طعاماً فدعوت رسول اللّٰهﷺ فرأی فی البيت تصاوير فرجع. الخ.(مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، ج:۴،ص: ۲۱۷،ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

وقال الشيخ السهانفوری رحمه اللّٰه تعالٰی: ويسقط الاجابة بأعذار نحو كون الشبهة فی الطعام، أو حضور الأغنياء فقط، أو من لايليق مجالسته، أو يدعو لجاهه، أو لتعاونه علی باطل، أو كون المنكر هناک، مثل الغناء وفرش الحرير. (بذل

اس باب میں کیا ثابت ہے؟

﴿جواب﴾:

شرعاً اس باب میں کچھ بھی ثبوت نہیں جہلاء کی باتیں ہیں۔

میت کے لئے پچھتر ہزار بار کلمہ پڑھنا

﴿سوال﴾:

جو حدیثوں میں وارد ہے کہ میت کے واسطے پچھتر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا جاوے وہ جنتی ہے پس اگر دوسرے روز پڑھتے ہیں تو دوجا اور تیسرے دن تیجہ علی ہذا چوتھا وغیرہ اور اسی کو علماء بدعت کہتے ہیں تو اب کس طور سے میت کو ثواب پہنچایا جاوے اور میت کے مکان پر یا میت کے قریب کی مسجد میں بیٹھ کر قرآن مجید یا کلمہ طیبہ کسی دن مقررہ پر پڑھیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جس وقت میت کے مکان پر جمع ہوتے ہیں اس کی تجہیز و تکفین کے واسطے وہاں جو لوگ کاروبار میں مشغول ہیں وہ اپنے کام میں رہیں اور باقی کلمہ پڑھتے جاویں جس قدر ہوجاوے اور باقی کو اپنے گھر پڑھ دیویں کوئی حاجت اجتماع کی بھی نہیں حدیث میں ایک جلسہ میں پڑھنا یا جمع ہو کر پڑھنا تو ذکر نہیں ہوا پڑھنا فرمایا ہے جس طرح ہو کر دیویں (۹۰)۔

المجهود فی حل سنن ابی داؤد، کتاب الأطعمة، باب ماجاء فی اجابة الدعوة، ج: ۱۱، ص: ۴۶۷، رقم: ۳۷۳۶، ط، دار البشائر الاسلامیة، بیروت لبنان)

(۹۰): سوال نامہ میں جو پچھتر ہزار کلمہ کا ذکر ہے کافی تلاش کے باوجود مجھے ایسی کوئی روایت نہیں ملی جس میں میت کے واسطے پچھتر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھنے کا ذکر ہو، البتہ ایک روایت میں منقول

صلوٰۃ غوثیہ کا حکم

﴿سوال﴾:
صلوٰۃ غوثیہ اکثر مشائخوں میں مروج ہے اس کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

ہے کہ جو شخص لاالٰہ الا اللّٰہ ستر ہزار مرتبہ کہے تو اس کی مغفرت کردی جائے گی، اور اسی طرح اگر کسی دوسرے شخص کے لیے پڑھا جاوے تو اس کی بھی مغفرت کردی جائے گی۔

قال الشیخ محیی الدین بن العربی: أنه بلغنی عن النبیﷺ أن من قال لا اله الا اللّٰہ سبعین الفاً غفر له، ومن قیل له غفرله أیضاً فکنت ذکرت التهلیلة بالعدد المروی من غیر أن أنوی لأحد بالخصوص، بل علی الوجه الاجمالی، فحضرت طعاماً مع بعض الأصحاب وفیهم شاب مشهور بالکشف فاذا هو فی أثناء الأکل أظهر البکاء فسألته عن السبب فقال أری أمی فی العذاب فوهبت فی باطنی ثواب التهلیلة المذکورة لها، فضحک! وقال انی أراها الآن فی حسن المآب قال الشیخ فعرفت صحة الحدیث بصحة کشفه وصحة کشفه بصحة الحدیث. (مرقات المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، ج:۳،ص: ۲۰۰، ط، مکتبه دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وقال الشیخ الکاندهلوی رحمه اللّٰہ تعالٰی: وعن الشیخ أبی یزید القرطبی قال: سمعت فی بعض الآثار أن من قال: لا اله الا اللّٰہ سبعین ألف مرة، کانت فداء من النار، فعملت ذلک علی رجاء برکة الوعد، فعملت منها لأهلی، وعملت منها أعمالاً ادخرتها لنفسی.

وکتان اذا ذاک فی بیت معنا شاب، یقال: انی یکاشف فی بعض الأوقات بالجنة والنار، وکان الجماعة تری له فضلاً علی صغر سنه، وکان فی قلبی منه شیء، فاتفق ان استدعانا بعض الاخوان الی منزله.

فبینمانحن نتناول الطعام والشراب، وهو معنا، اذا صاح صیحة منکرة، واجتمع فی نفسه، وهو یقول: یاعم! هذه أمی فی النار، وهو یصیح بصیاح عظیم،

﴿جواب﴾:

بندہ اس کو پسند نہیں کرتا اور نہ جائز جانے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

لایشک من سمعه أنه عن أمر، فلما رأیت مابه الانزعاج، قلت فی نفسی: الیوم أجرب صدقه، فألهمنی اللّٰه تعالیٰ السبعین ألفاً، ولم یطلع علی ذلک أحد، الا اللّٰه تعالیٰ، فقلت فی نفسی: الأثر حق، والذین رووه لنا صادقون، اللّٰهم ان السبعین الألف فداء هذه المرأة أُم هذا الشاب من النار، فما استممت الخاطر فی نفسی، حتی قال لی: یاعم ها هی أخرجت، الحمدللّٰه رب العالمین، فحصلت لی الفائدتان: ایمانی بصدق الأثر، وسلامتی من الشاب، وعلمی بصدقه. (منهج الحیاةالایمانیة والتربیة والدینیة فی ضوء الکتاب والسنة، ص: ۴۰۲،۴۰۳،ط، المکتبة الیحیویة، سهارنفور الهند)

تقریباً دو برس قبل بندہ نے فتاویٰ رشیدیہ کے حاشیہ میں ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں مذکورہ بالا روایت ”مرقات شرح مشکوۃ“ اور ”منهج الحیاة الایمانیة والتربیة الدینیة فی ضوء الکتاب والسنة“ کے حوالے سے نقل کیا تھا، لیکن بعد میں اس روایت کے صحت وعدم صحت کے بارے میں حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالباقی اخونزادہ صاحب دامت برکاتہم کا ایک تحقیقی فتویٰ نظر سے گذرا، لہٰذا مناسب ہے کہ اس فتویٰ کو یہاں پر نقل کیا جائے۔

حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:

سوال:

ستر ہزار (۷۰۰۰۰) بار کلمہ پڑھنے کی جو فضیلت مختلف کتابوں میں لکھی گئی ہے اس کا حکم اور درجہ کیا ہے؟

الجواب باسمہٖ تعالیٰ:

اس سوال کے جواب سے پہلے ایک اصول سمجھ لینا ضروری ہے کہ ہمارے ہاں بہت ساری چیزیں ”مجربات“ کے نام پر مشہور ہیں، ہماری نظر میں ان مجربات کی چار صورتیں ہیں۔ ==

صلوٰۃ غوثیہ وہول معکوس

﴿سـوال﴾:

صلوٰۃ غوثیہ جو اکثر عوام پڑھتے ہیں جائز ہے یا نہیں اور صلوٰۃ ہول وصلوٰۃ معکوس بھی

== **مجربات:**

ہمارے ہاں عموماً مجرب اعمال کا بہت چرچہ رہتا ہے، اور سینہ بہ سینہ مجربات منتقل ہوتے رہتے ہیں۔

مجربات چار طرح کے ہیں:

۱...: وہ عمل جس کی اصل نصوص صحیحہ سے ثابت ہو اور اس کے فضائل بھی صحیح روایات سے ثابت ہوں۔

جیسے سورۃ بقرۃ کے بارے میں روایات سے ثابت ہے کہ یہ سحر اور جنات سے حفاظت کیلئے ہے۔

حکم: ان مجربات پر عمل کرنا اور ان کو پھیلانا بلاشبہ جائز اور مستحسن ہے۔

۲...: وہ عمل جو نصوص صحیحہ سے ثابت ہو۔

جیسے کلمہ ''لا الہٰ الا اللّٰہ'' کی فضیلت عام ہے کہ یہ افضل ترین عمل ہونے کے ساتھ ہی نجات کا سبب بھی ہے، اور اس کو سو (۱۰۰) مرتبہ پڑھنا بھی روایات سے ثابت ہے۔

وقد وردت أحاديث كثيرة فيها مثل التهليل و التسبيح و التكبير و التحميد وقول لا الہٰ اللّٰه وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير وسبحان اللّٰه وبحمده، كل هؤلاء ورد فيهم تكريرها مائة مرة.

البتہ ان کلمات کے کچھ ایسے فضائل بھی ہیں جو موضوع اور من گھڑت روایات سے نقل کئے گئے ہیں۔

جیسے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) مرتبہ کلمہ پڑھنے والی روایت موضوع ہے۔

حکم: اس عمل کو کرنا اور پھیلانا درست ہے، لیکن ان موضوع فضائل کا تذکرہ درست نہیں۔

لہٰذا مطلقاً کلمہ پڑھا جائے لیکن اس روایت کو فضیلت میں بیان نہ کیا جائے۔ ==

جائز ہے یا نہیں؟

== ۳...: وہ اعمال جو نصوص سے تو ثابت نہ ہوں لیکن ان کے الفاظ اور معانی درست ہوں۔

جیسے ”درود تنجینا“ کہ یہ الفاظ روایات سے ثابت نہیں لیکن درست ہیں، البتہ فضائل کا بیان درست نہیں۔لیکن اگر کسی کے تجربے کے واقعات ہیں کہ انہیں اس عمل کے کرنے سے یہ فائدہ ہوا تو ایسے واقعات کا تعلق چونکہ مشاہدے سے ہے لہٰذا اس کا بیان کرنا درست ہے۔

حکم: ایسے اعمال کو پڑھنا اور پھیلانا درست ہے، لیکن ان کے فضائل کا بیان کرنا درست نہیں۔

۴...: وہ اعمال جن کی بنیاد ہی من گھڑت روایات پر ہو۔

جیسے حرز ابودجانہ۔

حکم: ایسے اعمال کا کرنا اور پھیلانا درست نہیں۔

ستر ہزار (۷۰۰۰) مرتبہ کلمہ پڑھنے والی روایت کی تحقیق:

۱...: علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس مضمون کے بارے میں کوئی صحیح یا ضعیف روایت موجود نہیں۔

ـ هلل سبعين ألف مرة و أهداه للميت يكون براء ة للميت من النار.

ـ المحدث: ابن تيميه.

ـ المصدر: مجموع الفتاوى.

ـ الصفحة أو الرقم: ۲۴/ ۳۲

ـ خلاصة حكم المحدث: ليس هذا حديثا صحيحا و لا ضعيفاً.

۲...: علامہ البانی نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس روایت کی کوئی صحیح، حسن یا ضعیف سند نہیں، البتہ یہ موضوع اور باطل روایت ہے۔

هذا الحديث باطل لا يصح.

قال الشيخ الألباني رحمه الله في سلسلة الأحاديث الضعيفة و الموضوعة (۱۱/ ۴۶۵): ”وأما حديث: ”من قال لا اله الا الله سبعين ألفاً؛ فقد اشترى نفسه من الله تعالى“.

فقد قال الحافظ ابن حجر ـ وقد سئل عنه ـ: ”ليس بصحيح و لا حسن و لا

جواب:
صلوٰۃ غوثیہ کی حقیقت ہم کو معلوم نہیں اور صلوٰۃ معکوس فی الحقیقت نماز نہیں بلکہ مجاہدہ

ضعيف، بل هو باطل موضوع، لا تحل روايته الا مقرونة ببيان حاله".

اس روایت کا کتب مشائخ میں تذکرہ:

مختلف کتب میں اس روایت کے ضمن میں ایک واقعہ کثرت سے نقل کیا جاتا ہے کہ ایک نوجوان کی والدہ کو جہنم میں ڈالا جارہا تھا کہ اس نوجوان کو کشف ہوا اور وہ رونے لگا تو حاضرین میں سے ایک شخص نے اپنا "ستر ہزار بار کلمے والا" عمل اس کی والدہ کو بخش دیا تو اس نوجوان نے کہا کہ الحمدللہ میری والدہ کی مغفرت ہوگئی۔

وذكر الإمام الرافعي أن شابا كان من أهل الكشف ماتت أمه فبكى وصاح فسئل عن ذلك فقال: إن أمي ذهبوا بها إلى النار وكان بعض الأخوان حاضرا فقال: اللّٰهم إني قد هللت سبعين ألف تهليلة وإني أشهدك أني قد أهديتها لأم هذا الشاب؛ فقال: أخرجوا أمي من النار وأدخلوا الجنة. قال المهدي المذكور: فحصل لي صدق الخبر وصدق كشف الشاب.

بہت سارے مشائخ صوفیہ اس عمل کی باقاعدہ وصیت کیا کرتے تھے۔

نقله الشيخ محمد بن أحمد نجم الدين الغيطي في " الابتهاج في الكلام على الإسراء والمعراج" (۵/۱)، ثم علق عليه بقوله: "لكن ينبغي للشخص أن يفعلها اقتداءً بالسلف، وامتثالاً لقول من أوصى بها، وتبركاً بأفعالهم".

اس عمل کے متعلق مشکل:

تلاش اور جستجو کے بعد جہاں بھی اس عمل کا ثبوت ملا ہے وہیں پر اس عمل کو حدیث کی طرف منسوب کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مشائخ اس روایت کو بنیاد بنا کر اس عمل کا پرچار کیا کرتے تھے۔

جیسے شیخ حموی نے اس عمل کو مشائخ کے معمولات میں شمار کیا اور آخر میں فرمایا کہ اس کے بارے میں حدیث بھی وارد ہے۔

المحبي الحموي في خلاصة الأثر في ترجمة أبي بكر باعلوي المهدي:

ہے(۹۱) اور صلوٰۃ ہول کا ثبوت صحاح حدیث سے نہیں۔

وهذا المذكور (التهليل سبعين الفا) تداوله الصوفية قديما وحديثا وأوصى بعضهم بالمحافظة عليه وذكروا أن اللّٰه تعالىٰ يعتق به رقبة من أهدى له وأنه ورد في الحديث.

اور جیسے ابن عربی کی طرف بھی اس کی نسبت کی گئی کہ انہوں نے اس کو حدیث کہہ کر بیان کیا ہے۔

كذا قال، ويعني بـ (السلف) هنا: مشايخ الصوفية، و بـ (من أوصى بها): ابن عربي ـ النكرة ـ، كما ذكر هو نفسه قبيل الحديث.

خلاصہ کلام:

ستر ہزار مرتبہ کلمہ پڑھنے کی روایات سند کے لحاظ سے بلکل بھی درست نہیں ہیں، لہٰذا اس عمل کو حدیث کہہ کر بیان کرنا جائز نہیں۔

البتہ اگر کوئی شخص کسی خاص تعداد اور کسی خاص فضیلت کو بیان کئے بغیر اس کلمے کے کثرت سے ورد کرنے پر نجات کے حاصل ہونے کو بیان کرے تو یقیناً یہ کلمہ افضل ترین کلمات میں سے ہے اور اس کے عمومی فضائل بے شمار ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: عبدالباقی اخونزادہ
۱۸ محرم الحرام ۱۴۳۹

(تنبیہات، ج:۲، ص:۱۲۷ الی ۱۳۰، تنبیہات سلسلہ نمبر:۷۲)

(۹۱): قال الامام الشاه ولی اللّٰه الدهلوی الحنفی رحمه اللّٰه تعالىٰ: وللچشتية صلوٰة تسمى صلوٰة المعكوس لم نجد من السنة ولا اقوال الفقهاء مانشدها بهٖ فلذلک حذفناها والعلم عنداللّٰه. (شفاء العليل ترجمه القول الجميل، پانچويں فصل، ص: ۷۲، ط، ایجوکیشنل پریس، کراچی)

وفی امداد الفتاوی:

سوال: بعض کتابوں میں نماز معکوس کی اصطلاح نظر سے گزری ہے لیکن اس کی تفصیل سمجھ میں

صلوٰۃ الرغائب وغیرہ کا حکم

سوال:

صلوٰۃ الرغائب رجب کے اول جمعہ کی شب کو اور صلوٰۃ نصف شعبان اور صلوٰۃ الضحیٰ بہیئت مخصوصہ ثابت ہیں یا نہیں؟ درصورت عدم ثبوت ان کا فاعل کس درجہ کا گنہگار ہوگا، کبیرہ کا یا صغیرہ کا؟ فقط۔

جواب:

یہ نمازیں بایں قیود جو مروج ہیں بدعت ضلالہ ہیں (۹۲) جس کا مآل گناہ کبیرہ کا ہے اگرچہ نفس صلوٰۃ نفل مندوب ہے شرح اسکی براہین قاطعہ دیکھو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نہیں آئی یعنی ایسی حالت میں رکوع وسجود وقعدہ وغیرہ ارکان نماز کیونکر ممکن ہوں گے دوسرے اس کا ثبوت بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی زندگی سے حدیث وسیر کی عام ومتداول کتابوں میں سے نظر سے نہیں گزرا حضرت محبوب الٰہی کے ملفوظات فوائد الفوائد کے شروع میں البتہ یہ تذکرہ موجود ہے کہ سلطان ابوسعید ابوالخیر نے اتباع سنت میں یہ نماز بھی پڑھی تھی اور حضرت شاہ ولی اللہ نے القول الجمیل میں اسے اشغال چشتیہ کے ذیل میں درج فرمایا ہے لیکن یہ بھی فرمادیا ہے کہ سنت سے اس کا ثبوت نہیں ملتا اس باب میں جناب کی تحقیق سے مستفید ہونا چاہتا ہوں؟

الجواب: اس کو صلاۃ مجازاً کہد یا جاتا ہے اصل میں یہ ایک مجاہدہ ہے اور مجاہدہ ایک معالجہ ہے اور معالجہ کے لئے منقول وماثور ہونا ضروری نہیں ہاں منہی عنہ نہ ہونا ضروری ہے سو یہ منہی عنہ نہیں لیکن اس وقت امزجہ اس کے متحمل نہیں ہوسکتے لہٰذا مشائخ نے اس کو ترک فرمادیا ہے۔ (امداد الفتاوی، ج:۲، ص:۳۲۴، ۳۲۵، ط: زکریا بک ڈپو الہند)

(۹۲): في الشامية: قال في البحر: ومن هنا يعلم كراهة الاجتماع على صلاة الرغائب التي تفعل في رجب أو في أولى جمعة منه وأنها بدعة، ومايحتاله أهل الروم من نذرها لتخرج عن النفل والكراهة فباطل اهـ. ==

۱۱/ تاریخ کونذر اللہ کر کے غرباء وامراء کو کھانا کھلانا

﴿سوال﴾:
ایک شخص ہر مہینہ کی گیارہ تاریخ کو گیارہویں کرتا ہے نذر اللہ اور کھانا پکا کر غرباء اور امراء سب کو کھلاتا ہے اور اپنے دل میں یہ سمجھتا ہے کہ جو چیز نذر لغیر اللہ ہو وہ حرام ہے اور میں

== قلت: وصرح بذلک فی الزازية كما سيذكره الشارح آخر الباب، وقد بسط الكلام عليها شارحا المنية، وصرحا بأن ماروى فيها باطل موضوع، وبسط الكلام فيها، خصوصاً فی الحلية، وللعلامة، نور الدين المقدسی فيها تصنيف حسن سماه [ردع الراغب عن صلاة الرغائب] أحاط فيه بغالب كلام المتقدمين والمتأخرين من علماء المذاهب الأربعة. (ردالمحتارعلى الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، مطلب فی صلاة الرغائب، ج: ۲، ص: ۴۶۹، ۴۷۰، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفی حلبی كبير: واعلم ان النفل بالجماعة على سبيل التداعی مكروه على ما تقدم ما عندا التروايح وصلوة الكسوف والاستسقاء فعلم ان كلا من صلاة الرغائب ليلة اول جمعة من رجب وصلاة الراء ة ليلة النصف من شعبان وصلوة القدر ليلة لسابع والعشرين من رمضان بالجماعة بدعة مكروهة قال حافظ الدين الزازی شرعاً فی نفل فافسداه واقتدى احدهما بالآخر فی القضاء لايجوز لاختلاف السبب وكذا اقتداء الناذر بالناذر لايجوز وعن هذا كره الاقتداء فی صلوة الرغائب وصلوة البراء ة وليلة القدر ولو بعد النذر الا اذا قال نذرت كذا ركعة بهذا الامام بالجماعة لعدم امكان الخروج عن العهدة الا بالجماعة ولا ينبغی ان يتكلف لالتزام ما لم يكن فی الصدر الاول كل هذا التكلف لاقامة امر مكروة وهو اداء لنفل بالجماعة على سبيل التداعی فلو ترک امثال هذه الصلوات تارک ليعلم الناس انه ليس من الشعائر لحسن انتهى وهذا لان حديث صلوة الرغائب والراء ة قد حكم عليهما الائمة بالوضع قال فی العلم المشهور حديث ليلة النصف من شعبان

جو گیارہویں کرتا ہوں یا توشہ کرتا ہوں کہ جو منسوب ہے بفعل حضرت بڑے پیر صاحبؒ اور حضرت شاہ عبدالحق صاحبؒ کے ہرگز ان حضرات کی نذر نہیں کرتا بلکہ محض نذر اللہ کرتا ہوں صرف اس غرض سے کہ یہ حضرت کیا کرتے تھے۔ان کے عمل کے موافق عمل کرنا موجب خیر

موضوع قال ابو حاتم محمد بن حبان كان محمد بن مهاجر يضع الحديث على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وحديث انس فيها موضوع لان فيه ابراهيم ابن اسحاق قال ابو حاتم كان يقلب الاخبار ويسوق الحديث وفيه وهب بن وهب القاضى اكذب الناس ذكره فى العلم المشهور وقال ابى الفرج بن الجوزى وابوبكر الطرطوشى صلوة الرغائب موضوعة على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وكذب عليه وقد ذكروا لكراهتها وجوها منها فعلها بالجماعة وهى نافلة ولم يرد به الشرع. ومنها تخصيص سورة الاخلاص والقدر ولم يرد به الشرع. ومنها تخصيص ليلة الجمعة دون غيرها وقد ورد النهى عن تخصيص يوم الجمعة بصيام وليلته بقيام. ومنها ان العامة يعتقدونها سنة من سنن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فيكون فعلها سببا لكذبهم عليه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قلت بل كثير من العوام ببلاد الروم يعتقدونها فرضاً وكثير منهم يتركون الفرائض ولايتركونها وهو المصيبة العظمى. ومنها ان فعلها يغرى قاصد وضع الاحاديث بالوضع والافتراء على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. ومنها ان الاشتغال بعد السور مما يحل بالخشوع والتدبر وهو مخالف للسنة. ومنها ان فى الصلاة الرغائب مخالفة السنة فى تعجيل الفطر. ومنها ان سجدتيها مكروهنان اذ لم يشرع التقرب بسجدة منفردة بلا ركوع غير سجدة التلاوة عند ابى حنيفة ومالك وعند غيرهما غيرها وغير سجدة الشكر. ومنها ان الصحابة والنابعين ومن بعدهم من الائمة المجتهدين لم ينقل عنهم هناتان الصلاتان فلو كتانتا مشروعتين لما فاتنا السلف وانما حدثتا بعد الاربعمائة قال ابو محمد عز الدين بن عبدالسلام المقدس لم يكن ببيت المقدس قط صلوة الرغائب فى رجب ولا صلوة نصف من شعبان فحدث فى سنة ثمان واربعين واربعمائة ان قدم علينا رجل من نابلس يعرف بابن الحى وكان حسن

وبرکت ہے اور جو شخص ان حضرات کی یا اور کسی کی نذر کرے گا سوائے اللہ جل شانہٗ وہ حرام ہے کبھی حلال نہیں تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے عقیدے والے کو گیارہویں یا توشہ کرنا جائز ہے یا نہیں اور موجب برکت بھی ہے یا نہیں اور کھانے کو مسلمان دین دار تناول فرمائیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

ایصال ثواب کی نیت سے گیارہویں کو توشہ کرنا درست ہے مگر تعین یوم وتعین طعام کی بدعت اس کے ساتھ ہوتی ہے (۹۳) اگر چہ فاعل اس تعین کو ضروری نہیں جانتا مگر دیگر عوام کو موجب ضلالت کا ہوتا ہے لہٰذا تبدیل یوم وطعام کیا کرے تو پھر کوئی خدشہ نہیں۔

التلاوة فقام فصلى فى المسجد الاقصى ليلة النصف من شعبان فاحرم خلفه رجل ثم انضاف ثالث ورابع فما ختم الا وهم جماعة كثيرة ثم جاء فى العام القابل فصلى معه خلق كثير وانتشرت فى المسجد الاقصى وبيوت الناس ومنازلهم ثم استقرت كانها سنة الى يومنا هذا وقال الشيخ محى الدين النووى وهاتان الصلاتان بدعتان مذمومتان منكرتان قبيحتان ولا تغتر بذكرهما فى كتاب قوت القلوب والاحياء وليس لاحد ان يستدل على شرعيتهما بما روى عنه عليه الصلاة والسلام انه قال الصلوة خير موضوع فان ذلك يختص بصلوة لاتخالف الشرع بوجه من الوجوه وقد صح النهى عن الصلوة فى الاوقات المكروهة انتهىٰ. (حلبى كبير، تتمات من النوافل، ج: ۲ ۴۳۲ إلى ۴۳۴)

(وكذا فى المدخل لابن الحاج، فصل فى ذكر صلاة الرغائب، ج: ۴، ص: ۲۴۸، ط، مكتبة دار التراث القاهرة)

(۹۳):ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العبادات المعينة فى أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين فى الشريعة. (الاعتصام، ج: ١، ص: ۴۶، ط، مكتبة التوحيد) ==

تین برس کے بچہ کی فاتحہ

﴿سوال﴾:

تین برس کے بچے کی فاتحہ دوجہ کی ہونا چاہیے یا سوم کی ہونا چاہیے۔ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾:

شریعت میں ثواب پہنچانا ہے دوسرے دن ہو خواہ تیسرے دن باقی یہ تعین عرفی ہیں جب چاہیں کریں انہیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت و بدعت ہے(۹۴)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد ن المصطفیٰ الامی صلی اللہ علیہ وسلم۔

❁❁❁

== من اصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر على بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء فى التشهد، الفصل الاول، ج:۳،ص: ۲۶، رقم: ۹۴۶،ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

(۹۴):قال ابن نجيم: ولأن ذكر الله تعالىٰ اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت أو بشىء دون شىء لم يكن مشروعاً حيث لم يرد الشرع به لأنه خلاف المشروع. (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، ج: ۲،ص: ۲۷۹،ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

(وكذا فى المرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء فى التشهد، الفصل الاول، ج:۳،ص: ۲۶، رقم: ۹۴۶،ط، دارالكتب العلمية، بيروت)

تیجہ کن کی رسم ہے

سوال:

میت کے بعد تیسرے دن قل پڑھنا چند ملایان اور اقرباء واحباب کو جمع کر کے سورہ ملک اور تین قل اور آیت مفلحون تک اور "**ما کان محمد ابا احد**" الایة (۹۵). پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر ارواح اموات کو ثواب پہنچانا اس سے فارغ ہو کر ملایان کو کسی قدر غلہ دینا اور چلا جانا ثابت ہے یا نہیں؟

جواب:

تیسرے دن کا مجمع میت کے واسطے اولاً مشابہت ہنود کی کہ ان کے یہاں تیجہ رسم جاری ہے حرام ہوگا۔ بسبب مشابہت کے قال **علیه السلام من تشبه بقوم فهو منهم الحدیث** (۹۶). ثانیاً: تقرر کرنا تیسرے دن کا یہ خود بدعت ہے اس کی کچھ اصل شرع میں نہیں (۹۷)۔ ثالثاً: جو کچھ ملا اکھٹے مل کر پڑھتے ہیں۔ بطمع فلوس پڑھتے ہیں کہ ورثہ میت بھی مانتے ہیں کہ ملا کو اس قدر دینا ہوگا۔ اور ضروری جانتے ہیں چنانچہ معین ہے اور ملا بھی جانتے ہیں کہ ہم کو یہ ملے گا کیونکہ معین ومقرر ہو رہا ہے اور شرع میں جو چیز کہ معروف ومعین ہوتی ہے اس کو مثل زبانی شرط لگانے کے فرمایا ہے "**المعروف كالمشروط**" قاعدہ فقہ کا مسلمہ ہے (۹۸) پس جو کچھ ملاؤں کو دیا جاتا ہے وہ اجرت ان کے پڑھانے کی ہے اور جو

---

(۹۵): (الاحزاب: ۴۰)

(۹۶): (اخرجه أبوداؤد فی سننه فی کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ص: ۵۶۹، رقم: ۴۰۳۱، ط، دارالسلام، ریاض)

(۹۷): عن سعد بن ابراهیم سمع القاسم قال: سمعت عائشة رضی الله عنها تقول: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من عمل عملاً لیس علیه أمرنا فهو رد. (مسند احمد بن حنبل، ص: ۱۸۹۸، رقم الحدیث)

(۹۸): (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة،

پڑھائی کہ اجرت پر ہوتی ہے اس کا ثواب نہ پڑھنے والے ہوتا ہے اور نہ مردے کو لہٰذا یہ فعل ان کا باطل اور لینا دینا دونوں حرام اور موجب ثواب کا نہیں بلکہ گناہ ہے مردہ کو اس کا ثواب نہیں ہوتا ہے اور دینے والے اور لینے والے دونوں گنہگار ہوتے ہیں (۹۹) لہٰذا اس کام کا ترک بھی واجب ہے اور اگر لوجہ اللہ ثواب پہنچانا منظور ہے تو ہر شخص اپنے مکان پر پڑھ کر پہنچا دے اور تیسرے دن کا کیوں انتظار کیا جاوے نفس ایصال ثواب کو کوئی منع نہیں کرتا ہے اگر بلا تعین ہو (۱۰۰) مگر ان قیود وخصوصیات کے ساتھ بدعت بھی ہے (۱۰۱) اور ثواب بھی نہیں پہنچتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ج: ٨، ص: ٧٦، ط، دار عالم الكتب، رياض)

(٩٩): وان القراءة لشيء من الدنيا لاتجوز، وأن الآخذ والمعطى آثمان، لأن ذلک يشبه الاستئجار على القراءة ونفس الاستئجار عليها لايجوز. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، مطلب: فى بطلان الوصية بالختمات والتهاليل، ج: ٢، ص: ٥٣٤، ط، دار عالم الكتب رياض)

(١٠٠): فى مراقى الفلاح: فللانسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة صلاة كان أو صوماً أو حجاً، أو صدقة، أو قراءة للقرآن أو الأذكار أو غير ذلک من انواع البر ويصل الى الميت.

وقال الشيخ احمد الطحطاوى رحمه الله تعالىٰ تحته: (فللانسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة) سواء كان المجعول له حياً، أو ميتاً من غير أن ينقص من أجره شيء. (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح شرح نور الايضاح، كتاب الصلاة، باب أحكام الجنائز، فصل فى زيارة القبور، ص: ٦٢١، ٦٢٢، ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

(١٠١): ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العبادات المعينة فى أوقات معينة لم يوجد لها ذلک التعيين فى الشريعة.

بروز ختم مسجد میں روشنی

﴿سوال﴾:

بروز ختم قرآن شریف کے ضرورت سے زیادہ روشنی کرنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

ضرورت سے زائد روشنی کرنا اور پھر اس کے ساتھ اس کو ضروری سمجھنا اسراف وبدعت ہے اور وہ نادرست ہے(۱۰۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مکتبة التوحید)

(۱۰۲):فی نفع المفتی والسائل: الاستفسار: اسراج السراج الکثیر الزائد عن الحاجة لیلة البراء ة ، أو لیلة القدر فی الأسواق والمسجد، کما تعارف فی أمصارنا، هل یجوز؟

الاستبشار: هو بدعة، کذافی خزانة الروایات عن القنیة.(مجموعة رسائل اللکنوی، نفع المفتی والسائل بجمع متفرقات المسائل، ج:۴،ص:۱۹۸،ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة،کراتشی)

ولایزاد فی لیلة الختم شئ زائد علی مافعل فی أول الشهر، لأنه لم یکن من فعل من مضی بخلاف ما أحدثه بعض الناس الیوم من زیادة وقود القنادیل الکثیرة الخارجة عن الحد المشروع، لما فیها من اضاعة المال والسرف والخیلاء، سیماً اذا انضاف الی ذلک مایفعله بعضهم من وقود الشمع وما یرکزفیه.... .....وانضاف الی ذلک بسبب کثرة الوقود اجتماع اللصوص وتشویشهم علی بعض الخاضرین.....وکثیر من الناس یتحدثون ویخوضون فی الأشیاء التی ینزه المسجد عن بعضها فی غیر رمضان، فکیف بها فی شهر رمضان العظیم؟ فکیف بها فی لیلة الختم منه، فلیتحفظ من هذا کله وما شاکله جهده.الخ. (المدخل لابن

پیر یا استاد کی برسی کرنا

﴿سوال﴾:

ہر سال اپنے پیر یا استاد کی برسی کرے یعنی جب سال بھر مرے ہوئے جاوے تو ایک دن مقرر کرے اس روز کا نام عرس شریف رکھے اور اس دن کھانا پکا کر تقسیم کرادے مساکین کو اور ختم کرے بیچ آیت قرآنی کا تو اس کا صوفیائے کرام کے یہاں اور ہماری شریعت میں کیا حکم ہے جائز ہے یا ناجائز؟

﴿جواب﴾:

کھانا تاریخ معین پر کھلانا کہ پس و پیش نہ ہو بدعت ہے (۱۰۳) اگرچہ ثواب پہنچے گا۔ اور طریقہ معینہ عرس کا طریقہ سنت کے خلاف ہے لہٰذا بدعت ہے (۱۰۴) اور بلا تعین کر دینا درست ہے۔ فقط۔

الحاج، فصل فی وقود القناديل ليلة الختم، ج: ۲، ص: ۳۰۲، ۳۰۳، ط، دار الكفر)

(۱۰۳): ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العبادات المعينة فی أوقات معينة لم يوجد لها ذلک التعيين فی الشريعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مكتبة التوحيد)

(۱۰۴): لايجوز مايفعله الجهال بقبور الأولياء والشهداء من السجود والطواف حولها، واتخاذ السراج والمساجد عليها، ومن الاجتماع بعد الحول كالأعياد ويسمونه عرساً. (تفسير مظهری، سورة آل عمران تحت آيت: ۶۴، ج: ۲، ص: ۶۵، ط، ندوة المصنفين)

فيجب أن يحذر مما يفعلون على رأس السنة من موته، ويسمونه حولاً، فيدعون الأكابر والأصاغر، ويعدون ذلک قربة، وهی بدعة ضلالة، لأن التصدق لم يختص بيوم دون يوم، ولاتصح الا على الفقراء والمحتاجين، وقد زاد بعضهم فی

مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم

﴿سوال﴾:
کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرانا قرون ثلثہ سے ثابت ہے یا نہیں اور بدعت ہے یا نہیں؟

جهله وهم المشايخ الذين ليس لهم الا جمع حطام الدنيا، لأنهم يجمعون بعض أحوال الميت فی كتاب ويسمونه مناقب، ثم اذا حضر الناس المدعوون، جیء برجل حسن الصوت فهو يأخذ تلک النسخة فی يده ويقرأها قرأةً مثل قرأة المولود، وقد ورد النهی عن مثل هذا صراحةً، ثم يختمون القرآن ويمد لهم سماط، وليس هذا الا بدعة ضلالة لم يفعلها رسول اللهﷺ ولا أصحابه من بعده ولا أتباعهم من بعدهم بل لم يوجد لذلک أثر الی القرن الثامن كما يظهر من تتبع القوم، وهذا خصوصات المشايخ، فانهم يعتقدون أن هذا رجل من أولياء اللّٰه وبذكره تنزل الرحمة، ولوسلم أنه من أولياء اللّٰه، فهل ذكر اولی بهذه الكيفية يستوجب نزول الرحمة ؟حاشا؛فان الرحمة، لاتنزل الاباتباع السنة السنية، فان البدع فهی تنزل الغضب والنقمة.عافانا اللّٰه واياكم من غضبه وسخطه. ولو كان هذه الخرافات نزل بها الرحمات لما غفل عنه أكابر المتقدمين من الأئمة الأعلام، وليس غرض هؤلاء المتصوفة الا طلب الشهرة والافتخار بابائهم وأجدادهم أنهم كانوا علی هذه المراتب، وأن لهم كرامات عظيمة وكذا وكذا، حتی أن السامع يعتقد فيهم فيدخل فی سلكهم، ومتی دخل فی طريقهم أفقروه فأصبح ممن خسر الدنيا والآخرة. وهذا الحول يسمونه أهل الهند عرس، وماعرفت له أصلاً، فان العرس انما يكون فی الزواج، ومع ذلک فهذه الأحوال والأعراس لاتكاد تخلو من ارتكاب المحرمات فضلاً عن المكروهات، فان أهل الهند لهم اليد الطولٰی فی ذلک. قاتلهم اللّٰه. فانهم يطوفون بقبر الولی الذين يعتقدون فيه ويظنون أنه هو المتصرف فی الكون، وأن الانسان اذا تمسک بهذه، فلاحاجة له بالصلوٰة

جواب:

قرون ثلثہ میں بخاری تالیف نہیں ہوئی تھی مگر اس کا ختم درست ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے اس کا اصل شرع سے ثابت ہے(۱۰۴) بدعت نہیں۔ فقط رشید احمد عفی عنہ۔

مرنے کے بعد چالیس شب تہلیل کرنا

سوال:

تہلیل بعد مرنے کے امراء چالیس شب متواتر اور غرباء ہر جمعہ کی رات چالیس شب تک پڑھتے ہیں درست ہے یا نہیں؟

جواب:

والصیام، وأکثر ما غلوا فی ذلک أتباع سیدنا عبدالقادر الجیلانی رحمه اللّٰه تعالیٰ ونفعنا ببرکاته، فانه. معاذ اللّٰه. أنی یرضٰی بتلک الکفریات اللتی یعتقدونها.(تبلیغ الحق،ص: ۸۹۷،بحواله فتاوی محمودیه، ج: ۳، ص: ۲۲۴، ۲۲۵)

(۱۰۴): عن فضالة بن عبید، قال: بینما رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قاعد إذ دخل رجل فصلی، فقال: اللّٰهم اغفرلی وارحمنی. فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: عجلت أیها المصلی! إذا صلیت فقعدت، فاحمداللّٰه بما هو أهله، وصل علی، ثم ادعه. قال: ثم صلی رجل آخر بعد ذلک، فحمداللّٰه، وصلی علی النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم، فقال له النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: أیها المصلی! ادع تجب. رواه الترمذی، وروی أبو داود، والنسائی نحوه. (مشکوة المصابیح، کتاب الصلاة، باب الصلوة علی النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم، ص: ۸۶، ط: قدیمی کتب خانه کراچی)

مردہ کو ثواب کھانے کا اور کلمۂ تہلیل اور قرآن کا پہنچانا ہر روز بغیر کسی تاریخ کے درست ہے(١٠٥) مگر بہ قیود تاریخ معین کے پس وپیش نہ کریں۔ اور اس کو ضروری جانیں بدعت ہےاور نا جائز ہے جس امر کو شریعت نے مطلق فرمایا ہے اپنی عقل سے اس میں قید لگانا حرام ہے(١٠٦)۔

❁❁❁

(١٠٥):فی الهداية: الأصل فی هذا الباب أن الانسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوماً أو صدقة أو غيرها عند أهل السنة والجماعة لما روى عن النبى عليه الصلاة والسلام "أنه ضحى بكبشين أملحين، أحدهما عن نفسه، والآخر عن أمته ممن أقر بوحدانية اللّٰه تعالٰی وشهد له بالبلاغ".

وفی البناية تحته: (أن الانسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره)....(صلاة) ش: يعنى سواء كان جعل ثواب عمله لغيره صلاة م: (أو صوماً أو صدقة أو غيرها) ش: كالحج وقراءة القرآن والأذكار، و زيارة قبور الأنبياء والشهداء والأولياء والصالحين، وتكفين الموتى، وجميع انواع الر والعبادة، مالية كالزكاة والصدقة والعشور والكفارات ونحوها، أو بدنية كالصوم والصلاة والاعتكاف وقراءة القرآن والذكر والدعاء، أو مركبة منهما كالحج والجهاد. (البناية شرح الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج:٤،ص: ٤٦٦، ٤٦٧، ٤٦٨،ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

(وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الايضاح، كاب الصلاة،باب أحكام الجنائز، فصل فی زيارة القبور، ص: ٦٢١، ٦٢٢،ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

(١٠٦):ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العبادات المعينة فی أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين فی الشريعة. (الاعتصام، ج: ١، ص: ٤٦، ط، مكتبة التوحيد)

من اصر علی أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه

ملفوظات

مجلس مولود، اس میں قیام، حضور ﷺ کو مجلس میں حاضر جاننا، بوقت ملاقات علماء وصلحاء کے ہاتھ چومنا، قبور اولیاء اللہ سے دعا چاہنے کے مسائل

﴿۱﴾ مجلس مولود مروج خود بدعت ہے (۱۰۷) اور اس میں قیام کو سنت مؤکدہ جاننا

الشيطان من الاضلال فكيف من اصر على بدعة أو منكر. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الاول، ج:۳، ص:۲۶، رقم: ۹۴۶،ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

(۱۰۷):سئل نفع الله به: عن حكم الموالد و الأذكار التي يفعلها كثير من الناس في هذا الزمان هل هي سنة أم فضيلة أم بدعة؟....فأجاب بقوله: الموالد والأذكار التي تفعل عدنا اكثرها مشتمل على خير كصدقة وذكر وصلوة وسلام على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ومدحه، وعلى شربل شرور لولم يكن منها الا رؤية النساء للرجال الأجانب، وبعضها ليس في شر لكنه قليل نادر، ولاشک أن القسم الأول ممنوع للقاعدة المشهورة المقررة أن درء المفاسد مقدم على جلب المصالح، فمن علم وقوع شيء من الشر فيما يفعله من ذلک فهو عاص آثم وبفرض أنه عمل في ذلک خيراً، فربما خيره لايساوي شره...الخ. (الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيثميؒ، مطلب الاجتماع للموالد والأذكار وصلاة التراويح مطلوب مالم يترتب عليه شر والا فيمنع متة، ص: ۱۱۲)

وقال العلامة الفقيه عزيز الرحمٰن العثماني رحمه الله تعالىٰ: والاحتفال بذكر الولادة الشريفة ان كان خاليا من البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب كسائر اذكاره ﷺ. (امداد الفتاوى، كتاب العقائد والكلام، ج:۶،ص: ۳۱۲،ط، مكتبه

بھی بدعت ضلالہ ہے اور فخر عالم علیہ السلام کو مجلس مولود میں حاضر جاننا بھی غیر ثابت ہے اگر باعلام اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو شرک نہیں ورنہ شرک ہے(۱۰۷) اور بوقت ملاقات علماء وصلحاء کا

دار العلوم کراچی)

وقال الشيخ: وله كتاب ''التنوير فی مولد البشير النذير'' أثبت فيه طريقة محفل الميلاد الرائج اليوم فی البلاد، ولم يكن يليق بالمحدث أن يؤلف فی مثل هذه البدعة، وانما أحدثها صوفی فی عهد الملك ''اربل'' سنة ستمائة ولم يكن له أصل فی الدين. (معارف السنن شرح جامع الترمذی، ج:۴، ص: ۴۳۷، ط، ايجوكيشنل بريس كراتشی)

ومن جملة ماأحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات وأظهر الشرائع مايفعلون فی شهر ربيع الأول من المولد وقد احتوى على بدع ومحرمات. (المدخل لابن الحاج، فصل فی المولد، ج:۲، ص: ۲، ط، دار الكفر)

وفی الفيض: واعلم أن القيام عند ذكر ميلاد النبی ﷺ بدعة لا أصل له فی الشرع وأحدثه ملك الاربل كما فی تاريخ ابن خلكان: أنه كان يعقد له مجالس، ويصرف عليها أموالا. وقد ألف ابن دحية المغربی كتاباً فی الميلاد. (فيض الباری على صحيح البخاری، كتاب الاذان، باب الانفتال والانصراف عن اليمين والشمال، ج: ۲، ص: ۴۰۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۰۷): فی مجموعة الفتاوی: اعتقاد اينكه كسے غير حق سبحانه حاضر وناظر، وعالم خفی وجلی در هر وقت وهر آن است، اعتقاد شرك است. (مجموعة الفتاوىٰ على هامش خلاصة الفتاوی، ج: ٤، ص: ٣٣١، ط، مكتبه رشيديه)

وفی البحر الرائق: وفی البزازية قال علماؤنا: من قال أرواح المشايخ حاضرة تعلم تكفر. (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، ج: ٥، ص: ٢٠٩، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فی الفتاوی البزازية على هامش الفتاوی العالمكيرية، كتاب الفاظ تكون اسلاما او كفرا الخ: الفصل الثانی النوع الثانی فيما يتعلق بالله تعالىٰ، ج: ٦، ص: ٣٢٦)

ہاتھ چومنا مباح ہے(۱۰۸) اور قبور اولیاء اللہ سے دعا چاہنا بھی مسئلہ مختلف فیہا ہے جس کے نزدیک سماع موتی ثابت ہے وہ جائز کہتے ہیں اور جو انکار سماع کا کرتے ہیں وہ لغو کہتے ہیں(۱۰۹) اور بعض کہتے ہیں کہ سنت سے اس طرح دعا کرانا ثابت نہیں لہٰذا بدعت ہے بندہ کے نزدیک مختلف فیہا مسائل میں فیصلہ نہیں ہوسکتا البتہ احوط کو پسند کرتا ہوں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱۰۸):عن ابن عمر (رضی اللّٰہ عنہ) قال قبلنا ید النبی ﷺ. و فی اھداء الدیباجۃ تحت ھذا الحدیث: قال الحافظ: قال النووی تقبیل ید الرجل لزھدہ وصلاحہ أو علمہ أو شرفہ أو صیانتہ أو نحوذلک من الأمور الدینیۃ لایکرہ بل یستحب. الخ .(اھداء الدیباجۃ بشرح سنن ابن ماجۃ، کتاب الأدب، باب الرجل یقبل ید الرجل، ج: ۵،ص: ۹۵، ۹۷)

فی الھندیۃ: تقبیل ید العالم والسلطان العادل جائز. الخ .(الفتاوی العالمکیریہ، کتاب الکراھیۃ، الباب الثامن والعشرون فی ملاقاۃ الملوک والنواضع لھم وتقبیل أیدیھم أو یدغیرھم وتقبیل البرجل وجہ غیرہ ومایتصل بذلک، ج: ۵،ص: ۳۶۹)

وفی العتابیۃ: تقبیل ید العالم والسلطان جائز. الخ. (الفتاوی التاتارخانیۃ، کتاب الکراھیۃ، الفصل الثلاثون فی ملاقاۃ الملوک والنواضع لھم وتقبیل الرجل وجہ غیرہ، ومایتصل بذلک، ج:۱۸،ص: ۲۵۵ ،ط، مکتبۃ زکریابدیوبند، الھند)

(۱۰۹):می گوید ای فلان از خداوند بخواہ کہ فلان کار مرا و مقصد مرا بر آورد کن، این صورت بر مسألہ ی سماع است، پس کسانی کہ سماع موتی را قائل اند این را روا می دارند، ونافیان سماع این را ناروا می دانند. (فتاوای منبع العلوم، کتاب العقائد، باب مایتعلق بالانبیاء والصلحاء، ج: ا، ص: ۱۵۵، ط، کتب خانہ ملی ایران)

طاعون، وباء وغیرہ امراض کے شیوع کے وقت دعایا اذان

﴿۲﴾ طاعون وباء وغیرہ امراض کے شیوع کے وقت کوئی خاص نماز احادیث سے ثابت نہیں ہے نہ اس وقت اذانیں کہنا کسی حدیث میں وارد ہوا ہے اس لئے اذان کو یا نماز جماعت کو ان موقعوں میں ثواب یا مسنون یا مستحب جاننا خلاف واقع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نقل مکتوب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سلمہ اللہ تعالیٰ دربارہ مجلس میلاد

﴿۳﴾ مجلس مولود مروجہ بدعت ہے (۱۱۰) بوجہ خلط امور مکروہہ کے تحریمہ ہے اور قیام بھی بوجہ خصوصیت کے بدعت ہے اور امرد لڑکوں کا پڑھنا راگ میں بسبب اندیشہ ہیجان فتنہ کے مکروہ ہے۔ اور فاتحہ مروجہ بھی بدعت ہے۔ معہذا مشابہت بفعل ہنود ہے اور تشبہ غیر قوم کے ساتھ منع ہے (۱۱۱)۔ ایصال ثواب بدون اس ہیئت کے درست ہے (۱۱۲) اور سوئم، دہم

---

(۱۱۰): سئل نفع اللّٰہ بہ: عن حکم الموالد والأذکار التی یفعلها کثیر من الناس فی ھذا الزمان ھل ھی سنة أم فضیلة أم بدعة؟.... فأجاب بقولہ: الموالد والأذکار التی تفعل عندنا اکثرھا مشتمل علی خیر کصدقة وذکر وصلوة وسلام علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ومدحہ، وعلی شربل شرور لولم یکن منھا الا رؤیة النساء للرجال الأجانب، وبعضھا لیس فی شر لکنہ قلیل نادر، ولاشک أن القسم الأول ممنوع للقاعدة المشھورة المقررة أن درء المفاسد مقدم علی جلب المصالح، فمن علم وقوع شیء من الشر فیما یفعلہ من ذلک فھو عاص آثم وبفرض أنہ عمل فی ذلک خیراً، فربما خیرہ لایساوی شرہ..الخ. (الفتاوی الحدیثیة لابن حجر الھیثمیؒ، مطلب الاجتماع للموالد والأذکار وصلاة التراویح مطلوب مالم یترتب علیہ شر والا فیمنع منہ، ص: ۱۱۲)

(۱۱۱): عن ابن عمر قال : قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: من تشبہ بقوم فھو منھم. (أبوداؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرة، ص: ۵۶۹، رقم: ۴۰۳۱، ط، دار السلام، ریاض)

(۱۱۲): الأصل فی ھذا الباب أن الانسان لہ أن یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلاة

وچہلم جملہ رسوم ہنود کی ہیں۔ اس تخصیص ایام میں مشابہت ہوتی ہے اور تخصیص ایام کی بدعت بھی ہے (۱۱۳) اگرچہ اصل ایصال ثواب بدون کسی تخصیص ومشابہت کے درست ہے فقط **اما بعد الحمدللّٰہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللّٰہ فاقول باللّٰہ المجیب محق وجمیع الاجوبۃ حقۃ وانا المفتاق الی اللّٰہ الغنی محمد طیب المکی المدرس الاول فی المدرسۃ العالیۃ الرامپوریہ الاجوبۃ صحیح واللّٰہ سبحانہ اعلم بالصواب محمد لطف اللّٰہ عفی عنہ.**

خادم شریعت رسول اللہ قاضی ومفتی محمد لطف اللہ قاضی رامپور

العبد ذلک حق محمد گل مالک ومہتمم مدرسہ امدادیہ مرادآباد، بے نظیر ۱۳۰۰ شگفتہ محمد گل، المجیب مصیب عبدالوہاب خان

أو صوماً أو صدقة أو غيرهاعند أهل السنة والجماعة لما روى عن النبى عليه الصلاة والسلام "أنه ضحى بكبشين أملحين، أحدهما عن نفسه، والآخر عن أمنه ممن أقر بوحدانية اللّٰه تعالىٰ وشهد له بالبلاغ".

قال العلامة محمود بن احمد بدرالدين العينى الحنفى رحمه اللّٰه تعالىٰ: (أن الانسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره)....(صلاة)ش:يعنى سواء كان جعل ثواب عمله لغيره صلاة م: (أو صوماً أو صدقة أو غيرها) ش: كالحج وقراء ة القرآن والأذكتار، وزيارة قبورالأنبياء والشهداء والأولياء والصالحين، وتكفين الموتى، وجميع انواع البر والعبادة، مالية كالزكاة والصدقة والعشور والكفارات ونحوها، أو بدنية كتالصوم والصلاة والاعتكاف وقراء ة القرآن والذكر والدعاء، أو مركبة منهما كالحج والجهاد. (البناية شرح الهداية، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج:۴،ص: ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸،ط، دارالكتب العلمية، بيروت لبنان)

(۱۱۳):ومنها وضع الحدود والتزام الكيفيات والهيئات المعينة، والتزام العبادات المعينة فى أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين فى الشريعة. (الاعتصام، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، مكتبة التوحيد)

المجیب مصیب محمد قاسم علی عفی عنہ محمد جعفر علی عفی عنہ ہذہ الاجوبہ صحیح محمد جعفر علی خان ولد محمد اکبر علی خان

عبدالوہاب خان والد حافظ عمر خان محمد قاسم علی خلف مولانا عالم علی امام ومفتی شہر مراد آباد

منقولہ:۔از ہدایت المبتدعین مطبوعہ ہاشمی میرٹھ۔

نقل خط حضرت سیدنا حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکہ مکرمہ زاداللہ شرفہا، درمسئلہ مجلس میلاد فاتحہ بر رفع شبہات مولوی نذیر احمد صاحب رامپوری

﴿۴﴾ نقل خط:۔حضرت سید حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفہا درمسئلہ مجلس میلاد فاتحہ برفع۔شبہات مولوی نذیر احمد خان صاحب رامپوری شبہ براہین قاطعہ میں مجلس میلاد کو بدعت ضلالہ کہا اور فاتحہ اور محفل میلاد کرنے والوں کو ہنود اور روافض لکھا فقط از فقیر امداد اللہ چشتی فاروقی عفی عنہ بخدمت مولوی نذیر احمد خان صاحب بعد تحیۃ السلام آنکہ خط آپ کا آیا مضمون سے مطلع ہوا ہر چند کہ بعض وجوہ سے عزم تحریر جواب نہ تھا مگر بغرض اصلاح اور توضیح عبارت براہین قاطعہ بالاختصار کچھ لکھا جاتا ہے شاید اللہ تعالیٰ نفع پہنچائے **ان ارید الا الاصلاح مااستطعت وما توفیقی الاباللّٰہ.**

﴿جواب﴾:

صاحب براہین قاطعہ نے نفس ذکر میلاد کو بدعت ضلالہ نہیں کہا قیودات زائدہ محرمہ مکروہہ کو کہا ہے اور نہ نفس ذکر وقیام کرنے والوں کو ہنود اور روافض لکھا بلکہ عقیدہ باطلہ پر حکم حرمت ومشابہت روافض وہنود کا لگایا ہے چنانچہ جو فتویٰ جناب مولوی احمد علی صاحب مرحوم اور مولوی رشید احمد صاحب سلمہٗ میں یہ امر مصرح موجود ہے کہ نفس ذکر میلاد کو وہ باعث حسنات وبرکات لکھتے ہیں اور براہین قاطعہ میں مکرر اس کو ظاہر کیا ہے انصاف شرط ہے۔فقط۔

قبور اولیاء اللہ

﴿۵﴾ مسئلہ:۔طواف قبور اولیاء اللہ کا حرام ہے(۱۱۴) سوائے بیت اللہ کے کسی کا طواف درست نہیں۔ملا علی قاری شرح مناسک میں فرماتے ہیں۔ولا یطوف ای لایدور حول البقعة الشریفة لان الطواف من مختصات الکعبة المنیفة فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء ولاعبرة بما یفعله الجهلة ولو کانوا فی صورة المشائخ والعلماء (۱۱۵). انتهٰی. وفی اطراح لو طاف حول مسجد سوی الکعبة یخشی علیه الکفر. انتهٰی. ہرگاہ کہ مسجد کے طواف میں خوف کفر کا ہو تو طواف قبور سے بطریق اولیٰ کافر ہو جاوے پس اگرچہ کوئی بصورت عالم ودرویش ہوکر

---

(۱۱۴):ومن وقف بالقبر لایلتصق به، ولایمسه...فینبهالعالم غیره علی ذلک، ویحذر هم من تلک البدع التی أحدث هناک من لاعلم عنده یطوف بالقبر الشریف کما یطوف بالکعبة الحرام ویتمسح به ویقبله و یلقون علیه منادلیهم وثیابهم یقصدون به التبرک وذلک کله من البدع.(المدخل لابن الحاج، فصل فی زیارة القبور، ج: ۱،ص: ۲۶۲،۲۶۳،ط، دار الکفر)

سجدہ کردن بسوئے قبور انبیاء اولیاء وطواف گرد قبور کردن ودعا از آنہا خواستن ونذر برائے آنہا قبول کردن حرام است بلکہ چیزہا از آنہا بکفر می رساند پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم برآنہا لعنت گفتہ واز اں منع فرمودہ وگفتہ کہ قبر مرا بت نہ کنند۔(مالابد منہ، کتاب الجنائز،ص:۷۰،۷۱)۔

ولیحذر مما اعتاده بعض الجاهلین من التمسح بالقبر وتقبیله والطواف حوله..... فان ذلک من عادة المشرکین. (الدین الخالص، کتاب الجنائز، ج:۸،ص: ۶۸)

(۱۱۵):(ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری، باب زیارت سید المرسلین صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم، ص: ۵۲۷، ط: المکتبة الامدادیة مکة المکرمة)

طواف کرے وہ فاسق ہے ہرگز اس کے قول وفعل کا اعتبار نہ کریں اور اس کا فعل سے حرام جان کر اجتناب کریں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

توشہ مردہ کے ساتھ لے جانا

﴿۶﴾مسئلہ:۔توشہ مردہ کے ساتھ لے جانا عادت یہود اور ہنود کفار کی ہے۔من تشبہ بقوم فھو منھم الحدیث (۱۱۵). سو اگر جو کوئی رسم کسی کافر کی لیوے گا۔وہ کفار میں شمار ہوگا پس توشہ مردہ کے ساتھ ہرگز کہیں قرون ثلثہ میں ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ فعل کفار کا ہے سو اس کا کرنا بدعت اور گناہ ہے۔ ہرگز درست نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس میں ذرا سی مشابہت کفار سے ہوتی اس کو منع فرمادیا ہے چنانچہ احادیث اس امور سے پر ہیں (۱۱۶) پس اس فعل کو مردود گناہ جان کر ترک کرنا واجب ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۱۵):اخرجه أبو داؤد فی سننه فی کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، ص: ۵۶۹، رقم: ۴۰۳۱،ط، دار السلام، ریاض.

(۱۱۶): قال رکتانة ،سمعت النبی صلی الله علیه و سلم یقول فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس: وفی البذل تحت هذا الحدیث: قال رکانة ...القلانس) جمع قلنسوة ومراد الحدیث: ان المشرکین کانوا یعممون علی رؤوسهم من غیر أن یکون تحت العمامة قلنسوة و نحن نعمم علی القلنسوة ولابی الشیخ عن ابن عباس رضی کان لرسول الله صلی الله علیه و سلم ثلاث قلانس، الحدیث". (بذل المجهود فی حل سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی العمائم، ج: ۱۲، ص: ۱۰۵، رقم: ۴۰۷۸، ط: دار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان/ تحفة الاحوذی بشرح جامع الترمذی ،ج ۵ ،ص: ۲۸۲، ۲۸۳/ المفاتیح فی شرح المصابیح، ج: ۵ ،ص: ۱۶ ،۱۷/ التعلیق الصبیح علی مشکاة المصابیح، ج: ۴، ص: ۳۸۸، ۳۸۹)

==

بزرگان اہل سنت کے قدم کو بوسہ دینا اور یا مرشد اللہ کہنا

﴿۷﴾ بوسہ دینا بزرگوں اہل سنت کے قدم کو اگرچہ درست ہے مگر اس کا کرنا اولیٰ نہیں کہ عوام اس فتنہ میں پڑ جاتے ہیں لہٰذا اس کا ترک کرنا چاہئے اور لفظ یا مرشد اللہ وغیرہ

== وعن ابن عمرؓ، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: خالفوا المشركين: أوفروا اللحى، وأحفوا الشوارب. وفى المرقات تحت هذا الحديث: (خالفوا المشركين) أى فإنهم يقصون اللحى ويتركون الشوارب حتى تطول. (مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، ج: ۸، ص: ۲۷۳، رقم: ۴۴۲۱، ط: دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وعن أبى هريرةؓ، أن النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم قال: إن اليهود والنصارى لا يصبغون فخالفوهم. متفق عليه. وفى المرقات تحت هذا الحديث: (فخالفوهم) أى فاخضبوها أنتم بالحناء. (مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التبرجل، ج: ۸، ص: ۲۷۵، رقم: ۴۴۲۳، ط: دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وعن ابن عباسؓ، قال: كان النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم يحب موافقة أهل الكتاب فيما لم يؤمر فيه، وكان أهل الكتاب يسدلون أشعارهم، وكان المشركون يفرقون رؤوسهم، فسدل النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم ناصيته، ثم فرق بعد. متفق عليه وفى المرقات تحت هذا الحديث: (بعد) بضم الدال أى بعد ذلک من الزمان. قال ابن الملک: لأن جبرئيل عليه الصلاة والسلام أتاه وأمره بالفرق ففرق المسلمون رؤوسهم.... هذا والأمور التى وافق فيها النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم أهل الكتاب ثم خالفهم السدل ثم الفرق، وترک صبغ الشعر ثم فعله، وصوم عاشوراء ثم خالفهم بصوم يوم قبله أو بعده، واستقبال بيت المقدس ثم الكعبة، وترک مخالطة الحائض ثم المخالطة بكل شئ إلا الجماع، وصوم يوم الجمعة وحده ثم النهى عنه، والقيام للجنازة ثم تركه، ومنها النهى عن صوم يوم السبت. وقد

جہلاء کے ایجاد کئے ہوئے ہیں کہ سلام کی جگہ اس کو بولتے ہیں لہٰذا بدعت ہے معہذا اس کے بعض معنی موہم کفر کے ہیں مرشد اللہ کے معنی ایک یہ بھی ہیں کہ تم اللہ کے مرشد ہو معاذ اللہ اگر چہ دوسرے معنی درست بھی اس کے ہیں سو جو کلمہ ایسا ہو کہ اس کے معنی اچھے اور برے دونوں ہو سکتے ہوں اس کو بولنا منع ہے ایسے موہم لفظ کا استعمال درست نہیں (۱۱۶) جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔یا ایھا الذین اٰمنوا لاتقولوا راعنا(۱۱۷).

راعنا کے معنی ایک اچھے تھے جس کو مسلمان مراد لیتے تھے دوسرے معنی برے تھے

جاء ذلک من طرق متعددة في النسائي وغيره، وصرح بأنه منسوخ، وناسخه حديث أم سلمةؓ أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "كان يصوم يوم السبت والأحد يتحرى ذلک ويقول: إنهما يوما عيد الكفار وأنا أحب أن أخالفهم". وفي لفظ: "ما مات رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حتى كان أكثر صيامه يوم السبت والأحد". وأشار بقوله: يوما أن السبت عيد اليهود والأحد عيد النصارى. (مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، ج: ۸، ص: ۲۷۶ إلى ۲۷۸، رقم: ۴۴۲۵، ط: دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۱۱۶):اخرج الدارمي في سننه عن الشعبي قال: سمعت النعمان بن بشيريقول: سمعت رسول اللهﷺ يقول: الحلال بيّن والحرام بيّن، وبينهما مشتابهات، لايعلمها كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرأ لعرضه ودينه، ومن وقع في الشبهات، وقع في الحرام. الخ. وفي فتح المنان تحت هٰذا الحديث: قوله (ومن وقع في الشبهات، وقع في الحرام): يريد أنه اذا اعتادها واستمر عليها أدته الى الوقوع في الحرام بأن يتجاسر عليه فيواقعه، يقول: فليتق الشبهة ليسلم من الوقوع في المحرم. (فتح المنان شرح المسند الخامع، كتاب البيوع، باب في الحلال بيّن والحرام بيّن، ج: ۹، ص: ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ط، المكتبة المكية مكة المكرمة، ودار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

(۱۱۷):(بقرة: ۱۰۴)

جس کو یہود مراد لیتے تھے اس پر مسلمانوں کو منع کر دیا کہ ایسا لفظ مت بولو خالص اچھے معنوں کے لفظ کہ (۱۱۸) پس یہ لفظ مرشد اللہ کہنا نہیں چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

آخری چار شنبہ کی اصل

﴿۸﴾ آخری چار شنبہ کی کوئی اصل نہیں بلکہ اس دن میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدت مرض واقع ہوئی تھی (۱۱۹) تو یہودیوں نے خوشی کی تھی وہ اب جاہل ہندیوں میں رائج ہوگئی نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیاٰت اعمالنا.

---

(۱۱۸): یایها الذین اٰمنوا لاتقولوا راعا وقولوا انظرنا واسمعوا وللکٰفرین عذاب الیم. وفی الجامع لاحکام القرآن تحت هذه الآیة: قال ابن عباس: کان المسلمون یقولون للنبیﷺ: راعا، علی جهة الطلب والرغبة .من الراعاة. أی: التفت الینا، وکان هذا بلسان الیهود سباً، أی: اسمع لاسمعت، فاغتنموها، وقالوا: کنانسبه سراً، فالآن نسبه جهراً، فکانوا یخاطبون بها النبیﷺ، ویضحکون فیما بینهم، فسمعها سعد بن معاذ. وکان یعرف لغتهم. فقال للیهود: علیکم لعنة اللّٰه! لئن سمعتها من رجل منکم یقولها للنبیﷺ لاضربنّ عنقه فقالوا: أولستم تقولونها؟ فنزلت الآیة، ونهوا عنها لئلا یقتدی بها الیهود فی اللفظ، وتقصد المعنی الفاسد فیه. (الجامع لأحکام القرآن، ج: ۲، ص:۲۹۳، ط، موسسه الرسالة، بیروت لبنان)

(۱۱۹):أخبرنا محمد بن عمر، أخبرنا أبو معشر عن محمد بن قیس قال محمد بن عمر: وأخرنا عبداللّٰه بن محمد بن عمر بن علی عن أبیه عن جده قال: أول ما بدأ برسول اللّٰهﷺ شکوه یوم الأربعاء فکان شکوه الی أن قبض(ﷺ)، ثلاثة عشریوماً. (طبقات ابن سعد، ذکر أول ما بدأ برسول اللّٰهﷺ وجعه الذی توفی فیه، ج:۲، ص: ۱۸۳،ط، مکتبة الخانجی بالقاهرة)

وفی الاستیعاب: ثم بدأ برسول اللّٰهﷺ مرضه مات منه یوم الأربعا للیلتین

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الایمان اور کفر کے مسائل

اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی نذر ماننا

﴿سوال﴾:

جو کہ کتاب تقویۃ الایمان میں دربارۂ افعال شرکیہ کے واقع ہوا ہے جیسے نذر غیر اللہ یعنی توشہ وغیرہ وبوسہ دینا قبر کو اور سجدہ اور طواف کرنا قبر کو اور غلاف ڈالنا اس کے اوپر اور جو جس اس کے مثل اور امور ہیں اور قسم کھانا بغیر اللہ اور شگون بدلینا اگر کسی شخص سے صادر ہوں تو اس کو کافر محض جاننا اور دیگر معاملہ کفار کا اس کے ساتھ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

افعال شرکیہ بعض ایسے ہیں کہ شرک محض ہے اور بعض ایسے ہیں کہ مشرک لوگ ان کو کرتے ہیں اور تاویل ان میں ہوسکتی ہے۔ پس پہلی قسم کا فعل جیسا سجدہ بُت کو کرنا زنار ڈالنا ہے۔ ان امور سے تو مشرک ہوگیا (۱) اور سب معاملات مشرکین کے اس کے ساتھ کرنا ہیں

بقیتامن صفر سنة احدی عشرة فی بیت میمونةؓ. (الاستیعاب فی معرفة الاصحاب، للابن عبدالبر المالکیؒ، ج: ۱، ص: ۴۶، ۴۷)

(۱): ومع ذلک شد البزنار بالاختیار، أو سجد للصنم بالاختیار، نجعله کافراً، لما أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعل ذلک علامة التکذیب والانکار. (شرح العقائد النسفیة، مبحث الایمان، ص: ۲۸۹، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

وفی الشامیة: کما لو سجد لصنم أو وضع مصحفاً فی قاذورة فانه یکفر وان کان مصدقاً. (ردالمحتارعلی الدرالمختار، کتاب الجهاد، باب المرتد، ج: ۶، ص: ۳۵۶، ط، دار عالم الکتب، ریاض)

ولو شد البزنار علی وسطه أو وضع الغل علی کتفه فقد کفر.....وفی

اور دوسری قسم کے افعال سے گناہ کبیرہ ہوتا ہے اس سے خروج عن الاسلام نہیں ہوتا کیونکہ شرک بعض اصل شرک اور اعلیٰ درجہ کا ہے اور بعض کم اسی واسطے شرک دون شرکٍ کہتے ہیں تو دوسرے درجہ کے شرک حقیقتاً شرک نہیں جیسا قسم بغیر اللہ کو شرک فرمایا اور ریاء کو شرک فرمادیا (۲) لہٰذا یہ سب افعال چونکہ صورت میں شرک کے ہیں ان کو شرک فرمادیا ہے ان

الملتقط اذا شد البزنار أو أخذ الغل أو لبس قلنسوة المجوسی جادا أو هازلا یکفر. الخ (شرح فقه الاکبر، ص: ۱۷۱، ط، دار الکتب العربیة الکبری، مصر)

(۲):اخرج الترمذی عن سعد بن عبیدة: ان ابن عمر سمع رجلا یقول: لا والکعبة فقال ابن عمر: لاتحلف بغیر اللّٰه، فانی سمعت رسول اللّٰهﷺ یقول: من حلف بغیر اللّٰه فقد کفر او اشرک، هذا حدیث حسن.

وتفسیر هذا الحدیث عند بعض اهل العلم: ان قوله فقد کفر او: اشرک، علی التغلیظ والحجة فی ذلک: حدیث ابن عمر ان النبیﷺ سمع عمر یقول: وابی وابی فقال: الا ان اللّٰه ینهاکم ان تحلفوا بآبائکم.

وحدیث ابی هریرة عن النبیﷺ انه قال: من قال فی حلفه واللات والعزی، فلیقل: لااله الا اللّٰه وهذا مثل ماروی عن النبیﷺ انه قال: الریاء شرک وقد فسر بعض اهل العلم هذه الآیة: ﴿فمن کان یرجو لقاء ربه فلیعمل عملا صالحا﴾ الآیة، قال لایرائی. (جامع الترمذی، ابواب النذور والایمان، باب ماجاء ان من حلف بغیر اللّٰه فقد اشرک، ج: ۱،ص: ۶۵۴، ۶۵۵،رقم الحدیث: ۱۵۳۵،ط، الطاف اینڈ سنز، کراتشی)

عن شداد بن اوس، قال: سمعت رسول اللّٰهﷺ یقول: من صلی یُرائی فقد اشرک، ومن صام یرائی فقد اشرک، ومن تصدق یرائی فقد اشرک. رواه احمد. وفی المرقات تحت هذا الحدیث: أی شرکاً خفیا کما سیجئی مصرحا فیما یلیه من حدیثه. الخ. (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعة، ج: ۹، ص: ۵۱۵، رقم الحدیث: ۵۳۳۱،ط، دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان)

کے کرنے سے فاعل حقیقی مشرک نہیں ہوجاتا فقہاء نے لکھا ہے کہ مسلم کے فعل میں اگر ننانوے(۹۹) احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو اس کو ایمان پر حمل کرنا اور مؤمن ہی کہنا چاہیے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد۔

جھوٹ کہہ کر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنانا

﴿سوال﴾:

جو لوگ شہادت کاذبہ ان الفاظ کے ساتھ دیتے ہیں کہ میں خدائے تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر اس مقدمہ میں سچ کہوں گا جھوٹ نہ کہوں گا یا سچ کہا میں نے جھوٹ نہ کہا یا سچ کہتا ہوں میں جھوٹ نہیں کہتا ہوں پھر باوجود اپنے علم کے مرتکب کذب کا ہوا اور اس کے خلاف کہا تو اس صورت میں یہ شخص گنہگار ہوگا یا کافر؟ اور ان الفاظ مذکورہ فی الشہادۃ الکاذبہ اور ان الفاظ میں جو ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب زواجر میں لکھے ہیں۔

---

(۳):ان المسئلة المتعلقة بالكفر اذا كان لها تسع وتسعون احتمالا للكفر، واحتمال واحد في نفيه، فالأولىٰ للمفتي و القاضي ان يعمل بالاحتمال النافي. (شرح فقه أكبر بكڈپو ۱۹۹، بحواله فتاوى قاسميه، ج: ۱،ص: ۴۶۷، ط، مكتبه اشرفيه، ديوبند)

وفي التاتارخانية: اذا كان في المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير، فعلى المفتي أن يميل الى الوجه الذي يمنع التكفير تحسيناللظن بالمسلم. (الفتاوى التاتارخانيه كتاب المرتدين ، الفصل الاول في اجراء كلمة الكفرمع علمه انها كلمة الكفر الخ. ج: ۷،ص: ۲۸۱،ط، مكتبة زكريا،بديوبند، الهند)

(وكذا في مجمع الانهرفي شرح ملتقى الابحر، كتاب السير والجهاد، باب المرتد، ج: ۲،ص: ۵۰۱، ۵۰۲،ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

او قال اللّٰه یعلم انی فعلت کذا وھو کاذب فیه نسبة اللّٰه سبحانه الی الجھل اور نیز اس کے قائل کو منسوب الی الکفر لکھا ہے اور ایسے ہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ملحقات شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے۔ فی الفتاویٰ الصغریٰ من قال یعلم اللّٰه انی فعلت ھٰذا و کان لم یفعل کفر ای لانه کذب علی اللّٰه و ایضا لو قال اللّٰه یعلم انه ھکذا و ھو یکذب کفر (۴). ان دنوں صورتوں میں کچھ فرق ہے یا نہیں اگر ایک ہی صورت ہے تو بر بنائے قول ابن حجر و ملا علی قاری رحمہما اللہ تعالیٰ کے کاذب فی الشہادۃ کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں اور اگر کچھ فرق ہے تو ان کے کلام کی کیا تاویل ہے؟

جواب:

فعل گزشتہ پر حق تعالیٰ کو شاہد کر کے جھوٹ بولنا کفر ہے جیسا ملا علی قاری اور ابن حجر رحمہما اللہ تعالیٰ نے کہا اور یہ کہنا کہ جھوٹ نہ کہوں گا۔ استقبال کا زمانہ ہے کہ سچ بولنے اور جھوٹ نہ بولنے کا وعدہ کرتا ہے بقولہ اس مقدمہ میں سچ کہوں گا یا بقولہ سچ کہتا ہوں کیوں کہ اگرچہ یہاں زمانہ حال ہے مگر مراد زمانہ استقبال ہے کہ بعد اس بیان کے بیان واقعہ کرتا ہے پس خلاف وعدہ کیا۔ لہٰذا روایات ملا علی قاریؒ و ابن حجرؒ سے فرق ہے تیسری شکل کہ اس مقدمہ میں میں نے سچ کہا۔ اگر بعد اظہار کے یہ قول کہا تو البتہ یہ داخل روایت ملا علی قاریؒ اور ابن حجرؒ میں ہے۔ اور جو بعد اس قول کے اظہار کذب کیا ہے تو یہاں بھی مجازاً استقبال ہی مراد ہے۔ بہر حال درصورت مراد معنی استقبال کے کفر نہ ہوگا اور درصورت ماضی کفر ہے اور داخل روایت مذکورۂ سوال پہلی صورت میں یہ فاسق ہے (۵) نہ کافر۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۴): (کتاب شرح فقه الاکبر، فصل فی الکفر صریحا و کتایة، ص: ۱۷۷، ط، دار الکتب العربیة الکبری مصر)

(۵): الخلف فی الوعد حرام . وقال العلامة سید احمد الحموی الحنفی رحمه اللّٰه تعالیٰ تحته: قوله: الخلف فی الوعد حرام. قال السبکی: ظاهر الآیات

اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی نام کا وظیفہ

﴿سوال﴾:

اگر کسے نام سوائے خدائے تعالیٰ رابطریق تقرب ورد سازد از مسلمانی بیرون گردد۔

﴿جواب﴾:

اگر نام کسے بطریق تقرب ورد زبان می سازد مشرک گردد انتہیٰ ملخصاً۔ اور شہرت دینے والا بسبب اعتقاد جواز کے مشرک ہے اور شہرت جواز کی دینی علاوہ شرک سے دوسرا وبال ہے۔ واللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم فقط.

ہذا الجواب صحیح محمد قاسم علی عفی عنہ　　الجواب صحیح　لقد صح الجواب

محمد قاسم علی حلف　　بےنظیر ۱۳۰۰　　احقر محمد حسن غفرلہ

مولانا عالم علی　　شگفتہ محمد گل

اصاب من اجاب محمد احتشام الدین عفی عنہ　　الجواب صحیح بشیر احمد شاہ عفی عنہ

لقد اصاب المجیب احمد حسن دیوبندی عفی عنہ　المجیب مصیب احقر الزمن محمود حسن غفرلہ　　رشید احمد عفی عنہ

اس کی کل صورتیں گناہ سے خالی نہیں۔ کسی میں شرک ہے کسی میں ایہام لہٰذا اس کا رواج دینا جائز نہیں۔ عبدالرحمٰن عفی عنہ۔

وظیفہ جملہ مروجہ یا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ شیئاً للہ کسی طرح جائز نہیں (٦) فقط واللہ اعلم

والسنة تقتضی وجوب الوفاء وقال صاحب العقد الفريد فی التقليد انما يوصف بما ذكر أی بان خلف الوعد نفاق اذا قارن الوعد العزم. (غمز عيون البصائر شرح كتاب الاشباه والنظائر، ج:۳،ص: ۲۳۶،ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

خلیل احمد عفی عنہ انبیٹھوی۔

واقعی اموات کو بذریعہ شیئاً للہ ندا کرنا یا شرک ہے یا اندیشۂ شرک ہے اور مسلمان کو دونوں امر سے اجتناب لازم ہے محمود عفی عنہ دیوبندی۔ خادم الطلباء احقر الزمن احمد حسن الحسینی الرضوی نسباً والچشتی الصابری مشرباً والحنفی مذہباً والامروہوی مولداً ومسکناً غفراللہ لہ والدیہ واحسن الیہما والیہ اسمہ احمد ۱۲۹۷۔

---

(۶): ومن اضل ممن یدعو من دون اللّٰہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیامۃ وھم عن دعآئھم غافلون.(الاحقاف: الآیۃ: ۵)

ان الناس قد اکثروا من دعاء غیرا للّٰہ تعالٰی من الأولیاء الأحیاء منھم والأموات وغیرھم، مثل یاسیدی فلان اغثنی، ولیس ذلک من التوسل المباح فی شیء....وقد عدہ أناس من العلماء شرکاً. (روح المعانی، سورۃ المائدۃ تحت الآیۃ: ۳۵، ج:۶، ص: ۱۲۸، ط، احیاء التراث العربی، بیروت لبنان).

ازیں چنیں وظیفہ احتراز لازم و واجب اولا ازیں جھت کہ این وظیفہ متضمن شیئاً للّٰہ است وبعض فقھاء را از ھمچو لفظ حکم کفر کردہ اند چنانکہ در درمختار می نویسند کذا قول شیء للّٰہ قیل یکفر انتھٰی. و در رد المحتار می آرد ولعل وجھہ انہ طلب شیئا للّٰہ واللّٰہ غنی عن کل شیء والکل مفتقر ومحتاج الیہ.وینبغی ان یرجح عدم التکفیر فانہ یمکن ان یقول اردت طلب شیء اکراما للّٰہ شرح الوھبانیۃ. قلت فینبغی او یجب التباعد عن ھذہ العبارۃ وقد مر ان مافیہ خلاف یؤمر بالتوبۃ والاستغفار وتجدید النکاح انتھٰی وثانیا ازین جھت کہ این وظیفہ متضمن ست ندای اموات را از امکنۂ بعیدہ وشرعا ثابت نیست کہ اولیاء را قدرتے حاصل است کہ از امکنۂ بعیدہ ندا را بشنوند الخ. (مجموعۃ الفتاویٰ علی ھامش خلاصۃ الفتاویٰ: ج: ۴،ص: ۳۳۱، ط، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

غیر اللہ کی نداء کب شرک ہوگی

﴿سوال﴾:

پڑھنا ان اشعار وقصائد کا خواہ عربی ہوں یا غیر عربی جن میں مضمون استعانت و استغاثہ بغیر اللہ تعالیٰ ہوں کیسا ہے اور وہ پڑھنا کبھی بطور ورد وظیفہ بہ نیت انجاح حاجت ہوتا ہے اور کبھی بطور نعت اشعار پڑھے جاتے ہیں ان کے ضمن میں اشعار استمد ادیہ والتجائیہ بھی پڑھی جاتے ہیں مثلاً یہ شعر ؎

یا رسول اللّٰہ انظر حالنا
یا نبی اللّٰہ اسمع قالنا
اننی فی بحر ھم مغرق
خذیدی سھل لنا اشکالنا

یا یہ شعر قصیدہ بردہ کا پڑھنا ؎

یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ
سواک عند حلول الحادث العمم

تو کبھی فقط یہی شعر بطور ورد وعمل سو دو۲ سو بار پڑھتے ہیں اور کبھی سارا قصیدہ بطور ورد پڑھتے ہیں اور اس کے ضمن میں وہ اشعار استعانت کے بھی آجاتے ہیں اور مداومت ورد وادائے زکوٰۃ ان اشعار وقصائد کی کرتے ہیں اور اسی قسم کے اشعار نعتیہ واستمدادیہ منسوب بہ مولانا جامی ودیگر علماہیں اور شاید اشعار مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ومولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہما کے بھی بطور قصیدہ نعتیہ متضمن اشعار استمدادیہ ہیں پس یہ استعانت واستغاثہ بغیر اللہ تعالیٰ خواہ ضمن لغت میں تبعاً خواہ تنہا مستقلاً بطور ورد ووظیفہ بمداومت یا گاہے گاہے خواہ بطور محبت وذوق وشوق یا کسی اور نیت سے جائز ہیں یا مستحب ہیں یا ممنوع اور شرک ہیں اور اگر شرک ہیں تو ان کے مصنفوں کے حق میں کیا کہا جاوے کہ وہ اکابر دین تھے اور پیشوائے

اہل یقین امید کہ جواب مسئلہ ہذا بہ تفصیل وتحقیق تمام بطور کلیات وتفصیل جزئیات تحریر فرمادیں کہ دوبارہ سوال کی ضرورت نہ رہے۔اوران اشعار کا پڑھنا اس ملک میں بہت رائج ہے اور ان مسائل کو نہ کوئی دریافت کرتا ہے نہ کوئی عالم بخوف ملامت وطعن خلق صاف صاف بتاتا ہے الا شاذ ونادران مسائل کے سائل کو یا بحث کرنیوالے کو منکر حضرت ﷺ بتاتے ہیں اور مساجد اور خانقاہوں میں روبرو علماء اور مشائخ کے یہ اشعار پڑھے جاتے ہیں اور کوئی عالم یا شیخ کہ بعض حضرات ان میں خوش عقیدہ اور دیندار بھی ہوتے ہیں کچھ تعرض نہیں کرتا اور تقریبات شادی میں بھی اور مجالس اعراس ومیلاد میں بھی اس کا رواج ہے اور پڑھنے والے ازخود بدون طلب کے پڑھنا شروع کردیتے ہیں اور ہم لوگ جو بعض تقریبات شادی وغیرہ میں شریک محفل بضرورت ہوتے ہیں جو کچھ وہ پڑھنے والا جاہل پڑھتا ہے اگرچہ صاف کلمات شرکیہ وکفریہ سے پڑھے مجبوری سے سننا پڑتا ہے کوئی عالم ورئیس محلّہ وغیرہ جو حاضر محفل ہوتے ہیں کچھ اس بارہ میں نہیں کہہ سکتا۔پھر اور لوگ کیا کہہ سکتے ہیں۔

﴿جواب﴾:

یہ خود معلوم آپ کو ہے کہ نداء غیر اللہ تعالیٰ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں۔مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرماوے گا یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ان کو ہوجاوے گا یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچا دیوں گے جیسا درود کی نسبت وارد ہے(۷) یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں، یا عرض حال محل تحسر وحرمان میں کہ ایسے

(۷): عن عبداللّٰہ قال: قال: رسول اللّٰہ ﷺ ان للّٰہ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام. (رواہ النسائی فی سننہ، فی کتاب السھو، باب السلام علی النبی ﷺ، المجلد الثانی، الجرء الثالث، ص: ۵۰، رقم: ۱۲۸۱، ط، دار المعرفۃ، بیروت لبنان)

وفی روایۃ الحنفی: قال عن النبی ﷺ قال: من صلی علی عد قبری سمعتہ، ومن صلی نائیا ابلغتہ. (الجامع لشعب الایمان للبیھقی، ج:۳، ص: ۱۴۱، ط، مکتبۃ

مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ پس ان ہی اقسام کلمات مناجات واشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہ نہ شرک نہ معصیت مگر ہاں بوجہ موہم ہونے کے ان کلمات کا مجامع میں کہنا کہ مکروہ ہے (۸) کہ عوام کو ضرر ہے اور فی حد ذاتہ ایہام بھی ہے لہٰذا نہ ایسے اشعار کا پڑھنا منع ہے اور نہ اس کے مؤلف پر طعن ہوسکتا ہے اور کراہت موہوم ہونے کی بوجہ غلبہ حجت کے منجر ہوجاتی ہے مگر ایسی طرح پڑھنا اور پڑھوانا کہ اندیشہ عوام کا ہو بندہ پسند نہیں کرتا گو اس کو معصیت بھی نہیں کہہ سکتا، مگر خلاف مصلحت وقت کے جانتا ہے۔ مگر ہاں جس کلام میں صاف کلمات کفر ہوں اس کو نہ سننا حلال ہے اور نہ سکوت روا ہے (۹) اگر قادر نہ ہو تو الگ ہوجاوے اور جو عالم باوجود قدرت کے اس کو رد نہ کرے یہ مداہنت ہووےگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

❖❖❖

الرشد، الریاض)

(۸): اخرج الدارمی فی سننه عن الشعبی قال: سمعت النعمان بن بشير يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول: الحلال بيّن والحرام بيّن، وبينهما مشتابهات، لايعلمها كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرأ لعرضه ودينه، ومن وقع فى الشبهات، وقع فى الحرام. الخ. وفى فتح المنان تحت هٰذا الحديث: قوله (ومن وقع فى الشبهات، وقع فى الحرام): يريد أنه اذا اعتادها واستمر عليها أدته الى الوقوع فى الحرام بأن يتجاسر عليه فيواقعه، يقول: فليتق الشبهة ليسلم من الوقوع فى المحرم. (فتح المنان شرح المسند الجامع، كتاب البيوع، باب فى الحلال بيّن والحرام بيّن، ج: ۹، ص: ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ط، المكتبة المكية مكة المكرمة، ودار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

(۹): اخرج مسلم عن طارق بن شهاب، وهذا حديث ابى بكر قال: اول من بدأ بالخطبة يوم العيد قبل الصلاة: مروان، فقام اليه رجل فقال: الصلاة قبل الخطبة؟. فقال: قد ترك ماهناك. فقال ابو سعيد: اما هذا فقد قضى ماعليه،

غیر اللہ سے پناہ مانگنا

﴿سوال﴾:

کتاب حیٰوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ ابن سنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں لکھا ہے۔ روی ابن السنی فی عمل الیوم و اللیلۃ من حدیث داؤد بن الحصین عن عکرمۃ عن ابن عباس عن علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم انہ قال اذا کنت بواد تخاف فیہ الاسد فقل اعوذ بدانیال علیہ السلام وبالجب من شر الاسد. حیوٰۃ الحیوان. جلد اول، ص: ۶ دربیان اسد (۱۰). اور بعد چند سطور کے مرقوم ہے۔ فلما ابتلی دانیال علیہ السلام بالسباع الاواخرا جعل اللّٰہ تعالیٰ الاستعاذۃ بہ فی ذالک تمنع شر السباع التی لاتستطاع. یہ عمل پڑھنا جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو اس روایت کا کیا جواب ہے اور استعاذہ بغیر اللہ تعالیٰ جائز ہے یا منع اور منع ہے تو شرک ہے یا کیا؟

﴿جواب﴾:

اگر روایت حیٰوۃ الحیوان کی صحیح ہے (۱۱) تو وجہ یہ ہے کہ اس لفظ میں یہ اثر حق تعالیٰ

سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول: من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ، فان لم یستطع فبلسانہ، وان لم یستطع فبقلبہ، وذلک أضعف الایمان. (صحیح المسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان، ج: ۱، ص: ۲۴۴، ط، مکتبۃ البشریٰ کراتشی)

(۱۰): (حیاۃ الحیوان الکبری، ج: ۱، ص: ۴۶، ط، دار البشائر دمشق)

(۱۱): قال العلامۃ عبدالرحمٰن تحت ھذا الحدیث: لم أجدہ عد غیر المصنف، وفیہ عبدالعزیز بن عمران وھو متروک، وابن أبی حبیبۃ وھو ضعیف. (عمل الیوم واللیلۃ، باب ما یقول اذا خاف السباع، ص: ۲۱۳، رقم: ۳۴۷، ط: دار الأرقم بن أبی الأرقم بیروت لبنان)

نے رکھا ہے چنانچہ عبارت دوسری حیوۃ الحیوان کی اس پر شاہد ہے کہ حق تعالیٰ نے استعاذہ بدانیال کو مانع شر سباع بنادیا ہے اس سے خود ظاہر ہے اس طرح کے کلام میں تاثیر رکھ دی ہے پس نہ حضرت دانیال وہاں موجود ہوتے ہیں نہ ان کو کچھ علم وخبر ہے نہ وہ دفع کرتے ہیں اس کلمہ کے اثر سے باذنہ تعالیٰ منع شر ہوجاتا ہے پس بایں معنی یہ سمجھ کر وقت ضرورت کے پڑھنا اس کا مباح ہوا۔ کیونکہ ایسی حالت میں استعاذہ بذریعہ دانیال حق تعالیٰ سے ہے تو تقدیر کلام یہ ہے **اعوذ باللّٰہ تعالیٰ بوجھہ الدانیال .الخ.** اور اگر خود دانیال کو مفید عقیدہ کرے گا بدون تاویل تو یہاں بھی شرک ہوگا پس یہ عبارت اگرچہ موہم شرک ہے مگر بوجہ ضرورت اور ارتکاب مکروہ کے اباحت ہے جیسا تو ریہ اضطرار میں کرنا درست ہوجاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

موہم اشعار

سوال:

مضمون شعراء ہے۔

محمد سر قدرت ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے
محمد کو خدا جانے خدا کو مصطفیٰ جانے
کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کوئی جانے تو کیا جانے
خدا و مصطفیٰ کے کنہ میں ادراک عاجز ہے
محمد کو خدا جانے خدا کو مصطفیٰ جانے
وہی ہے ایک دریا اس کی موجیں دونوں عالم ہیں
غریق قلزم عرفاں ہو جب یہ ماجرا جانے

احد نے صورت احمد میں اپنا جلوہ دکھلایا
بھلا پھر کس طرح سے کوئی اس کا مرتبہ جانے
چاند بدلی میں چھپا تھا مجھے معلوم نہ تھا
شکل انسان میں خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا

اس میں الوہیت و رسالت میں فرق نہیں جانتے اور یہ بظاہر کفر ہے لہٰذا ان کا پڑھنا بالخصوص مجمع عوام میں اور نیز عقیدہ کرنا کیسا ہے کفر ہے یا فسق یا جائز ہے اور در صورت جواز مطلب کیا ہے؟ فقط۔

﴿جواب﴾:

ان اشعار کے معانی اگرچہ بتاویل درست وصحیح ہو سکتے ہیں مگر چونکہ (بظاہر) موہم شرک ہیں اس لئے عوام کے روبرو تو ان کا پڑھنا موجب فتنہ کا ہے اس سے حذر کرنا چاہئے (۱۱) اور پڑھنے والے ان کے مجلس عوام میں گنہگار ہوتے ہیں لہٰذا پڑھنا ان کا حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

❁❁❁

---

(۱۱): اخرج الدارمی فی سننه عن الشعبی قال: سمعت النعمان بن بشیر یقول: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: الحلال بیّن و الحرام بیّن، و بینهما مشتابهات، لایعلمها کثیر من الناس، فمن اتقی الشبهات استبرأ لعرضه و دینه، و من وقع فی الشبهات، وقع فی الحرام. الخ. وفی فتح المنان تحت هٰذا الحدیث: قوله (ومن وقع فی الشبهات، وقع فی الحرام): یرید أنه اذا اعتادها و استمر علیها أدته الی الوقوع فی الحرام بأن یتجاسر علیه فیواقعه، یقول: فلیتق الشبهة لیسلم من الوقوع فی المحرم. (فتح المنان شرح المسند الجامع، کتاب البیوع، باب فی الحلال بیّن والحرام بیّن، ج: ۹، ص: ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ط، المکتبة المکیة مکة المکرمة، ودار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

تصدیق قلبی کے باوجود شرک کرنا بغیر مجبور کرنے کے

سوال:

کتب عقائد وکلام میں لکھا ہے کہ اگر ایمان وتصدیق قلبی میں خلل نہ ہووے تو کلمات کفریہ وافعال کفریہ سے عند اللہ کافر نہیں ہوتا تو التماس یہ ہے کہ امر کس صورت میں ہے کہ جو کلمات کفر اور افعال کفر سے کافر نہیں ہوتا عند اللہ تعالیٰ بشرط صحت تصدیق قلبی آیا حالت اکراہ مراد ہے یا حالت اختیار مراد ہے اور عند اللہ اگر مومن ہو تو عند الشرع کافر ہو یا فاسق اور عند اللہ بھی فاسق ہوا یا نہیں اور یا کوئی ضرورت اور منفعت دنیوی مراد ہے کہ وہ حالت اکراہ نہیں ہے خیال میں نہیں آتا کلمات کفر اور القاء مصحف فی القاذورات اور کلمات توہین واستخفاف بشان حضرت حق تعالیٰ ذی شان وحضرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وحضرات ملائکہ علیہم السلام بدون اکراہ وقوع میں آویں اور پھر یہ شخص عند اللہ مومن رہے امید کہ جواب ان امور کا ارشاد فرمایئے۔ فقط

جواب:

یہ حالت اکراہ میں ہے (۱۲) ورنہ باوجود تصدیق قلبی کے اگر کچھ شرک کرے گا کافر

---

(۱۲): وان أكره على الكفر بالله تعالىٰ أو سب النبى صلى الله عليه وسلم بقتل أو قطع رخص له اظهار كلمة الكفر والسب فان أظهر ذلك وقلبه مطمئن بالايمان فلا يأثم. الخ. (الفتاوى العالمكيريه، ج: كتاب الاكراه، الباب الثانى فيما يحل للمكره أن يفعل وما لايحل، ج: ۵، ص: ۳۸)

قال رحمه الله: (وعلى الكفر واتلاف مال المسلم بقتل قطع لا بغيرهما يرخص) يعنى لو أكره على كلمة الكفر واتلاف مال انسان بشيء يخاف على نفسه أو على أعضائه كالقتل وقطع الأطراف يرخص له اجراء كلمة الكفر على لسانه وقلبه مطمئن بالايمان. (تكملة البحر الرائق، ج: كتاب الاكراه، ج: ۸، ص: ۱۳۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

عند اللہ تعالیٰ بھی ہوجاوے گا (۱۳)۔فقط

مشرکانہ حکایات پر اعتقاد

﴿سوال﴾:

ان کرامتوں مفصلہ ذیل میں کیا حکم ہے۔حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ کے ایک مرید نے انتقال کیا اس کا بیٹا روتا ہوا آپ کے پاس آیا آپ نے اس کے حال پر رحم فرما کر آسمان چہارم پر جا کر ملک الموت سے روح مرید کو مانگا ملک الموت نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ کے حکم سے روح آپ کے مرید کی قبض کی ہے آپ نے فرمایا میرے حکم سے چھوڑ دے جب ملک الموت نے نہ دی تو آپ نے زبردستی زنبیل تمام روحوں کی جو اس دن قبض کی تھیں چھین لی۔تمام روحیں پرواز کر کے اپنے اپنے جسد میں داخل ہوئیں ملک الموت نے خدائے تعالیٰ کے پاس فریاد کی کہ ایک شخص مجنون نے زنبیل روحوں کی چھین لی۔فرمایا وہ ادھر کو تو نہیں آتا عرض کیا نہیں آتا کہا اچھا ہو جو واپس گیا ورنہ وہ اگر ادھر کو آتا تو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک جتنے مرے ہیں سب کے زندہ کرنے کو کہتا تو مجھے سب زندہ کرنے پڑتے۔

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت۔ایک عورت حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ

---

(۱۳):رجل كفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالايمان يكون كافراً ولايكون عند اللّٰه مؤمنا كذا فى فتاوى قاضيخان. (الفتاوى العالمكيريه، الباب التاسع فى احكام المرتدين، ج:۲، ص: ۲۸۳)

ومن كفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالايمان فهو كافر، ولاينفعه ما فى قلبه. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الحكام المرتدين ، الفصل الاول فى اجراء كلمة الكفر مع علمه انها كلمة الكفر الخ. ج: ۷،ص: ۲۸۲،ط، مكتبة زكريا،بديوبند، الهند)

کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا یا حضرت مجھے بیٹا دو آپ نے فرمایا تیری تقدیر میں لوح محفوظ میں نہیں ہے۔اس نے عرض کی اگر لوح محفوظ میں ہوتا تو تمہارے پاس کیوں آتی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے کہا یا خدا تو اس عورت کو بیٹا دے حکم ہوا اس کی قسمت میں لوح محفوظ میں بیٹا نہیں ہے کہا ایک نہیں تو دو ۲ دے! جواب آیا ایک نہیں تو دو ۲ کہاں سے دوں۔کہاں تو تین ۳ دے۔کہا جب ایک بھی نہیں تو تین کہاں سے اس کی تقدیر میں بالکل نہیں۔جب وہ عورت نا امید ہوئی۔غوث اعظم نے غصہ میں آکر اپنے دروازہ کی خاک تعویذ بنا کر دے دی۔اور کہا تیرے سات بیٹے ہوں گے وہ عورت خوش ہو کر چلی گئی اور اس کے سات بیٹے ہوے بعد وفات حضرت عبد القادر جیلانی ایک بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا۔کہا منکر نکیر کے جواب سے آپ نے کیونکر رہائی پائی۔جناب شیخ نے فرمایا یوں پوچھو۔منکر نکیر نے میرے سوالوں کے جواب میں کیونکر رہائی پائی جس وقت میرے پاس قبر میں آئے میں نے ان کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور کہا یہ بتلاؤ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم زمین میں اپنا خلیفہ پیدا کریں گے تو تم نے یہ کیوں کہا کہ اے اللہ تو ایسے شخص کو پیدا کرتا ہے جو زمین میں فساد پیدا کرے گا شاید تم نے اللہ تعالیٰ کو مشورت طلب ٹھہرایا۔

﴿جواب﴾:

ان الحکم الا للّٰہ یہ کرامات مندرجہ سوال بت پرستوں کے سے عقیدہ والوں کے ہیں۔ **قد جاء فی الحدیث من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ ومن لم یستطع فبلسانہٖ ومن لم یستطع فبقلبہٖ ولیس وراء ذٰلک حبة خردل من الایمان** (۱۴). جو لوگ ان کرامات شرکیہ مذکورہ کو حق جانتے ہیں اس عقیدہ شرکیہ کفریہ پر ہیں سراسر مخالف قرآن اور حدیث کے ہیں۔اور مثل بُت پرستوں کے عبد القادر پرست ہیں بندہ کو خدا اعتقاد کرتے ہیں العیاذ باللہ بلکہ اس واحد وقہار وقیوم وجبار کو بندہ کے آگے مجبور

---

(۱۴):(اخرجہ مسلم فی صحیحہ فی کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان، ج: ۱، ص: ۲۴۴، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

جانتے ہیں ایسے عقیدہ والے قطعی کافر اور مشرک ہیں (۱۴) اگر وہ کوئی ابتدائے تمیز سے اس عقیدہ پر ہے تو پرانا کافر ہے جب تک اس کفریہ عقیدہ سے توبہ نہ کرے اور تجدید اسلام کلمہ شہادت سے نہ کرے مسلمان نہیں۔ قال اللّٰہ تعالٰی انه من یشرک باللّٰه فقد حرم اللّٰه علیه الجنة و مأوٰه النار و ما للظالمین من انصار (۱۵). اگر کسی مسلمان کے گناہوں سے ساری زمین لبریز ہو اور شرک نہ ہو تو حق جل جلالہ اس کے بخشنے کا وعدہ فرماتا ہے اپنی رحمت سے مگر مشرک کافر ہرگز نہ بخشا جائیگا۔ ان اللّٰه لایغفر ان یشرک بهٖ ویغفر مادون ذٰلک لمن یشآء و من یشرک باللّٰه فقد ضل ضلالاً بعیداً (۱۶). اور جو لوگ اول عقیدہ توحید کا رکھتے تھے اور بعد میں اس شرکیہ عقیدہ پر ہو گئے ہیں تو ان کے پہلے نیک عمل سب برباد ہو گئے اگر اسی کفر پر مر جائیں تو دوزخی ہیں بموجب فرمان واجب الاذعان الٰہی کے و من یرتدد منکم عن دینه فیمت و هو کافر فاولٰئک حبطت اعمالهم فی الدنیا و الأخرة و اولٰئک اصحٰب النار هم فیها خٰلدونَ (۱۷). نعوذ باللّٰه من شر الکاذبین المبتدعین الباطلین الطاغین الفاسقین واللّٰه اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الالباب. حررہ الفقیر محمد حسین الدہلوی عفا اللہ عنہ۔

یقال لہ محمد ابراہیم۔ الجواب حق محمد اشرف علی عفی عنہ سلہٹی

---

(۱۴): وفی خزانة الفقه: ولو قال: للّٰه تعالی شریک، أو ولد، أو زوجة أو هو جاهل، أو عاجز، أو نقص بذاته أو صفاته کفر. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب أحکام المرتدین، الفصل الثانی: فیما یقال فی ذات اللّٰه سبحانه وتعالی وصفاته، ج: ۷، ص: ۲۸۷، ط، مکتبه زکریا دیوبند)

(۱۵): (سورة المائدة/۷۲)

(۱۶): (سورة النساء/۱۱۶)

(۱۷): (سورة البقرة/۲۱۷)

الجواب صحیح۔عبدالمجید عرف محمد قابل عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ
یہ باتیں عوام کالانعام بل ہم اضل کی ہیں ان سے احتراز مسلمانوں پر واجب ہے۔
فقط قادری علی عفی عنہ۔
صح الجواب بعون اللہ الملک الوہاب شہر اسلام آباد عرف چاٹگام۔
الجواب صحیح سید عبدالسلام غفرلہ الجواب صحیح سید محمد ابوالحسن۔
الجواب صحیح سید معتصم باللہ حنفی
محمد عبدالحکیم عفی عنہ کرامات مذکورہ بے اصل ہیں ان کے اعتقاد سے احتراز چاہئے محمد حسن عفی عنہ۔

یہ حکایات لا اصل ہیں اعتقاد کے لئے یقینی باتیں درکار ہیں معتقد ان باتوں کا یا نادان ہے یا کجرو، مسلمانوں کو بہرحال ایسی باتوں سے اعتقاد ہٹانا چاہئے اور سچے اور پکے مسلمانوں کے عقائد دل میں جمانے چاہئیں۔فقط محمد ناظر حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامی میرٹھ شہر کرامت مذکورہ کا معتقد مخالف قرآن واحادیث کا ہے ایسے اعتقاد سے پرہیز کرنا لازم ہے فقط محمد مسعود نقشبندی۔

الجواب صحیح محمد عبیداللہ الجواب صحیح عبدالحق ایسے عقائد مشرکین ومبتدعین کے ہیں۔
جواب مجیب کا اور مواہیر و دستخط صحیح ہیں۔حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ الجواب صحیح والرائے نجیح الغرض جناب شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ ولی کامل فی زعمنا ہیں صاحب کرامات ہیں مگر عوام کالانعام جہلا لوگوں نے ہزارہا حکایات اکاذیب گھڑ لی ہیں۔منجملہ ان کے سوال میں درج ہیں اور انہیں کے لگ بھگ یہ کرامت بھی افترا کی ہوئی ہے کہ بارہ برس کے بعد کشتی مع برات ڈوبی ہوئی نکالی سواس کی بھی کچھ اصل نہیں ہے غرضیکہ ایسے عقیدے شرکیہ بدعیہ سے توبہ کرنی چاہئے ورنہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔حررہ العاجز ابو محمد۔
عبدالوہاب الفنجانی الملتانی خادم شریعت رسول الآداب۔
الجواب صحیح سید محمد اسمٰعیل فرید آبادی ابو محمد عبدالوہاب، پیر محمد انصاری عفی عنہ، ولی

محمد۔

بقلم خود۔ جواب بہت صحیح ہے جواب بہت صحیح ہے سید عطاء الرحمٰن عفی عنہ

مولوی دبیر الرحمٰن صاحب بنگالی سید محمد عبد الحمید سید غلام حسین

عبد الجبار حیدر آبادی۔ جواب صحیح ہے روح چھیننا غلط ہے اعتقاد اس پر باطل ہے۔

بمہر و قلم امیر احمد عفی عنہ، قادر بخش عفی عنہ، جواب صحیح ہے تلطف حسین۔

مخفی نہ رہے کہ مفتی جزاہ اللہ خیر الجزاء نے جو جواب دیا ہے اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کے پوجنے والوں اور اس کے رسول برحق کے ماننے والوں کو کافی ووافی ہے البتہ ضال مضل مشرک ومبتدع کہ جس کے دل اور آنکھ اور کان پر شقاوت و بدعتی کی مہر ہے اس کا کوئی علاج نہیں ہے فی الواقع جو شخص ایسی کرامتوں لا اصل لہ کا پیر یا کسی دوسرے ولی وفقیر سے کہ جو مقدرات باری تعالیٰ وتصرفات قادر مطلق سے ہیں قائل ومعتقد ہے اس کے مشرک ہونے میں کوئی شک نہیں خدا بے چون و چرا کے حکم وقدرت کے مقابلہ میں کسی نبی وولی کی کچھ پیش نہیں چلتی وہ حاکم سارا جہان محکوم وہ خالق اور سب مخلوق پھر کون اس شہنشاہ دو جہان کے حکم کو رد کر سکتا ہے اپنے کلام معجز میں بیان فرماتا ہے **قل من بیدہ ملکوت کل شیء وھو یجیر ولا یجار علیہ ان کنتم تعلمون، سیقولون للّٰہ قل فانی تسحرون** (۱۸)۔ یعنی فرمایا اللہ صاحب نے کہہ کون ہے وہ شخص جس کے ہاتھ میں ہے قابو ہر چیز کا اور وہ حمایت کرتا ہے اور اس کے مقابل کوئی نہیں حمایت کرتا اگر جانتے ہو۔ وہیں کہہ دیں گے کہ اللہ ہی ہے پھر کہاں سے خبط میں پڑ جاتے ہو اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ **لیس الفاعل والقادر والمتصرف الا ھو یعنی اللّٰہ تعالیٰ اولیاء ھم الفانون الھا لکون فی فعلہ تعالیٰ وقدرتہ وسطوتہ لا فعل لھم ولاقدرۃ لاتصرف لا الأن ولاحین کانوا حیا فی الدار الدنیا**۔ یعنی قادر اور فاعل اور متصرف کوئی نہیں مگر اللہ اور اولیاء فانی اور گم ہیں اللہ کے فعل میں اور اس کی قدرت

(۱۸): (سورۃ المؤمنون/۸۸، ۸۹)

اور غلبہ میں ان کا کوئی فعل ہے نہ قدرت نہ تصرف نہ اب یعنی عالم برزخ میں اور نہ جب کہ زندہ تھے دنیا میں۔ پس اس آیت اور عبارت شیخ موصوف سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کرسکتا۔ پس ایسی کرامت پیران پیر کی طرف منسوب کرنا محض تہمت وافترا ہے واللہ اعلم بالصواب فقط حررہ حمایت اللہ عفا اللہ عنہ جلیسری۔ ایسی حکایات وکرامات جن میں خدا کے ساتھ مقابلہ یا اس کے کاموں میں کسی قسم کا دخل بے جا بخلاف مرضی حق تعالیٰ کے ہو محض افترا و بہتان ان بزرگوں پر ہے انبیاء وصدیقین وشہداء وصلحاء اور ملائکہ سب اس کے حکم سے آگے دم بخود ہیں۔ قال اللّٰہ تعالیٰ **بل عباد مکرمون لایسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون. یعلم مابین ایدیھم ماخلفھم ولا یشفعون الا لمن ارتضی وھم من خشیۃ مشفقون ومن یقل منھم انی الہ من دونہ فذلک نجزیہ جھنم کذلک نجزی الظالمین (۱۹)**. یعنی وہ بندے ہیں جن کو عزت دی ہے اس سے بڑھ کر نہیں بول سکتے اور وہ اس کے حکم پر کام کرتے ہیں۔ اس کو معلوم ہے جو ان کے آگے اور پیچھے ہے اور سفارش نہیں کرتے مگر اس کی جس سے وہ راضی ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں اور جو کوئی ان میں کہے کہ میں خدا ہوں سوائے اس کے سو اس کو ہم بدلہ دیں دوزخ یوں ہی ہم بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو۔

بزرگان بزرگی نہادہ زسر

فقط حررہ العاجز ابوعبدالرحمٰن محمد عفی عنہ۔

الجواب صحیح محمد عبدالحکیم عفی عنہ۔ جواب صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیء والیہ ترجعون (۲۰)**. فقط حررہ عطاء اللہ عفی عنہ۔ یہ جواب صحیح ہے۔ ابومحمد سلیم الدین ہذا جواب صحیح۔ الجواب صحیح۔ ابوعبداللہ محمد نعمت اللہ۔ جواب

---

(۱۹): (سورۃ الانبیاء/۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹)

(۲۰): (سورۃ یٰسٓ: ۸۳)

صحیح ہے دستخط محمد فقیر اللہ الفنجانی شاہپوری۔ خادم شریعت متین محمد سلیم الدین عفی عنہ۔

الجواب واللہ سبحانہٗ الموافق للصواب۔ یہ کرامتیں جو سوال میں مرقوم ہیں اس کا رد وانکار نہیں ہوسکتا اس واسطے کہ اس میں کوئی امر خلاف شرع اور خلاف عقیدہ اہل اسلام نہیں ہے اور ایک کرامت اخیرہ اقتباس الانوار میں جو معتبر کتاب ہے احوال حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ میں منقول ہے اور دو کرامتیں جو پہلی ہیں وہ میری نظر سے کسی کتاب میں نہیں گذری لیکن کتابیں احوال حضرت ممدوح میں بہت کثیر ہیں۔ اور میں نے ان کو بالاستیعاب نہیں دیکھا۔ پس ممکن ہے کہ کسی صاحب نے نقل کی ہوں۔ بہرحال انکار کرنے کی کوئی وجہ وجیہہ نہیں معلوم ہوتی اور حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے ایسی کرامتیں بیشتر صادر ہوئی ہیں اور یہ کرامتیں ان کے کمال اور شرف کے سامنے کچھ مقدار نہیں رکھتیں۔ ان کا کمال اس سے بہت زیادہ ہے اور یہ امر اہل معرفت پر مخفی نہیں ہے اقتباس الانوار میں ہے واز آنحضرت ہر جنس کرامات نقل کردہ اند تصرف در ظواہر حلق و بواطن ایشان واجرائے حکم بر انس وجن واطلاع ضمائر واظہار سرائر وتکلم بخواطر واطلاع بر بطائن ملک وملکوت وکشف حقائق جبروت واسرار لاہوت اعطاء مواہب علیہ امداد عطایاء لاریبیہ وتقلب وتصرف حوادث ودوائر وتصرف اکوان اثبات الٰہی واتصاف بصفت احیاء واماتت وابراء اکمہ وابرص وتصحیح مرضی وطی زمان ومکان ونفاذ امر در زمین وآسمان ونیز برآب وطیران در ہوا وتصرف ارادت مردم انتہیٰ فقط واللہ سبحانہ اعلم علمہ اتم مہر العبد مولوی ارشاد حسین صاحب رامپوری۔ احمدے محمد ارشاد حسین۔

مولوی ارشاد حسین صاحب سے تعجب ہے کہ ظاہران حکایات کو خصوصاً پہلی حکایت کو خلاف شرع نہیں جانتے حق تعالیٰ سے غالب ہونا اور امر حق تعالیٰ کو رد کردینا اور خدا تعالیٰ کا شیخ قدس سرہٗ سے ڈرنا۔ تو صاف اس سے واضح ہے اور پھر بھی خلاف قاعدہ شرع کے یہ نہیں تو معلوم نہیں وہ کونسا امر ہے کہ خلاف ہوتا ہے اگر کوئی تاویل مولوی صاحب فرما کر یہ جواب لکھتے تو مضائقہ نہ تھا مگر صاف طور پر ان کو تسلیم کرنا تھا یہ مستبعد ہے علماء سے کہ عوام کی غوایت

کو ایسا لکھنا کافی ہے۔ بہر حال یہ حکایات بظاہر خود کفر اور خلاف قاعدہ شرع کے ہیں خصوصاً پہلی حکایت کہ مسلمانوں کو ایسا عقیدہ نہ کرنا چاہئے اور کمالات شیخ کی عبودیت وبندگی اور عجز تام بدرگاہ حق تعالیٰ کے ہوتا ہے نہ ایسی حکایات واہیہ آپ کی شان رفیع تسلیم ورضا وفنا پیش حق تعالیٰ واوامر حق تعالیٰ کے ہیں۔ چنانچہ ان کے کلمات فتوح الغیب سے واضح لائح ہے نہ کہ مقابلہ امر حق تعالیٰ کا اور مخاصمہ ذات پروردگار کے ساتھ معاذ اللہ الحاصل ان حکایات کی کوئی اصل نہیں یہ وضع کسی ملحد کی ہیں اور شان بزرگان سے بعید ہے کہ ایسی حکایات لکھیں یا اُس پر عقیدہ کریں۔ اور جو عبارت مولوی صاحب نے نقل کی ہے اُس سے کرامات کا واقع ہونا ثابت ہے نہ مقابلہ وبرابری ومکابرہ حق تعالیٰ کے ساتھ **لاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ**. مسلمان ایسے عقائد سے احتراز رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی۔

فی الحقیقت حکایات مندرجہ سوال کو جس سائل کرامات حضرت شیخ قدس سرہٗ اعتقاد کرتا ہے حکایات کاذبہ مردودۃ الشرع ہیں نہ کرامات مقبولہ حاشا وکلا شان حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ کے ہرگز ہرگز مقتضی اس کے نہیں کہ ایسے امور مخالف شرع بطور کرامت ان سے صادر ہوویں کہ منافی ولایت ولی ہے اس لئے کہ ولی اس مومن کو کہتے ہیں کہ جو عارف بذات اللہ والصفات ہو کر حسب امکان عبادت پر مواظبت کرے اور گناہوں اور شہوات و لذات سے کنارہ کش ہو(۲۱)۔ پس اپنے کو عاجز ومغلوب اور ذات احدیت کو قادر وغالب

---

(۲۱):قال العلامة ملا علی القاری الحنفی رحمه اللّٰه تعالیٰ: والولی هو العارف باللّٰه وصفاته بقدر مایمكن له المواظب علی الطاعات المجتنب عن السیئات المعرض عن الانهماك فی اللذات والشهوات والغفلات واللهوات.
(شرح فقه الاكبر لملاعلی القاری،ص: ۶۹ ،ط،دار الكتب العربیة الكبری، مصر)
والولی هو العارف باللّٰه وصفاته حسب مایمكن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی، المعرض عن الانهماك فی اللذات والشهوات. (شرح

اعتقاد کرنا اور مخالف اس کے عملاً بھی کاربند نہ ہونا لازم الولی ہے بناء علیہ جو کہ حکایات اولیٰ اور ثانیہ سے عجز ومغلوبیت خالق الارض والسمٰوات اور غلبہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کا بزور رد کرنا حکم حضرت رب العالمین کا صریح لازم ہے اور یہ منافی ولایت پس کرامات حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ سے ہونا ان حکایات کا بالبداہتہ باطل ہے جو شخص ایسا اعتقاد کرے وہ ملحد ہے نعوذ باللہ من ذالک نہایت تعجب ان علماء سے ہے کہ جو ان حکایات کاذبہ کو کرامات حضرت شیخ قدس سرہٗ سے قرار دیکر عوام کالانعام کو گمراہ کریں۔ نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا و من سیات اعمالنا. فقط. حررہ محمد قاسم علی عفی عنہ مرادآبادی۔ محمد قاسم علی خلف مولانا محمد عالم علی۔

۞۞۞

تعویذ میں موہم شرک الفاظ لکھنا

﴿سوال﴾:

ایک بزرگ نقشبندی کا معمول لکھا ہے کہ تعویذ میں یہ عبارت بھی شامل کرتے تھے یا حضرت مجدد رضی اللہ عنہ صاحب ایں حرز را در ضمن تو سپردیم ایسی عبارت تعویذ میں لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

یہ عبارت جو کسی بزرگ سے منقول ہے اس کا لکھنا تعویذ میں جائز نہیں (۲۲) کہ

العقائد النسفیة، کرامات الأولیاء، ص: ۳۳۸، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

(۲۲): قال العلامة الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمه اللّٰه تعالیٰ: وقد اجمع العلماء علی جواز الرقی عند اجتماع ثلاثة شروط: أن یکون بکلام اللّٰه تعالیٰ أو باسمائه وصفاته، وباللسان العربی أو بما یعرف معناه من غیره، وأن یعتقد أن الرقیة بذاتها بل بذات اللّٰه تعالیٰ. (فتح الباری بشرح صحیح البخاری، کتاب الطب، باب

ظاہر اس کا موہم شرک کا ہے کیونکہ متبادر اس کلام سے یہ ہوتا ہے کہ حضرت مجدد قدس سرہ حاضر اور سنتے ہیں اور سب خلق کے وہ ضامن وحافظ ہیں اور یہ شان وصفت حق تعالیٰ کی ہے بالاستقلال پس ایسا کلام موہم لکھنا اور کہنا نا جائز ہے جیسا کہ حدیث میں ماشاء اللّٰہ وشئت (۲۳) کہ بہ سبب ایہام شرک کے منع فرمادیا ہے اگر چہ تاویل کلام بزرگ کی درست ہوسکتی ہے جیسا کہ کلام وارد حدیث کی تاویل درست ہوسکتی ہے اسی ہی واسطے ان بزرگ کی شان میں کوئی نسبت عصیان کی نہ کرنا چاہئے مگر بسبب ظاہر متبادر معنی کے خود اس سے اجتناب چاہئے چنانچہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ موہم کلمہ سے احتراز کرنا چاہئے (۲۴)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❁❁❁

شرک فی التسمیہ کا گناہ

﴿سوال﴾:

اس آیت کے جواب میں کیا فرماتے ہیں جوسورہ اعراف کے اخیر میں حضرت آدم

الرقٰی بالقرآن والمعوذات، ج: ۱۰، ص: ۲۰۶)

(۲۳):وأخرج ابن ابی شیبة، وأحمد، والبخاری، فی الأدب المفرد، والنسائی، وابن ماجة، وأبو نعیم فی الحلیة، والبیهقی فی الاسماء والصفات، عن ابن عباس قال قال: رجل للنبی ﷺ: ماشاء الله وشئت. فقال: جعلتنی لله ندا، بل ماشاء الله وحده. (الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ج: ۱، ص: ۱۸۶)

(۲۴):اخرج الدارمی فی سننه عن الشعبی قال: سمعت النعمان بن بشیر يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول: الحلال بیّن والحرام بیّن، وبينهما مشتابهات، لايعلمها كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرأ لعرضه ودينه، ومن وقع فى الشبهات، وقع فى الحرام. الخ. وفى فتح المنان تحت هٰذا الحديث: قوله (ومن وقع فى الشبهات، وقع فى الحرام): يريد أنه اذا اعتادها واستمر عليها أدته الى

وحوا علیہما السلام کے بارے میں وارد ہے جعلا لہ شرکاء تمام مفسرین کے کلام میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آدم اور حوا سے شرک ہوا کہ انہوں نے اپنے بیٹے کا نام عبدالحارث رکھا اور حارث شیطان کا نام ہے۔

﴿جواب﴾:

شرک جو آیت شریفہ میں آیا ہے وہ شرک نہیں گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ بلکہ صغائر وترک اولیٰ پر بھی شرک کا اطلاق آیا ہے چنانچہ شرک دون شرک احادیث میں آیا ہے پس یہ شرک جو ان سے سرزد ہوا ہے یہ شرک فی التسمیہ ہے یعنی بوجہ عدم علم اس امر کے کہ حارث شیطان کا نام ہے انہوں نے عبدالحارث نام رکھ دیا ہے (۲۵) پس یہ صورت شرک ہے نہ

الوقوع فی الحرام بأن یتجاسر علیه فیواقعه، یقول: فلیتق الشبهة لیسلم من الوقوع فی المحرم. (فتح المنان شرح المسند الجامع، کتاب البیوع، باب فی الحلال بیّن والحرام بیّن، ج: ۹، ص: ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ط، المکتبة المکیة مکة المکرمة، ودار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

(۲۵):قال اللّٰه تبارک وتعالیٰ: ﴿لنکونن من الشاکرین. فلما آتاهما صالحا جعلا له شرکاء فیما آتاهما فتعالی اللّٰه عما یشرکون﴾.

قال العلامة الحافظ ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشي الدمشقي رحمه اللّٰه تعالیٰ: ذکر المفسرون هاهنا آثاراً وأحادیث سأوردها و أبین مافیها. ثم نتبع ذلک ببیان الصحیح فی ذلک، ان شاء اللّٰه وبه الثقة.

قال الامام أحمد فی مسنده: حدثنا عبدالصمد، حدثنا عمر بن ابراهیم، حدثنا قتاده، عن الحسن، عن سمرة، عن النبی ﷺ قال: ولما ولدت حواء طاف بها ابلیس وکان لایعیش لها ولد فقال: سمیه عبدالحارث، فانه یعیش، فسمته عبدالحارث، فعاش و کان ذلک من وحی الشیطان وأمره.

وهکذا رواه ابن جریر، عن محمد بن بشار، بندار، عن عبدالصمد بن عبد الوارث، به. ==

== ورواه الترمذی فی تفسیره هذه الآیة عن محمد بن المثنی، عن عبدالصمد، به و قتال: هذا حدیث حسن غریب لانعرفه الا من حدیث عمر بن ابراهیم، عن قتادة، ورواه بعضهم عن عبدالصمد، ولم یرفعه.

ورواه الحاکم فی مستدرکه، من حدیث عبدالصمد مرفوعاً ثم قال: هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه.

ورواه الامام أبو محمد بن أبی حاتم فی تفسیره، عن ابی زرعة الرازی، عن هلال بن فیاض، عن عمر بن ابراهیم، به مرفوعاً.

وكذا رواه الحافظ أبو بكر بن مردویه فی تفسیره من حدیث شاذ بن فیاض، عن عمر بن ابراهیم، به مرفوعاً.

قلت: وشاذ [هذا]، هو: هلال، وشاذلقبه. والغرض ان هذا الحدیث معلول من ثلاثة أوجه:

أحدهنا: أن عمربن ابراهیم هذا هو البصری، و قد ثقه ابن معین، ولكن قال أبو حاتم الرازی: لایحتج به. ولكن رواه ابن مردویه من حدیث المعتمر، عن ابیه، عن الحسن، عن سمرة، مرفوعاً فالله اعلم.

الثانی: أنه قد روی من قول سمرة نفسه، لیس مرفوعاً، كما قال ابن جریر: حدثنا ابن عبدالأعلی، حدثنا المعتمر، عن ابیه. وحدثنا ابن علیة، عن سلیمان التیمی، عن أبی العلاء بن الشخیر، عن سمرة بن جدب، قال: سمی آدم ابنه عبدالحارث.

الثالث: أن الحسن نفسه فسر الآیة بغیر هذا، فلو كان هذا عنده عن سمرة مرفوعاً، لما عدل عنه.

قتال ابن جریر: حدثنا ابن وكیع، حدثنا سهل بن یوسف، عن عمرو، عن الحسن: (جعلا له شركاء فیما آتاهما)، قال: كان هذا فی بعض أهل الملل، ولم یكن بآدم. ==

....

== حدثنا محمد بن عبدالأعلی، حدثنا محمد بن ثور، عن معمر قال: قال الحسن: عنی بها ذریة آدم، ومن اشرک منهم بعده. یعنی [قوله]: (جعلا له شرکاء فیما آتاهما).

وحدثنا بشر، حدثنا یزید، حدثنا سعید، عن قتاده قال: کان الحسن یقول: هم الیهود والنصاری، رزقهم اللّٰه أولاداً، فهوّدوا ونصّروا.

وهذه أسانید صحیحة عن الحسن، رحمه اللّٰه، أنه فسر الآیة بذلک، وهو من أحسن التفاسیر وأولی ما حملت علیه الآیة، ولو کان هذا الحدیث عنده محفوظاً عن رسول اللّٰهﷺ، لما عدل عنه هو ولاغیره، لاسیما مع تقواه اللّٰه وورعنه، فهذا یدلک علی أنه موقوف علی الصحابی، ویحتمل أنه تلقاه من بعض أهل الکتاب، من آمن منهم، مثل: کعب أو وهب بن منبه وغیرهما، کما سیأتی بیانه ان شاء اللّٰه [تعالیٰ]، الا أننا برئنا من عهدة المرفوع، واللّٰه اعلم.

فاما الأثنار فقال محمد بن اسحاق بن یسار، عن داؤد بن الحصین، عن عکرمة، عن ابن عباس قال: کانت حواء تلد لآدم، علیه السلام، اولاداً فیعبدهم للّٰه ویسمیه: عبداللّٰه، ونحو ذلک، فیصیبهم الموت فأتاهم ابلیس وآدم فقال: انکما لو تسمیانه بغیر الذی تسمیانه به لعاش، قال: فولدت له رجلاً فسماه عبدالحارث، ففیه انزل اللّٰه، یقول اللّٰه: (هو الذی خلقکم من نفس واحدة) الی قوله: (جعلا له شرکاء فیما آتاهما) الی آخر الآیة......وقد تلقی هذا الأثر عن ابن عباس جماعة من اصحابه، کمجاهد وسعید بن جبیر، وعکرمة. ومن الطبقة الثانیة: قتادة والسدی، وغیر واحد من السلف وجماعة من الخلف، ومن المفسرین من المتاخرین جماعات لایحصون کثرة، وکانه ـ واللّٰه أعلم ـ أصله مأخوذ من اهل الکتاب، فان ابن عباس رواه عن ابی بن کعب، کما رواه ابن ابی حاتم.

حدثنا ابی، حدثنا ابو المجاهر، حدثنا سعید ـ یعنی ابن بشیر ـ عن عقبة، عن قتادة، عن مجاهد، عن ابن عباس، عن أبی بن کعب قال: لما حملت حواء أتاها

....

الشيطان، فقال لها: اتطيعينى ويسلم لک ولدک؟ سميه عبدالحارث، فلم تفعل، فولدت فمات، ثم حملت فقال لها مثل ذلک، فلم تفعل. ثم حملت الثالث فجاء ها فقال: ان تطيعينى يسلم، والا فانه يكون بهيمة، فهيبها فأطاعا.

وهذه الآثار يظهر عليها ـ والله اعلم ـ أنها من آثار أهل الكتاب، وقد صح الحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال: اذا حدثكم أهل الكتاب فلاتصدقوهم ولاتكذبهم، ثم أخبارهم على ثلاثة أقسام: فمنها: ماعلمنا صحته بما دل عليه الدليل من كتاب الله أو سنة رسوله. ومنها ما علمنا كذبه، بما دل على خلافه من الكتاب والسنة أيضا. ومنها: ما هو مسكوت عنه، فهو المأذون فى روايته، بقوله، عليه السلام: حدثوا عن بنى اسرائيل ولاحرج. وهو الذى لايصدق ولايكذب، لقوله: فلاتصدقوهم ولاتكذبوهم. وهذا الأثر: [هل] هو من القسم الثانى أو الثالث؟ فيه نظر. فأما من حدث به من صحابى أو تابعى، فانه يراه من القسم الثالث، وأما نحن فعلى مذهب الحسن البصرى، رحمه الله، فى هذا [والله اعلم]، وانه ليس المراد من هذا السياق آدم وحواء وانما المراد من ذلک المشركون من ذريته، ولهذا قتال الله : (فتعالى الله عما يشركون). (تفسير ابن كثير، ج: ۳،ص: ۵۲۵/۵۲۶/۵۲۷/۵۲۸، ط، دار طيبه، رياض)

وقتال العلامة مأمون حموش رحمه الله فى تفسيره: قلت: وأما ما أورده ابن جرير بسنده عن سمرة بن جندب، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: كانت حواء لايعيش لها ولد، فنذرت لئن عاش لها ولد لتسمنيه عبدالحارث، فعاش لها ولد، فسمته عبدالحارث، وانما كان ذلک عن وحى الشيطان. فلايصح عن النبى صلى الله عليه وسلم، بل هو ضعيف منكر. ويبقى ماذكره الحسن واستحسنه ابن كثير، هو الأقرب للتأويل الصحيح والأنسب لمقام نبوة أبينا آدم ـ عليه الصلاة والسلام ـ والله تعالىٰ اعلم.(التفسير المأمون على منهج التنزيل والصحيح المسنون، ج: ۳،ص: ۳۰۰، ۳۰۱، ط/ الجامع لأحكام القرآن، ج: ۹، ص: ۴۱۱،ط، موسسة الرسالة، بيروت لبنان/ تفسير ابى السعود،

ہے(۲۶)۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

ج: ۳، ص: ۳۰۴، ط، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان/ الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوه التاویل، ج: ۲، ص: ۱۵۴۱، ط، مکتبة العبیکان، ریاض/العذب النمیر من مجالس الشنقیطي فی التفسیر، ج: ۴، ص: ۴۱۸، ۴۱۹،ط، دار عالم الفوائد، مکة المکرمة/ التفسیر المبین، ج: ۳، ص: ۴۴۴/ تفسیر مدارک، ج: ۱، ص: ۱۰۳۱،ط مکتبة العلم/ تفسیر مظهری، ج: ۴،ص: ۳۰۲، ۳۰۳،ط، دارالاشاعت کراچی/ معارف القرآن، ج: ۴،ص: ۱۴۹،ط، مکتبة معارف القرآن کراچی/ معالم العرفان فی دروس القرآن، ج: ۸، ص: ۶۲۶، ۶۲۷،ط، مکتبة دورس القرآن، فاروق گنج، گوجرانواله/ تحفة الاحوذی بشرح جامع الترمذی، ابواب تفسیر القرآن، ومن سورة الاعراف، ج: ۸، ص: ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۵، ط، دار الفکر/تحفة الالمعی شرح سنن الترمذی، ج: ۷، ص: ۲۵۰، ۲۵۱،ط، زمزم پبلشرز کراچی)

(۲۶): فی النبراس:وماکان بطریق التواترفمصروف عن الظاهر کقول ابراهیم علیه السلام مشیراً الی الکواکب هذا ربی وتاویله ان همزة الاستفهام محذوفة والمعنی اهذا ربی بزعمکم....."ان امکن" الصرف عن الظاهر "والا" ای وان لم یکن "فمحمول علی ترک الاولی" نحو عصی آدم ربه فغوی....وقال غیر واحد من الأئمة سمی اللّٰه ترک الاولی منهم عصیانا لعظم منزلتهم کما قیل حسنات الابرار سیأت المقربین واستغفار الانبیآء من ترک الاولی هضما لنفوسهم والا فلیس من الذنب ولاعقاب علیه. الخ. (نراس، ص:۲۸۶، ط، مکتبه امدادیه ملتان)

نقله الشوکانی فی الارشاد عن کتاب الملل والنحل وقال اختاره ابن برهان وحکاه التووی فی زوائد الروضة عن المحققین قال القاضی حسن هو الصحیح من مذهب أصحابنا. وماروی ذلک فیحمل علی ترک الاولیٰ.(ص:۳۲/بحواله خیر

یزید کو کافر کہنا

﴿سوال﴾:

یزید کہ جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا ہے وہ یزید آپ کی رائے شریف میں کافر ہے یا فاسق؟

﴿جواب﴾:

کسی مسلمان کو کافر کہنا مناسب نہیں (۲۷)۔ یزید مومن تھا بسبب قتل کے فاسق ہوا (۲۸)۔ کفر کا حال دریافت نہیں کافر کہنا جائز نہیں کہ وہ عقیدہ قلب پر موقوف ہے۔

الفتاوی، ج: ۱، ص: ۱۷۲، ط، مکتبة امدادیه ملتان)

(۲۷):عن عبداللّٰه بن دینار انه سمع ابن عمرؓ يقول: قال رسول اللّٰهﷺ: ايما امرئ قال لأخيه: يا كافر! فقد باء بها أحدهما ان كان كما قال، والا رجعت عليه.وفى الديباج تحت هذا الحديث: (رجعت عليه): أى كلمة الكفر، فيعود كتافراً، وهذا محمول على المستحل. (الديباج على صحيح مسلم بن الحجاج، كتاب الايمان، باب بيان حال ايمان من قال لأخيه المسلم يا كافر، ج: ۱، ص: ۸۱، ۸۲، ط، دارابن عفان، المملكة العربية السعودية)

(۲۸):قتال العلامة سيد محمد يوسف البنورى رحمه اللّٰه تعالىٰ: يزيد لاريب فى كونه فاسقاً، ولعلماء السلف فى يزيد وقتله الامام الحسين خلاف فى اللعن والتوقف. قال ابن الصلاح: فى يزيد ثلاث فرق، فرقة تحبه، وفرقة تسبه وتلعنه، و فرقة متوسطة لاتتولاه ولاتلعنه، قال: وهذه الفرقة هى المصيبة. الخ. (معارف السنن، ابواب الحج عن رسول اللّٰهﷺ،باب ماجاء فى حرمة مكة،ج:٦، ص:٨، ط، ابجوكيشنل بريس كراتشى)

وقتال العلامة الشامى رحمه اللّٰه تعالىٰ: أقول حقيقة اللعن المشهورة هى

مولانا اسمٰعیل شہید کو کافر کہنا

﴿سوال﴾:

جو شخص کہ حضرت مولانا مولوی اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کو کافر اور مردود کہتا ہے تو وہ شخص خود کافر ہے یا فاسق اگر وہ کافر ہے اس کے ساتھ معاملہ کفار کا سا کرنا جائز ہے یا نہیں موافق اس فتویٰ کے جو مولوی عبدالرب صاحب واعظ دہلوی کا ہے اور اس پر چند علماء کی مہریں ہیں وہ یہ کہ جو کوئی مولوی محمد اسمٰعیل ولی کامل کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہے اور مصداق ہے حدیث **من عادی لی ولیا فقد بارزلی بالمحاربة (۲۹)**. فقط محمد اکبر علی خان اسی طرح اور بہت علمائے دہلی کی مہریں ہیں موافق اس فتویٰ کے اس کے ساتھ معاملہ کفاروں کا سا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

﴿جواب﴾:

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو جو لوگ کافر کہتے ہیں بتاویل کہتے ہیں اگرچہ وہ تاویل ان کی غلط ہے لہٰذا ان لوگوں کو کافر کہنا۔ اور معاملہ کفار سا نہ کرنا چاہیئے جیسا کہ روافض وخوارج کو بھی اکثر علماء کافر نہیں کہتے حالانکہ وہ شیخین وصحابہ کو اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو کافر کہتے ہیں۔ پس جب بسبب تاویل باطل کے ان کے کفر سے بھی ائمہ نے تحاشی کی تو مولوی محمد اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ کو مردود کہنے والا کو بطریق اولیٰ کافر نہ کہنا

الطرد عن الرحمة، وهی لاتكون الا لكافر، ولذا لم تجز علی معين لم يعلم موته علی الكفر بدليل وان كان فاسقاً مشهوراً كيزيد علی المعتمد.(ردالمحتارعلی الدر المختار، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب فی حكم لعن العصاة، ج: ۵، ص: ۴۹، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۲۹):(فتح البناری بشرح صحيح البخاری، كتاب الرقاق، باب التواضع، ج: ۱۱، ص: ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰)

چاہیئے (۳۰)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

❁❁❁

اشیاء کو مؤثر بالذات ماننا

﴿سوال﴾:

مجالس ابرار میں اقسام شرک کے بیان میں مرقوم ہے والخامس من انواع الشرک شرک الاسباب وهو اسناد تاثير للاسباب العادية كشرك الفلاسفة والطبائعين ومن تبعهم على ذٰلک من جهلة المؤمنين فانهم لما راؤا ارتباط الشبع باكل الطعام و ارتباط الروى بشرب الماء وارتباط ستر عورة بلبس الثياب وارتباط الضوء بالشمس ونحو ذلک مما لايحصر فهموا بجهلهم ان تلک الاشياء هى المؤثرة فيما ارتبط وجوده معها اما بطبعها او بقوة وضعها الله تعالى فيها وهو غلط وسبب غلطهم قياسهم ادراک الحس بادراک العقل فان الذى شاهدوه انما هو تاثر شىء عند

---

(۳۰):ولو قال لمسلم أجنبى يا كافر أو لاجنبية يا كافرة ولم يقل المخاطب شيأ أو قال لامرأته ياكافرة ولم تقل المرأة شيأ أو قالت المرأة لزوجها ياكافر ولم يقل الزوج شيئا كان الفقيه أبوبكر الاعمش البلخى يقول يكفر هذا القائل وقال غيره من مشايخ بلخ رحمهم اللّٰه تعالىٰ لايكفر والمختار للفتوى فى جنس هذه المسائل أن القائل وقال بمثل هذه المقالات ان كان أراد الشتم ولايعتقده كافرا لايكفر وان كان يعتقد كافرافخاطبه بهذا بناء على اعتقاده أنه كافر يكفر كذا فى الذخيرة. (الفتاوى العالمكيريه، الباب التاسع فى احكام المرتدين، ومنها مايتعلق بالحلال والحرام وكلام الفسقة والفجار وغير ذلک، ج: ۲، ص: ۲۷۸)

(وكذا فى البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، ج: ۵، ص: ۲۰۷، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

الشیء وھذا ھو حظ الحس واما تاثیرہ فیه فلایدرک بالحس بل انما یدرک بالعقل والسادس من انواع الشرک الاغراض وھو العمل لغیر اللّٰہ تعالی کشرک المرائین الخ وحکم السادس الذی ھو شرک الاغراض المعصیة بالاجماع وحکم الخامس الذی ھو شرک الاسباب التفصیل وھو ان اھل ھذا الشرک فی اعتقادھم التاثیر لتلک الاسباب مختلفون فمنھم من یعتقد ان تلک الاسباب تؤثر بطبعھا وحقیقتھا فی الاشیاء التی تقارنھا ولاخلاف فی کفر من یعتقد ھذا ومنھم من یعتقد ان تلک الاسباب لاتؤثر بطبعھا وحقیقتھا بل بقوة او دعھا اللّٰہ تعالی فیه ولو نزعھا منھا لاتؤثر وقد تبعھم فی ھذا الاعتقاد کثیر من عامة المؤمنین ولاخلاف فی بدعة من یعتقد ھذا و انما الخلاف فی کفرہ فمن کان فیه شیء من ھذا المذکورات ولم یسع فی ازالته عن نفسه واصلاح شافه یختم له بالسؤ وان کان مع کمال الزھد والصلاح لان زھدہ وصلاحه انما ینفعه اذا کان مع الاعتقاد الصحیح الموافق لکتاب اللّٰہ تعالی وسنة رسولهﷺ واما اذا لم یکن مع الاعتقاد الصحیح الموافق لھما بل کان مع الاعتقاد الفاسد لمخالف لھما فلاینفعه. اس عبارت کا مطلب ارشاد ہو۔اور یہ بھی فرمایئے کہ اس قسم ثانی میں جس کے بدعت ہونے میں خلاف نہیں اور کفر میں خلاف ہے (اودعہا اللہ تعالیٰ) سے کیا مراد ہے اس کی تقریر اس طور پر فرمادیجئے کہ خوب ذہن نشین ہوجائے اور علماء سے یہ بھی سنا گیا ہے کہ بعض اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تاثیر اشیاء میں رکھ دی ہے اور بعض کا یہ ہے کہ نہیں رکھی۔پھر رکھنے سے کیا مراد اس مسئلہ تاثیر اشیاء میں جو مذہب صحیح ہے وہ بیان کردیجئے یا یہ کہ یہ خلاف اور نزاع لفظی ہے اور مطلب فریقین کا واحد ہے؟

﴿جواب﴾:

جو شخص عقیدہ کرتا ہے کہ اشیاء بطبعہا مؤثر ہیں تو یہ خود شرک ظاہر ہے کہ ان اشیاء کو مستقل مؤثر جانتا ہے کہ اپنی ذات سے تاثیر کرتی ہیں حق تعالیٰ کا تاثیر دینا نہیں جانتا۔ اور دوسری قسم کہ ان اشیاء کو حق تعالیٰ نے پیدا کیا اور یہ تاثیر حق تعالیٰ نے ان اشیاء میں رکھی ہے یعنی پیدا کردی ہے یہ معنی او دعھا کے ہوئے کہ تاثیر خود آپ ان میں نہیں ہوئی بلکہ حق تعالیٰ نے تاثیر ان میں پیدا کردی ہے اس میں تاثیر خدا تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے مؤثر ہیں پس اگرچہ عقیدہ خلق تاثیر کا تو درست ہے مگر بعد خلق تاثیر کے خود مؤثر ہوویں۔ یہ باطل ہے کیونکہ اس یہ ظاہر ہوا کہ جب حق تعالیٰ نے تاثیر ان کو دیدی تو پھر وقت تاثیر کے حق تعالیٰ کا تصرف اس میں نہیں ہوتا یہ خود تاثیر کرتی ہیں جیسا عامہ جہال کہتے ہیں کہ اولیاء کو حق تعالیٰ نے علم وقدرت وتصرف دیدیا ہے اس کے ذریعہ سے خود اولیاء تصرف کرتے ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ نے ان کو علم وتصرف دیا دونوں شرک ہیں۔ ایسا ہی اشیاء کی تاثیر میں ہے لہٰذا یہ بھی شرک ہے بلکہ یہ عقیدہ چاہیے کہ یہ تاثیرات حق تعالیٰ نے پیدا کردی ہیں اور پھر جس وقت چاہتا ہے حق تعالیٰ ان تاثیرات کو نافذ کرتا ہے اشیاء کو کوئی دخل وتصرف وتاثیر نہیں بلکہ اسباب عادیہ روپوش ظاہری ہیں۔ عین وقت تاثیر کے بھی حق تعالیٰ ہی خالق اثر ہے یہ ایمان ہے اور اولیاء کی نسبت بھی یہ عقیدہ ایمان ہے کہ حق تعالیٰ جس وقت چاہے ان کو علم وتصرف دیوے اور عین حالت تصرف میں حق تعالیٰ ہی متصرف ہے اولیاء ظاہر میں متصرف معلوم ہوتے ہیں عین حالت کرامت وتصرف میں حق تعالیٰ ہی ان کے واسطے سے کچھ کرتا ہے اس نکتہ وفرق کو نہ سمجھ کر اکثر جہال تقویۃ الایمان پر طعن کرتے ہیں پس تاثیر رکھنا اس میں اثر پیدا کرتا ہے اور پھر اثر خود ہی کرتا ہے بذریعہ ظاہری ان اشیاء واولیاء کے اور سب علماء کا یہ ہی مذہب ہے۔ اس کے خلاف شرک ہے بظاہر نزاع لفظی ہے ورنہ مبتدع علماء جہل مرکب میں مبتلا ہیں وہ تاثیر رکھنا کہتے ہونگے مثل عوام جہلا کے جیسا کہ تقویۃ الایمان پر طعن کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عمداً کلمہ کفر بولنا

﴿سوال﴾:

عیسائی مذہب کے پادریوں نے سہارنپور میں آ کر نوجوان لڑکیوں کوتو اپنے مدرسوں میں داخل کر کے بہکانا اور بے دین کرنا اور مرتد بنانا شروع کیا ہی تھا اب ایک اور فریب وجہل کی راہ نکالی وہ یہ کہ مسلمانوں کی چھ چھ آٹھ آٹھ دس دس بیس بیس وغیرہ لڑکیوں اور عورتوں کو اپنے مذہب کی کتابیں پڑھانا شروع کیا ہے اور وہ لڑکیاں اور عورتیں مطلق اپنے مذہب سے واقف نہیں ان کو ہر اتوار کو پیسے اور تصویریں اور شیرینی کے لالچ دیئے جاتے ہیں اور مسیح کو غزلوں اور بھجنوں میں خدا اور خدا کا بیٹا گوایا جاتا ہے اور لڑکیاں اور عورتیں خصوصاً مسلمانوں کی تنخواہ کے لالچ میں کفر والحاد کے جملے بولتے ہوئے بھی نہیں ڈرتیں ایسے مکر وفریب سے پادریوں نے ملک پنجاب میں گزشتہ سالوں میں سات سولڑکیاں عیسائی کی ہیں۔سہارنپور میں یہ بلائے جانگزا وایمان ربا اسی سال آئی ہے نو مدرسے خاص سہارنپور میں مسلمانوں میں جاری ہیں اور مسلمانوں کی عورتیں اس وجہ سے کہ روپیہ کے لالچ میں آ کر خود انتظام کرلیں گی اور لڑکیوں کو جمع کر کے بیدین بے ایمان کرنے کا ڈھنگ ہم کو بتلا دیں گی۔معلّمہ مقرر کی گئیں ان مدرسوں میں پڑھنا اور پڑھانا کے واسطے مکان دینا اور پڑھنے والیاں اور پڑھانے والیاں جو اس فعل بد سے راضی ہوں اور جو عورتیں شوہروں کے اس حکم خاص کو نہیں مانتیں اور جو شخص اپنے مکان اور اپنے اہل وعیال کو اس کام سے باز نہیں رکھتا اور اپنی لڑکیوں کا ایسے مدرسہ میں جانے سے مانع نہیں ہوتا عندالشرع کیا حکم رکھتے ہیں؟ مفصل بحوالہ آیات واحادیث تحریر فرمایئے اجر عظیم اللہ سے پایئے۔فقط

﴿جواب﴾:

کلمہ کفر بولنا عمداً اگرچہ اعتقاداس پر نہ ہو کفر ہے چنانچہ ردالمحتار میں لکھا ہے قال فی البحر والحاصل ان من تکلم بکلمة الکفر هازلا او لاعبا کفر عندالکل

ولااعتبار باعتقاده كما صرح به الخانية ومن تكلم مخطيا او مكرهاً لايكفر عند الكل ومن تكلم عامداً كفر عندالكل ومن تكلم بها اختيارا جاهلا بانها كفر ففيه اخلاف الخ (۳۱) وفى الفتح ومن هزل بلفظ كفر ارتد وان لم يعتقد به للاستخفاف فهو ككفر المعتاد (۳۲). قال فى ردالمحتار اى تكلم باختياره غير قاصد معناه وهذا لاينافى مامر من ان الايمان هو التصديق فقط او الاقرار لان التصديق وان كان موجودا حقيقة لكنه زائل حكما لان الشارع جعل بعض المعاصى امارة عدم وجودة كالهزل المذكور وكما لوسجد لصنم او وضع مصحفا فى قاذورة فانه يكفروان كان مصدقاً لان ذلک فى حكم التكذيب كما افاده فى شرح العقائد انتهٰى (۳۳). رجل كفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن على الايمان يكون كافرا ولايكون عند الله مؤمنا كذا فى قاضى خان (۳۴).

پس روایات سے صاف واضح ہے کہ جوکوئی حضرت عیسیٰ کوابن اللہ راگ میں گادے یا کوئی کلمہ کفریہ پادریوں کے کہلانے سے جوصاحب مدارس کےلڑکےلڑکیاں کہتی ہیں کہے مرتد کافر ہوااوراس امر پر رضادینا بھی کفر ہے۔قال فى شرح العقائدو شرح القارى

(۳۱):(رد المحتار على الدر المختار، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب: مايشک انه ردة لايحكم بها، ج: ٦، ص: ٣٥٨، ط، دار عالم الكتب، رياض)

(۳۲): (فتح القدير، كتاب السير ، باب احكام المرتدين، ج: ٦، ص: ٩١، ط، دار الكتب العلمية، بيروت لبنان)

(۳۳):(رد المحتار على الدر المختار، كتاب الجهاد، باب المرتد، ج: ٦، ص: ٣٥٦، ط، دار عالم الكتب، رياض)

(۳۴):(فتاوى قاضى خان على هامش الفتاوى العالمكيريه، كتاب السير، باب مايكون كفرا من المسلم ومالايكون، ج: ۳، ص: ۵۷۳)

علی الفقه الاکبر الرضا بالکفر کفر (۳۵) انتھٰی اوران سخت کلمات پر کچھ پرواہ نہ کرنا اورسہل جاننا بھی کفر ہے۔ الاستھانه بالمعصية بان يعدها هنيئة و يرتكبها من غير مبالاة بها ويجريها مجرى المباهات فى ارتكابها كفر كذا فى شرح على على الفقه اكبر (۳۶). الحاصل اس مدرسے کے لڑکے لڑکیاں جوایسے کلمات بولتے ہیں سب مرتد ہیں اور جوان کو بخوشی ایسے کام کے واسطے وہاں بھیجتے ہیں دیدہ ودانستہ وہ بھی مرتد کافر ہیں اوران مدارس کی پڑھانے والیاں اوراس کے سامعین مکان وچندہ کے اگراس فعل بد سے راضی ہیں سب کافراورمرتد اور جواس امرکو براجان کردنیا کی طمع سے یہ کام کرتے ہیں یہ سب فاسق فاجر ہیں سب اہل اسلام کولازم ہے کہ ایسے لوگوں کو اوراپنے بچوں کوروکیں اورمنع کریں۔ لقوله عليه السلام من راى منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع بقلبه وليس وراء ذٰلك حبة خردل من ايمان (۳۷). الحاصل جوشخص استطاعت کسی قسم کے منع کی رکھتا ہےاور پھرمنع نہ کرے تواگراس فعل کومستحسن جانتا ہے یاسہل جانتا ہےتو کافرمرتد ہوااور جو براجان کرمنع نہ کرے گاوہ مداہن وفاسق ہوافقط واللہ تعالیٰ اعلم۔کتبہ الرجی رحمۃ ربہ رشیداحمد گنگوہی عفی عنہ رشیداحمد ۱۳۰۱۔

جواب صحیح ہےمحمد مظہر مدرس مدرسہ سہارنپور

الجواب حق والحق متبع عنایت الٰہی سہارنپوری

الجواب صحیح۔ ابوالحسن

---

(۳۵):(شرح فقه الاكبرللملاعلى القارى، مسئلة استحلال المعصية ولو صغيرة كفر، ص: ۱۳۹، ۱۴۰،ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر)

(۳۶):(شرح فقه الاكبرللملاعلى القارى، مسئلة استحلال المعصية ولو صغيرة كفر، ص: ۱۳۸،ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر)

(۳۷):(اخرجه مسلم فى صحيحه فى كتاب الايمان، باب بيان كون النهى عن المنكر من الايمان، ج: ۱،ص: ۲۴۴،ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

جواب صحیح ہے　　جواب صحیح ہے　　الجواب صحیح
عزیز حسن عفی عنہ　　مشتاق احمد عفی عنہ　　حبیب الرحمٰن عفی عنہ
الجواب صحیح محمد حسن　　الجواب حق
مدرس مدرسہ دیوبند　　عبدالرحمٰن عفی عنہ
اصاب المجیب　　الجواب صحیح والمنکر فضیح　　جواب صحیح ہے　　الجواب صحیح حق محمد محمود عفی عنہ
ذوالفقار علی عفی عنہ　　احمد عفی عنہ　　امیر باز خان　　مدرس دارالعلوم دیوبند
الجواب صحیح　　ہذا الجواب صحیح　　الجواب صحیح　　الجواب صحیح
عزیز الرحمٰن دیوبندی　　واللہ اعلم وعلمہ اتم　　عبدالمومن دیوبندی　　محمد منصب علی
مدرس مدرسہ عربی میرٹھ عفی عنہ　　محمد ابراہیم عفی عنہ سنبھلی عفی عنہ　　دیوبندی عفی عنہ۔

جواب صحیح ہے محمد محمود حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ دیوبند۔ الحق اجرائے کلمۃ الکفر کفر ہے اور آیات کریمہ سے بھی یہ مضمون صراحۃً ثابت ہوتا ہے وھی **ھذا من کفر باللہ من بعد ایمانه الا من اکرہ و قلبه مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیھم غضب من اللہ ولھم عذاب عظیم** (۳۸) . اس واسطے کہ آیت کریمہ میں صرف حالت اکراہ کا استثنا کیا ہے اور ماسوائے اس کے اجراء کلمۃ الکفر علی سبیل الاختیار کفر میں داخل تھا ہی اور ظاہر ہے کہ اس اشخاص مذکورہ کا راگ وغیرہ میں کلمات کفر زبان سے نکالنا قبیل اکراہ سے نہیں بلکہ باختیار خود ہے تو ضرور کفر میں داخل ہوگا اور اعانت کفر اور تعلیم اس کی اسی قبیل سے ہے واللہ اعلم بالصواب الراقم خلیل احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ عربی سہارنپور۔

صح الجواب قال اللہ تعالیٰ فی کتابه وتعاونوا علی البر والتقویٰ

---

(۳۸):(سورۃ النحل: ۱۰۶)

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللّٰه ان اللّٰه شدید العقاب (۳۹).
واللّٰه اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی
تجاوز اللّٰه عن ذنبہ الجلی والخفی. (محمد عبدالحی ابوالحسنات)

روافض کا کفر

﴿سوال﴾:

روافض یا خوارج کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں اور ان کے ساتھ عقد نکاح وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی حرام ہے یا غیر حرام اور عندالتقویٰ کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

روافضی کے کفر میں خلاف ہے جو علماء کافر کہتے ہیں بعض نے اہل کتاب کا حکم دیا ہے بعض نے مرتد کا پس درصورت اہل کتاب ہونے کے عورت رافضیہ سے مرد سنی کا نکاح درست ہے اور عکس اس کے ناجائز اور بصورت ارتداد ہر طرح ناجائز ہوگا اور جوان کو فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک ہر طرح درست ہے مگر ترک بہر حال اولیٰ ہے (۴۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۳۹): (سورة المائدة: ۲)

(۴۰): یہاں پر رافضی سے مراد تبرائی رافضی ہے اس لیے کہ فقہاء کرام کے درمیان جو اختلاف ہے وہ تبرائی رافضی کے بارے میں ہے، اکثر فقہاء کرام نے تبرائی رافضی کو کافر قرار دیا ہے۔ اور حضرت گنگوہی صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کے نزدیک بھی تبرائی رافضی کافر ہے، جیسا کہ فتاوی رشیدیہ میں کتاب الجنائز میں عنوان ''رافضی تبرائی کے جنازہ کی نماز'' کے تحت ارشاد فرماتے ہیں:

''سوال: رافضی تبرائی کے جنازہ کی نماز جو کہ اصحابہ ثلاثہ کی شان میں کلمات بے ادبی کہتا ہے پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ ==

. . . .

== جواب: ایسے رافضی کو اکثر علماء کافر فرماتے ہیں۔لہٰذا اس کی صلوۃ جنازہ پڑھنی نہ چاہیے''۔

اور اس کے علاوہ کتاب النکاح میں عنوان: ''سنی عورت کا رافضی سے نکاح کرنے کا مسئلہ'' کے تحت ارشاد فرماتے ہیں:

''سوال: جو عورت سنیہ رافضی کے تحت میں بعد ظہور رفض کے بخوشی خاطر رہ چکی ہو پھر رفض یا دوسری شے کو حیلہ قرار دے کر بلا طلاق علیٰحدہ ہو جائے اور سنی سے نکاح کر لیوے تو یہ نکاح بلا طلاق شیعہ کے کیا حکم رکھتا ہے اور اولا دسنی کی اگر رافضی ہو جاوے تو پدر سنی کے ترکہ سے محروم الارث ہوگئی یا نہیں؟

جواب: جس کے نزدیک رافضی کافر ہے وہ فتویٰ اول سے ہی بطلان نکاح کا دیتا ہے اس میں اختیار زوجہ کا کیا اعتبار ہے پس جب چاہے علیٰحدہ ہو کر عدت کر کے نکاح دوسرے سے کر سکتی ہے اور جو فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک یہ امر ہرگز درست نہیں کہ نکاح اول صحیح ہو چکا ہے۔اور بندہ اول مذہب رکھتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم علیٰ ہذا رافضی اولا دسنی کو ترکہ سنی سے نہ ملے گا''۔

باقی رہا غالی شیعہ یعنی شیعہ اثنا عشریہ تو وہ بالا جماع کافر ہے۔بقول ہمارے اکابرین کے فی زماننا جن کو شیعہ کہا جاتا ہے وہ غالی شیعہ ہی ہیں۔اور اس کے علاوہ تفضیلی شیعہ یعنی وہ لوگ جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر ترجیح دیتے ہیں اور ضروریات دین میں سے کسی چیز کے منکر نہیں ہیں تو وہ بالاتفاق کافر نہیں ہیں بلکہ فاسق ہیں۔

شہید اسلام حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ ''اختلاف امت اور صراط مستقیم'' میں شیعہ فرقہ کے بارے میں بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''بعد میں شیعوں میں بہت سے فرقے ہوئے، جن کی تفصیل حضرت پیران پیر شاہ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کی کتاب ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں دیکھی جا سکتی ہے۔انہی میں سے ایک فرقہ ''شیعہ امامیہ'' یا شیعہ اثنا عشریہ'' کہلاتا ہے، اور یہی فرقہ آج کل عام طور سے ''شیعہ'' کہلاتا ہے۔(اختلاف امت اور صراط مستقیم ص:۲۷، ط: مکتبہ لدھیانوی کراچی)

وفی فتاوی فریدیه: ==

. . . .

== چونکہ موجودہ دور کے شیعہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی براءۃ سے منکر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بداء اور قرآن پاک میں کمی بیشی اور امامت کی نبوت پر فضیلت کلاً یا بعضاً کے قائل ہیں لہٰذا ان کے کافر ہونے میں شک نہیں ہے..الخ۔(فتاوی فریدیہ، ج:۱، ص:۱۳۳)

وفیه أیضاً:

پاکستانی شیعہ اکثری طور سے کافر ہیں کیونکہ یہ ضروریات دین مثلاً نبوت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحبت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، براءۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے انکاری ہیں اور چونکہ یہ لوگ باوجود دعویٰ اسلام کے ان ضروریات سے منکر ہیں لہٰذا اس کفر کی وجہ سے ان سے مسلمان عورت کا نکاح ناجائز ہے..الخ۔(فتاوی فریدیہ، ج:۱،ص:۱۳۳)

وفی فتاوی قاسمیه:

اس وقت ہندوستان میں جن لوگوں کا شیعہ ہونا مشہور ہے اور جن کے باطل عقائد کی بنا پر لوگ ان کو شیعہ کہتے ہیں، وہ سب فرقہ اثنا عشریہ اور غالی شیعہ ہیں، جن پر کفر کا حکم صادر کیا گیا ہے۔(فتاوی قاسمیہ، ج:۲،ص:۲۹۶، ط: مکتبہ اشرفیہ دیوبند الہند)

وفیه أیضاً:

ہندوستان میں رہنے والے جتنے بھی شیعہ ہیں، تقریباً سبھی اثنا عشریہ اور شیعہ غالی ہیں، جو حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سب وشتم کرتے ہیں..الخ۔(فتاوی قاسمیہ، ج:۲،ص:۳۰۶، ط: مکتبہ اشرفیہ دیوبند الہند)

وفی کتاب النوازل:

آج کل عموماً جو شیعہ پائے جاتے ہیں جنہیں ''شیعہ امامیہ'' اور ''اثنا عشریہ'' کہا جاتا ہے، وہ اپنے غلط عقائد ونظریات کی بنا پر دائرہ اسلام سے خارج ہیں، ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ کرنا درست نہیں ہے۔

(۱) یہ لوگ اپنے اماموں کو معصوم مان کر انہیں نبی کا درجہ دیتے ہیں۔

(۲) تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ ==

. . . .

== (۳) حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کافر مرتد قرار دیتے ہیں۔

(۴) حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تبرا بازی کرتے ہیں۔

(۵) متعہ کے نام سے در پردہ زنا کاری کو جائز کہتے ہیں۔

الغرض ان کے دین کا شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی واسطہ نہیں ہے، ان کی اذان الگ، ان کی نماز الگ، ان کی عبادات الگ اور ان کا حج الگ، سب چیزیں الگ ہیں، ان کی کتابیں لچر عقائد اور جھوٹی احادیث سے بھری پڑی ہیں۔

(۶) ایسے عقائد رکھنے والے فرقے یقیناً کافر ہیں اور جہنم کے مستحق ہیں۔ (کتاب النوازل، ج:۲، ص:۵۳، ۵۴، ط: المرکز العلمی للنشر والتحقیق لال باغ مراد آباد الھند)

وفی الشامیة: اقول: نعم نقل فی البزازیة عن الخلاصة أن الرافضی اذا کان یسبّ الشیخین ویلعنهما فهو کافر، وان کان یفضل علیا علیهما فهو مبتدع........ نعم لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی اللّٰه عنها، أو أنکر صحبة الصدیق، أو اعتقد الألوهیة فی علیؓ، أو ان جبریلؑ غلط فی الوحی، أو نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن.الخ. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الجهاد، باب المرتد، ج: ٦، ص:٣٧٧، ٣٧٨: ط، دار عالم الکتب الریاض)

وفی الهندیة: البرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهما والعیاذ باللّٰه فهو کافر وان کان یفضل علیا کرّم اللّٰه وجهه علی أبی بکر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه لایکون کافراً الا أنه مبتدع.....ولوقذف عائشة رضی اللّٰه عنها بالزنی کفر باللّٰه.....من أنکر امامة أبی بکر الصدیق رضی اللّٰه عنه فهو کافر وعلی قول بعضهم هو مبتدع ولیس بکافر والصحیح أنه کافر وکذلک من أنکر خلافة عمر رضی اللّٰه عنه فی الأصح الاقوال کذا فی الظهیریة. ویجب اکفارهم باکفار عثمان و علی وطلحة وزبیر وعائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنهم ویجب اکفار الزیدیة کلهم فی قولهم بانتظار نبی من العجم ینسخ دین نبینا وسیدنا محمد ﷺ کذا فی الوجیز للکردری. ویجب

. . . .

اکفار الروافض فی قولهم برجعة الاموات الی الدنیا و بتناسخ الارواح وبانتقال روح الا له الی الائمة وبقولهم فی خروج امام باطن وبتعطیلهم الامر والنهی الی أن یخرج الامام الباطن وبقولهم ان جبریل علیه السلام غلط فی الوحی الی محمد ﷺ دون علی بن أبی طالب رضی اللّٰه عنه وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام وأحکامهم أحکام المرتدین کذا فی الظهیریة. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج: ۲، ص: ۲۶۴)

وفی البحر: الثانیة الردة یسب الشیخین وطعن فیهما کفر، وان فضل علیا علیهما فمبتدع. (البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین، ج: ۵، ص: ۲۱۲، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی الخلاصة: الرافضی ان کان یسب الشیخین ویلعنهما فهو کافر وان کان یفضل علیا علی ابی بکر وعمر رضی اللّٰہ تعالی عنهم لا یکون کافرا لکنه مبتدع. (خلاصة الفتاوی، کتاب الفاظ الکفر، ج: ۴، ص: ۳۸۱، ط: مکتبه رشیدیه کوئٹه)

وفی الفتاوی التاتارخانیة: ویجب اکفار الروافض فی قولهم یرجع الأموات الی الدنیا، وبانتقال الأموات وتناسخ الأرواح وانتقال روح الاله الی الأئمة، وأن الأئمة آلهة، ولقولهم فی خروج امام باطن، وتعطیلهم الأمر والنهی الی أن یخرج الامام، وبقولهم ان جبرئیل غلط فی الوحی الی محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم دون علی بن أبی طالب رضی اللّٰہ تعالی عنه، وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام، وأحکامهم المرتدین. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب أحکام المرتدین،الفصل السابع والعشرون، فیمن یجب اکفاره من أهل البدع، ج: ۷، ص: ۳۶۴، ط، مکتبة زکریا بدیوبند،الهند)

وفی الاشباه: سب الشیخین ولعنهما کفر، وان فضل علیا رضی اللّٰہ تعالی عنه علیهما فمبتدع کذا فی الخلاصة. وفی مناقب الکردری یکفر اذا انکر خلافتهما أو أبغضهما لمحبة النبی صلی اللّٰہ تعالی علیه وسلم لهما. (الاشباه

. . . .

والنظائر مع غمز عيون البصائر، كتاب السير وفيه حكم الردة، ج: ۲، ص: ۱۹۷، ط: دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى البزازية: ويجب اكفار الكيسانية فى اجازتهم البداء على الله تعالى واكفار الروافض فى قولهم برجعة الاموات الى الدنيا وبتناسخ الارواح وانتقال روح الاله الى الأئمة وان الأئمة آلهة وفى قولهم بخروج امام ناطق بالحق وانقطاع الامر والنهى الامر والنهى الى أن يخرج وبقولهم ان جبريل عليه السلام غلط فى الوحى الى محمد صلى الله تعالى عليه وسلم دون على كرم الله وجهه وأحكام هؤلاء أحكام المرتدين ومن أنكر خلافة أبى بكر رضى الله تعالى عنه فهو كافر فى الصحيح ومنكر خلافة عمر رضى الله تعالى عنه فهو كافر فى الاصح. (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون اسلاما أو كفرا أو خطأ، ج: ۶، ص: ۳۱۸)

وفى مجمع الأنهر: وبقذفه عائشة رضى الله تعالى عنها، وانكاره صحبة أبى بكر رضى الله تعالى عنه، وبانكاره امامته على الأصح، وبانكاره صحبة عمر رضى الله تعالى عليه وسلم. (كتاب السير والجهاد، باب المرتد، ج: ۲، ص: ۵۰۷، ط: دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى النهر: وأما سب الشيخين أو لعنهما ففى الخلاصة وغيرها أنه كفر. (النهر الفائق، كتاب الجهاد، باب المرتدين، ج: ۳، ص: ۲۵۳، ط: دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى الجوهرة: ومن سب الشيخين، أو طعن فيهما يكفر ويجب قتله...الخ. (الجوهرة النيرة، كتاب السير، مطلب فى أحكام المرتد، ج: ۲، ص: ۶۰۲، ط: دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى المرقات: قال: سب الشيخين ولعنهما كفر، وان فضل عليا عليهما فمبتدع كذا فى الخلاصة. وفى مناقب الكردرى: يكفر اذا أنكر خلافتهما أو

. . . .

أبغضهما لمحبة النبي لهما. الخ. (مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب الصحابة، ج: ١١، ص: ١٥٢، ط: دار الكتب العلمية بيروت لبنان/ حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الجهاد، باب المرتد، ج: ٦، ص: ٣٩٢، ط: دار الكتب العلمية بيروت لبنان/ فتاوى ابن نجيم، كتاب السير، ص: ٧٤، ط: المكتبة الأزهرية للتراث)

وفي امداد الفتاوى:

بنا بر روایات مذکورہ ودیگر قواعد معروفہ مسلمہ جواب میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ رافضی عقائد کفریہ کے رکھتا ہے جیسے قرآن مجید میں کمی بیشی کا قائل ہونا یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ پر تہمت لگانا یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا ماننا یہ اعتقاد رکھنا کہ جبرائیل علیہ السلام غلطی سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی لے آئے تب تو کافر ہیں اور اس کا نکاح سنیہ سے صحیح نہیں محض تبرائی کے کفر میں اختلاف ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عدم کفر کو ترجیح دی ہے جلد: ٣، ص: ٤٥٣ مگر اس کے بدعتی ہونے میں کچھ شک نہیں تو اس صورت میں گو وہ کافر نہ ہوگا مگر بوجہ فسق اعتقادی کے سنیہ کا کفو نہ ہوگا..الخ۔ (امدادالفتاوی، ج: ٤، ص: ٤٨٠، ط: زکریا بک ڈپو الہند)

وفي فتاوى دار العلوم ديوبند:

شیعہ تبرائی کو بعض فقہاء نے کافر قرار دیا ہے، اس کا ذبیحہ نہ کھانا چاہیے، احتیاط کرنی چاہیے۔ اور بعض روافض باتفاق کافر ہیں، جو نصوص قطعیہ کے منکر ہیں، جیسا کہ وہ فرقہ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے افک کا قائل ہے، اور ان پر تہمت رکھتا ہے، یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت کا منکر ہے، وغیرہ، ان کا ذبیحہ قطعاً حرام ہے، البتہ وہ فرقہ جس کے عقائد کفریہ نہیں ہیں جیسے تفضیلہ فرقہ، ان کا ذبیحہ حلال ہے، مگر چونکہ آج کل جو روافض ہیں وہ اکثر تبرائی ہیں، اس لئے ان کے ذبیحے سے احتیاط کرنی چاہئے۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند، ج: ١٥، ص: ٤٢٤، ط: مکتبہ دار العلوم دیوبند الہند)

في كفاية المفتي: ==

. . . .

== شیعہ اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوسرے صحابہ پر فضیلت دیتا ہے، بس اس کے علاوہ اور کوئی بات اس میں شیعیت کی نہیں تو یہ کافر نہیں ہے۔ اور ایسے شیعہ کے ساتھ سنی لڑکا کا نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔ لیکن اگر شیعہ غلطی وحی یا الوہیت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا افکِ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قائل ہو یا قرآن مجید میں کمی بیشی ہونے کا معتقد ہو، صحبت صدیق کا منکر ہو تو ایسے شیعوں کے ساتھ سنی لڑکی کا نکاح منعقد نہیں ہوتا۔۔الخ۔ (کفایۃ المفتی، ج:۱،ص:۲۸۹، ط: دارالاشاعت کراچی)

وفی امداد الاحکام:

نکاح روافض کے متعلق یہ آخری تحقیق ہے اس سے پہلے جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اس سے منسوخ ہے۔۱۲ظفر

شیعوں کے متعلق عدالت کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے مولوی عبدالشکور صاحب رسالہ النجم نمبراج:۴ میں تحریر فرماتے ہیں۔ص:۱۲شیعوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن میں تحریف ہوگئی یعنی لوگوں نے قرآن سے کچھ آیتیں نکال ڈالیں اور کچھ بڑھادیں جن میں کفر کی باتیں شامل کردیں کچھ الفاظ وحروف بدلائے اس کے ثبوت میں حسب ذیل کتب ملاحظہ ہوں:

کتاب احتجاج طبرسی از ص:۱۱۹تا۱۳۰، اصول کافی از ص:۲۶۱ تا ۲۷۵،تفسیر قمی ص:۷اھ۔

پھر ص:۱۴امیں تحریر فرماتے ہیں ہمارے علماء سابقین کو مذہب شیعہ سے پوری واقفیت نہیں ہوسکی جس کا اصلی سبب یہ تھا کہ شیعہ اپنا مذہب چھپانے کی بیحد کوشش کرتے تھے اسی سبب سے شیعوں کے کفر میں اختلاف رہا لیکن ابکہ شیعوں کا عقیدہ قرآن شریف کے متعلق معلوم ہوگیا جس کے کفر ہونے میں کوئی شک نہیں کرسکتا شیعوں کا خارج از اسلام ہونا قطعی ہے اھ۔ (امداد الاحکام، ج:۲،ص:۲۲۱، ط: مکتبہ دارالعلوم کراچی)

وفی جواهر الفقه:

روافض وہل تشیع میں بہت سے مختلف العقائد فرقے ہیں۔ اور ہر فرقہ کے عقائد کو جدا جدا منضبط کرنا بھی دشوار ہے، ایک دوسری مشکل ہے کہ کسی فرقہ کی کتابوں میں ان کے بعض عقائد معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً کتب شیعہ میں جابجا اس قسم کی عبارتیں ملتی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ موجودہ قرآن کو

. . . .

محرف وناقابل اعتبار سمجھتے ہیں، مگر جب کہا جاتا ہے کہ تم موجودہ قرآن پر ایمان نہیں رکھتے تو وہ شدت کے ساتھ تبری کرتے ہیں۔ایک مشکل یہ ہے کہ ہندوستان میں عوام روافض کے متعلق یہ فیصلہ بھی دشوار ہے کہ وہ کس فرقہ میں درج ہیں۔اب دریافت طلب یہ ہے کہ ایسی حالت میں ہم روافض کے ساتھ کیا معاملہ کریں ان کو مسلمان سمجھیں یا کافران کے فرقوں کے جس قدر عقائد معلوم ہوسکے وہ لکھے جاتے ہیں۔

ا:بعض شیعہ مسلمانوں سے صرف اس میں اختلاف رکھتے ہیں کہ وہ خلافت کے مستحق اول حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کوقرار دیتے ہیں۔مگر باقی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر بھی تبریٰ نہیں کرتے؟

۲:بعض روافض وہ ہیں جو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو خلیفہ اول قرار دیتے ہیں، اور باقی حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تبرا بھی کرتے ہیں؟

۳:بعض وہ ہیں جو(معاذ اللہ) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خود معبود سمجھتے ہیں۔

۴:بعض وہ ہیں جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جبرائیل علیہ الصلاۃ والسلام نے وحی لانے میں غلطی کی، اصل میں وحی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آئی تھی، وہ غلطی سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔(نعوذ باللہ منہ) گوحقیقتاً نبی ورسول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مانتے ہیں؟

۵:بعض وہ ہیں جو حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت رکھتے ہیں، یا تمام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو معاذ اللہ کافر مرتد کہتے ہیں؟

الجواب:مختصر اور محقق وجامع کلام روافض کے بارہ میں یہ ہے کہ بلحاظ احکام روافض کی تین صورتیں ہیں۔

اول: یہ کہ ان میں سے کسی شخص یا فرقہ کے متعلق یقینی طور سے یہ بات ثابت ہوجاوے کہ وہ ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر ہے۔اگر چہ انکار میں تاویل بھی کرتا ہواور صاف انکار کرنے سے تبریٰ بھی کرتا ہو۔مثلاً قرآن مجید کے محرف وناقابل اعتبار ہونے پر اگر کسی شخص کی ایسی صاف عبارت ہے کہ اس سے یقینی طور پر یہی مفہوم نکلتا ہے، پھر باوجود اس کے وہ اپنی عبارت کو غلط مان کر اس سے رجوع ظاہر نہیں کرتا، مگر عقیدہ تحریف قرآن سے تبریٰ کرتا ہے تو اس تبریٰ کا کوئی اعتبار نہیں۔ بلکہ وہ

. . . .

باتفاق و باجماع کافر مرتد ہے۔ اس کے ساتھ کسی قسم کا اسلامی معاملہ رکھنا جائز نہیں۔ نہ اس سے کسی مسلمان کا نکاح جائز۔ اور اگر نکاح کے بعد اس کا عقیدہ ایسا ہوگیا، تو نکاح فسخ ہوجاوے گا۔ نہ اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال، نہ اس پر نماز جنازہ جائز وغیرہ ذالک من الاحکام۔ اور دلیل اس کی وہ تمام عبارات فقہاء ہیں، جو سوال اول کے جواب میں ضروریات دین میں سے کسی چیز کے منکر متعلق لکھی گئی ہے۔ نیز علامی شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت ذیل بھی اس کے لئے کافی ہے۔ **نعم لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا او انکر صحبة الصدیق او اعتقد الالوھیة فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی الخ.** (شامی استنبولی، ص: ۴۰۶، ج: ۳)

دوم: صورت یہ ہے کہ کسی شخص یا فرقہ کے متعلق یقینی طور پر معلوم ہوجاوے کہ وہ ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر نہیں مگر صرف اس میں اختلاف رکھتا ہے کہ جمہور امت کے خلاف حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو افضل الصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور خلیفہ اول سمجھتا ہے تو وہ شخص فاسق و گمراہ ہے۔ مگر کافر و مرتد نہیں۔ اس کے وہ اسلامی معاملات جائز ہیں۔ جو فاسق و گمراہ کے ساتھ کئے جاسکتے ہیں۔ مثلاً ذبیحہ اس کا حلال ہے۔ اس کے جنازہ پر نماز جائز ہے... الخ۔

تیسری صورت یہ ہے کہ یقینی طور پر کسی امر کا ثبوت نہ ملے یعنی نہ اس کا یقین ہے وہ ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر ہے، اور نہ اس کا منکر نہیں، بلکہ ایک مشتبہ حالت ہے خواہ اشتباہ اس وجہ سے ہو کہ اس فرقہ کے اقوال و عقائد ہی مشتبہ ہیں یا اس وجہ سے کہ اس شخص کے متعلق یہ یقین نہیں کہ اس کا تعلق باعتبار مذہب و عقائد کے کس فرقہ سے ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق شرعی فیصلہ بھی دشوار ہے اس میں سب سے زیادہ احوط و اسلم وہ حکم ہے جو فقیہ العصر امام وقت مجدد الملت حکیم الامت سیدنا وسندنا حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم نے امداد الفتاویٰ میں تحریر فرمایا ہے جو رسالہ ہذا کے ص: ۲۱ میں بعینہا مذکور ہے اور اس جگہ مکرر نقل کیا جاتا ہے۔

اگر کسی خاص شخص کے متعلق یا کسی خاص جماعت کے متعلق حکم بالکفر میں تردد ہو خواہ تردد کے اسباب علماء کا اختلاف ہو خواہ قرائن کا تعارض ہو یا اصول کا غموض، تو اسلم یہ ہے کہ نہ کفر کا حکم کیا جاوے، نہ اسلام کا، حکم اول میں تو خود اس کے معاملات کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے۔ اور حکم ثانی میں دوسرے مسلمانوں کے معاملات کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے۔ پس احکام میں دونوں احتیاطوں کو جمع

. . . .

کیا جائے گا، یعنی اس سے نہ عقد مناکحت کی اجازت دیں گے، نہ اس کی اقتداء کریں گے، نہ اس کا ذبیحہ کھائیں گے، اور نہ اس پر سیاست کافرانہ جاری کریں گے۔ اگر تحقیق کی قدرت ہو اس کے عقائد کی تفتیش کریں، اور اس تفتیش کے بعد جو ثابت ہو، ویسے ہی احکام جاری کریں۔ اور اگر تحقیق کی قدرت نہ ہو، تو سکوت کریں گے۔ اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں گے.. الخ۔ (جواہر الفقہ، ج:۱، ص: ۱۷۷ تا ۱۸۲، ط: مکتبہ دار العلوم کراچی)

وفی فتاوی محمودیہ:

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو عقائد، اعمال واخلاق تعلیم فرمائے ان کو اختیار کرنے والے حضرات اہل سنت کہلاتے ہیں، اولاً صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان کو اختیار کیا پھر اس کے بعد دوسروں نے اس کی پیروی کی (ہم ما أنا علیہ وأصحابی)۔ مذہب شیعہ کا بانی ابن سبا (یہودی) تھا، اس نے انتہائی تلبیس سے اس کا پرچار کیا، اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے مسلمانوں میں گھسا اور اعتقادی وعملی بددینی پھیلائی، شیعوں کی کتاب اصول میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تین صحابہ اسلام پر باقی رہے تھے، اور (بقیہ) سب مرتد ہو گئے تھے (نعوذ باللہ) نیز قرآن کریم کو یہ لوگ محرف مانتے ہیں ''فصل الخطاب'' میں تصریح ہے ان کا عقیدہ ہے کہ جو قرآن اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تھا اس کو لے کر امام مہدی غار سرمن رأی میں روپوش ہو گئے، اس کے بعد جو قرآن کریم کے نام سے موجود ہے وہ بیاضِ عثمانی (حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نوٹ بک) ہے۔ نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر زنا کی تہمت لگانا ان لوگوں میں عام طور پر واضح ہے، ان کے بنیادی مسلک میں ہے۔ جہاں تک ہو سکے اہل سنت والجماعت کو اذیت پہنچاؤ، نجاست میں ملوث کرو، نجاست کھلاؤ پلاؤ، ان کی نمازیں خراب کرو وغیرہ وغیرہ۔

ایک شیعہ مسجد میں سنی بن کر نماز کے لئے آتا تھا، صف اول میں کھڑا ہوتا اور اقامت کی حالت میں اپنی داڑھی کو ہاتھ سے حرکت دیتا تھا جو بھیگی ہوئی رہتی تھی، اس میں سے قطرات داہنے اور بائیں نمازیوں پر اور مسجد کی صف پر پڑتے تھے وہ قطرات پانی کے نہیں تھے، بلکہ داڑھی کو پیشاب میں بھگو کر لاتا تھا، تحقیق ہونے پر اس کی مرمت کی گئی، یہ شیعہ اسلام سے بالکل خارج ہیں ان کا نکاح کسی بھی سنی مرد وعورت سے جائز نہیں یہ مر جائیں تو ان کے جنازہ کی نماز بھی نہیں ایسے شخص کو امام بنانا بھی اپنی نماز کو

. . . .

برباد کرنا ہے۔

ان کے مذہب میں تقیہ ایسی چیز ہے کہ جب چاہیں اپنے آپ کو کافر کہدیں، جب چاہیں مسلمان، اپنے آپ کو شیطان بھی کہہ سکتے ہیں اور ایسے ہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو بھی شیطان سے تعبیر کرتے ہیں جن کے ایمان پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پورا اطمینان ظاہر فرمایا، ایسے لوگوں کا ذبیحہ بھی درست نہیں۔(فتاوی محمودیہ، ج:۲،ص:۲۳ تا ۲۵)

وفی احسن الفتاوی:

شیعہ زندیق ہیں، لہٰذا ان سے کسی قسم کا تعلق جائز نہیں، ان کے گھر سے کوئی چیز کھانا غیرت ایمانیہ کے خلاف اور ناجائز ہے..الخ۔(احسن الفتاوی، ج:۸،ص:۱۲۲،۱۲۳، ط:ایچ ایم سعید کراچی)

وفی آپ کے مسائل:

جو شخص کفریہ عقیدہ رکھتا ہو، مثلاً: قرآن کریم میں کمی بیشی کا قائل ہو، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتا ہو، یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صفاتِ اُلوہیت سے متصف مانتا ہو، یا یہ اعتقاد رکھتا کہ حضرت جبریل علیہ السلام غلطی سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی لے آئے تھے، یا کسی اور ضرورتِ دین کا منکر ہو، ایسا شخص تو مسلمان ہی نہیں، اور اس سے کسی سنی عورت کا نکاح درست نہیں۔ شیعہ اثنا عشریہ تحریفِ قرآن کے قائل ہیں، تین چار افراد کے سوا باقی پوری جماعت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو (نعوذ باللہ) کافر ومنافق اور مرتد سمجھتے ہیں، اور اپنے ائمہ کو انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل وبرتر سمجھتے ہیں، اس لئے وہ مسلمان نہیں اور ان سے مسلمانوں کا رشتہ ناتا جائز نہیں۔ شیعہ عقائد ونظریات کے لئے میری کتاب ''شیعہ سنی اختلاف اور صراط مستقیم'' دیکھ لی جائے۔(آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:٦،ص:۱۴۵، ط: مکتبہ لدھیانوی)

وفی فتاوی رحیمیه:

شیعوں اور روافض میں بہت سے فرقے ہیں۔ اور عقائد بھی مختلف ہیں۔ جو لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاذ اللہ خدا سمجھتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے ساتھ قدرت وغیرہ میں شریک مانتے ہیں۔ جن کا عقیدہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وحی لانے میں غلطی کی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بجائے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچائی۔ اور جو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ

. . . .

تعالیٰ عنہ پر (معاذ اللہ) زنا کی تہمت لگاتے ہیں۔ اور جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحابی ہونے کا انکار کرتے ہیں وغیرہ ذالک کفریہ عقیدہ رکھنے والوں کو فقہائے کرام نے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ نعم لا شک فی تکفير من قذف السيدة عائشة رضی اللّٰه تعالی عنها او انكر صحبة الصديق او اعتقد الالوهية فی علی رضی اللّٰه تعالی عنه او ان جبريل غلط فی الوحی او نحو ذالک من الكفر الصريح المخالف للقرآن. (شامی ص ۴۰۶ ج۳/ فتاوی عالمگیری، ص ۲۶۴ ج ۲ مطلب موجبات الکفر انواع ومنها ما يتعلق بالانبياء الخ) اور جن کے عقیدے حد کفر تک نہیں پہنچے مبتدع اور گمراہ ہیں۔ (فتاوی رحیمیہ، ج:۸،ص:۱۸۷، ۱۸۸، ط: دارالاشاعت کراچی)

وفی معين الفتاوی:

رافضیوں کے مختلف فرقے اور مختلف اعتقادات ہیں، اس واسطے ان کے کفر اور عدم کفر کے متعلق مشائخ نے اختلاف کیا ہے، مگر سب کا خلاصہ جو ابن عابدین [رحمہ اللہ تعالیٰ] نے حاشیہ الدر المختار اور البحر الرائق اور ایک مستقل رسالہ (تنبیہ الولاۃ والحکام علی شاتم خیر الانام أو أحد أصحابہ الکرام، رسالہ الخامسۃ عشر من مجموع رسائل ابن عابدین ص:۳۱۴) میں بیان کیا ہے۔

وہ یہ ہے کہ اگر رافضی کے اعتقادات حد کفر کو پہنچے ہوں جیسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا یا نبی کا درجہ دینا یا جبرئیل علیہ السلام کی وحی میں غلطی کی طرف نسبت کرنا، یا ایسے اعتقادات رکھنا جو یقینی اور قطعی نصوص کے خلاف ہوں تو ایسا شخص کافر ہوگا اور کافر کے ساتھ مناکحت جائز نہیں، اور اگر اس کے اعتقادات مندرجہ کفریات تک نہ پہنچے ہوں تو دیگر اجتہادی غلطیوں کی وجہ سے ہم کسی اہل قبلہ پر کفر کا حکم نہیں لگاتے ہیں، اس لیے ان کے ساتھ مناکحت جائز ہوگی۔ (معین الفتاوی، ص:۳۷۶)

وفی فتاوی محمود رحمه اللّٰه :

اگر ایسا شیعہ ہو کہ توحید کے ساتھ دیگر ضروریات دین میں سے کسی مسئلہ کا منکر ہو مثلاً ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت کا منکر ہو یا افک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قائل ہو یا جبرائیل علیہ السلام کے وحی لانے میں غلطی اور خیانت کا قائل ہو وغیرہ ذالک یا سب صحابہ رضی اللہ عنہم کو جائز کار خیر سمجھتا ہو

. . . .

ایسا شیعہ کافر ہے۔ اگر اس قسم کا غالی شیعہ نہ ہو یعنی اسلام کے عقائد میں سے کسی عقیدہ کا منکر نہ ہو تو صرف فضیلت علی رضی اللہ عنہ کا قائل ہو تو یہ مسلمان فاسق ہے۔ (فتاوی مفتی محمودؒ، ج:۱،ص:۲۶۲، ط، اشتیاق اے مشتاق پریس، لاہور)

وفی خیر الفتاوی:

الغرض، شیعہ اثناءعشریہ، رافضیہ جو مندرجہ ذیل کفریہ عقائد کے قائل ہیں۔ کہ:

(۱): موجودہ قرآن کریم غیر محفوظ و ناقص ہے اس میں تحریف وکمی بیشی کی گئی ہے۔

(۲) عقیدہ امامت۔

(۳) سوائے تین چار کے باقی تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مرتد و کافر ہیں۔

(۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان اور الزام تراشی جو تکذیب قرآن کو مستلزم ہے۔

واضح رہے کہ شیعوں کے یہ کفریہ عقائد شیعہ مذہب کی انتہائی معتبر اور مستند کتابوں، اصولِ کافی اور اس کا تتمہ الروضہ، ملا باقر مجلسی کی کتابوں جلاء العیون، حیات القلوب ص:۳،ص:۳، زاد المعاد۔ نیز حسین بن محمد تقی النوری الطبرسی کی کتاب فصل الخطاب فی تحریفِ کتاب رب الارباب میں درجہ شہرت وتواتر کے ساتھ منقول ہیں اور ان کے مجتہدین بلا تاویل ان کفریات کو اپنا عقیدہ قرار دیتے ہیں۔

لہٰذا شیعہ اثناعشریہ رافضیہ جو عقائد بالا کے قائل ہیں، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ مسلمانوں سے ان کا نکاح، شادی بیاہ جائز نہیں حرام ہے۔ مسلمانوں کے لئے ان کے جنازے میں شرکت جائز نہیں، ان کا ذبیحہ حلال نہیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (خیر الفتاوی، ج:۱،ص: ۴۳۵، ط: مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان)

وفی فتاوی حقانیہ:

صورتِ مسئولہ میں اگر لڑکے نے شیعہ مذہب کے وہ عقائد اپنا رکھے ہیں جو ضروریاتِ دین کے مخالف اور متضاد ہیں، جیسے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر زنا کی تہمت لگانا، سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت اور آپ کی خلافت حقہ کا انکار کرنا، اسی طرح قرآن

. . . .

پاک کے محرف ہونے کا عقیدہ رکھنا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الوہیت کا قائل ہونا یا آپ کو نبی آخر الزمان ماننا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وحی لانے میں غلطی کی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بجائے جنابِ محمد بن عبداللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر اُتاری وغیرہ وغیرہ، یہ تمام صورتیں موجبِ کفر وارتداد ہیں۔ لہٰذا اگر مذکورہ شوہر اس قسم کے نظریات رکھتا ہے تو بلاشبہ وہ مُرتد اور کافر ہے، اور شریعت اسلامیہ کی رُو سے شوہر کے مرتد ہوجانے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور عورت اگر مدخول بہا ہو تو وہ عدت گذارنے کے بعد دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے اور پورے حق مہر کی حقدار ہے اور اگر غیر مدخول بہا ہے تو عدت بھی واجب نہیں اور آدھا مہر ملے گا۔ (فتاوی حقانیہ، ج:١،ص: ٤٠٠، ط: سید احمد شہید رحمہ اللہ تعالیٰ)

وفي ارشاد المفتين:

اہل تشیع کے بہت سے فرقے ہیں اور ان کے مختلف قسم کے عقائد ہیں، جن میں سے بہت سے فرقے ایسے جو دائرہ اسلام سے خارج ہیں جن کی تفصیل حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں ذکر کی ہے، ان میں سے ایک فرقہ تفضیلی کہلاتا ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور سارے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل ہیں، پس اگر کسی کا صرف یہ عقیدہ ہو یا کسی اور قسم کا ایسا عقیدہ ہو جو قرآن واحادیث کے صریح نصوص کے خلاف نہ ہو تو وہ صرف مبتدع ہے، کافر نہیں اور اگر شریعت کے قطعی نصوص کے خلاف عقائد کا حامل ہے تو وہ کافر ہے۔ (ارشاد المفتین، ج:١،ص:٤٤٨، ط:مکتبۃ الحسن لاہور)

وفيه أيضاً:

شیعہ اثنا عشری باتفاق علماء کرام مرتد اور کافر ہیں۔ (ارشاد المفتین، ج:١،ص:٤٤٧، ط:مکتبۃ الحسن لاہور)

وفي فتاوى عثماني:

جو شیعہ کفریہ عقائد رکھتے ہوں، مثلاً قرآنِ کریم میں تحریف کے قائل ہوں یا یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ حضرت جبریل علیہ السلام سے وحی لانے میں غلطی ہوئی، یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگاتے ہوں، ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں..الخ۔ (فتاوی عثمانی، ج:١،ص:٩٧، ط: مکتبہ معارف القرآن

. . . .

کراچی)

وفی فتاوی دار العلوم زکریا:

جو شیعہ قطعیاتِ اسلام کے خلاف کوئی عقیدہ رکھتے ہوں وہ کافر ہیں، ان کے ساتھ رشتہ مناکحت جائز اور درست نہیں ہے۔

عام طور پر شیعہ درجِ ذیل کفریہ عقائد رکھتے ہیں:

(۱) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الوہیت کا عقیدہ۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانا۔

(۳) حضرت جبرئیل علیہ السلام سے غلطی ہونے کا عقیدہ۔

(۴) تحریفِ قرآن کا عقیدہ۔

(۵) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت کا منکر ہونا وغیرہ وغیرہ۔

لہٰذا کفریہ عقائد رکھنے والے گمراہ فرقہ لوگوں کے ساتھ نکاح وغیرہ سے اجتناب لازم ہے، اور ایسے لوگوں کا حکم مرتد کی طرح ہے اور مرتد کے ساتھ بھی نکاح جائز نہیں ہے۔

نیز فقہاء نے کفریہ عقیدہ رکھنے والوں کو دائرہ اسلام خارج قرار دیا ہے۔...الخ۔

نیز شیعوں کی کتابوں میں بھی مذکور ہے کہ ان کا نکاح سنیوں کے ساتھ جائز نہیں ہے۔

قال أبو عبدالله: لا يزوج المؤمن الناصبة ولا يتزوج الناصب المؤمنة .... عن أبي عبدالله قال: سأله أبي وأنا أسمع عن النكاح اليهودية والنصرانية فقال: نكاحهما أحب الى من نكاح الناصبة. (فروع الكافي: ۵/ ۳۴۸، ۳۵۱، باب مناكحة النصاب والشكاك)

شیعہ سنیوں کو ناصبی کہتے ہیں ملاحظہ ہو عقائد الشیعہ میں ہے:

"والناصب" فی عقیدة الشیعة هو الذی یناصب آل البیت العداء وهم أهل السنة جمیعاً، لأنهم حسب معتقد الشیعة، قد ناصبوا أمیر المؤمنین العداء واعتصبوا حقه فی الخلافة، والخمینی یعد أهل السنة من النواصب. (عقائد الشیعة فی المیزان: ۱۳۵، عقیدة التولی والتبری والنواصب..از محمد کامل الهاشمی).

. . . .

والله سبحانه وتعالیٰ اعلم. (فتاوی دار العلوم زکریا، ج: ۳، ص: ۶۰۸، ط: زمزم پبلشرز کراچی)

وفی نجم الفتاوی:

صورت مسئولہ میں شیعہ اگر ایسا ہو کہ شیخین کو گالی دے یا ان پر لعنت کرے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا انکار کرے، صحابہ کرام کو گالیاں دینے کو مباح اور ثواب سمجھے یا صحابہ کے کفر کا اعتقاد رکھے، موجودہ قرآن کو تحریف شدہ سمجھتا ہو تو وہ بالاجماع کافر ہے اور اگر وہ صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر فضیلت دے یا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے کسی ایک فرد کو بُرا بھلا کہے تو وہ فاسق اور مبتدع ہے کافر نہیں۔ (نجم الفتاوی، ج:۱،ص:۵۰۳)

وفی سوال وجواب کتاب وسنت کی روشنی میں:

اگر شیعہ قرآن میں تحریف کا قائل ہے، سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں الوہیت کا عقیدہ رکھتا ہے، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگاتا ہے، تو ایسا شخص کافر ہے اور اس سے نکاح جائز نہیں، وہ شیعہ جو کافرانہ عقائد نہ رکھتے ہوں، صرف تفضیلِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یعنی صحابہ کرام میں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب سے افضل ہونے) کے قائل ہوں اور ان کے باقی عقائد اہل سنت والجماعت کی طرح ہوں تو ایسے شیعہ سے نکاح جائز ہے، لیکن پھر بھی علماء نے ایسے نکاح سے منع کیا ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں: ''**ان الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوهية فی علی أو ان جبرئيل غلط فی الوحی أو کان ینکر صحبة الصدیق أو یقذف السیدة الصدیقة فهو کافر لمخالفتة القواطع المعلومة**''. (سوال وجواب کتاب وسنت کی روشنی میں، ج:۴،ص:۴۶، ط: دارالاشاعت کراچی)

وفی زکاۃ کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا:

شیعہ اثنا عشریہ تحریف قرآن، امامت معصومہ، تقیہ متعہ اور تین صحابہ کرام کے علاوہ باقی صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے بارے میں مرتد اور کافر ہونے کی عقیدہ رکھنے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد یا کافر ہیں بلکہ دوسرے کافروں سے بدتر ہیں، تفصیل کے لئے ''بینات شیعہ نمبر'' کا

علماء حق کی اہانت کرنا

﴿سوال﴾:

نواب مولوی قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نقل عالمگیری سے کیا ہے ایک شخص نے کہا کہ قیاس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا حق نہیں کا فر ہوا اس کا کیا مطلب ہے اور یہ قول صحیح ہے یا غیر صحیح؟ اور اس کے معنی کیا ہیں یہ عبارت کلمات ردۃ میں جس جگہ کہ کلمات ردۃ متعلق بعلم وعلماء ہیں اس جگہ یہ عبارت عالمگیری میں؟

﴿جواب﴾:

علماء کی توہین وتحقیر کو چونکہ علماء نے کفر لکھا ہے جو بوجہ امر علم کے اور دین کے ہو (۴۱)

مطالعہ کیا جائے۔ (زکوۃ کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا، ص:۲۸۶، ط: بیت العمار کراچی/عزیز الفتاوی، ص: ۴۰۳، ط: دارالاشاعت کراچی/امداد المفتین، ص:۱۳۶، ط: دارالاشاعت کراچی/فتاوی بینات، ج:۱، ص: ۱۷۷تا ۱۸۴، ط: مکتبہ بینات کراچی/فتاوی دینیہ، ج:۳، ص: ۳۵۱/کتاب الفتاوی، ج:۴، ص: ۳۵۶، ط: زمزم پبلشرز کراچی/محمود الفتاوی، ج:۱، ص: ۳۳۳ تا ۳۴۳، ط: مکتبہ محمودیہ محمود نگر ڈابھیل گجرات الہند/فتاوی عثمانیہ، ج:۱، ص:۱۲۵، ط: العصر اکیڈمی پشاور/خزینۃ الفقہ، ج:۱، ص:۱۵۱، ۱۵۲، ط: جید پریس بلیماران دہلی/فتاوی انوار العلوم، ج:۱، ص: ۱۰۷، ۱۰۸، ط: دار الناشر/مظاہر حق، کتاب المناقب، ج:۵، ص:۵۷۲، ط: دارالاشاعت کراچی/توضیحات، ج:۸، ص:۳۶۲، ط: المکتبۃ العربیۃ کراتشی)

(۴۱): فی شرح فقه الاکبر: وفی الخلاصة من أبغض عالما من غیر سبب ظاهر خیف علیه الکفر، قلت الظاهر انه یکفر لانه اذا أبغض العالم من غیر سبب دنیوی أو أخروی فیکون بغضه لعلم الشریعة ولاشک فی کفر من أنکره فضلا عمن أبغضه. (شرح فقه اکبر للملا علی القاری، فصل فی العلم والعلماء، ص: ۱۵۹، ط، دار الکتب العربیة الکبری، مصر)

وفی فتاوی الاصل: رجل قال للعالم: ذکر الحمار فی است علمک، ان أراد

لہٰذا جب قیاس مجتہد کو حق نہ کہا تو اہانت اس عالم کی امر دین میں لہٰذا کفر ہوا (۴۲)۔فقط

قرآن شریف کو نظم کرنا

سوال:

ایک اور عبارت نواب صاحب نے اسی رسالہ میں عالمگیری سے نقل کی ہے یعنی ایک شخص نے نظم کیا قرآن کو فارسی میں قتل کیا جاوے اس لئے کہ وہ کافر ہے یہ عبارت ان کلمات ردۃ میں ہے جو متعلق بہ قرآن شریف ہیں اس کا کیا مطلب ہے۔

جواب:

بہ علم الدین یکفر. (المحیط البرهانی، کتاب السیر، مسائل المرتدین وأحکامهم، ج: ۵، ص: ۲۴۳، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

ویکفر بقوله لعالم ذکر الحمار فی است علمک یرید علم الدین کذا فی البحر البرائق. (الفتاوی العالمکیریه، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ومنها ما یتعلق بالعلم والعلماء، ج: ۲، ص: ۲۷۰)

(۴۲):رجل قال: قیاس أبی حنیفة رضی اللّٰه عنه حق نیست یکفر، لأن دلیل جواز القیاس فی کتاب اللّٰه تعالیٰ فی قوله سبحانه وتعالیٰ: وهو الذی یرسل الریح بشرا بین یدی رحمته حتی اذا أقلت سحاباً ثقالاً سقنه لبلد میت فأنزلنا به الماء فأخرجنا به من کل الثمرات کذلک نخرج الموتی ففی هذه الآیة اثبات القیاس، وهو رد المختلف الی المتفق، لأنهم کانوا متفقین ان اللّٰه هو الذی ینزل المطر ویخرج النبات من الأرض فاحتج علیهم لاحیائهم بعد الموت باحیاء الأرض بعد موتها، هکذا ذکر الفقیة أبو اللیث فی تفسیره. (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب احکام المرتدین، الفصل فی العلم والعلماء والأبرار، ج: ۷، ص: ۳۳۵، ط، مکتبة زکریا بدیوبند،الهند)

علیٰ ہذا قرآن کو نظم کرنا اور فارسی کرنا تغیر کتاب اللہ تعالیٰ کی اور نظم منزل کو بدلنا اہانت و بے تعظیمی قرآن کی ہوئی سو کفر ہو گیا (۴۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

زندوں کا مردوں سے مانگنا

﴿سوال﴾:

ماقول العلماء فی استعانة الاحیاء بالموتی فی طلب الجاه و وسعة الرزق و الاولاد مثلا یقال لهم عندالقبور ان تدعوالله تعالیٰ لنا فی دفع فقرنا وبسط رزقنا و کثرة اولادنا و شفاء مرضنا و فلاحنا فی الدارین لانکم سلفنا مستجاب الدعوات عند الله فهل یجوز الاستعانة بالاموات بهذا الطریق المذکور ام لا؟ فبینوا جوازها و عدم جوازها من الکتاب و السنة اقوال المجتهدین توجروا من الله رب العالمین.

﴿جواب﴾:

الحمدلله رب العالمین رب زدنی علما:. الاستعانة بالانبیاء والاولیاء مطلوبة الا انها لم تشرع فی المواضع المذکورة و الله سبحانه وتعالیٰ اعلم امر برقمة المقصر عبدالله بن محمد میرغنی الحنفی مفتی

(۴۳): وفی التخییر: رجل نظم القرآن بالفارسیة یقتل لانه کافر. کذا فی التتارخانیة. (الفتاوی العالمکیریة، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ومنها ما یتعلق بالقرآن، ج: ۲، ص: ۲۶۷)

(و کذا فی الفتاوی التاتارخانیة، کتاب احکام المرتدین، الفصل العاشر: فیما یتعلق بالقرآن، ج: ۷، ص: ۳۱۸، ط، مکتبة زکریا بدیوبند، الهند)

(و کذا فی مجمع الانهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب السیر و الجهاد، باب المرتد، ج: ۲، ص: ۵۰۷، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

مكة المكرمة كان الله تعالٰى لهما حامدا مصليا مسلما.

عبداللہ میرغنی مفتی مکہ مکرمہ | الجواب صحیح محمد ہدایت علی مقیم مراد آباد | الحق احق بالاتباع احقر الزمان محمود حسن مدرس اول مدرسہ دیو بند | الجواب صحیح بندہ محمود عفی عنہ الٰہی عاقبت محمود گردان

الجواب صحیح احمد محی الدین | الجواب صحیح

خادم الموحدین محمد احتشام الدین مرادآبادی۔۱۲۹۲ | محمد صدیق عفی عنہ مدرس مدرسہ شاہی مرادآباد | قاضی حال ریاست بھوپال

احمد اسمہ ۱۲۹۷ | رسول اللہ خادم شریعت مفتی محمد لطیف اللہ ہجری ۱۲۹۸

آیۃ کریمہ اياک نعبد واياک نستعين میں تخصیص استعانت نسبت جناب باری تعالیٰ عزاسمہ کے خود مذکور ہے اسی کے مطابق علمائے محققین نے تحقیق فرمائی ہے وہی لائق عمل کے ہے العبد المذنب الاواه هذا احق بالقبول اليق بالافتاء والعلم الحق عندالله سبحانه وتعالٰى اعلم علمه اتم. مولانا محمد احسن صاحب امروهی

الجواب صحیح محمد حسن عفی عنہ مدرسہ گلاوٹی لیکن اتنی بات اور لکھنی مناسب ہے کہ جواب مذکور اپنے اجمال پر صحیح ہے اور تفصیل یہ ہے کہ استمداد تین قسم کا ہے ایک یہ کہ اہل قبور سے مدد چاہے اسی کو سب فقہاء نے ناجائز لکھا ہے (۴۴)۔ دوسرے یہ کہ کہے اے فلاں خدائے

---

(۴۴):قال العلامة ابو الفضل محمود الالوسی البغدادی رحمه الله تعالٰى: ان الناس قد أكثروا من دعاء غير الله تعالٰى من الأولياء الأحياء منهم والأموات وغيرهم، مثل: ياسيدی فلان أغثنی، وليس ذلک من التوسل المباح فی شیء، واللائق بحال المؤمن عدم التفوه بذلک، وأن لايحوم حول حماه، وقد عده أناس من العلماء شركاً، وان لايكنه، فهو قريب منه.(روح المعانی،[المائدة:

تعالیٰ سے دعا کر کہ فلاں کام میرا پورا ہو جائے یہ مبنی اوپر مسئلہ سماع کے ہے جو سماع موتی کے قائل ہیں ان کے نزدیک درست دوسروں کے نزدیک ناجائز (۴۵) اسی کو شیخ نے لکھا ہے کہ وان الاستمداد باهل القبور الی قوله فقد انكره كثير من الفقهاء الخ. انبیاء کو اسی وجہ سے مستثنیٰ کیا کہ ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں (۴۶) تیسرے یہ کہ دعاء مانگے الٰہی بحرمۃ فلاں میرا کام پورا کر دے یہ بالاتفاق جائز ہے (۴۷) اور تمام شجروں

۳۵]، ج: ٦، ص: ١٢٨، ط، دار أحياء التراث العربي بيروت لبنان)

(۴۵): می گوید ای فلان از خداوند بخواه که فلان کار مرا و مقصد مرا بر آورد کن، این صورت بر مسأله ی سماع است، پس کسانی که سماع موتی را قائل اند این را روا می دارند، ونافیان سماع این را ناروا می دانند. (فتاوای منبع العلوم، کتاب العقائد، باب مایتعلق بالانبیاء والصلحاء، ج: ١، ص: ١٥٥، ط، کتب خانه ملی ایران)

(۴۶): عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة صلى الله عليه وسلم حي في قبره الشريف و حيٰوته صلى الله عليه وسلم دنيوية من غير تكليف وهي مختصة به صلى الله عليه وسلم وبجميع الأنبياء صلوات الله عليهم والشهداء لا برزخية كما هي حاصلة لسائر المؤمنين بل لجميع الناس كما نص عليه العلامة السيوطي في رسالته انباء الاذكياء بحيٰوة الانبياء حيث قال قال الشيخ تقي الدين السبكي "حيٰوة الانبياء والشهداء في القبر كحيٰوتهم في الدنيا ويشهد له صلوة موسیٰ عليه السلام في قبره فان الصلٰوة تستدعي جسداً حياً" الى اٰخر ما قال "فثبت بهذا ان حيٰوته دنيوية برزخية لكونها في عالم البرزخ" ولشيخنا شمس الاسلام والدين محمد قاسم العلوم على المستفيدين قدس الله سره العزيز في هذا المبحث رسالة مستقلة دقيقة الماخذ بديعة المسلك لم ير مثلها قد طبعت و شاعت في التاس واسمها "آب حيات" اى ماء الحيٰوة. (المهند على المفند، ص: ٣٦،٣٧، ط، قديمی کتب خانه کراچی)

(۴۷): قال العلامة خليل احمد السهاربقوى نور الله مرقده: عندنا وعند

میں موجود ہے اسی وجہ سے اقوال علماء میں اختلاف ہے کہ اسمتد ادلفظ مشترک ہے کسی نے کسی کولیا کسی نے کسی کوقول ہر ایک کا اپنی معنی ومراد پر صحیح ہے۔فقط۔

محمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ گلاوٹی مدرس اول محمد حسن ۱۳۰۵ مرادآبادی ابن مولوی عنایت اللہ عبدالرحمٰن مرحوم ۱۳۱۲

الجواب بھذا التفصیل صحیح رشید احمد گنگوہی عنہ عبدالرحمٰن کان اللہ ولوالدیہ مدرس مدرسہ امروہہ۔

اہل قبور سے مدد مانگنا

﴿استفتاء﴾:

حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب محدث وفقیہ دہلوی علیہ الرحمۃ والغفر ان درباب عدم جواز استعانت اہل قبور از کتاب فتاویٰ مسمی بہ مسائل اربعین تصنیف مولانا موصوف مسئلہ نمبر۴۔

مشائخنا یجوز التوسل فی الدعوات بالأنبیاء و الصالحین من الأولیاء و الشھداء و الصدیقین فی حیٰوتھم وبعد وفاتھم بان یقول فی دعائہ اللّٰھمّ انی اتوسل الیک بفلان ان تجیب دعوتی وتقضی حاجتی الی غیرذلک...الخ. (المھند علی المفند،ص:۳۵،ط،قدیمی کتب خانہ)

وقال العلامۃ بدرالدین العینی : وفیہ من الفوائد: استحباب الاستشفاع بأھل الخیر و الصلاح و أھل بیت النبوۃ...الخ.(عمدۃ القاری ج:۷،ص:۴۸،رقم الحدیث: ۱۰۱۰،ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت،لبنان)

وقال ابن حجر: ویستفاد استحباب الاستشفاع بأھل الخیرو الصلاح وأھل بیت النبوۃ.....الخ. (فتح الباری،ج:۲،ص:۵۷۷، رقم الحدیث:۱۰۱۰،ط،مکتبۃ الملک الفھد الوطنیۃ،ریاض)

﴿سوال﴾:

حاجت خواستن از اہل قبور بطریق دعا جائز است یا نہ؟

﴿جواب﴾:

استعانت واستمداد اہل قبور بہر نہج کہ باشد جائز نیست چنانچہ شیخ عبدالحق در شرح مشکوٰۃ شریف کہ بزبان عربی نوشتہ می آردو. اما الاستمداد باهل القبور فی غیر النبی والانبیاء علیهم السلام فقد انکر کثیر من الفقهاء وقالوا لیس الزیارة الا للدعاء للموتی والاستغفار لهم وایصال النفع بالدعاء وتلاوة القرآن. انتهی. ازیں عبارت شیخ علیہ الرحمۃ والغفر ان چناں مستفاد گردیدہ کہ قبور انبیاء علیہم السلام ازیں حکم ممانعت استعانت واستمداد از اہل قبور مستثنیٰ اند بلحاظ آنکہ ایشاں را در برزخ حیات ابدی ثابت شدہ کہ دیگراں راسوائے شہداء فی سبیل اللہ ثابت نیست وحال آنکہ حیات آنجا مماثل حیات دنیا نیست بلکہ احکام حیات دنیا دیگرست واحکام حیات آنجا دیگر بنا برآں ایں استثناء درست نمی آید وحق آنست کہ انکار فقہاء عام ست از انکہ استمداد از قبور انبیاء کنند یا از قبور غیر ایشان ہمہ جائز نیست چنانچہ از عبارت دیگر فقہاء کہ دریں جواب ایراد کردہ میشود واضح خواہد گردید ومنجملہ آن صاحب مجمع البحار آوردہ۔من قصد لزیارة قبور الانبیاء والصلحاء ان یصلی عند قبورهم ویدعو عندها ویسئلهم الحوائج فهذا لایجوز عند احد من علماء المسلمین فان العبادة وطلب الحوائج والاستعانة حق الله وحده انتهیٰ وقال البغوی فی المعالم یقال الاستعانة نوع تعبد والعبادة الطاعة مع التذلل والخضوع وسمی العبد عبد الذلته و انقیاده یقال طریق معبد ای مذلل انتهیٰ وفی الحدیث عن ابن عباس قال کنت خلف رسول الله ﷺ یوما فقال یا غلام احفظ الله یحفظ الله تجده تجاهک واذا سالت فاسئل الله واذا استعنت فاستعن بالله واعلم ان الامة لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشیء لم ینفعوک الا بشیء قد کتبه الله

لک ولو اجتمعوا علی ان یضروک بشیء لم یضروک الا بشیء قد کتبه اللّٰه علیک رفعت الاقلام وجفت الصحف رواه احمد والترمذی کذا فی المشکوٰۃ (۴۸). از هدیة المکة مؤلفه مولانا قطب الدین خان صاحب مرحوم تلمیذ حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب علیه الرحمة والغفران.

❁❁❁

انبیاء کے علم غیب کا قائل

﴿سوال﴾:

بعض لوگ انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے علم غیب ماسوائے اللہ اس آیت سے جو سورۂ قل اوحی من ہے۔ عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضٰی من رسول. الایة. اس آیت سے ثابت کرتے ہیں اور دلیل اس آیت کو گردانتے ہیں مسلمانوں کو ایسا عقیدہ رکھنا درست ہے یا نہیں اور معتقد کافر ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

علم غیب میں تمام علماء کا عقیدہ اور مذہب یہ ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے اس کو کوئی نہیں جانتا۔ وعنده مفاتح الغیب لایعلمها الاهو (۴۹). خود حق تعالیٰ فرماتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہی کے پاس علم غیب کی کنجیاں ہیں۔ کہ کوئی نہیں جانتا اس کو سوائے اس کے۔ پس اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صحیح ہے۔ مگر ہاں جو بات کہ حق تعالیٰ اپنے کسی مقبول کو بذریعہ وحی یا کشف بتادیوے وہ اس کو معلوم ہوجاتا ہے اور پھر وہ

---

(۴۸):(اخرجه الترمذی فی جامعه وقال: هذا حدیث حسن صحیح. ابواب صفة القیامة، ج: ۲،ص: ۲۱۳، رقم: ۲۵۱۶ ط، الطاف اینڈ سنز، کراتشی)

(۴۹):(سورة الانعام: ۵۹)

مقبول کسی کو خبر دیوے تو اس کو بھی معلوم ہو جاتا ہے جیسا علم جنت اور دوزخ اور رضا وغیرہا کا حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بتلا دیا اور پھر انہوں نے امت کو خبر دی۔ چنانچہ اس آیت سورۂ جن سے معلوم ہوا سو حاصل اس آیت کا یہ ہے کہ جس غیب امر کی خبر حق تعالیٰ اپنے مقبول کو دیوے تو اس کی خبر اس کو ہو جاتی ہے نہ یہ کہ تمام مغیبات حق تعالیٰ کے نبی کو کشف ہو جاتے ہیں (۵۰)۔ کیونکہ اگر یہ معنی اس کے ہوویں کہ تمام علم غیب رسول کو معلوم ہو جاتا ہے تو دوسری آیت صاف اس کے خلاف کہہ رہی ہے **قل لااملک لنفسی نفعا ولاضرا الا ماشآء اللّٰہ ولو کنت اعلم الغیب. لاستکثرت من الخیر ومامسنی السوء.** (۵۱) (ترجمہ): کہہ دے کہ میں نہیں مالک اپنے نفس کے واسطے کسی نفع اور کسی ضرر کا مگر جو خدائے تعالیٰ چاہے اور اگر میں غیب کو جانتا ہوتا تو بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور کوئی برائی مجھ کو نہ لگتی۔ پس صاف روشن ہو گیا کہ مغیبات آپ کو معلوم نہیں اپنا نفع اور ضرر بھی آپ کے اختیار میں نہیں تو یہ عقیدہ البتہ خلاف نص قرآن کے شرک ہوا خود دوسری آیت میں موجود ہے۔ **لاادری مایفعل بی لابکم** (۵۲). (ترجمہ) میں نہیں جانتا کہ کیا کیا جاوے گا میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ پس صاف ظاہر ہو گیا کہ رسول علیہ السلام کو ہرگز علم غیب نہیں مگر جس قدر اطلاع دی جاوے اور اس پر بہت آیات و احادیث شاہد ہیں تو

---

(۵۰):قال العلامة الآلوسی: فاللّٰہ سبحانه وتعالیٰ عالم کل غیب وحده، فلایطلع علی ذلک المختص علمه به تعالیٰ اطلاعاً أحداً من خلقه، لیکون ألیق بالتفرد وأبعد عن توهم مساواة علم خلقه لعلمه سبحانه، وانما یطلع جل وعلا اذا اطلع من شاء علی بعضه مما تقتضیه الحکمة التی هی مدار سائر أفعاله عز وجل......أی لکن الرسول المرتضی یظهره جل وعلا علی بعض الغیوب المتعلقة برسالته. (روح المعانی،[سورة الجن: ۲۶، ۲۷]: ج: ۲۹، ص: ۹۶، دار أحیاء التراث العربی، بیروت لبنان)

(۵۱):(سورة الاعراف: ۱۸۸)

(۵۲):(سورة الاحقاف: ۹)

خلاف اس کے عقیدہ کرنا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سب غیب کو جانتے ہیں شرک قبیح جلی ہوویگا معاذ اللہ حق تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسے عقیدۂ فاسدہ سے نجات دیوے آمین۔ پس ایسے عقیدہ والا مشرک ہوا (۵۳)۔

❁❁❁

یارسول اللہ پکارنا

﴿سوال﴾:

یارسول اللہ دور سے یا نزدیک قبر شریف سے پکارنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب نہیں تو یارسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا اگر یہ عقیدہ کرکے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے اور جو عقیدہ نہیں تو

---

(۵۳):ثم اعلم ان الانبياء علهيم الصلاة و السلام لم يعلموا المغيبات من الاشياء الا ماعلمهم الله تعالىٰ أحيانا. وذكر ان الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد ان النبى عليه السلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالىٰ قل لايعلم من فى السموات والارض الغيب الا الله. كذا فى المسايرة. (شرح فقه الاكبر للملاعلى القارى، مسئلة فى أن تصديق الكاهن بما يخبر به من الغيب كفر، ص: ١٣٧،ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر)

اعتقاد اينكه كسے غير حق سبحانه حاضر وناظر، وعالم خفى وجلى در هر وقت وهر آن است، اعتقاد شرک است. (مجموعة الفتاوىٰ على هامش خلاصة الفتاوى، ج: ۴، ص: ۳۳۱، ط، مكتبه رشيديه)

واما من قال: ان نبينا أو غيره أحاطه بالمغيبات علماً كما أحاط علم الله بها، فقد كفر. (حاشية الصاوى على الجلالين، ۲/۱۸۸، بحواله كتاب النوازل، ج: ۲، ص: ۱۷۰)

کفر نہیں مگر کلمہ مشابہ بکفر ہے البتہ اگر اس کلمہ کو درود شریف کے ضمن میں کہے اور یہ عقیدہ کرے کہ ملائکہ اس درود شریف کو آپ کے پیش عرض کرتے ہیں تو درست ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ملائکہ درود بندۂ مومن کا آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں (۵۴) اور ایک صنف ملائکہ اسی خدمت پر ہیں۔ فقط

رسول اللہ کو صنم وغیرہ کہنا

﴿سوال﴾:

شاعر جو اپنے اشعار میں آنحضرت ﷺ کو صنم یا بت یا آشوب ترک فتنہ عرب باندھتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾:

یہ الفاظ قبیحہ بولنے والا اگرچہ معنی حقیقیہ بمعانی ظاہرہ خود مراد نہیں رکھتا بلکہ معنی مجازی مقصود لیتا ہے تاہم ایہام گستاخی واہانت واذیت ذات پاک حق تعالیٰ شانہ اور جناب رسول اللہ ﷺ سے خالی نہیں یہ ہی سبب ہے کہ حق تعالیٰ نے لفظ راعنا بولنے سے صحابہ کو منع فرمایا انظرنا کا لفظ عرض کرنا ارشاد کیا حالانکہ مقصود صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہرگز وہ معنی کہ جو یہود مراد لیتے تھے نہ تھی مگر ذریعہ شوخی یہود کا اور موہم اذیت وگستاخی جناب رسالت کا تھا لہٰذا حکم

(۵۴): عن عبداللّٰہ قال: قال: رسول اللہ ﷺ ان للّٰہ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام. (رواہ النسائی فی سننہ، فی کتاب السھو، باب السلام علی النبی ﷺ، المجلد الثانی، الجرء الثالث، ص: ۵۰، رقم: ۱۲۸۱، ط، دار المعرفۃ، بیروت لبنان)

وفی روایۃ الحنفی: قال عن النبی ﷺ قال: من صلی علی عند قبری سمعتہ، ومن صلی نائیا ابلغتہ. (الجامع لشعب الایمان للبیھقی، ج:۳، ص: ۱۴۱، ط، مکتبۃ الرشد، الریاض)

ہوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا. الخ (۵۵). اورعلی ہذا حضرات صحابہ کا پکار کر بولنا مجلس شریف آنحضرت ﷺ میں ہرگز بوجہ اذیت وگستاخی معاذ اللہ نہ تھا بلکہ حسب عادت وطبع تھا (۵۶)۔مگر چونکہ اذیت وبے اعتنائی شان والا کا اس میں ایہام تھا یہ حکم ہوا یایها الذین اٰمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولاتجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم

---

(۵۵): یایها الذین اٰمنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللکٰفرین عذاب الیم.وفی الجامع لاحکام القرآن تحت هذه الآیة: قال ابن عباس: کان المسلمون یقولون للنبیﷺ: راعنا، علی جهة الطلب والرغبة .من الراعاة.أی: التفت الینا، وکان هذا بلسان الیهود سباً، أی: اسمع لاسمعت، فاغتنموها، وقالوا: کنانسبه سراً، فالآن نسبه جهراً، فکانوا یخاطبون بها النبیﷺ، ویضحکون فیما بینهم، فسمعها سعد بن معاذ. وکان یعرف لغتهم. فقال للیهود: علیکم لعنة اللّٰه! لئن سمعتها من رجل منکم یقولها للنبیﷺ لاضربنّ عنقه فقالوا: أولستم تقولونها؟ فنزلت الآیة، ونهوا عنها لئلا یقتدی بها الیهود فی اللفظ، وتقصد المعنی الفاسد فیه. (الجامع لأحکام القرآن، ج: ۲، ص: ۲۹۳، ط، موسسه الرسالة، بیروت لبنان)

(۵۶):وأخرج احمد، وعبدبن حمید، والبخاری، ومسلم، وأبویعلی، والبغوی فی معجم الصحابة، وابن المنذر، والطبرانی، وابن مردویه، والبیهقی فی الدلائل، عن ابن عباس قال: لمانزلت: (یابها الذین اٰمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی). الی قوله: (وانتم لاتشعرون). وکان ثابت بن قیس بن شماس رفیع الصوت، فقال: أنا الذی کنت أرفع صوتی علی رسول اللّٰهﷺ، حبط عملی، أنا من اهل النار. وجلس فی بیته حزیناً ففقده رسول اللّٰهﷺ، فانطلق بعض القوم الیه، فقالوا له: فقدک رسول اللّٰهﷺ، ما لک؟ قال: أنا الذی أرفع صوتی فوق صوت النبی وأجهر له بالقول، حبط عملی، أنا من أهل النار. فأتوا النبیﷺ فأخروه بذلک، فقال: لابل هو من اهل الجنة. فلما کان یوم الیمامة قتل.(الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ج: ۱۳، ص: ۵۳۲)

لاتشعرون (۵۷). کیا صاف حکم ہے کہ اگرچہ تمہارا قصد گستاخی نہیں مگر اس فعل سے حبط اعمال تمہارے ہوجاویں گے اور تم کو خبر بھی نہ ہوگی اور ایسا ہی حدیث میں تکنی بکنیہ ابی القاسم آپ کی حیات شریف میں منع ہو گیا تھا بوجہ اذیت ذات سرور عالم کے کہ کوئی کسی کو اگر پکارے گا تو آپ یہ سمجھ کر کہ مجھ کو ارادہ کرتا ہے التفات فرمائیں گے حالانکہ نادی ہرگز اذیت رسول علیہ وسلم نہیں کرتا تھا (۵۸) اور ابن ماجہ نے روایت کیا کہ اشعث بن قیس کندی جب آئے تو انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا آپ ہم میں سے نہیں ہیں اور یہ عرض والغیب عنداللہ تعالیٰ بایں وجہ تھی۔ کہ سب عرب از قریش تا کندہ بنواسمٰعیل ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہماری ماؤں کو تہمت زنا مت لگا اور ہمارے نسب کی نفی ہمارے باپوں سے مت کر ہم اولا دنضر ہیں (۵۹) دیکھو اس لفظ میں فقط ایہام بعید کو کس قدر آپ نے نفی کر کے نہی فرمایا اور کلام کا ادب تلقین کیا وعلیٰ ھذا خبثت نفسی کو منع فرمایا۔ اور لقست نفسی کی اجازت دی کہ وہ بظاہر سخت لفظ ہے گو معنی ایک ہیں (۶۰) الحاصل ان الفاظ میں

---

(۵۷): (سورة الحجرات: ۲)

(۵۸): عن انسؓ قال: نادىٰ رجل رجلاً بالبقيع: يا ابا القاسم، فالتفت اليه رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم. فقال: يا رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم انى لم اعنک. انما دعوت فلانا. فقال رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم تسموا باسمي ولاتكنوا بكنيتي. (رواه مسلم فى صحيحه فى كتاب الآداب، باب النهى عن التكنى بابى القاسم وبيان مايستحب من الأسماء، ص: ۹۵۱، ۹۵۲، رقم: ۵۵۸٦، ط، دارالسلام رياض)

(۵۹): عن اشعث بن قيسؓ قال اتيت رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم فى وفد كندة ولايرونى الا افضلهم فقلت يا رسول اللّٰه الستم منا فقال نحن بنو النضر بن كنانة لانقفو اُمّنا ولا ننتفى من ابينا. قال فكان الاشعث بن قيس يقول لا اوتى برجل نفى رجلا من قريش من النضر بن كنانة الا جلدته الحد. (رواه ابن ماجة فى كتاب الحدود، باب من نفى رجلاً من قبيلته، ص: ۱۸۷، ط، قديمى كتب خانه كراچى)

(٦۰): عن عائشة رضى اللّٰه عنها عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: لايقولن أحدكم: خبثت

گستاخی اوراذیت ظاہرہے پس ان الفاظ کا بکنا کفر ہوگا۔ان الذین یؤذون اللّٰہ ورسولہ لعنهم اللّٰہ فی الدنيا والأخرة واعدلهم عذابا مهينا (۶۱). قال فی الشفاء الوجه الثانی وهو ان يكون القائل لما قال فی جهتهٖ صلی اللہ علیہ وسلم غير قاصد السب والازدراء لامعتقدله ولكنه تكلم فی جهتهٖ صلی اللہ علیہ وسلم بكلمة الكفر من لعنه او سبه او تكذيبه او اضافة مالايجوز اليه او نفی مايجب له مماهو فی حقه عليه الصلوٰة والسلام نقيصة الى ان قال او ياتی بسفه من القول او قبيح من الكلام ونوع من السب فی جهة وان ظهر بدليل حاله انه لم يتعمد ذمه ولم يقصد سبه اما لجهالة حملته على ماقاله اما لضجر او سكر او قلة مراقبة وضبط لسانه او عجرفة وتهور فی كلامه فحكم هذا الوجه حكم الوجه اول القتل دون تلعثم ملخصاً. پس اس کلمات کفر کے لکھنے والے کو منع کرنا شدید چاہئے اور مقدور ہو اگر باز نہ آوے تو قتل کرنا چاہئے کہ موذی وگستاخی شان جناب

نفسی، ولٰكن ليقل: لقست نفسی. (رواه البخاری فی صحيحه فی كتاب الأدب، باب: لايقل خبثت نفسی، ص: ۱۳۱۰، رقم: ۶۱۷۹، ط، دار السلام رياض/ ومسلم فی صحيحه فی كتاب الألفاظ من الأدب وغيرها، باب كراهة قول الانسان: خبثت نفسی، ص: ۹۹۸، رقم: ۲۲۵۱، ط، دار السلام رياض/ وأبوداؤد فی سننه فی كتاب الأدب، باب لايقال خبثت نفسی، ص: ۷۰۱، رقم: ۴۹۷۸، ط، دار السلام رياض)

وفی البذل تحت هٰذ الحديث: قال الخطابی: لقست وخبثت معناهما واحد، وانما كره من ذلک لفظ الخبث لبشاعة الاسم وشناعته، وعلمهم الأدب فی المنطق، وأرشدهم الى استعمال الحسن وهجر القبيح، انتهٰى. (البذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، كتاب الأدب، باب لايقال خبثت نفسی، ج: ۱۳، ص: ۳۸۰، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

(۶۱):(سورة الاحزاب: ۵۷)

کبریا تعالیٰ اور اس کے رسول النبی علیہ وسلم صلی اللہ کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یارسول اللہ کا وظیفہ

﴿سوال﴾:

درود وظیفہ ان اشعار ذیل کا اگر کوئی کرے تو کیا حکم ہوگا جائز یا منع اور صغیرہ یا کبیرہ اور شرک کیا ہوگا۔ جیسے ورد یا رسول اللّٰہ انظر حالنا. یارسول اللّٰہ اسمع قالنا. اننی فی بحر ھم مغرق خذ یدی سھل لنا اشکالنا. یا یہ شعر قصیدہ بردہ کا ورد کرنا یا اکرم الخلق مالی من الوذبہ. سواک عند حلول الحادث العمم. یا اور کوئی شعر یا نثر میں ورد اسماء مخلوق بطور وظیفہ کرنا؟

﴿جواب﴾:

ایسے کلمات کو نظم ہو یا نثر ورد کرنا مکروہ تنزیہی ہے کفر و فسق نہیں کیونکہ وجہ کفر کی غیر کو حاضر و متصرف جاننا ہے اور وجہ فسق کی احتمال فساد عقیدہ عوام اور اپنے اوپر تہمت شرک رکھنا ہے اور کراہت تنزیہی یہ کہ فی الجملہ مشابہت استعانت غیر سے ہونے کی تھی گونیت نہیں جیسا قسم غیر اللہ تعالیٰ کی کو شرک حدیث میں فرمایا (۶۲) اور خود آپ نے ہی بعض اوقات غیر کی قسم کھائی (۶۳) تو اس کو عمداً صغیرہ پر حمل کیا ہے علماء نے اور سہواً معاف و مباح پس اس کو

(۶۲): عن سعد بن عبيدة قال: سمع ابن عمر رجلاً يحلف لا و الكعبة، فقال له ابن عمر: انى سمعت رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم يقول: من حلف بغير اللّٰه فقد اشرک. (رواه ابو داؤد، كتاب الايمان و النذور، باب كراهية الحلف بالآباء، ص: ۴۷۴، رقم: ۳۲۵۱، ط، دار السلام رياض)

(۶۳):عن ابی سھیل نافع بن مالک بن ابی عامر، عن أبيه انه سمع طلحة بن عبيد اللّٰه، يعنى فى حديث قصة الاعرابى قال النبى صلى الله عليه وسلم: افلح و ابيه ان صدق دخل الجنة و ابيه ان صدق. (رواه ابو داؤد، كتاب الايمان و النذور، باب كراهية الحلف

بھی ایسا ہی سمجھنا چاہئے یہ وہ جواب ہے جو بندہ نے شیئاً للہ جواب میں لکھا تھا اور آپ کو شبہ ہوا تھا فقط والسلام۔ ان صاحب کو فرمادو کہ ہر دو اسم کو پڑھے جاویں بندہ بھی دعا کرتا ہے اور سورہ فاتحہ کو درمیان سنت وفرض فجر کے اکتالیس بار پڑھ لیا کریں حق تعالیٰ رحم فرماوے آمین۔ فقط والسلام

❁❁❁

علم غیب کا قائل ہونا

﴿سوال﴾:

حضور فرماتے ہیں کہ جو شخص علم غیب کا قائل ہو وہ کافر ہے حضرت جی آج کل تو بہت آدمی ہیں کہ نماز پڑھتے ہیں وظائف بکثرت پڑھتے ہیں مگر رسول اللہ ﷺ کا میلاد میں حاضر رہنا وحضرت علی کا ہر جگہ موجود ہونا دور کی آواز کا سننا مثل مولوی احمد رضا خان بریلوی کہ جنہوں نے رسالہ علم غیب لکھا ہے کہ نمازی اور عالم بھی ہیں کیا ایسے شخص کافر ہیں ایسوں کے پیچھے نماز پڑھنی اور محبت ودوستی رکھنی کیسی ہے؟

﴿جواب﴾:

جو شخص اللہ تعالیٰ جل شانہ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ تعالیٰ جلالہ کے برابر کسی کا علم جانے وہ بے شک کافر ہے (۶۴) اس کی امامت

بالآباء، ص: ۴۷۴، رقم: ۳۲۵۲، ط، دار السلام ریاض)

(۶۴):ثم اعلم ان الانبیاء علیهم الصلاة و السلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ماعلمهم اللّٰه تعالیٰ أحیانا. و ذکر ان الحنفیة تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیه السلام یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لایعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللّٰه. کذا فی المسایرة. (شرح فقه الاکبر للملاعلی القاری، مسئلة فی أن تصدیق الکاهن بما یخبر به من الغیب کفر، ص: ۱۳۷، ط، دار الکتب العربیة الکبری، مصر)

(۶۵) اوراس سے میل جول محبت مودت سب حرام ہیں (۶۶) ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اعتقاد اینکه کسے غیر حق سبحانه حاضر وناظر، وعالم خفی وجلی در هر وقت وهر آن است، اعتقاد شرک است. (مجموعة الفتاویٰ علی هامش خلاصة الفتاوی، ج: ۴، ص: ۳۳۱، ط، مکتبه رشیدیه)

واما من قال: ان نبینا أو غیره أحاطه بالمغیبات علماً کما أحاط علم اللّٰه بها، فقد کفر. (حاشیة الصاوی علی الجلالین، ۱۸۸/۲، بحواله کتاب النوازل، ج: ۲، ص: ۱۷۰)

لو تزوج بشهادة اللّٰه ورسوله لاینعقد ویکفر لاعتقاده أن النبی یعلم الغیب. (البحر الرائق، کتاب النکاح، ج: ۳، ص: ۱۵۵، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۶۵): وتجوز الصلاة خلف کل بر وفاجر، لقوله علیه السلام: صلوا کل برو فاجر. ولأن علماء الأمة کانوا یصلون خلف الفسقة، وأهل الهواء، والبدع، من غیر نکیر. وما نقل عن بعض السلف من المنع عن الصلاة خلف البدع فمحمول علی الکراهة، اذ لا کلام فی کراهة الصلاة خلف الفاسق والمبتدع. هذا اذا لم یؤد الفسق أو البدعة الی حد الکفر، أما اذا أدی الیه فلا کلام فی عدم جواز الصلاة خلفه. (شرح العقائد النسفیة، الکلام فی العقائد المتفرقة، ص: ۳۶۹، ط، مکتبة البشریٰ کراتشی)

(۶۶): ولا ترکنوآ الی الذین ظلموا فتمسکم النار ومالکم من دون اللّٰه من اولیآء ثم لاتنصرون. وفی الجامع لاحکام القرآن، تحت هذه الآیة: (ولاترکنوآ) الرکنون حقیقة: الاستناد والاعتماد، والسکون الی الشیء والرضا به. قال قتادة: معناه: لاتودوهم ولاتطیعوهم. ابن جریج: لاتمیلوا الیهم.... وأنها دالة علی هجران أهل الکفر والمعاصی من أهل البدع وغیرهم، فان صحبتهم کفر أو معصیة، اذ الصحبة لاتکون الا عن مودة. (الجامع لاحکام القرآن، ج: ۱۱، ص: ۲۲۵، ۲۲۶،

سجدۂ قبور وغیرہ

﴿سوال﴾:

زید ایک عالم اور اکثر احکام شرعیہ کو بجالاتا ہے اور اکثر امور مستحب تک بھی ادا کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی کرتا ہے کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاللّٰہ کی تسبیح بھی پڑھتا ہے یا سجدۂ قبور کو یا زندہ پیروں کو کرتا ہے یا مرغی بکری پیروں کی تعظیم کے واسطے ذبح کرتا ہے۔ یا قبروں کا طواف کرتا ہے یا تعزیہ بناتا ہے اور اس پر عرضیاں چڑھاتا ہے یا وقت حاجت کے غیروں کی نذر مانتا ہے اور مدد چاہتا ہے اور یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ میں ان افعال کو اچھا اور موجب تقرب خدائے تعالیٰ کا اور باعث سعادت دارین کا جانتا ہوں اور حضرت شیخ کو حاضر وناظر جانتا ہوں اور متصرف فی الامور اور مدد کرنے والا اور حاجت روا کرنے والا جانتا ہوں اور ہر وقت یہ خیال کرتا ہوں کہ جس وقت ان کو پکاروں گا وہ سن لیں گے اور میری حاجت روائی کریں گے بلکہ جو کوئی ان کو پکارتا ہے اس کی سنتے ہیں اور اس کی حاجت روائی کرسکتے ہیں اور یہ بھی اعتقاد کرتا ہوں کہ یہ تصرف اور علم ان کا خدائے تعالیٰ کا دیا ہوا ہے آیا یہ شخص عنداللہ مومن ہے یا کافر اور اس کی کبھی رہائی ہوجاوے گی یا ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور کبھی نجات نہ پاوے گا اور دنیا میں ایسے شخص کے ساتھ معاملہ مسلمانوں کا سا کرنا چاہئے یا کافروں کا سا (یعنی نماز جنازہ اور دعا وغیرہ) اور بعضے ایسے شخص بھی ہیں کہ افعال مذکورہ تو کرتے ہیں مگر اعتقاد کو ظاہر نہیں کرتے یا تاویل کرتے ہیں اب التماس یہ ہے کہ جواب اس کا بطور قاعدہ کلیہ کے ایسا ارشاد فرمائیں کہ سارے اقسام کا حال معلوم ہوجاوے؟

﴿جواب﴾:

فریق اول اگر کوئی تاویل قابل التفات نہیں رکھتے تو کافر ہیں (٦٧) اور دوسرے

ط، موسسة الرسالة، بیروت لبنان)

(٦٧):ان النـاس قد اکثروا من دعاء غیر اللّٰہ تعالیٰ من الأولیاء الأحیاء منهم

فریق کے حرکات کی تاویل ممکن ہے لہٰذا فاسق ہیں نہ کافر اور کتاب تقویۃ الایمان میں اس کو مفصل لکھا ہے اس کا مطالعہ کرلو اس سے زیادہ کوئی نہیں لکھ سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

والأموات وغيرهم، مثل ياسيدى فلان اغثنى، وليس ذلك من التوسل المباح فى شىء....وقد عده أناس من العلماء شركاً. (روح المعانى، سورة المائدة تحت الآية: ۳۵، ج:٦، ص: ۱۲۸، ط، احياء التراث العربى، بيروت لبنان).

سجدہ کردن بسوئے قبور انبیاء اولیاء وطواف گرد قبور کردن ودعا از آنہا خواستن ونذر برائے آنہا قبول کردن حرام است بلکہ چیز ہا از آنہا بکفر می رساند پیغمبر خدا ﷺ بر آنہا لعنت گفتہ واز ان منع فرمودہ وگفتہ کہ قبر مرابت نہ کنند۔ (مالابدمنہ، کتاب الجنائز، ص:۷۰، ۷۱)

فى ردالمحتار: قال شمس الأئمة السرخسى: ان كان لغير الله تعالىٰ على وجه التعظيم كفر. قال القهستانى: وفى الظهيرية: يكفر بالسجدة مطلقا. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغيره، ج: ۹، ص: ۵۵۱، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفى البحر الرائق: وفى البزازية قال علماؤنا: من قال أرواح المشايخ حاضرة تعلم تكفر. (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، ج: ۵، ص: ۲۰۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى الفتاوى الزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفاظ تكون اسلاما او كفرا الخ: الفصل الثانى النوع الثانى فيما يتعلق بالله تعالىٰ، ج: ٦، ص: ۳۲٦)

ومنها ان ظن أن الميت يتصرف فى الأمور دون الله تعالىٰ واعتقاده ذلك كفر. (البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل فى النذر، ج: ۲، ص: ۵۲۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وقال العلامة محمود حسن الكنكوهى رحمه الله تعالىٰ: وأما السماع من اى مقام، تكلموا من قريب أو بعيد، فهو شان السميع الخبير، لايشاركه أحد، ومن

تعزیہ پرستی

سوال:
تعزیوں کے ساتھ بہ نیت تماشہ غیر اعتقاد سے جانا کیسا ہے اور اعتقاد سے جانا کیسا ہے؟ زید کہتا ہے کہ زیارت کرنا تعزیوں کا اچھا ہے جیسے خانہ کعبہ کا نقشہ لاتے ہیں اور اس کی زیارت کرتے ہیں ایسے ہی یہ بھی ایک مکان کا نقشہ ہے اس کی زیارت میں کچھ نقصان نہیں اس کا جواب کس طرح ہے؟

جواب:
تعزیہ بُت ہے اور کعبہ کا نقشہ مثل نقشہ مکان کے ہے اس کی کوئی پرستش نہیں کرتا اگر

اعتقده فهو شرک فی الصفات، قال القاری فی شرح الفقه الأکبر: ان رجال الغیب هم الجن، لأن الانس لایکون دائماً محتجبا عن أبصار الانس، وانما یحتجب أحیاناً، فمن ظن انهم من الانس فمن غلطه وجهله وسبب الضلالة فیهم، وبالجملة فالعلم بالغیب أمر تفرد به سبحانه و لاسبیل الیه للعباد الا باعلام منه و الهام بطریق المعجزة أو الکرامة أو ارشاد الی استدلال بالأمارات فیما یمکن فیه ذلک.

ثم اعلم ان الانبیاء علهیم الصلاة والسلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ماعلمهم اللّٰه تعالٰی أحیانا. وذکر ان الحنفیة تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیه السلام یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالٰی: قل لایعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللّٰه. کذا فی المسایرة. وقال فی الفتاوی الزازیة: تزوج بالاشهود وقال: خدا ورسول و فرشتگان را گواه کردم، یکفر، لانه اعتقد أن الرسول والملک یعلمان الغیب.

من قال: ان أرواح المشایخ حاضرة تعلم یکفر.اهـ. فقط واللّٰه تعالٰی اعلم و علمه أتم احکم. (فتاوی محمودیه، ج: ١، ص: ٢٨٠)

اس کی پرستش کرے گا تو بھی کفر ہو جاوے گا (٦٨)۔

بزرگوں کے خلاف شرع کام

﴿سوال﴾:

بعضے حضرات نقشبندیہ کے رسائل سلوک میں جو صدی سیزدہم میں گذرے ہیں یہ مضمون پایا جاتا ہے کہ استمداد اور استعانت یعنی مدد چاہنا پیروں سے جو غائب ہیں یا انتقال کر گئے ہیں کرنا چاہئے چنانچہ مولانا رؤف احمد صاحب اپنے دار المعارف کے صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں اور حضرت شاہ غلام علی صاحب مجددی دہلوی کا قول نقل کرتے ہیں کہ: ''طریقہ توجہ حضرات عالیہ نقشبندیہ کہ بمارسیدہ است دبیاران خود میکنم برین نہج است کہ اول فاتحہ برارواح طیبہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحضرات پیران کبار خصوصاً حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند وحضرت امام مجدد الف ثانی وحضرت میرزا صاحب رضی اللہ عنہم خواندہ دعاء وتضرع از جناب الٰہی نمودہ واستمداد از پیران خواستہ متوجہ بطرف قلب طالب میشوم''۔ اور

(٦٨):قال العلامة الآلوسی تحت آية البقرة رقمها: ۳۴: ان السجود الشرعی عبادة، وعبادة غيره سبحانه وتعالٰی شرک محرم فی جميع الأديان والأزمان، ولاأراها حلت فی عصر من الأعصار. (روح المعانی، ج: ۱ ،ص: ۲۲۸، ط، دار احياء التراث العربی بيروت لبنان)

وقال العلامة الشاه عبدالعزيز الدهلوی رحمه الله تعالٰی: ونيز تعزيه داری كه همچو مبتدعان ميكنند بدعت است وهمچنين ساختن ضرايح وصورت قبور وعلم وغير آن هم بدعت است. وقال ابضاً: در ان مجلس به نيت زيارت وگريه وزاری حاضر شدن هم جائز نيست زيرا كه آنجا زيارت نيست كه برائے او حاضر شود واين چوبها كه ساخته اوست قابل زيارت نيستند بلكه قابل ازاله اند. (فتاوی عزيزی، ج: ۱، ص: ٦٩)

اسی قسم کا مضمون اسی کتاب کے مواضع عدیدہ میں پایا جاتا ہے پس اس استمداد اور استعانت سے کیا مراد ہے اور یہ جائز ہے یا ناجائز اور بعضے یہاں کے خوش عقیدہ یہ فرماتے ہیں کہ استعانت اہل باطن اور اصحاب توجہ کو جائز ہے کیونکہ ان کی ملاقات ارواح طیبہ پیران سے ہو جاتی ہے۔

﴿جواب﴾:

السلام علیکم مراد استمداد سے بطفیل و برکت بزرگان مرادانہ حق تعالیٰ خواستن ہے نہ بزرگوں سے مراد مانگنا چنانچہ وہ خود تصریح کرتے ہیں اور یا شیخ عبدالقادر کی جگہ یا ارحم الراحمین کہنا صریح لکھتے ہیں بہرحال یہ تاویل یا مثل اس کے کلام بزرگوں میں ضروری ہے اور جو کسی کی فہم میں معنی مراد نہ آویں تو سکوت کرنا چاہئے حجۃ ان کے کلام سے نہیں ہے حجۃ کلام اللہ و سنت و مجتہدین کے اقوال سے ہے۔ فقط

۞۞۞

یا شیخ عبدالقادر جیلانی کا وظیفہ

﴿سوال﴾:

پڑھنا یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاللّٰہ کا بطور ورد یا برائے قضائے حاجات یا اس میں اثر جان کر یا شیخ کو متصرف عالم تصور کر کے ان سے اپنی حاجت طلب کرے تو یہ دونوں صورتیں کفر و شرک کی ہیں یا نہیں؟ کیونکہ منادی مستقل الاستعانت و مدد شیخ مذکور ٹھہریں گے اور حق سبحانہ تعالیٰ واسطہ پڑے گا اور اس کو اکثر علماء کفر و شرک فرماتے ہیں۔ چنانچہ مولانا عبدالحی صاحب مرحوم مجموعہ فتاویٰ میں فرماتے ہیں ازیں چنیں وظیفہ احتراز لازم و واجب اولاً ازیں جہت ایں وظیفہ متضمن شیئاللہ ہست و بعض فقہاء از ہمچو کفر کردہ اند چنانچہ در درمختار می نویسد کذا قولہ شیئا للّٰہ قیل یکفر. عبارت مذکورہ میں لفظ عام ہے عقیدہ حضور کی قید نہیں۔ لہٰذا ان دونوں صورتوں میں کفر و شرک ہے یا ایک صورت میں اور

دوسری صورت میں کسی قسم کا گناہ ہے اور لفظ یا حاضر کے واسطے بولا جاتا ہے یا حاضر و غائب دونوں کے واسطے؟

﴿جواب﴾:

اس کا ورد کرنا بندہ جائز نہیں جانتا اگر چہ شرک نہیں لیکن مشابہ شرک ہے اور بعض فعل مشابہ بشرک ہوتے ہیں اور صغیرہ ہوتے ہیں کہ شرک کلی مشکک ہے کہ اس کے افراد قلت وکثرت معصیت میں متفاوت ہیں۔ مثلاً قسم بغیر اللہ تعالیٰ سے طلب حاجات ہے مگر جو محض ان کلمات میں اثر جان کر پڑھتا ہے وہ کافر اور مشرک نہ ہوگا اگر چہ معصیت سے خالی بھی نہ ہوگا۔ اور جو شیخ قدس سرہٗ کو متصرف بالذات اور عالم غیب بذات خود جان کر پڑے گا وہ مشرک ہے (۶۹) اور اس عقیدہ سے پڑھنا کہ شیخ کو حق تعالیٰ اطلاع کر دیتا ہے اور باذنہ

---

(۶۹): فی البحر: ومنها ان ظن أن الميت يتصرف فی الأمور دون اللّٰہ تعالیٰ واعتقاده ذلک کفر. (البحر الرائق، کتاب الصوم، فصل فی النذر، ج: ۲، ص: ۵۲۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

ثم اعلم ان الانبیاء علیهم الصلاۃ والسلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ماعلمهم اللّٰہ تعالیٰ أحیانا. وذکر ان الحنفیة تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیه السلام یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لایعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللّٰہ. کذا فی المسایرة. (شرح فقه الاکبر للملاعلی القاری، مسئلة فی أن تصدیق الکاهن بما یخبر به من الغیب کفر، ص: ۱۳۷، ط، دار الکتب العربیة الکبری، مصر)

اعتقاد اینکه کسے غیر حق سبحانه حاضر وناظر، وعالم خفی وجلی در هر وقت وهر آن است، اعتقاد شرک است. (مجموعة الفتاویٰ علی هامش خلاصة الفتاوی، ج: ۴، ص: ۳۳۱، ط، مکتبه رشیدیه)

وقال فی البحر الرائق: وفی البزازیة قال علماؤنا: من قال أرواح المشایخ حاضرة تعلم تکفر. (البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین، ج: ۵، ص:

تعالیٰ شیخ حاجت براری کردیتے ہیں یہ بھی مشرک نہ ہوگا۔ باقی مومن کی نسبت بدظن ہونا بھی معصیت ہے(۷۰) اور جلدی سے کسی کا کافر مشرک بتادینا بھی غیر مناسب ہے اور ایسے موہم الفاظ کا پڑھنا بھی بے جا و معصیت ہے(۷۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۰۹، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی الفتاوی البزازیة علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب الفاظ تکون اسلاما او کفرا الخ: الفصل الثانی النوع الثانی فیما یتعلق باللّٰه تعالیٰ، ج: ٦، ص: ٣٢٦)

(۷۰):یٰایها الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولاتجسسوا ولایغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتا فکرهتموه واتقوا اللّٰه ان اللّٰه تواب رحیم.(سورة الجرات: ١٢)

وأخرج مالک، وأحمد، والبخاری، ومسلم، وأبوداؤد، والترمذی، وابن المنذر، وابن مردویه، عن أبی هریرة قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: ایاکم والظن، فان الظن أکذب الحدیث، ولاتجسسوا، ولاتحسسوا، ولاتنافسوا، ولاتحاسدوا، ولاتباغضوا، کونوا عباد اللّٰه اخوانا، ولایخطب الرجل علی خطبة أخیه حتی ینکح أو یترک. (الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ج: ١٣، ،ص: ٥٦٥)

(۷۱): اخرج الدارمی فی سننه عن الشعبی قال: سمعت النعمان بن بشیر یقول: سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول: الحلال بیّن والحرام بیّن، وبینهما مشتابهات، لایعلمها کثیر من الناس، فمن اتقی الشبهات استبرأ لعرضه ودینه، ومن وقع فی الشبهات، وقع فی الحرام. الخ. وفی فتح المنان تحت هٰذا الحدیث: قوله (ومن وقع فی الشبهات، وقع فی الحرام): یرید أنه اذا اعتادها واستمر علیها أدته الی الوقوع فی الحرام بأن یتجاسر علیه فیواقعه، یقول: فلیتق الشبهة لیسلم من الوقوع فی المحرم. (فتح المنان شرح المسند الجامع، کتاب البیوع، باب فی الحلال بیّن والحرام بیّن، ج: ٩، ص: ٢٣٧، ٢٣٨، ٢٣٩، ط، المکتبة المکیة مکة المکرمة،

وظیفہ یا خواجہ سلیمان

﴿سوال﴾:

ورد کرنا شیخ عبدالقادر و خواجہ سلیمان وغیرہ جائز ہے یا شرک؟

﴿جواب﴾:

ورد کرنا یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ وغیرہ حرام ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے ترجمہ ارشاد الطالبین میں لکھا ہے آنکہ جہال میگویند کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ یا خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی شیئاً للہ جائز نیست و اگر روح حضرت شیخ را متصرف الامور اعتقاد می کند کفرے دیگر ست فی البحر الرائق: **من ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ واعتقد بذلک یکفر (۷۲) انتہیٰ.**

❁❁❁

طواف قبر

﴿سوال﴾:

جو افعال قبیحہ مثل نذر غیر اللہ یعنی گیارہویں وتوشہ وغیرہ ندائے غیر اللہ یعنی یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ وغیرہ وسجدہ وطواف قبر واستعانت غیر اللہ وتسمیہ غیر اللہ یعنی عبدالنبی

ودار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

(۷۲):(البحر الرائق، کتاب الصوم، فصل فی النذر، ج: ۲، ص: ۵۲۰، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان/ رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الصوم، باب مایفسد الصوم وما لایفسد، مطلب فی النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام من شمع او زیت او نحوہ، ج: ۳، ص: ۴۲۷، ط، دارعالم الکتب ریاض/ النهر الفائق، کتاب الصوم، فصل فی النذر، ج: ۲، ص: ۴۲، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وحلف غیر اللہ وشگون بدوغیرہ اگر فاعل کا عقیدہ شرک وکفر کا ہے کہ بالاستقلال حاضر وناظر عالم الغیب جان کر کرتا ہے تو مشرک اور اگر عقیدہ شرکیہ نہیں تو اس کے حق میں یہ افعال حرام و گناہ کبیرہ کے ہونگے یا نہیں چنانچہ حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب علیہ الرحمۃ مأۃ مسائل میں درتحت امور ذیل فرماتے ہیں وبعض افعال اگر شرک حقیقی کہ کفر ست نیستند لیکن مشابہ افعال مشرکان وبُت پرستان اند ازان افعال ہم اجتناب واحتراز لازم چنانچہ مردماں روبروئے علماء وعظما وتقبیل زمین می کنند کنندہ این افعال وآن کس کہ راضی باین فعل باشد ہر دوگنہگار می شوند کہ این فعل حرام وگناہ است .الخ۔

﴿جواب﴾:

ان سب امور میں جیسا کہ مأۃ المسائل میں لکھا ہے وہی بندہ کی طرف سے جواب ہے۔اس میں بندہ موافقت رکھتا ہے۔فقط واللہ اعلم۔

قبر پر جانا اوراس کو بوسہ دینا

﴿سوال﴾:

قبر پر جانا اوراس کو بوسہ دینا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

قبر کو بوسہ دینا حرام ہے کہ یہ عادت اہل کتاب کی ہے یعنی یہود ونصاریٰ کی (۷۳)۔

---

(۷۳):ولا یمسح القبر ولا یقبله فان ذلک من عادة النصاری.الخ.(الفتاوی العالمکیریه، کتاب الکراهية، الباب السادس عشر فی زیارة القبور وقراءة القرآن فی المقابر، ج: ۵،ص: ۳۵۱)

==

نبی بخش وغیرہ نام رکھنا

﴿سوال﴾:

نبی بخش۔پیر بخش۔سالار بخش۔مدار بخش ایسے ناموں کا رکھنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

ایسے نام موہم شرک ہیں منع ہیں ان کو بدلنا چاہئے (۷۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

== والمستحب فی زیارة القبور ان یقف مستدیر القبلة وجه المیت، وان یسلم ولا یمسح القبر، ولایقبله، ولایمسه فان ذلک من عادة النصاری. (حاشیة طحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح، کتاب الصلاة، باب احکام الجنائز، فصل فی زیارة القبور،ص: ۶۲۱،ط، دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان)

ومن وقف بالقبر لایلتصق به، ولایمسه...فینبهالعالم غیره علی ذلک، ویحذر هم من تلک البدع التی أحدث هناک من لاعلم عنده یطوف بالقبر الشریف کما یطوف بالکعبة الحرام ویتمسح به ویقبله و یلقون علیه منادلیهم وثیابهم یقصدون به التبرک وذلک کله من البدع. (المدخل لابن الحاج، فصل فی زیارة القبور، ج: ۱، ص: ۲۶۲، ۲۶۳، ط، دار الکفر).

ولیحذر مما اعتاده بعض الجاهلین من التمسح بالقبر وتقبیله والطواف حوله... فان ذلک من عادة المشرکین. (الدین الخالص، کتاب الجنائز، ج:۸،ص: ۶۸)

(۷۴):أقول: ویؤخذ من قوله ولاعبد فلان منع التسمیة بعبدالنبی ونقل المناوی عن الدمیری أنه قیل بالجواز بقصد التشریف النسبة، والأکثر علی المنع خشیة اعتقاد العبودیة کما لایجوز عبدالدار. (رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء وغیره، ج: ۹، ص: ۵۹۹، ط، دار عالم الکتب، ریاض)

کتب فقہ وحدیث کا انکار کرنا

﴿سـوال﴾:

زید کہتا ہے کہ کتب فقہ یا دوسری کتب احادیث جن کو صحاح ستہ کہتے ہیں فرقہ معتزلہ اور خارجیہ اور گمراہان فرقوں کی ہیں اور ان کے بنانے والے اہل سنت و جماعت سے نہیں اور عمرو کہتا ہے کہ یہ کتب چاروں مذہب اہل سنت و جماعت کی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث ان میں ہیں اور ان کے بنانے والے اہل سنت و جماعت سے ہیں انہیں پر دار ومدار ہے ان کو برا جاننے والا اور گالیاں دینے والا بدعتی اور چاروں مذہب سے خارج اور فاسق ہے آیا زید حق پر ہے یا عمرو؟

﴿جواب﴾:

صحاح کتب میں احادیث رسول اللہ ﷺ ہیں اور ان کے جمع کرنے والے صحابہ اور بعد کو علماء عاملین ومقبولین رہے اور باتفاق جمیع اہل اسلام مقبول اللہ تعالیٰ کے ہیں جو شخص ان کتابوں کو برا کہتا ہے اور توہین کرتا ہے گویا وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے وہ شخص فاسق ومرتد بلکہ کافر وملعون حق تعالیٰ کا ہے (۷۵) جو مسائل فقہ کے ہیں وہ احادیث ہی

---

(۷۵): واذا روی رجل حدیثا عن النبی ﷺ ورده آخر قال بعض مشایخنا انه یکفر، ومن المتأخرین من قال: ان کان متواترا یکفر، وکذلک لو قال بطریق الاستخفاف، سمعناه کثیرا یکفر. (الفتاوی التاتارخانیه، کتاب أحکام المرتدین، الفصل السابع: فیما یعود الی الأنبیاء علیهم السلام، ج:۷، ص: ۳۰۵، ط، مکتبة زکریا، دیوبند)

واذا کان الفقیه یذکر شیئا من العلم، أو یروی حدیثا صحیحا فقال له الآخر: این هیچ نیست ورده.. فهذا کفر. (الفتاوی التاتارخانیه، کتاب أحکام المرتدین، الفصل السادس عشر فی العلم والعلماء والابرار، ج:۷، ص: ۳۳۴، ۳۳۵، ط، مکتبة زکریا، دیوبند)

==

سے مستنبط ہیں۔

۞۞۞

ہنود یا انگریزوں کا لباس پہننا

﴿سوال﴾:

جیسے زنار ہنود کی اگر کوئی مسلمان پہنے تو کافر ہو جاتا ہے ایسے ہی انگریزوں کی صلیب اور ٹوپی بھی حکم رکھتی ہے یا صلیب پہننا کفر ہے اور انگریزی ٹوپی حرام؟

﴿جواب﴾:

صلیب کا ڈالنا گلے میں کفر ہے کہ صلیب شعار نصرانیہ کا ہے قال علیہ السلام **من تشبہ بقوم فھو منھم الحدیث** (۷۶)۔ پس دونوں چونکہ شعار کفر ہیں لہٰذا دونوں کفر

== ومن سمع حديثه عليه السلام فقال سمعناه كثيراً بطريق الاستخفاف يكفر... والحاصل انه اذا استخف بسنة أو حديث من أحاديثه عليه السلام كفر. (الفتاوى البزازيه، على هامش الفتاوى العالمكيريه، كتاب ألفاظ تكون اسلاماً أو كفراً، الفصل الثاني، النوع الثالث في الأنبياء، ج: ٦، ص: ٣٢٨)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في أحكام المرتدين، موجبات الكفر انواع، منها مايتعلق بالعلم والعلماء، ج: ٢، ص: ٢٧١)

(وكذا في مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر، كتاب السير والجهاد، باب المرتد، ج: ٢، ص: ٥٠٦، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب السير، فصل في مسائل المرتدين و أحكامهم، نوع آخر فيما يعود الى الانبياء، ج: ٥، ص: ٢٣٥، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(٧٦): اخرجه أبو داؤد في سننه في كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، ص: ٥٦٩، رقم: ٤٠٣١، ط، دار السلام، رياض.

ہیں (۷۷) اور ٹوپی نصرانیوں کی پہننا کوٹ یا پتلون شعار کفر کا نہیں ہے بلکہ لباس اس قوم کا ہے پس ان کا پہننا ہندوستان میں تو تشبہ لباس میں ہے اور گناہ ہے اور جو لوگ اس ملک میں رہتے ہیں کہ وہاں مسلمانوں کا بھی یہی لباس ہے وہاں گناہ بھی نہیں ہوگا کیونکہ وہاں یہ لباس شعار نصاریٰ کا نہیں ہے بلکہ عام ہے مسلمانوں اور کفار میں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بیوہ کا نکاح ثانی عیب سمجھنا

﴿سوال﴾:

جو شخص نکاح ثانی کو باوجود علم اس امر کے یہ قرآن شریف سے ثابت ہے اور حضرت کی سنت ہے عیب اور بے عزتی سمجھتا ہو اور اس کے کرنے والے کو بے عزت اور کمینہ کہتا ہو یا یوں کہتا ہو کہ ہم اس کو حق جانتے ہیں اور حضرت کی سنت سمجھتے ہیں مگر چونکہ ہماری قوم میں اس کا رواج نہیں اس واسطے ہم اس کو عار و ننگ جانتے ہیں اب ان دونوں صورتوں میں شرع

---

(۷۷):فانا ممنوعون من التشبیہ بالکفرة وأهل البدعة المنكرة فی شعارهم.. ..فالمدار علی الشعار.من تزنو بزنار الیهود أو النصاری وان لم یدخل کنیستهم کفر. (شرح فقه الاكبر، ص: ۱۷۱، ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر)

ولو شد الزنار علی وسطه أو وضع الغل علی کتفه فقد کفر.....وفی الملتقط اذا شد الزنار أو أخذ الغل أو لبس قلنسوة المجوسی جادا أو هازلا یکفر.الخ (شرح فقه الاكبر، ص: ۱۷۱، ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر)

یکفر بوضع قلنسوة المجوس علی رأسه علی الصحیح، الالضرورة دفع الحر والبرد بشد الزنار فی وسطه، الااذا فعل ذلک خدیعةً فی الحرب. (البحر الرائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتدین، ج: ۵، ص: ۲۰۸،ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

شریف سے ایسے شخص کا کیا حکم ہے اس شخص کیساتھ معاملہ رشتہ ناتے کا کرنا یا شادی غمی میں اس کی شامل ہونا یا اس کے جنازے کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

حکم حق تعالیٰ یا کسی طریقہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب یا موجب بے عزتی کا جانے یا اس کے کرنے والے کو بے عزت کہے لا ریب وہ ملعون کافر ہے (٧٨) اور مخالف حق تعالیٰ کا اور جہنمی ہے اور مرتد ہے اور باوجود اعتراف اس امر کے کہ یہ حکم خدا تعالیٰ کا اور سنت ہے اور پھر بھی اس کو اپنے رواج کے سبب ننگ و عار کا باعث جانتا ہے یہ زیادہ تر موجب اس کے کفر اور مخالفت حق تعالیٰ کا ہے کہ وہ شقی ملعون اپنے رواج کفر کو حق تعالیٰ کے حکم سے اچھا جانتا ہے پس ایسے شخص سے ترک ملاقات و معاملات کرنا عین دین ہے اور اس سے رشتہ

---

(٧٨): اذا أنكر آية من القرآن أو سخر بآية من القرآن، وفى الخزانة: أو عاب فقد كفر. (الفتاوى التاتارخانيه، كتاب أحكام المرتدين، الفصل العاشر: فيما يتعلق بالقرآن، ج: ٧، ص: ٣١٥، ط، مكتبة زكريا، بديوبند، الهند)

(البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، ج: ٥، ص: ٢٠٢، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

والحاصل انه اذا استخف بسنة أو حديث من أحاديثه عليه السلام كفر. (الفتاوى البزازيه، على هامش الفتاوى العالمكيريه، كتاب ألفاظ تكون اسلاماً أو كفراً، الفصل الثانى، النوع الثالث فى الأنبياء، ج: ٦، ص: ٣٢٨)

من لم يقر ببعض الأنبياء عليهم السلام أو عاب نبيا بشيء أو لم يرض بسنة من سنن المرسلين عليهم السلام فقد كفر. (الفتاوى التاتارخانيه، كتاب أحكام المرتدين، الفصل السابع: فيما يعود الى الأنبياء عليهم السلام، ج:٧، ص:٣٠٥، ط، مكتبة زكريا، بديوبند، الهند)

(وكذا فى مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، كتاب السير والجهاد، باب المرتد، ج:٢، ص: ٥٠٦، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وقرابت رکھنا ہرگز جائز نہیں بلکہ اس سے علیحدہ ہوجاوے اوراس کومبغوض ترین خلق اللہ تعالیٰ کا جان کراس کا دشمن ہوجاوے اوراس کے جنازے کی نماز ہرگز نہ پڑھے کہ وہ کافر ہے(۷۹) کذافی کتب الحدیث والفقہ والعقائد واللہ تعالیٰ اعلم۔کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی

---

(۷۹):یٰایها الذین اٰمنوا لاتتخذوا الکٰفرین اولیآء من دون المؤمنین اتریدون ان تجعلوا للّٰه علیکم سلطٰنا مبینا. (سورة النساء: ۱۴۴)

فی المرقات: فان هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة علی مر الأوقات مالم یظهر منه التوبة والرجوع الی الحق، فانه ﷺ لما خاف علی کعب بن مالک وأصحابه النفاق حین تخلفوا عن غزوة تبوک أمر بهجرانهم خمسین یوماً. (المرقات المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الآداب،الفصل الاول، بابماینهی عنه من التهاجر و التقاطع و اتباع العورات، ج: ۹، ص: ۲۳۱، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

وفی بذل المجهود:وقال السیوطی:والمراد حرمة الهجران اذا کان الباعث علیه وقوع تقصیر فی حقوق الصحبة، والأخوة، وآداب العشرة، کاغتیاب، وترک نصیحة، وأما ما کان من جهة الدین والمذهب فهجران أهل البدع والأهواء واجب الی وقت ظهور التوبة. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی هجرة الرجل أخاه، ج: ۱۳، ص: ۳۱۹، ط، دار البشائرالاسلامیة،بیروت لبنان)

وفی الهندیة: ولایجوز للمرتد أن یتزوج مرتدة ولامسلمة و لاکافرة اصلیة، وکذٰلک لایجوز نکاح المرتدة مع أحد، کذا فی المبسوط. (الفتاوی العالمکیریه، فصل: القسم السابع المحرمات بالشرک، ج: ۱، ص: ۲۸۲)

(وکذا فی رد المحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، ج: ۴، ص: ۳۷۶، ط، دارعالم الکتب ریاض)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، ج: ۳، ص: ۳۶۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

==

عفی عنہ۔

جواب صحیح ہے بموجب حدیث ترمذی کے عن صهيب رضى الله عنه قال قال رسول اللهﷺ ما آمن بالقرآن من استحل محارمه (۸۰). منکر و مستخف سنت نبوی کا خصوصاً ایسی عبادت کا کافر ہے اور بمقتضائے حسن ظن توبہ و وسعت رحمت الٰہی کے معاملہ جائز ہو تو بعید نہیں ہے والا مثل معاملات روافض و خوارج و ہنود کے ضرورتاً جائز ہوگا والالا۔ واللہ اعلم بالصواب کتبہ العبد المذنب عبدالرحمٰن پانی پتی ۲۵ شعبان یوم شنبہ۔

لاریب فیہ بلکہ جو اس مسئلہ کو چھپادے یا اظہار سے سکوت برتے وہ بھی بموجب حدیث من سکت الخ گونگا شیطان ہے اور جو ایسے کام کے مخالف کا اشارۃً بھی معین ہوگا دوزخ میں اوندھے منہ ڈالا جاوے گا کما فی الحدیث فقط۔ العبد محمد مسعود نقشبندی دہلوی۔

== في الدرالمختار: اما المرتد: فيلقى في حفرة كالكلب.

وفي الشامية: (قوله: فيلقى في حفرة): أي ولايغسل، ولايكفن، ولايدفع الى من انتقل الى دينهم، بحر عن الفتح. (كتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة، قبيل مطلب في حمل الميت، ج: ۳، ص: ۱۳۴، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفي البحر: واما المرتد فلايغسل ولايكفن وانما يلقى في حفرة كالكلب ولايدفع الى من انتقل الى دينهم كما في الفتح. (البحرالرائق، كتاب الجنائز، فصل السلطان أحق بصلاته، ج: ۲، ص: ۳۳۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۸۰):(اخرجه الترمذي في جامعه وقال: هٰذا حديث ليس اسناده بذاك، وقد خولف وكيع في روايته. وقال محمد: ابو فروة يزيد بن سنان الرهاوي ليس بحديثه بأس الا رواية ابنه محمد عنه، فانه يروي عنه مناكير. وقد روى محمد بن يزيد بن سنان عن ابيه هذا الحديث فزاد في هذا الاسناد: عن مجاهد عن سعيد بن المسيب عن صهيب، ولايتابع محمد بن يزيد على روايته وهو ضعيف، وأبو المبارك رجل مجهول، ابواب فضائل القرآن، ج: ۲، ص: ۳۲۸، ۳۲۹، رقم: ۲۹۱۸، ط، الطاف اینڈ سنز کراتشي)

حررہ الفقیر العاصی محمد جمال الدین دہلوی عفی عنہ۔ جواب درست ہے قادر علی عفی عنہ مقیم دہلی۔

الجواب صحیح و معتبر و حق محمد حسن الجواب صحیح محمد اسماعیل مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی۔

صح الجواب محمد ابراہیم دہلوی۔ الجواب صحیح محمد محی الدین عفی عنہ اعظم پوری۔ الجواب صحیح نمقہ محمد یسین الرحیم آبادی۔ الجواب صحیح خلیل اللہ خادم العلماء۔

سید محمد عبدالسلام دہلوی　سید محمد ابوالحسن دہلوی　محمد حسن دہلوی　سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی

الجواب صحیح ثابت علی عفی عنہ۔ المجیب مصیب بشیر احمد عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح میاں محمد بقلم خود الجواب حق صریح الحق ان یتبع عبداللہ شاہ جلال آبادی کرنالی۔ محمد ابراہیم سنبھلی عفی عنہ۔

جواب صحیح ہے فقیر مغیث الدین حنفی کرنالی بقلمہ۔ الجواب صحیح ابوالحسن عفی عنہ سہارنپوری۔

الجواب صحیح المجیب مصیب پیر محمد سہارنپوری　صد شکر کہ من پیر محمد درام　الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ　محمد حسن دیوبندی

الجواب صحیح محمد منفعت علی دیوبندی　اصاب من اجاب کرامت علی سہارنپوری　قمر الدین عفی عنہ۔ قمر الدین سہانپوری امام جامع مسجد سہارنپور

محمد ابراہیم عفی عنہ جو شخص کہ سنت رسول اللہ ﷺ کو مثل نکاح وغیرہ کے عیب ذلت یا باپ دادا کی بے عزتی سمجھے بے شک وہ کافر دوزخی واجب القتل ہے بسبب ارتداد کے (۸۱)۔

---

(۸۱): فی منحة السلوک: و من ارتد عرض علیه الاسلام و حبس ثلاثة أیام

عبداللہ خان عفی عنہ الجواب صحیح احمد عفی عنہ بن مولانا محمد قاسم صاحب
مرحوم مدرس عربی مدرسہ عالیہ دیوبند احمد دیوبند
محمد عثمان عفی عنہ ہذاالجواب حق لاشک فیہ المجیب المصیب
سراج احمد عفی عنہ محمد عبدالحق عفی عنہ ان ہذا ہوالحق الجواب صحیح
محمد شفیع جلال الدین عفی عنہ رحیم بخش
عبدالوہاب محمد اسماعیل احمد اللہ چاٹگامی لاشک فیہ
عفی عنہ عفی عنہ محمد عبدالرحمٰن
سخاوت علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عربی محمد صدیق عفی عنہ مدرس
قصبہ انبیٹھ ضلع سہارنپور مدرسہ عربیہ انبیٹھ
الجواب صحیح والمجیب نجیح احقر العباد محمد عمر بن مولوی شیخ محمد غفر اللہ الصمد تھانوی فاروقی
چشتی صابری اسماعیلی نوری عبدالحق انواری محمد عمر بن مولانا شیخ محمد

استحباباً، قيل وجوباً فان لم يسلم قتل. لقوله عليه السلام: من بدل دينه فاقتلوه. رواه احمد والبخارى وغيرهما. (منحة السلوك فى شرح تحفة الملوك، فصل فى احكام المرتدين، ص: ٣٥٧، ط،)

وفى القدورى: اذا ارتد المسلم عن الاسلام: عرض عليه الاسلام، فان كانت له شبهة: كشفت له، ويحبس ثلاثة أيام، فان اسلم، والا قتل.

وفى اللباب تحته: (ويحبس ثلاثة أيام) ندباً، وقيل ان استمهل: وجوباً، والا: ندباً... (والا): أى وان لم يسلم: (قتل) لحديث: من ترك دينه فاقتلوه. (اللباب فى شرح الكتاب، أحكام المرتدين، ج: ٥، ص: ٣١٥، ٣١٦، ط، دار السراج المدينة المنورة/ والبحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، ج: ٥، ص: ٢١٠، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان/ ومجمع الانهرفى شرح ملتقى الأبحر، كتاب السير والجهاد، باب المرتد، ج: ٢، ص: ٤٨٧، ٤٨٨، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

من اجاب اصاب　　　الجواب صحیح　　　الجواب صحیح
غلام احمد عفی عنہ　　　سعید احمد عفی عنہ　　　حبیب احمد عفی عنہ
الجواب صحیح　　　جمیل احمد　　　اللہ جمیل　　　الجواب صحیح
رسول احمد عفی عنہ　　　عفی عنہ　　　ویحب الجمال　　　دین محمد عفی عنہ
دین محمد دارم

پردہ کی تنبیہ نہ کرنے والا مرد

﴿سوال﴾:
جس شخص کی زوجہ ماموں زاد بھائی یا بہنوئی وغیرہ سے حسب رواج زمانہ پردہ نہ کرتی ہوتو یہ زوج حکم فاسق معلن میں ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
اگر عورت پردہ شرعی سے سامنے آتی ہے یا پردہ شرعی نہیں کرتی مگر خاوند اس پر تنبیہ کرتا ہے اور اس کے اس فعل سے ناخوش ہے تب تو اس کے ذمہ کوئی معصیت نہیں (۸۲) اور اگر وہ پردہ شرعی نہیں کرتی اور خاوند اس سے ناخوش نہیں تو بیشک گنہگار ہے (۸۳)۔

(۸۲): ولا تزر وازرة وزر اخرىٰ. (سورة النجم: ۳۸)
انما تحصل المعصية بفعل فاعل مختار. (تبين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل فى البيع، ج: ۶، ص: ۲۹، ط، مكتبة الكبرى الاميرية، مصر)
(۸۳):عن عمار بن ياسر، عن ابيه، عن جده عمار بن ياسر، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلاثة لايدخلون الجنة أبداً: الديوث من الرجال والرجلة من النساء ومدمن الخمر. فقالوا يا رسول الله: أما مدمن الخمر فقد عرفناه، فما الديوث من الرجال؟ قال الذى لايبالى من دخل على أهله، قلنا: فالرجلة من النساء؟ قال: التى

رنڈی کا ناچ ولہولعب

﴿سوال﴾:

زید نے اپنے پسر کی تقریب نکاح میں پندرہ بیس روز قبل ڈھول اپنے گھر میں رکھوا کر عورتوں سے بجوایا اور گوایا اور نوبت نقارے بجوائے اور آرائش باغ باڑی آتش بازی کثرت سے جھاڑوں کی روشنی معہ تاشے باجے نوشہ کو سہرہ نقرئی طلائی سے معہ دیگر رسومات ممنوعہ کے بازار میں گشت کرائے مثل برات ہنود کے اور تمام شب دلہن گھر پر ناچ رنڈی کا کرایا لوگوں کو ناچ کی دعوت کر کے بلایا پھر عقد نکاح کرایا گیا اور بروقت رخصت معہ تاشے باجے بکھیرے کرتا ہوا روپیہ پیسہ کی اپنے گھر آیا ہر چند کہ زید لوگوں نے ایسی حرکات نالائقہ سے منع کیا مگر باز نہ آیا اور فخریہ اصرار کر کے جواب دیتا تھا کہ یہ جملہ امور جائز ہیں کسی میں کچھ حرج نہیں خود رسول اللہ نے ناچ راگ باجہ عورتوں کا سنا دیکھا ہے اور رنڈی بھی عورت ہی ہے میں ان افعال کو جائز اور ثابت بالحدیث جانتا ہوں۔ باوجودیکہ زید اپنے کو مقتدائے قوم اور بزرگ بننے کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور لوگوں کی امامت بھی کرتا ہے لہٰذا زید کس جرم شرعی کا مرتکب ہے فسق کا یا کفر کا درصورت کفر اس کی زوجہ نکاح سے خارج ہوئی یا نہیں اور امامت اس کی جائز ہے یا نہیں اور لوگوں کو اس سے ترک ملاقات واختلاط وسلام ضروری ہے یا نہیں اور اس کی قوم والے اتفاق کر کے اس کو برادری سے نکال دیں یا نہیں اور جو لوگ اس کے ان افعال وحرکات میں شریک ہوں اور اس سے اتحاد رکھیں میل جول ناتہ رشتہ پیدا کریں ان کا کیا حکم ہے اور انعقاد نکاح میں ایسی مجالس ممنوعہ سے نقصان واقع ہوتا ہے یا نہیں؟

تشبہ بالرجال. (الجامع لشعب الایمان للبیهقی، باب فی الغیرۃ والمذاء، ج: ۱۳، ص: ۲۶۱، ۲۶۲، رقم: ۱۰۳۱۰، ط، مکتبة الرشد ریاض)

لایدخل الجنة دیوث. (کنز العمال، المواعظ الحکم، ص: ۲۱۱۶، رقم الحدیث: ۴۳۷۴۹)

جواب:

لہو ولعب کے تاشے باجے ڈھول آتش بازی طلائی نقرئی سہرا رنڈی کا ناچ اس کے لئے لوگوں کی دعوت روپیہ پیسہ بکھیر کر مال اضاعت تفاخر وریا کی حالت یہ سب افعال گناہ وناجائز وحرام تھے کفر نہ تھے مگر رنڈیوں کے ناچ کو جائز جاننا کفر ہوا کہ زنان فاحشہ کے اس ناچ کی حرمت ضروریات دین سے ہے قرآن عزیز کی متعدد آیات اس کی حرمت پر ناطق ہیں۔

کما تلونا فی الخطر من فتاوینا منظومة وهبانية. درمختار(۸۴)وغیرہما میں ہے **ومن يستحل الرقص قالوا بكفره ولاسيما بالدف يلهو ويزمو** وجیزا کردی کتاب السیر فصل فی المتفرقات میں ہے **وقد نقل القرطبي ان هذا الغناء وضرب القضيب والرقص حرام بالاجماع عند مالك وابي حنيفه والشافعي واحمد ورأيت فتوى شيخ الاسلام السيد جلال الملة والدين الكيلاني رضى الله عنهم ان مستحل هذا الرقص كافر ولما علم ان حرمته بالاجماع لزم ان بكفر مستحله بالاختصار.**

پھر اس کے دیکھنے کو عیاذاً باللہ حضور سید المرسلین ﷺ کی طرف نسبت کرنا اس سے بدتر کفر اخبث واکبر ہے کہ اس میں حضور اقدس ﷺ پر افتراء کے سوا صراحتاً حضور پر نور ﷺ کی توہین ہے اور حضور والا تو حضور والا کسی نبی علیہ السلام کی توہین مطلقاً اجماعاً کفر مبین ہے **صلى الله تعالىٰ على الحبيب وسلم قال الله تعالىٰ ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والاخرة واعدلهم عذابا مهينا (۸۵).** پس صورت مستفسرہ میں زید بلاشبہ کافر مرتد ہوگیا اس کی جورو اس کے نکاح سے نکل گئی اگر زید

---

(۸۴):(درمختار ومعه رد المحتار، كتاب الجهاد ، باب المرتد، مطلب في مستحل الرقص، ج: ٦ ، ص: ٤٠٨، ط، دار عالم الكتب رياض)

(۸۵):(سورة الاحزاب: ٥٧)

توبہ کرے اور اسلام لائے جب بھی عورت کو اختیار ہے کہ اس سے نکاح نہ کرے جس سے چاہے نکاح کرلے (۸۶) نماز اس حالت میں اس کے پیچھے نہ فقط حرام بلکہ باطل محض ہوگی (۸۷) جیسے گنگادین یا رام چرن کے پیچھے بلکہ بدتر کہ وہ کافر اصلی ہے اور یہ مرتد اور مرتد کا حکم کافر اصلی سے اشد ہے جب تک اسلام نہ لائے اپنے اقوال ملعونہ سے صراحۃً توبہ نہ کرے اس سے میل جول سلام وکلام سب حرام برادری والوں پر فرض ہے کہ اسے برادری سے نکال دیں (۸۸) جو لوگ ان افعال ممنوعہ میں شرکت کریں گے گنہگار ہیں اور جو اس

---

(۸۶):وان كانت نيته الوجه الذى يوجب التكفير لاتنفعه فتوى المفتى ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك وتجديد النكاح بينه وبين امراته. (الفتاوى التاتارخانيه، كتاب أحكام المرتدين، الفصل الاول فى اجراء كلمة الكفر مع علمه أنها كلمة الكفرأو غير عمله، ج:۷،ص:۲۸۲، ط، مكتبة زكريا، بديوبند، الهند)

(وكذا فى المحيط البرهانى، كتاب السير فصل فى مسائل المرتدين و أحكامهم، ج: ۵، ص: ۲۲۶، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۸۷):وتجوز الصلاة خلف كل بر وفاجر، لقوله عليه السلام: صلوا كل بر و فاجر. ولأن علماء الأمة كانوا يصلون خلف الفسقة، وأهل الهواء، والبدع، من غير نكير. وما نقل عن بعض السلف من المنع عن الصلاة خلف البدع فمحمول على الكراهة، اذ لا كلام فى كراهة الصلاة خلف الفاسق والمبتدع.هذا اذا لم يؤد الفسق أو البدعة الى حد الكفر، أما اذا أدى اليه فلا كلام فى عدم جواز الصلاة خلفه. (شرح العقائد النسفية، الكلام فى العقائد المتفرقة، ص: ۳۶۹، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشى)

(۸۸):فى المرقات: فان هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع الى الحق، فانه ﷺ لما خاف على كعب بن مالك وأصحابه النفاق حين تخلفوا عن غزوة تبوك أمر بهجرانهم خمسين يوماً. (المرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ، كتاب الآداب،الفصل الاول، باب

سے میل جول ناتہ ورشتہ کریں سب مستحق نار قال اللہ تعالیٰ ولاتر کنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار (۸۹). اوراگران دوقول ملعون میں اس کے شریک ہوں تو وہ بھی اس کی طرح صریح کفاراورانہیں سب احکام کفروارتداد کے سزاوار۔افعال ممنوعہ سے انعقاد نکاح میں خلل نہیں ہوتا ہاں اگر دولہا دولہن میں کوئی ایک یا جمیع حاضرین جلسہ ایجاب وقبول وعقیدہ کفریہ رکھتے ہوں تو نکاح نہ ہوگا یوں ہی اگر حاضرین میں صرف ایک مرد یا عورت یا ایک مرد ایک عورت یا دوعورتیں مسلمان باقی عقائد کفریہ والے تو وہ بھی اس حکم میں ہیں۔ اما علی الاول فلان المرتد لا نکاح له ولامع مرتدتها والمرتدة لانکاح لها ولامع مرتد واماعلی الأخر فلاشتراط شاهدين مسلمين فی نکاح مسلمین فلاانعقاد بمحضر مرتدين كما لايخفىٰ. والله سبحانه وتعالیٰ اعلم کتبه عبده المذنب احمد رضا عفی عنه بمحمدنالمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم.

محمدی حنفی قادری عبدالمصطفیٰ احمد رضا خان۔

بلاشک ناچ رنگ رنڈیوں کا اوراسراف بے جا اور بکھیر مال کی اوراس کا ضائع کرنا اورنقرہ وسونے کا سہرہ مردوں کے لئے یہ سب ناجائز ہیں تو اس کو ہرگز جائز نہ جاننا چاہئے۔ شگفتہ محمد گل بے نظیر ۱۳۰۰ھ۔

مانهی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، ج: ۹، ص: ۲۳۱، ط، دار الکتب العلمية بيروت لبنان)

وفی بذل المجهود: وقال السيوطی: والمراد حرمة الهجران اذا كان الباعث عليه وقوع تقصير فی حقوق الصحبة، والأخوة، وآداب العشرة، كاغتياب، وترك نصيحة، وأما ما كان من جهة الدين والمذهب فهجران أهل البدع والأهواء واجب الی وقت ظهور التوبة. (بذل المجهود فی حل سنن أبی داؤد، كتاب الأدب، باب فی هجرة الرجل أخاه، ج: ۱۳، ص: ۳۱۹، ط، دار البشائر الاسلامية، بيروت لبنان)

(۸۹):(سورة هود: ۱۱۳)

فی الواقع غیر مشروع کاموں سے مسلمانوں کو احترام لازم ہے محمد نعیم الدین عفی
بلاشک جواب مجیب کا صورت مسئولہ میں صحیح ہے اس لئے کہ ناچ اور مرتکب باجہ وغیرہ کا فاعل وسامعین و جالسین ہر دو فساق فجار میں ہیں مگر اہل سنت کے نزدیک حکم تکفیر ان پر جائز نہیں ہے فقط۔شد محمد نور عالم۔

المعروف گڑبڑ شاہ پنجابی مقیم مرادآباد۔الجواب صحیح والرائے نجیح محمد قاسم عفی عنہ۔

مولانا محمد قاسم علی خلف محمد قاسم علی ۱۲۹۶۔

جواب مجیب صحیح ہے مگر حکم تکفیر اس وقت عائد ہوگا کہ کوئی تاویل نہ ہوسکے بہر حال مرتکب ان امور کا بے شک اسلام اور مسلمین میں فتنہ وفساد ڈالنے والا ہے واللہ تعالیٰ اعلم محمد حسن عفی عنہ مدرسہ شاہی مسجد مرادآباد محمد حسن ۱۳۰۵ الجواب صحیح محمد عبداللہ محمد عبداللہ الجواب صحیح بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی رشید احمد ۱۳۰۱۔

❋❋❋

یزید پر لعنت کرنا

﴿سوال﴾:

یزید کہ جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرایا وہ قابل لعن ہے یا نہیں گو کہ ل کرنے میں احتیاط کرے۔بہت اکابر دین در باب لعن یزید تحریر فرماچکے ہیں چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں کہ شب شہادت کو میں نے ایک آواز غیب سنی کہ کوئی کہتا تھا شعر ؎

ایھا القاتلون جھلا حسینا
بشروا بالعذاب والتذلیل
قد لعنتم علی لسان ابن داؤد
وموسیٰ وحامل الانجیل

کذا فی تحریر الشهادتین(وصواعق محرقة) اورامام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء میں تحریر فرماتے ہیں۔قال صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم من اخاف اهل المدینة اخافه اللّٰه وعلیه لعنة اللّٰه والملئکة والناس اجمعین. (رواه مسلم) وکان سبب خلع اهل المدینة ان یزید اسرف فی المعاصی. اوردوسری جگہ فرماتے ہیں وقتل وجیئی برأسه فی طست حتی وضع یدی ابن زیاد لعن اللّٰه قاتله وابن زیاد ومعه یزید. اور بعض محققین مثل امام ابن جوزی اورملا سعدالدین تفتازانی وغیرہمارحمہم اللہ بھی لعن کے قائل ہیں چنانچہ مولانا قاضی ثناءاللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں۔وجہ قول جوازلعن آنست کہ ابن جوزی روایت کردہ کہ قاضی ابویعلی درکتاب خودمعتمد الاصول بسند خوداز صالح بن احمد بن حنبل روایت کردہ کہ گفتم پدرخودراکہ اے پدرمردم گمان می برند کہ مامردم رادوست می داریم احمد گفت کہ اے پسر کسے کہ ایمان بخداورسول داشتہ باشداورادوستی یزید چگونہ روا باشد وچرا لعنت نہ کردہ شود برکسیکہ خدا بروئے درکتاب خودلعنت کردہ گفتم درقرآن کجابر یزیدلعنت کردہ است احمد گفت فهل عسیتم ان تولیتم الخ. اورنیزمکتوبات صفحہ۲۰۳ میں ہے غرض کہ کفربر یزیداز روایت معتبرہ ثابت می شود پس اور مستحق لعن است اگرچہ درلعن گفتن فائدہ نیست لیکن الحب فی اللّٰه والبغض فی اللّٰه مقتضی آنست واللّٰه اعلم. ان عبارات مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض حضرات کفر کے قائل تھے اور بعض حضرات اکابردین لعن کوجائز نہیں فرماتے ہیں اس واسطے کہ یزید کے کفر کا حال محقق نہیں۔پس وہ قابل لعن نہیں لہٰذایزید کوکافرکہنا اورلعن کرنا جائز ہے یانہیں مدلل ارقام فرمائیں؟

جواب:

حدیث صحیح ہے کہ جب کوئی کسی پرلعنت کرتا ہے اگروہ شخص قابل لعن کا ہے تولعن اس پرپڑتی ہےورنہ لعنت کرنے والے پررجوع کرتی ہے(۹۰) پس جب تک کسی کا کفرپرمرنا

(۹۰):عن ام الدرداء قالت سمعت ابا الدرداء یقول: قال رسول اللّٰہ ﷺ: ان

محقق نہ ہو جائے اس پر لعنت نہیں کرنا چاہئے کہ اپنے اوپر عود لعنت کا اندیشہ ہے لہٰذا یزید کے وہ افعال ناشائستہ ہر چند موجب لعن کے ہیں۔ مگر جس کو محقق اخبار سے قرائن سے معلوم ہو گیا کہ وہ ان مفاسد سے راضی وخوش تھا اور ان کو مستحسن اور جائز جانتا تھا اور بدون توبہ کے مر گیا تو وہ لعن کے جواز کا قائل ہیں اور مسئلہ یوں ہی ہے اور جو علماء اس میں تردد رکھتے ہیں کہ اول میں وہ مومن تھا اس کے بعد ان افعال کا وہ مستحل تھا یا نہ تھا اور ثابت ہوا یا نہ ہوا۔ تحقیق نہیں ہوا۔ پس بدون تحقیق اس امر کے لعن جائز نہیں لہٰذا وہ فریق علماء کا بوجہ حدیث (۹۱) منع لعن مسلم سے منع کرتے ہیں اور یہ مسئلہ بھی حق ہے پس جواز لعن وعدم جواز کا مدار تاریخ پر ہے اور ہم مقلدین کو احتیاط سکوت میں ہے (۹۲) کیونکہ اگر جائز ہے تو لعن نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لعن نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب محض مباح ہے اور جو وہ محل نہیں تو خود مبتلا ہونا معصیت کا اچھا نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم

❖❖❖

العبد اذا لعن شيئاً صعدت اللعنة الى السماء، فتغلق ابواب السماء دونها، ثم تهبط الى الارض، فتغلق ابوابها دونها، ثم تاخذ يميناً وشمالاً، فاذا لم تجد مساغا رجعت الى الذى لعن. فان كتان لذلك أهلا، والا رجعت الى قائلها. (ابوداؤد، كتاب الأدب، باب فى اللعن، ص: ۶۹۲، رقم: ۴۹۰۵، ط، دار السلام رياض)

(۹۱):عن الحسن عن سمرة بن جندب عن النبىﷺ قال: لاتلاعنوا بلعنة اللّٰه ولا بغضب الله ولا بالنار. (ابوداؤد، كتاب الأدب، باب فى اللعن، ص: ۶۹۲، رقم: ۴۹۰۶، ط، دار السلام رياض)

(۹۲):قال العلامة سيدمحمد يوسف البنورى رحمه اللّٰه تعالىٰ: يزيد لاريب فى كونه فاسقاً، ولعلماء السلف فى يزيد وقتله الامام الحسين خلاف فى اللعن والتوقف. قال ابن الصلاح: فى يزيد ثلاث فرق، فرقة تحبه، وفرقة تسبه وتلعنه، و فرقة متوسطة لاتتولاه ولاتلعنه، قال: وهذه الفرقة هى المصيبة. الخ. (معارف السنن، ابواب الحج عن رسول اللّٰهﷺ، باب ماجاء فى حرمة مكة، ج: ۶، ص: ۸،

شاہ اسماعیل شہید کے متعلق رائے

﴿سوال﴾:

جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب مرحوم جو ہمراہ سید احمد صاحب علیہ الرحمۃ کے شہید ہوئے تھے ان کو مردود کہنا اور بے ایمان کافر کہنا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر نا درست ہے تو مردود اور بے ایمان کہنے والے کا کیا حکم ہے اور تقویۃ الایمان جو تصنیف مولانا مرحوم کی ہے اس کا مطالعہ کرنا اور پڑھنا اور پڑھانا اچھا ہے یا بُرا؟

﴿جواب﴾:

مولوی محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم متقی اور بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن وحدیث پر پورا عمل کرنے والے خلق اللہ کو ہدایت کرنے والے تھے اور تمام عمر اسی حالت میں رہے آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوئے پس جس کا ظاہر حال ایسا ہو وہ ولی اللہ اور شہید ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے ان اولیاء ہ الا المتقون (۹۳). اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور ردشرک وبدعت میں لاجواب ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اور کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر کا ہے اس کے رکھنے کو جو بُرا کہتا ہے وہ فاسق اور بدعتی ہے اگر اپنے جہل سے کوئی اس کتاب کی خوبی نہ سمجھے تو اس کا قصور فہم ہے کتاب اور مؤلف کتاب کی کیا تقصیر بڑے بڑے عالم اہل حق اس کو پسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کسی گمراہ نے اس کو بُرا کہا تو وہ خود ضال ومضل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ط، ایجوکیشنل بریس کراتشی)

(۹۳): (سورۃ الانفال: ۳۴)

شاہ اسماعیل شہید کے مختصر حالات

﴿سوال﴾:

مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی جو مستند الوقت شیخ الکل مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے پوتے تھے ان کو مردود اور کافر کہنا اور لعن طعن کرنا صحیح ہے یا نہیں اگر صحیح نہیں ہے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے اور کتاب تقویۃ الایمان مصنفہ مولانا مرحوم کیسی ہے اس کا پڑھنا اچھا ہے یا بُرا؟

﴿جواب﴾:

مولوی محمد اسماعیل صاحب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) عالم متقی بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنت کے جاری کرنے والے اور قرآن وحدیث پر پورا پورا عمل کرنے والے اور خلق کو ہدایت کرنے والے تھے اور تمام عمر اسی حال میں رہے آخر کار فی سبیل اللہ جہاد میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوے پس جس کا ظاہر حال ایسا ہووے وہ ولی اللہ اور شہید ہے حق تعالیٰ فرماتے ہے ان اولیاء ہ الا المتقون (٩٤). کوئی نہیں اولیاء حق تعالیٰ کا سوائے متقیوں کے بموجب اس آیت کے مولوی اسماعیل ولی ہوئے اور حسب فحوائے حدیث من قاتل فی سبیل اللّٰہ فواق ناقة فقد وجبت له الجنة الحدیث (٩٥). کے وہ جنتی ہیں سو جو ایسا شخص ہو کہ ظاہر میں ہر روز تقویٰ کے ساتھ رہا اور پھر حق تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوا وہ قطعی جنتی ہے اور مخلص ولی ہے ایسے شخص کو مردود کہنا خود مردود ہونا ہے اور ایسے مقبول کو کافر کہنا خود کافر ہونا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے من عاد

---

(٩٤): (سورۃ الانفال: ٣٤)

(٩٥): (اخرجه ابو داؤد فی سننه فی کتاب الجهاد، باب فیمن سأل اللّٰه الشهادة، ص: ٣٦٩، رقم: ٢٥٤١، ط، دار السلام ریاض/ والبیهقی فی السنن الکبیر، کتاب السیر، باب تمنی الشهادة ومسالتها، ج: ١٨، ص: ٥٥٩)

لی و لیا فقد آذنته بالحرب (۹۶). جس نے عداوت کی میرے ولی سے میری طرف سے اُس کو اعلام لڑائی کا ہے تو گویا خدائے تعالیٰ سے وہ مقابل ہوا پس دیکھو جس کو خدائے تعالیٰ اپنے سے لڑائی کرنے والا فرمائے وہ کون ہوتا ہے۔ بہرحال ایسے عالم مقبول کو مردود کہنے والا بالضرور سخت فاسق ہے تمام ائمہ اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور قریب کفر کے (۹۷) حق تعالیٰ ایسے بدزبانوں فاسقوں بدعتیوں کو ہدایت کرے اور حق یہ ہے مولوی اسماعیل صاحب سے اہل بدعت کو اس واسطے عداوت ہے کہ انہوں نے بدعات کو خوب ظاہر کر کے قلع کیا اہل بدعت کے بازار کو بے رونق کر دیا اس واسطے اس صاحب سنت سے یہ لوگ بدعتی ناخوش ہو گئے اور سب و شتم کرنے لگے جیسا روافض صاحب سنت اور شیخین رضی اللہ عنہما سے عداوت کر کے طعن کرتے ہیں بہرحال یہ لوگ مولوی اسماعیل کے طعن کرنے والے ملعون ہیں۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ جو کوئی کسی پر لعنت کرتا ہے وہ لعنت کرنے والے پر عود کرتی ہے اگر لعنت کیا گیا قابل لعنت کے نہ ہو (۹۸) اور معلوم ہو چکا کہ مولوی

---

(۹۶): (اخرجه البخاری فی صحيحه فی کتاب الرقاق، باب التواضع، ج: ۲، ص: ۹۶۳، ط، مکتبه رحمانية لاهور)

(۹۷): وفی الذخيرة: ومن شتم عالما أو فقيها من غير سبب خيف عليه الكفر. (الفتاوی الناتارخانیه، کتاب أحكام المرتدين، الفصل السادس عشر فی العلم والعلماء والابرار، ج:۷، ص:۳۳۵، ط، مكتبة زكريا، بديوبند، الهند)

ومن بغض عالماً من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر. (مجمع الانهر فی شرح ملتقی الابحر، کتاب السير والجهاد، باب المرتدين، ج: ۲، ص: ۵۰۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فی الفتاوی العالمكيرية، الباب التاسع فی أحكام المرتدين، موجبات الكفر انواع، منها مايتعلق بالعلم والعلماء، ج: ۲، ص: ۲۷۰)

(۹۸):عن ام الدرداء قالت سمعت ابا الدرداء يقول: قال رسول الله ﷺ: ان العبد اذا لعن شيئاً صعدت اللعنة الى السماء، فتغلق ابواب السماء دونها، ثم

اسماعیل شہید ولی مہبط رحمۃ حق تعالیٰ کے ہیں تو بالضرور ان کی لعنت کرنے والے پر عود کرتی ہے۔ وہ خود ملعون مطرود الرحمۃ ہوئے واللہ تعالیٰ اعلم اور کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے اور وہ رد شرک و بدعت میں لاجواب ہے استدلال اس کے بالکل کتاب اور احادیث سے ہیں اُس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر کا ہے اس کے رکھنے کو جو کفر کہتا ہے خود یا کافر ہے یا فاسق بدعتی ہے اگر اپنے جہل سے کوئی اس کتاب کی خوبی نہ سمجھے تو اس کا قصور فہم ہے کتاب اور مؤلف کتاب کی کیا تقصیر ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

بڑے بڑے اہل حق اس کو پسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں اگر کسی گمراہ نے اس کو بُرا کہا تو وہ خود ضال و مضل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شاہ اسماعیل شہید کے فتویٰ پر رائے

﴿سوال﴾:

درصورتیکہ بعض افعال شرکیہ دررسالہ تقویۃ الایمان محرر شدہ مثل نذر لغیر اللہ یعنی توشہ وغیرہ و بوسہ دادن قبر و غلاف انداختن بدان و سوگند بنام غیر اللہ و مثل آنہا از زید صادر شد پس زید را کافر گفتن و خون و مال او را مباح دانستن و دیگر معاملہ کفار با او نمودن جائز است یا نہ۔

﴿جواب﴾:

زید را کافر محض دانستن و با او معاملہ کفار بمجرد صدور آنچہ در سوال محرر است جائز

تهبط الى الارض، فتغلق ابوابها دونها، ثم تاخذ يميناً وشمالاً، فاذا لم تجد مساغا رجعت الى الذى لعن. فان كان لذلك أهلا، والا رجعت الى قائلها. (ابوداؤد، كتاب الأدب، باب فى اللعن، ص: ٦٩٢، رقم: ٤٩٠٥، ط، دار السلام رياض)

نیست و ہر کہ با او معاملہ کفار بمجر د صدور افعال مذکورہ نماید گنہگار میشود و آنچہ در رسالہ تقویۃ الایمان محرر شدہ بیانش انیست کہ چنانکہ در حدیث شریف وار دست کہ ایمان راچند و ہفتاد شعبہ ست افضل جمیع شعبہ لا الٰہ الا اللہ وادنیٰ آنہا دور کردن چیزے موذی از راہ ست (۹۹) وہمچنیں در روایت دیگر وارد شدہ کہ حیا شعبہ ایست از ایمان (۱۰۰) وہم چنیں در روایات متعددہ وارد شدہ کہ صبر وسماحت یعنی علوے ہمت و حسن خلق شعبہائے ایمان ہستند وحالانکہ بسیار دیدہ می شود کہ بعض ازیں امور در بعضے از کفار یافتہ میشود۔ مثلاً بسیارے از کفار صاحب حیا ہم می شوند و بسیارے از ایشان خوش خلق ہم میشوند پس بمجر د یافتن حیا مثلاً آن کافر را مومن نتوان گفت و با او معاملہ مسلمانان نمی تواں کرد۔ آرے ایں قدر البتہ ضرور باید دانست کہ حیا شعبہ ایست از ایمان و چیزیست کہ نہایت پسندیدہ است نزد حق جلّ وعلیٰ اگرچہ ایں شخص پسندیدہ نیست زیرا کہ کافر ست اما ایں خلق او پسندیدہ ہم چنیں وقتیکہ شرک مقابل ایمان ست پس لابد او را ہم ایں قدر شعبہا باشد پس چنانکہ زید را بمجر د حیا مومن نتواں گفت اگرچہ خلق وحیا را تحسین باید کرد۔ ہم چنیں او را بمجر د سوگند خوردن بنام غیر خدا مشرک نتواں گفت اگرچہ ایں فعل او را از فعل شرکیہ باید شمرد وانکار بریں فعل بیش از بیش باید نمود واہانت ایں فعل باید کرد داہانت فاعل آں بالخصوص بباید کرد زیرا کہ ممکن ست کہ درآں شخص چنانکہ ایں شعبۂ شرکیہ یافتہ شدہ بسیارے از شعبہ ہائے ایمان ہم موجود باشد پس بسبب شعبہائے ایمان مقبول عنداللہ گردد گو ایں فعل او مردود باشد و ایں تفصیل ملحوظ باید داشت مادامیکہ فاعل آں مقابلۂ شرع شریف بے پردہ نمودہ باشد اما وقتیکہ رد شریعت محمدیہ علی صاحبہا افضل

(۹۹/۱۰۰): عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول اللهﷺ: الايمان بضع وسبعون، أو بضع وستون شعبة، فافضلها قول لا اله الا الله، وادناها اماطة الاذى عن الطريق، والحياء شعبة من الايمان. (رواه مسلم، كتاب الايمان، باب بيان عدد شعب الايمان وأفضلها وأدناها، ج: ١، ص: ٢٢٧، ط، مكتبة البشرى كراتشی)

الصلوات واکمل التحیات والتسلیمات الزاکیات نماید مثلاً بگوید کہ او را باشریعت ہیچ کارنیست یا بگوید کہ فلاں کار البتہ خواہد کرد خواہ محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم راضی شوند یا ناخوش یا بگوید ممنوعیت ایں فعل درشرع است اما شرع برائے اونیست بلکہ برائے دیگران است مذہب اوطریقت ست نہ شریعت پس آں وقت کافر مطلق می شود ہمہ شعبہائے ایمان کہ دراوموجود باشد برباد گردد ودرغضب الٰہی گرفتار می شود اعاذنا اللہ وسائر المسلمین من غضب اللہ وغضب رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم.

کتبہ: محمد اسماعیل مصنف تقویۃ الایمان عفی عنہ محمد اسماعیل دہلوی

درشاہجہان آباد محررہ دوازدہم جمادی الاولٰی ۱۲۴۰ھ تمام شد۔

﴿جواب﴾:

جواب مولانا محمد اسماعیل صاحب کا نہایت صحیح ہے کہ افعال شرکیہ بعض ایسے ہیں کہ شرک محض ہیں اور بعضے ایسے ہیں کہ لوگ ان کو کرتے ہیں اور تاویل ہوسکتی ہے پس پہلی قسم جیسا سجدہ بُت کو کرنا زنار ڈالنا ان امور سے مشرک ہوجاتا ہے(۱۰۱) اور دوسری قسم کے

---

(۱۰۱): فی شرح العقائد: ومع ذلک شد الزنار بالاختیار، أو سجد للصنم بالاختیار، نجعله کافراً، لما أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعل ذلک علامة التکذیب والانکار. (شرح العقائد النسفیة، مبحث الایمان، ص: ۲۸۹، ط،مکتبة البشریٰ کراتشی)

وفی الشامیة: کما لو سجد لصنم أو وضع مصحفاً فی قاذورة فانه یکفر وان کان مصدقاً.(ردالمحتار علی الدر المختار، کاب الجهاد، باب المرتد، ج: ٦، ص: ۳٥٦،ط، دار عالم الکتب، ریاض)

وفی شرح فقه الاکبر: ولو شد الزنار علی وسطه أو وضع الغل علی کتفه فقد کفر.....وفی الملتقط اذا شد الزنار أو أخذ الغل أو لبس قلنسوة المجوسی جادا أو هازلا یکفر. الخ (شرح فقه الاکبر، ص: ۱۷۱، ط، دار الکتب العربیة الکبری، مصر)

افعال سے کبیرہ گناہ ہوتا ہے خروج عن الاسلام نہیں ہوتا کیونکہ بعض شرک اصل شرک ہے اور بعض کم کہ شرک دون شرک کہتے ہیں تو دوسرے درجہ کے شرک حقیقۃً شرک نہیں مثلاً قسم لغیر اللہ کو شرک فرمایا(۱۰۲) اور ریا کو شرک فرمایا(۱۰۳) اور تسمیہ لغیر اللہ کو شرک فرمایا چونکہ یہ افعال صورۃً شرک ہیں ان کو شرک فرمادیا ہے ان کے کرنے سے مشرک حقیقی نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ رشید احمد ۱۳۰۱ھ

❁❁❁

کتاب تقویۃ الایمان کے متعلق رائے

﴿سوال﴾:

کتاب تقویۃ الایمان کیسی کتاب ہے اس کو اچھا سمجھنا اور اس کا درس کرنا اور اس پر عمل کرنا کیسا ہے اور مولانا محمد اسحٰق صاحب کو برا سمجھنا اور ان کو کافر مردود بتانا اور حقیر سمجھنا کیسا ہے اگر کسی کے ماں باپ نماز جماعت ووعظ سننے کو منع کریں تو اس کو چھوڑ دے یا ان کے کہنے کو رد کرے مجھ عاجز کے واسطے دعا کیجئے مجھ کو کوئی دعا تعلیم فرمایئے جس کے ورد سے

---

(۱۰۲): عن سعد بن عبيدة قال: سمع ابن عمر رجلاً يحلف لا والكعبة، فقال له ابن عمر: انی سمعت رسول اللهﷺ يقول: من حلف بغير الله فقد اشرک. (رواه ابو داؤد، كتاب الايمان والنذور، باب كراهية الحلف بالآباء، ص: ۴۷۴، رقم: ۳۲۵۱، ط، دار السلام رياض)

(۱۰۳):عن شداد بن اوس، قال: سمعت رسول اللهﷺ يقول: من صلی يُرائی فقد اشرک، ومن صام يرائی فقد اشرک، ومن تصدق يرائی فقد اشرک. رواه احمد. وفی المرقات تحت هذا الحديث:أی شركاً خفيا كما سيجئی مصرحافيما يليه من حديثه.الخ. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة، ج: ۹، ص: ۵۱۵، رقم الحديث: ۵۳۳۱،ط، دار الكتب العلمية، بيروت)

وسواس ہونا دور ہوں اور اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہو اور عشق حضرت رسول اللہ ﷺ کا نصیب ہو۔ آپ سے اللہ واسطے عرض کرتا ہوں۔ فقط والسلام

﴿جواب﴾:

کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب اور موجب قوت واصلاح ایمان کی ہے اور قرآن وحدیث کا مطلب پورا اس میں ہے اس کا مؤلف ایک مقبول بندہ تھا۔ اور مولانا محمد اسحٰق دہلوی ولی کامل محدث فقیہ عمدہ مقبولین حق تعالیٰ کے تھے جو کوئی ان دونوں کو کافر یا بد جانتا ہے وہ خود شیطان ملعون حق تعالیٰ کا ہے (۱۰۴) اور اگر کسی کا باپ یا والدہ نماز جماعت سے منع کرے یا وعظ سننے سے کسی عالم مقبول متدین کے منع کرے تو قول والدین کا ہرگز نہ مانے بلکہ ان کاموں کو کرتا رہے (۱۰۵) اور دفع وسوسہ شیطانی کیواسطے لاحول اور استغفار پڑھا کرو۔ فقط والسلام

❁❁❁

---

(۱۰۴): وفي الذخيرة: ومن شتم عالما أو فقيها من غير سبب خيف عليه الكفر. (الفتاوى التاتارخانيه، كتاب أحكام المرتدين، الفصل السادس عشر في العلم والعلماء والابرار، ج:٧، ص:٣٣٥، ط، مكتبة زكريا، بديوبند، الهند)

ومن بغض عالماً من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر. (مجمع الانهر في شرح ملتقى الابحر، كتاب السير والجهاد، باب المرتدين، ج: ٢، ص: ٥٠٩، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في أحكام المرتدين، موجبات الكفر انواع، منها مايتعلق بالعلم والعلماء، ج: ٢، ص: ٢٧٠)

(۱۰۵):وعن علي رضي الله قال: قال رسول الله ﷺ: لاطاعة في معصية انما الطاعة في المعروف. [متفق عليه]. وفي المرقات تحت هذا الحديث: (وعن علي رضي الله قال: قال رسول الله ﷺ: لاطاعة)أي لأحد كما في رواية الجامع الصغير أي من الامام وغيره كالوالد والشيخ (في معصية) وفي رواية الجامع في معصية الله

تقویۃ الایمان کے بعض جملوں کی تشریح

﴿سوال﴾:

تقویۃ الایمان کے صفحہ ۱۴ میں ہے "یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے"۔ اس عبارت کے مضمون کا کیا مطلب ہے مولانا علیہ الرحمۃ نے کیا مراد لیا ہے؟

﴿جواب﴾:

اس عبارت سے مراد حق تعالیٰ کی بے نہایت بڑائی ظاہر کرنا ہے کہ اس کی سب مخلوقات اگر چہ کسی درجہ کی ہو اس سے کچھ مناسبت نہیں رکھتی، کمہار لوٹا مٹی کا بنا دے اگر چہ خوبصورت پسندیدہ ہو اس کو احتیاط سے رکھے مگر توڑنے کا بھی مختار ہے اور کوئی مساوات کسی وجہ سے لوٹے کو کمہار سے نہیں ہوتی۔ پس حق تعالیٰ کی ذات پاک جو خالق محض قدرت سے اس کے ساتھ کیا نسبت و درجہ کسی خلق کا ہوسکتا ہے چمار کو شہنشاہ دنیا سے اولاد آدم ہونے میں مناسبت و مساوات ہے اور شہنشاہ نہ خالق و رازق چمار کا ہے تو چمار کو تو شہنشاہ سے مساوات بعض وجوہ سے ہے بھی مگر حق تعالیٰ کیساتھ اس قدر بھی مناسبت کسی کو نہیں کہ کوئی عزت برابری کی نہیں ہوسکتی۔ فخر عالم علیہ السلام باوجودیکہ تمام مخلوق سے برتر و معزز و بے نہایت عزیز ہیں (۱۰۶)۔ کہ کوئی مثل ان کے نہ ہوا نہ ہوگا مگر حق تعالیٰ کی ذات پاک کے

(انما الطاعة فی المعروف) أی: مالاینکره الشرع. (متفق علیه)، ورواه أبو داؤد وابن ماجة. (مرقات المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الامارة والقضاء، الفصل الثانی، ج: ۷، ص: ۲۲۶، رقم: ۳۶۶۵، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۱۰۶): والمعتقد المعتمد ان أفضل الخلق نبینا حبیب الحق قد ادعی بعضهم الاجماع علی ذلک قال ابن عباس رضی الله عنه ان الله فضل محمداً علی أهل

مقابلہ میں وہ بھی بندۂ مخلوق ہیں تو یہ سب حق ہے مگر کم فہمی اپنی کجی فہم سے اعتراض بیہودہ کر کے شان حق تعالیٰ کو گھٹاتے ہیں اور اس کا نام حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

تقویۃ الایمان کے مسائل

﴿سوال﴾:

تقویۃ الایمان میں کوئی مسئلہ ایسا بھی ہے جو قابل عمل نہیں یا کُل اس کے مسائل صحیح اور علماء دین کو مقبول ہیں اور ایک بات یہ مشہور ہے کہ مولوی محمد اسماعیل شہیدؒ نے اپنے

السماء وعلى الانبياء. (شرح فقه الاكبر للملا على القارى، مسئلة فى تفضيل بعض الانبياء على بعض، ص: ١٠٢، ط، دار الكتب العربية الكبرى)

عن ابن عباسؓ قال: جلس ناس من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم ينتظرونه، فخرج، حتى اذا دنا منهم سمعهم يتذاكرون فتسمع حديثهم، فاذا بعضهم يقول: عجباً ان الله اتخذ من خلقه خليلاً، فابراهيم خليله، وقال آخر: ماذا بأعجب من: "وكلم الله موسىٰ تكليما"، وقال آخر: فعيسىٰ كلمة الله وروحه، وقال آخر: وآدم اصطفاه الله، فخرج عليهم فسلم، وقال: قد سمعت كلامكم وعجبكم، ان ابراهيم خليل الله، وهو كذٰلك، وموسىٰ نجيه وهو كذلك، وعيسىٰ روحه وكلمته وهو كذٰلك وآدم اصطفاه الله تعالىٰ وهو كذلك الا انا حبيب الله ولا فخر، وانا حامل لواء الحمد يوم القيامة تحته آدم فمن دونه ولافخر، وأنا أول شافع، وأول مشفع يوم القيامة ولافخر، وأنا أول من يحرك غلق الجنة ولافخر فيفتح الله لى فيدخلنيها ومعى فقراء المؤمنين ولافخر، وأنا أكرم الأولين والآخرين على الله ولافخر. (رواه الدارمى، كتاب علامات النبوة، وفضائل سيد الأولين والآخرين، باب ما اعطى النبى صلى الله عليه وسلم من الفضل، الجزء الاول، ص: ٦٨، رقم: ٤٨)

انتقال کے وقت بہت سے آدمیوں کے روبرو بعض مسائل تقویۃ الایمان سے توبہ کی ہے آپ نے بھی کہیں یہ بات سنی ہے یا محض افتراء ہے اور جو مولانا مرحوم کا معتقد نہ ہو اور ان کو خوش عقیدہ اور بزرگ نہ جانے وہ بدعتی اور فاسق ہے یا نہیں اور مولوی صاحب شہید مقلد تھے یا عامل بالحدیث اور اگر مقلد تھے تو کون سے امام کے حنفی تو شاید نہ ہوں چونکہ سنا ہے کہ رفع یدین اور آمین بالجہر کرتے تھے اور اکثر غیر مقلد مولانا موصوف کو عامل بالحدیث بتاتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کو زیادہ مانتے ہیں اور انہیں کے قول کو زیادہ سند میں لاتے ہیں بہ نسبت اور علماء کے اور انہیں کو اپنے زمانے کا مجتہد بتاتے ہیں حالانکہ اس زمانہ میں اور بہت سے علماء عظام موجود تھے اور انہیں کو اکثر موقع پر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ترجیح دیتے ہیں اور اکثر مسائل حضرت شاہ صاحبؒ کے نہیں مانتے اور ان کے کل مسائل مقبول جانتے ہیں۔ان باتوں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل صاحب مقلد نہیں تھے۔ عامل بالحدیث تھے۔اور بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ نہیں مقلد تھے غیر مقلد ہرگز نہیں تھے بعض یہ کہتے ہیں کہ ان کو مرتبہ اجتہاد کا تھا اس وجہ سے انہوں نے تقلید نہیں کی اس کا خلاصہ حال جو ہو تحریر فرمادیجئے اور مولوی صاحب کے عقیدے میں اور محمد بن عبدالوہاب کے عقیدہ میں کچھ فرق تھا یا یہ دونوں صاحب ایک ہی مسلک کے ہیں اور حضرت سید صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کہ جو ان کے مرشد ہیں یہ بھی عالم اور مقلد تھے یا نہیں اور حضرت سید صاحب کے خلفاء میں اور بھی کوئی ان سے زیادہ لائق خلیفہ ہوا یا سب سے زیادہ سربر آوردہ یہی حضرت تھے اور جو مسائل تقویۃ الایمان میں مختلف ہیں ان پر عمل کرے یا نہ کرے اور مولوی صاحب موصوف سے سلسلہ صوفیت کے نہ چلنے کی کیا وجہ ہے حالانکہ مولوی صاحب خود سید صاحب سے بیعت ہوئے ہیں اور ان سے بھی آدمی غالباً مرید ہوئے ہوں گے اور مولوی صاحب ممدوح علماء میں شمار کئے گئے ہیں یا صوفیہ میں؟

﴿جواب﴾:

بندہ کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح ہیں اگرچہ بعض مسائل میں بظاہر تشدد ہے

اور توبہ کرنا ان کا بعض مسائل سے محض افترا اہل بدعت کا ہے اور اگر ان کو بزرگ نہ جانے جھوٹے حالات ان کے سن کر تو معذور ہے اور اگر کتاب کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے تو وہ مبتدع فاسق ہے اور وہ یہ فرماتے تھے کہ جب تک حدیث صحیح غیر منسوخ ملے اس پر عامل ہوں ورنہ ابوحنیفہ کی رائے کا مقلد ہوں اور سید صاحب کا بھی یہی مشرب تھا اور محمد بن عبدالوہاب کے عقائد کا مجھ کو مفصل حال معلوم نہیں اور نہ خلفاء سید صاحب کا اور مولوی اسماعیل صاحب وعظ ورد بدعت میں مصروف رہے پھر جہاد میں جا کر شہید ہو گئے سلسلہ بیعت کا کہاں جاری کرتے اور تمام تقویۃ الایمان پر عمل کرے فقط۔

تذکیر الاخوان کے عبارت کی تشریح

﴿سوال﴾:

تذکیر الاخوان کے صفحہ ۵ میں ہے کہ فرمایا اللہ صاحب نے سورہ آل عمران میں (۱۰۷) اور مت ہو ان کی طرح جو علیحدہ علیحدہ ہو گئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اس کے کہ پہنچ چکے ان کو صاف حکم اور ان کے واسطے بڑا عذاب ہے جس دن سفید ہوں گے بعض منہ اور سیاہ ہوں گے بعض منہ سو وہ جو سیاہ ہوئے منہ ان کے کیا تم کافر ہو گئے ایمان میں آ کر اب چکھو عذاب بدلا اس کفر کرنے کا۔ اس کے فائدے میں ہے کہ بہت گروہ فرقہ فرقہ ہو گئے چنانچہ یہود و نصاریٰ بہتّر بہتّر فرقہ ہو گئے (۱۰۸) اور پھر آ گئے تحریر فرماتے ہیں۔ پھر

---

(۱۰۷): ولاتکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جآء ھم البینٰتُ واولٓئک لھم عذاب عظیم. یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ فاما الذین اسودت وجوھھم اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون. (سورۃ اٰل عمران: ۱۰۵،۱۰۶)

(۱۰۸): عن النمیری، عن انس قال: قال رسول اللہ ﷺ: ان بنی اسرائیل قد افترقت علی ثنتین وسبعین فرقۃ، وانتم تفترقون علی مثلھا، کلھا فی النار الا فرقۃ.

ان میں کوئی قادری کوئی نقشبندی کوئی چشتی ہے الخ۔ اور صفحہ ۷ میں فرماتے ہیں: پھر کسی نے خود کو چشتی مقرر کیا کسی نے قادری کسی نے نقشبندی کسی نے سہروردی کسی نے رفاعی ٹھہرالیا الخ۔ اس جگہ پر یہ شبہ واقع ہوتا ہے کہ ان خاندانوں کو ان فرقوں میں شامل جو فرمایا تو اس کی کیا وجہ ہے اور یہ مضمون صحیح ہے یا غلط؟

﴿جواب﴾:

مراد یہ ہے کہ فرقہ فرقہ جدا ہونا باعتبار عقائد واعمال کے بدعت ہے جیسا روافض وخوارج عقائد میں اپنے اہواء سے مختلف ہوگئے ہیں تو اسی طرح اس زمانے کے قادری وچشتی مثلاً اپنے اپنے عقائد مبتدعہ میں اور اعمال ناجائز میں مختلف ہوکر ہر ایک نے خلاف شرع کو اپنا طریقہ مقرر کرلیا ہے کہ اگر عالم ان کو کسی عقیدہ باطلہ مبتدعہ سے یا کسی عمل غیر مشروع سے منع کرے تو کہتے ہیں کہ ہم قادری ہیں ہم کو جس طرح اپنے بزرگوں سے پہنچا اس کو ہی حق جانتے ہیں اور یہ بالکل غلط ہے کیونکہ عقائد واعمال سب بزرگان دین کے موافق سنت کے تھے ان لوگوں نے احداث بدعات کیا پس ایسے اہل طریقہ کو وہ مثل بہتّر فرقے کے فرماتے ہیں۔ نہ ان اہل اللہ لوگوں کو جو ان خاندان کے مقبول متبع سنت ہیں کیونکہ ان کا کوئی فرقہ سوائے اہل سنت کے نہیں اور کوئی امر طریقہ کا خلاف شرع کے نہیں ہے خود ایک ہی فرقہ ہے فقط نام ہر ایک کا جدا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

[اخرجه احمد ۳/ ۱۲۰ قال: حدثنا وكيع، قال: حدثنا عبدالعزيز، يعني الماجشون، عن صدقة بن يسار، عن النميري، فذكره]. (المسند الجامع، ص: ۲، ص: ۲۸۱، ۲۸۲، ط، دار الجيل، بيروت لبنان)

وأخرج أبو داؤد، والترمذي، وابن ماجة، والحاكم وصححه، عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: افترقت اليهود على احدى وسبعين فرقة، وتفرقت النصارى على ثنتين وسبعين فرقة، وتفترق امتي على ثلاث وسبعين فرقة.

مراقبہ کا حکم

﴿سوال﴾:

تصور کرنا اولیاء اللہ کا مراقبہ میں کیسا ہے اور یہ جاننا کہ جب ہم ان کا تصور باندھتے ہیں تو وہ ہمارے پاس موجود ہو جاتے ہیں اور ہم کو معلوم ہو جاتے ہیں ایسا اعتقاد کرنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

ایسا تصور درست نہیں۔ اس میں اندیشہ شرک کا ہے (١٠٩)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

❁❁❁

(الدر المنثور فی التفسير بالمأثور، ج: ٣، ص: ٨١٧، ٨١٩)

(١٠٩): "عن علی قال: قال لی رسول اللّٰه ﷺ: قل : اللّٰهم اهدنی ،وسددنی، و اذكر بالهداية هداية الطريق، واذكر بالسداد تسديدك السهم". وفی بذل المجهود تحت هذا الحديث: وفيه اشارة الى جواز التصور الشيخ، فان الشيخ ليس أقل مرتبة عنداللّٰه من السهم والطريق، لاسيما عند معتقديه، كيف وفيه جمع للخواطر ولو الى جهة أسفل من التی يجب ارجاعهااليها، وهوا لواجب تعالیٰ شأنه، ولاضير أيضاً فی حبه اياه عند التصور، نعم يضره أن يتصور شيخه متصرفاً فی أمر باطنه حين التصور، أو حاضراً لديه، أو عالماً بحاله، ولذلك اختلفت فيه الشيوخ، ولعل النزاع بينهمالفظی، فمن جوّزه أراد الأول، ومن منعه أراد الثانی، الّا أن العلماء لما رأو أنه منجر الى فساد عقائد العوام أطلقوا فيه المنع، وهو الحق حسب اقتضاء المقام، فكم من مستحب صار حراماً لعارض مّا، فكيف بما كان مباحاً،انتهیٰ (بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد، ج: ١٢، ص: ٢٥٣،ط، دار البشائر الاسلامية، بيروت لبنان)

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا معتقد

﴿سوال﴾:

زید کہتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا کل علم غیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمادیا تھا اوراب بھی آپ مخلوق کے ہرایک حال ظاہروباطن خیروشر سے بخوبی واقف ہیں۔ یہاں تک کہ مچھر کے پَر ہلانے کا بھی آپ کوعلم ہوجاتا ہےاورایک کی آواز خواہ وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں بذات خودسن لیتے ہیں یہ عقیدہ کیسا ہےاورایسا عقیدہ رکھنے والا مذہب احناف اورکتب معتبرہ حنفیہ کی رو سے مسلمان رہایا کافرمشرک ہوگیا؟

﴿جواب﴾:

جوشخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب ہونے کا معتقد ہے سادات حنفیہ کے نزدیک قطعاً مشرک وکافر ہے(۱۱۰)۔صاحب بحرالرائق کتاب النکاح میں صاف تحریرفرماتے ہیں

---

(۱۱۰):ثم اعلم ان الانبياء علهيم الصلاة و السلام لم يعلموا المغيبات من الاشياء الا ماعلمهم الله تعالیٰ أحيانا. وذكر ان الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد ان النبى عليه السلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لايعلم من فى السموات والارض الغيب الا الله. كذا فى المسايرة. (شرح فقه الاكبر للملاعلى القارى، مسئلة فى أن تصديق الكاهن بما يخبر به من الغيب كفر، ص: ١٣٧،ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر)

اعتقاد اينكه كسے غير حق سبحانه حاضر وناظر، وعالم خفى وجلى در هر وقت وهر آن است، اعتقاد شرك است.(مجموعة الفتاوىٰ على هامش خلاصة الفتاوى، ج: ۴، ص: ۳۳۱، ط، مكتبه رشيديه)

وفى البحر الرائق: وفى البزازية قال علماؤنا: من قال أرواح المشايخ حاضرة تعلم تكفر. (البحر الرائق ، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، ج: ۵، ص: ۲۰۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان) ==

کہ جو کوئی نکاح کے شاہدین اللہ اور رسول اللہ مقرر کرے اور اعتقاد یہ کرے کہ رسول اللہ ﷺ عالم غیب ہیں وہ یقیناً کافر ہے (۱۱۱) اور مشرک تو اسی کو کہتے ہیں کہ کسی مخلوق کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ کسی وصف ذاتی مثل علم کے اور قدرت کے یا عبادت کے شریک کرے کہ اس واسطے کہ اشراک فی الذات یعنی تعدد الٰہ کا قائل تو بہت ہی کم ہوا ہوگا شامی نے ردالمحتار کی کتاب الاتداد میں صاف طور پر ایسے عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر کی ہے (۱۱۲) اور یہ جو کہتے ہیں کہ علم غیب بجمیع اشیاء آنحضرت ﷺ کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے سو محض باطل اور خرافات میں سے ہے رسول اللہ ﷺ کو محشر میں بھی بعض لوگوں میں قابل سقی ماء کوثر ہونے کا احتمال ہوگا اور باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا انک

== (وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفاظ تكون اسلاما او كفرا الخ: الفصل الثاني النوع الثاني فيما يتعلق بالله تعالىٰ، ج: ٦، ص: ٣٢٦)

(۱۱۱):لو تزوج بشهادة الله ورسوله لاينعقد ويكفر لاعتقاده أن النبي يعلم الغيب. (البحر الرائق، كتاب النكاح، ج: ٣، ص: ١٥٥، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

تزوج بلاشهود وقال رسول خداى را وفرشتكان را گواه كردم يكفر لانه اعتقد أن الرسول والملك يعلمان الغيب. (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفاظ تكون اسلاما او كفرا الخ: الفصل الثاني النوع الثاني فيما يتعلق بالله تعالىٰ، ج: ٦، ص: ٣٢٥)

(وكذا الفتاوى التاتارخانية، كتاب احكام المرتدين، الفصل السادس فيما يعود الى الغيب، ج: ٧، ص: ٢٩٩، ط، مكتبة زكريا بديوبند،الهند)

(۱۱۲):قلت: وحاصله أن دعوى علم الغيب معارضة لنص القرآن فيكفر بها. (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب في دعوى علم الغيب، ج: ٦، ص: ٣٨٥، ط، دار عالم الكتب رياض)

لاتدری ما احدثوا بعدک اخرج البخاری الحدیث (۱۱۳). فقط۔
الجواب صحیح۔ اصاب المجیب عزیز الرحمٰن عفی عنہ وتوکل علی العزیز الرحمٰن مفتی مدرسہ عالیہ دیوبند۔ مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ۔
اصاب من اجاب محمد ریاض الدین عفی عنہ
الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ   بندہ محمود عفی عنہ   ناظر حسن دیوبندی
مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند   الٰہی عاقبت محمود گردان   محمد ناظر حسن
خلیل احمد   مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔
الجواب صواب ہذا ہوالحق و ماذا بعد الحق الا الضلال۔ الجواب صحیح محمد اسحٰق
عبدالمومن مدرس مدرسہ میرٹھ۔ اسمہ۔ عفی عنہ مدرس مدرسہ میرٹھ۔
الجواب صحیح خاکسار۔ احمد حسن الحسینی
سراج احمد عفی عنہ میرٹھ۔ الامروہوی غفرلہ۔ اسمہ احمد۔
علم غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں۔ کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

---

(۱۱۳): عن المغیرة قال سمعت ابا وائل عن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انا فرطکم علی الحوض ولیرفعن رجال منکم ثم لیختلجن دونی فاقول یا رب اصحابی فیقال انک لاتدری ما احدثوا بعدک. (رواہ البخاری، کتاب الحوض، باب قول اللہ انا اعطینک الکوثر، ج: ۲، ص: ۵۰۳، ط، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

ملفوظات

وظیفہ یا شیخ عبدالقادر اور طلباء کو وظائف کا پڑھنا۔ پانی کا بہت پینا اور ماش کی دال اور غلیظ اشیاء کا کھانا ذہن کی تیزی کا وظیفہ

(۱): علم دین کے برابر کوئی چیز نہیں (۱۱۴)۔ اگر کسی کو نصیب ہو جاوے جہاں تک ہو کوشش کر کے پڑھو سب وظائف درست ہیں مگر وظیفہ یا شیخ عبدالقادر کا بندہ اچھا نہیں جانتا۔ اس کو ترک کر دو اور طالب علمی میں اگر وظائف پڑھو گے تو سبق کس طرح یاد ہوگا اگر پڑھنے کے واسطے اوراد کو موقوف کرو تو بہتر ہے بعد فراغت قدر ضروری علم کے شروع کر دینا اور ذہن وحافظہ جیسا خدائے تعالیٰ نے کسی کا بنادیا بن گیا اب اس کی کشایش اس کے ہی اختیار میں ہے پانی کا بہت پینا اور ماش کی دال اور غلیظ اشیاء کا کھانا مضر ہے بندہ بھی آپ کو دعا میں شریک کرتا ہے اور ذہن کے واسطے سورۂ فاتحہ کو اکیس بار پانی پر دم کر کے پانی پی لیا کرو فقط والسلام

---

(۱۱۴): عن حذیفة بن الیمان رضی اللّٰہ عنهما قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: فضل العلم خیر من فضل العبادة، وخیر دینکم الورع. رواہ الطبرانی فی الاوسط، والبزار باسناد حسن. (الترغیب والترهیب من الحدیث الشریف، کتاب العلم، الترغیب فی العلم وطلبه وتعلمه الخ، ج: ۱، ص: ۹۳، ط، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان)

العلم خیر من العبادة، وملاک الدین الورع. [ابن عبدالر عن ابی هریرة] (کنز العمال، کتاب العلم، ص: ۱۲۹۳، رقم: ۲۸۶۶۴)

شیئاً للہ کا پڑھنا

(۲): شیئاً للہ کا پڑھنا کسی وجہ سے جائز نہیں (۱۱۵)۔ اگر شیخ قدس سرہٗ کو عالم الغیب ومتصرف مستقل جان کر کہتا ہے تو خود شرک محض ہے بقوله تعالیٰ وعنده مفاتح الغيب لايعلمها الاهو الأية (۱۱۶) ودیگر نصوص قال فی البزازية وغيرها من الفتاویٰ من قال ارواح المشائخ حاضرة تعلم كفر (۱۱۷) و من ظن ان الميت يتصرف

---

(۱۱۵): ازيں چنيں وظيفه احتراز لازم و واجب اولا ازيں جهت كه اين وظيفه متضمن شيئاً لله است وبعض فقهاء را از همچو لفظ حكم كفر كرده اند چنانكه در درمختار می نويسند كذا قول شيء لله قيل يكفر انتهٰی. ودر رد المحتار می آرد ولعل وجهه انه طلب شيئا لله والله غنی عن كل شيء والكل مفتقر ومحتاج اليه. وينبغي ان يرجح عدم التكفير فانه يمكن ان يقول اردت طلب شيء اكراما لله شرح الوهبانية. قلت فينبغي او يجب التباعد عن هذه العبارة وقد مر ان مافيه خلاف يؤمر بالتوبة والاستغفار وتجديد النكاح انتهٰی وثانيا ازين جهت كه اين وظيفه متضمن ست ندای اموات را از امكنۀ بعيده وشرعا ثابت نيست كه اولياء را قدرتے حاصل است كه از امكنۀ بعيده ندا را بشنوند الخ. (مجموعة الفتاویٰ على هامش خلاصة الفتاویٰ: ج: ۴، ص: ۳۳۱، ط، مكتبه رشيديه كوئٹه)

(۱۱۶): (سورة الانعام: ۵۹)

(۱۱۷): (الفتاوی البزازية على هامش الفتاوی العالمكيرية، كتاب الفاظ تكون اسلاما او كفرا الخ: الفصل الثانی النوع الثانی فيما يتعلق بالله تعالیٰ، ج: ۶، ص: ۳۲۶/ البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، ج: ۵، ص: ۲۰۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان/ مجمع الانهرفی شرح ملتقی الأبحر، كتاب السير والجهاد، باب المرتد، ج: ۲، ص: ۵۰۵، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

فـی الامـور دون الـلّٰه و اعتقد به کفر کذا فی البحر الرائق (۱۱۸) انتهٰی من مأته مسائل. اورجو یہ عقیدہ نہیں تو بھی ناجائز ہے کیونکہ اس صورت میں گو یہ نداشرک نہ ہو مگر مشابہ بشرک ہےاور جولفظ موہم معنی شرک ہواس کا بولنا بھی ناروا ہے(۱۱۹) لـقـولـه تـعـالٰی: لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا (۱۲۰). اور بـقوله علیه السلام لاتقولوا ماشاء اللّٰه و ماشاء فلان ولکن قولوا ماشاء اللّٰه ثم شاء فلان الحدیث (۱۲۱).

---

(۱۱۸):(البـحر الرائق، کتاب الصوم، فصل فی النذر، ج: ۲، ص: ۵۲۰، ط، دار الـکتب العلمیة بیروت لبنان/ رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب الصوم، باب مـایـفسد الصوم وما لایفسد، مطلب فی النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام من شـمـع او زیـت او نـحـوه، ج: ۳، ص: ۴۲۷، ط، دارعـالـم الـکتب ریـاض/ النهر الـفـائق،کتـاب الـصـوم، فـصـل فی النذر، ج: ۲، ص: ۴۲، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(۱۱۹):اخـرج الـدارمـی فـی سـننه عن الشعبی قال: سمعت النعمان بن بشیر یقول: سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول: الحلال بیّن والحرام بیّن، وبینهما مشتابهات، لایـعـلـمهـا کثیـر مـن الناس، فمن اتقی الشبهات استبرأ لعرضه ودینه، ومن وقع فی الشبهـات، وقـع فـی الـحـرام. الخ. وفی فتح المنان تحت هٰذا الحدیث: قوله (ومن وقـع فـی الشبهـات، وقـع فـی الـحـرام): یرید أنه اذا اعتادها واستمر علیها أدته الی الـوقوع فی الحرام بأن یتجاسر علیه فیواقعه، یقول: فلیتق الشبهة لیسلم من الوقوع فـی المحرم. (فتح المنان شرح المسند الجامع، کتاب البیوع، باب فی الحلال بیّن والـحـرام بیّن، ج: ۹، ص: ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ط، المکتبة المکیة مکة المکرمة، ودار البشائر الاسلامیة بیروت لبنان)

(۱۲۰):(سورة البقرة: ۱۰۴)

(۱۲۱):وأخـرج ابـن ابـی شیبة، وأحـمـد، وأبوداؤد، والنسائی، وابن ماجة، و البیهـقی، عن حذیفة بن الیمان، عن النبی ﷺ قال: لاتقولوا: ماشاء اللّٰه وشاء فلان.

حالانکہ صحابہؓ کی نیت میں کوئی معنی قبیح نہ تھے مگر بسبب مشابہت اور موہم معنی قبیح کے یہ الفاظ ممنوع ہوگئے پھر عوام اس ورطۂ شرک وگناہ میں مبتلا ہوتے ہیں تفسیر عزیزی میں بیان وجوہ شرک میں لکھا ہے از انجملہ اند کسانیکہ درذکر دیگرانرا با خدا تعالیٰ ہمسری کنند۔ واز انجملہ ان کسانیکہ در دفع بلا دیگراں رامی خوانند وہم چنیں در تحصیل منافع بدیگران رجوع می نمایند بالاستقلال وآنکہ توسل بآں دیگراں نمایند۔ پس ظاہر ہے کہ دعوت اس کلام کی داخل ہر دوقسم میں ہے کیونکہ غرض اس سے دفع بلا وجلب منافع ہے یا مثل ذکر اللہ تعالیٰ اس سے تحصیل برکات وتقرب مقصود ہے یا بوجہ تبرک کے اس کو تکرار کرتے ہیں ہاں کسی کے توسل سے دعا کرانا درست ہے(۱۲۲) مگر یہ صورت توسل کی ہرگز نہیں بلکہ دعا واستعانت ہے۔

قولوا: ماشاء اللّٰہ ثم شاء فلان. (الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ج: ۲، ص: ۱۸۸)

(۱۲۲):قال العلامة خليل احمد السهارنفوی نور اللّٰہ مرقده: عندنا وعند مشائخنا يجوز النوسل فی الدعوات بالأنبياء و الصالحين من الأولياء و الشهداء و الصديقين فی حيٰوتهم وبعد وفاتهم بان يقول فی دعائه اللّٰهمّ انی اتوسل اليک بفلان ان تجيب دعوتی وتقضی حاجتی الی غير ذلک...الخ. (المهند علی المفند، ص: ۳۵، ط، قديمی كتب خانه)

وقال العلامة بدرالدين العينی : وفيه من الفوائد: استحباب الاستشفاع بأهل الخير و الصلاح و أهل بيت النبوة...الخ. (عمدة القاری ج:۷، ص:۴۸، رقم الحديث: ۱۰۱۰، ط، دار الكتب العلمية بيروت، لبنان)

وقال ابن حجر: ويستفاد استحباب الاستشفاع بأهل الخير والصلاح وأهل بيت النبوة.....الخ. (فتح الباری، ج:۲، ص:۵۷۷، رقم الحديث: ۱۰۱۰، ط، مكتبة الملک الفهد الوطنية، رياض). انتهٰی.

ويحسن التوسل و الاستغاثة بالنبی ﷺ الی ربه ولم ينكر ذلک أحد من السلف و الخلف حتی جاء ابن تيمية فأنكر ذلک وعدل عن الصراط المستقيم

مجیب صاحب کو شبہ واقع ہوا کہ دعا کو توسل سمجھ گئے توسل کی صورت یہ ہے یا اللہ بجاہ شیخ عبدالقادر شیئاً للہ۔ نہ یہ کہ خود شیخ سے طلب کرے بصیغۂ دعا یا شیخ اعطنی شیئاً للہ یہ توسل کس طرح ہوسکتا ہے معہذا الفظ شیئاً للہ کا موہم معنی شرک کو ہے کیونکہ اس کے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ کچھ حق تعالیٰ کو دو۔ اس واسطے کہ لفظ لام کا معطی لہٗ پر آتا ہے یہ معنی تو اشد شرک ہیں دوسرے معنی یہ ہیں کہ شیخ مجھ کو لوجہ اللہ تعالیٰ کے کچھ دو سو اس معنی میں اگر مستقل معطی شیخ کو جانتا ہے تو بھی شرک ہوا۔ اور جو باذن اللہ معطی سمجھا تو اس کی توجیہ وہ ہے جو تفسیر عزیزی سے مجیب نے نقل کیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بعض اولیاء کو حق تعالیٰ آلہ تکمیل وارشاد خلق بناتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے باذن اللہ مطالب برآمد ہوتے ہیں نہ کہ اولیاء خود متصرف ومستقل بنتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جب وہ آلہ ٹھہرے تو اگرچہ بظاہر حاجت روائی تو بذریعہ آلہ ہوتی ہے مگر خود آلہ سے بھی دعا واستعانت طلب کرنا شرک ہے پس ایسی صورت میں متصرف حقیقی کو چھوڑ کر آلہ سے طلب کرنا بھی خالی از مشابہت شرک نہیں۔ ندا و دعا کرنا دوسری شے ہے کہ منادی کے علم وتصرف کو چاہتا ہے اور بذریعہ ہونا اور امر ہے کہ ذریعہ کا واسطہ اور مقبول ہونا بدرگاہ فیاض اس سے مستفاد ہوتا ہے شتّان بینہما مثلاً نور بواسطہ شمس کے آتا ہے، مگر طلب نور شمس سے شرک ہے ندا کسی کو کرنا مبنی بر علم وتصرف منادی کے ہے پس اس سے عبارت عزیزی سے جواز ندا کا کیونکر مفہوم ہوا، غایت تعجب ہے کہ اگر گاہے اولیاء کو بطور کشف باذن اللہ تعالیٰ کچھ معلوم ہو جاوے تو اس سے ہر وقت باستقلال علم وتصرف کا ہونا کہاں سے لازم آتا ہے۔ پس ایسی دعوت بہر حال یا شرک جلی یا خفی یا لغو مشابہت بشرک ہو کر حرام و ناجائز ہووے گی۔ کسی وجہ سے جواز کا شائبہ اس میں نہیں ہوسکتا۔ اب استدلالت مجیب کا حال سنو کہ پڑھنا اس کلام کا بطور توسل جائز فرماتے ہیں حالانکہ توسل کی کوئی صورت نہیں۔ کمامر اور شاہ ولی اللہ صاحب طریقہ بعض جیلانیہ کا بیان کیا ہے اس سے اجازت ومشروعیت کا فہم

وابتدع مالم یقله عالم وصار بین الأنام مثلة انتهی. (تفسیر روح المعانی، ج: ۶، ص: ۱۲۶، ط، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

محض غفلت ہے اور تحکم ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی عبارت کا مطلب خود واضح ہو گیا کہ ندا کو ہرگز جائز نہیں فرماتے بلکہ شرک لکھتے ہیں اور جو وہ فرماتے ہیں اُس سے جواز ندا وطلب ہرگز مستفاد نہیں ہوسکتا۔علی ہذا تفسیر مظہری کا مطلب بھی یہی ہے کہ ندا اور استعانت اولیاء سے نہ حیات میں روا ہے نہ بعد موت اور جو صاحب خزینہ کی عبارت مجیب نے نقل کی ہے کہ **یاشیخ عبدالقادر فھو نداء و اذا اضیف الیه شیئا للّٰہ فھو طالب شئ اکراما للّٰہ تعالٰی فما الموجب بحرمته.** جب تک اس کے سابق لاحق کا حال معلوم نہ ہو اس پر حکم نہیں ہوسکتا۔سلمنا اگر اس کی مراد یہی ہے جو مجیب نقل کرتے ہیں تو فتویٰ اس کا مردود ہے نصوص قطعیہ وروایات فقہاء معتبرین سے جیسا کہ سابق لکھا گیا کہ ندا غیر اللہ بہر حال ناجائز ہے اور شیئاً للہ کے معنی موہم شرک ہیں اگرچہ نیت داعی کی قبیح معانی کی نہ ہوتا ہم درست نہیں یہ وجہ حرمت اس کلام کی ہے اگرچہ موجب حرمت مجیب صاحب کو معلوم نہ ہوا مگر نصوص وروایات سے ہم ثابت کر چکے۔پس جو فتویٰ خلاف نصوص وروایات صحیحہ کے ہو وہ قطعاً مردود ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

پڑھنے والا اس جملہ کا تقریباً اور شہرت دینے والا اس کے جواز کا اعتقاداً آثم بلکہ مشرک ہے سند اس کی حجۃ اللہ البالغہ مؤلفہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی صفحہ ۲۱ میں موجود ہے۔ **قال ومنها ای من مظان الشرک انهم کانوا یستعینون بغیر اللّٰہ فی حوائجهم من شفاء المریض وغناء الفقیر وینذرون لهم یتوقعون انجاح مقاصد بتلک النذور ویتلون اسماء هم رجاء ببرکتها فاوجب اللّٰہ علیهم ان یقولوا فی صلٰوتهم ایاک نعبد وایاک نستعین وقال اللّٰہ تعالٰی فلاتدعوا مع اللّٰہ احداً لیس المراد من الدعاء العبادة کما قاله بعض المفسرین بل مراده الاستعانة بقوله تعالٰی بل ایاه تدعون فیکشف ما تدعون** (۱۲۳). اور قاضی ثناء اللہ صاحب نے بھی اس مضمون کو صراحۃً ارشاد الطالبین میں

(۱۲۳): (حجة اللّٰہ البالغة ومعه شرحه رحمة اللّٰہ الواسعة، ج: ۱، ص: ۶۲۱،

ذکر کیا ہے۔

مسئلہ: انچہ جہال میگویند یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ یا خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی شیئاً للہ جائز نیست شرک و کفر است حق تعالیٰ می فرماید و الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم (۱۲۴) انتھٰی. اور اسی طرح شاہ عبد العزیز صاحب کی تقریر بھی بعض حواشی میں صراحتاً اسی مضمون پر دال ہے۔ میگویند۔

حسبنا اللہ و نعم الوکیل کا پڑھنا وہ استعانت جو کفر ہے اس کی تصریح

(۳): تم اپنے مقصد کے واسطے حسبنا اللہ و نعم الوکیل پانچ سو بار پڑھا کرو خواہ ایک جلسہ میں خواہ متفرق جلسات میں کوئی قید اور کوئی پرہیز اس میں نہیں نہ وقت مقرر ہے فقط۔ مرزا حفیظ اللہ بیگ صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند وہ استعانت جو کفر ہے وہ یہ ہے کہ تم میرا کام کردو (۱۲۵) اور یہ کہ دعا کرو کہ میرا کام حق تعالیٰ کردیوے کفر نہیں مگر جو منکر سماع ہیں وہ منع کرتے ہیں بسبب لغو ہونے کے اور عدم ثبوت کے سنت سے اور مجوزین جائز کہتے ہیں (۱۲۶) بسبب سماع کے ثبوت کے ان کے نزدیک اور ثبوت اس کی

---

۲ ۲ ۲ ، ط، زمزم پبلشرز کراتشی)

(۱۲۴): (سورۃ الاعراف: ۱۹۴)

(۱۲۵): قال العلامۃ ابو الفضل محمود الالوسی البغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ: ان الناس قد أکثروا من دعاء غیر اللہ تعالیٰ من الأولیاء الأحیاء منھم والأموات وغیرھم، مثل: یاسیدی فلان أغثنی، ولیس ذلک من التوسل المباح فی شیء، واللائق بحال المؤمن عدم التفوہ بذلک، وأن لایحوم حول حماہ، وقد عدہ أناس من العلماء شرکاً، وان لایکنہ، فھو قریب منہ. (روح المعانی، [المائدۃ: ۳۵]، ج: ٦، ص: ٢٨ ٢، ط، دار أحیاء التراث العربی)

(۱۲٦): می گوید ای فلان از خداوند بخواہ کہ فلان کار مرا و مقصد مرا بر

اصل کے پس یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔ فقط

استحلال معصیت کی صراحت، عورت کا زینت کے ساتھ نکلنا

(۴): استحلال معصیت یہ ہے کہ اس کو مباح جانے لہٰذا خوف اس پر عذاب کا مطلقاً جائز ہے۔ بلکہ جائز جانے نہ یہ کہ دل میں غیر جائز جان کر کچھ اندیشہ غالب نہ ہو یا اس قدر علم ہو کہ یہ فعل اچھا نہیں یہ بھی استحلال نہیں اور استحلال بھی اس معصیت کا کفر ہے کہ ثبوت معصیت کا نص قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ سے ہو اور حرمت بھی اس کی بعینہ ہو نہ لغیرہ (۱۲۷) اور اگر ان قیود سے کوئی مرتفع ہو جاوے گی تو کفر نہ ہوگا لہٰذا کم ایسے لوگ ہوویں گے جو کفر کے درجہ کو پہنچیں گے فقط اور زینت سے خروج جو ممنوع ہوا ہے تو رفع فتنہ کے واسطے ہے اگر فتنہ کا محل ہے تو ہر حال خروج ممنوع ہے خواہ باذن زوج ہو خواہ بلا اذن اور جو فتنہ کا محل و اندیشہ نہیں تو ہر حال درست ہے اگر باذن ہے اور بدون اذن خروج درست نہیں (۱۲۸)

آورد کن، این صورت بر مسأله ی سماع است، پس کسانی که سماع موتی را قائل اند این را روا می دارند، ونافیان سماع این را ناروا می دانند. (فتاوای منبع العلوم، کاب العقائد،باب مایتعلق بالانبیاء والصلحاء، ج: ۱، ص: ۱۵۵، ط، کتب خانه ملی ایران)

(۱۲۷): فی شرح فقه الاکبر: ان استحلال المعصية صغيرة كانت أو كبيرة كفر اذا ثبت كونها معصية بدلالة قطعية.... ذكرت في الفتاوى من انه اذا اعتقد الحرام حلالا فان كان حرمته لعينه وقد ثبت بدليل قطعي يكفر والا فلا بان تكون حرمته لغيره أو ثبت بدليل ظني. (شرح فقه الاكبر، مسئلة استحلال المعصية ولو صغيرة كفر، ص: ۱۳۸،ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر)

(وكذا في شرح العقائد النسفية،جحود الأحكام القطعية والاستهزاء بها، ص: ۳۸۳، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشي)

(۱۲۸):وعن ابن عباسؓ: ان امراة من خثعم أتت رسول اللهﷺفقالت:يا

بس اس پر ہی مدار جواز وعدم جواز کا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم والسلام

عیدین کے درمیان نکاح

(۵): درمیان عیدین کے نکاح کرنا سنت اور موجب برکت کا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شوال میں ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ

رسول اللّٰه اخبرني، ماحق الزوج على الزوجة فاني امراة ايم فان استطعت والا جلست ايما؟ قال: فان حق الزوج على زوجته ان سالها نفسها، وهي ظهر بعير ان لاتمنعه نفسها، ومن حق الزوج على الزوجة ان لاتصوم تطوعا الا باذنه فان فعلت جاعت وعطشت، ولاتقبل منها، ولاتخرج من بيتها الا باذنه، فان فعلت لعنتها ملائكة السماء، وملائكة الرحمة، وملائكة العذاب، حتى يرجع. قالت لاجرم لأتزوج ابداً. [رواه البزار، وفيه: حسين بن قيس المعروف بحنش، وهو ضعيف، وقد ثقه حصين بن نمير، وبقية رجاله ثقات]. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب النكاح، باب حق الزوج على المرأة، ج: ۴، ص: ۳۰۶، ۳۰۷، ط، دار الكتاب العربي، بيروت لبنان)

في التاتارخانية: وفي الخانية: الناشزة هي التي خرجت من منزل الزوج بغير اذنه بغير حق. (الفتاوى الناتارخانية، كتاب النفقات، الفصل الاول نفقة المرأة على الزوج، ج: ۵، ص: ۳۶۶، ط، مكتبة زكريا بديوبند، الهند)

وفيه ايضاً: ذكر في فتاوى الشيخ أبي الليث: أن للزوج أن يضرب امرأته على اربع خصال وما هو في معنى الأربع....والرابع: على الخروج من المنزل. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب النكاح، الفصل الحادي والعشرون في بيان مايصلح للزوج أن يفعل وفي بيان مايصلح للمرأة أن تفعل، وما ليس لها أن تفعل، ج: ۴،ص: ۳۰۴، ۳۰۵، مكتبة زكريا بديوبند، الهند)

عنہا اپنے عزیزوں کا نکاح شوال میں کراتی تھیں (۱۲۹) پس اس نکاح کو منحوس جاننا جہل وفسق ہے اور سنت رسول اللہ ﷺ سے مخالفت اور عداوت ہے ایسے اقوال سے توبہ کرنی چاہئے ورنہ فعل سنت کے بُرا جاننے سے کافر ہو جاوے گا (۱۳۰) اور ایسا قول سخت احمق جاہل بکتا کا ہے۔ عالم ایسی بات نہیں کہتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❁❁❁

(۱۲۹): عن عروة، عن عائشة قالت: تزوجني رسول الله ﷺ في شوال، وبنى بي في شوال، فأي نساء رسول الله ﷺ كان احظى عنده مني؟ قال: وكانت عائشة تستحب ان تدخل نساء ها في شوال. (رواه مسلم، كتاب النكاح، باب استحباب التزوج والتزويج في شوال، واستحباب الدخول فيه، ج: ۴، ص: ۳۶۹، رقم: ۳۴۸۱، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشي)

(۱۳۰):والحاصل انه اذا استخف بسنة أو حديث من أحاديثه عليه السلام كفر. (الفتاوى الزازيه، على هامش الفتاوى العالمكيريه، كتاب ألفاظ تكون اسلاماً أو كفراً، الفصل الثاني، النوع الثالث في الأنبياء، ج: ٦، ص: ٣٢٨)

من لم يقر ببعض الأنبياء عليهم السلام أو عاب نبيا بشيء أو لم يرض بسنة من سنن المرسلين عليهم السلام فقد كفر. (الفتاوى التاتارخانيه، كتاب أحكام المرتدين، الفصل السابع: فيما يعود الى الأنبياء عليهم السلام، ج:٧، ص:٣٠٥، ط، مكتبة زكريا، بديوبند، الهند)

(وكذا في مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، كاب السير والجهاد، باب المرتد، ج:٢، ص: ٥٠٦، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب العقائد

اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت

﴿سوال﴾:

ذات باری تعالیٰ عز اسمہٗ موصوف بصفت کذب سے ہے یا نہیں اور خدائے تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے یا نہیں اور جو شخص خدائے تعالیٰ کو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ کیسا ہے؟

﴿جواب﴾:

ذات پاک حق تعالیٰ جلالہ کی پاک ومنزہ ہے اس سے کہ متصف بصفت کذب کیا جاوے معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں ہے۔ **قال اللہ تعالیٰ ومن اصدق من اللہ قیلا** (۱). جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے وہ قطعاً کافر ہے (۲) اور مخالف قرآن اور حدیث کا اور اجماع امت کا ہے وہ ہرگز مؤمن نہیں **تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علواً کبیراً**. البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان کا سب کا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے مثل فرعون و ہامان و ابی لہب کو قرآن میں

---

(۱):(سورۃ النساء: ۱۲۲)

(۲):اذا وصف اللہ تعالیٰ بما لایلیق به، أو سخر باسم من أسمائه، أو بأمر من أوامره، وأنكر صفة من صفات اللہ تعالیٰ، أو انكر وعده، أو وعيده....يكفر. (مجمع الانهر فی شرح ملتقى الأبحر، كاب السير والجهاد، باب المرتد، ج: ۲، ص: ۵۰۴، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فی المحيط البرهانی كتاب السير، فصل فی مسائل المرتدين و أحكامهم، نوع آخر فيما يقال فی ذات اللہ وصفاته، ج: ۵، ص: ۲۲۷، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے وہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا۔ مگر وہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ ان کو جنت دے دیوے عاجز نہیں ہوگیا قادر ہے اگر چہ ایسا اپنے اختیار سے نہ کرے گا۔ قال اللّٰہ تعالٰی ولو شئنا لاٰتینا کل نفس ھدٰھا ولکن حق القول منی لاملئن جھنم من الجنة والناس اجمعین (۳). اس آیت سے واضح ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا سب کو مومن کر دیتا مگر جو فرما چکا ہے اُس کے خلاف نہ کرے گا اور یہ سب اختیار سے ہے اضطرار سے نہیں وہ فاعل مختار فعال لما یرید (۴) ہے یہ عقیدہ تمام علماء امت کا ہے۔ چنانچہ بیضاوی میں تحت تفسیر قولہ تعالٰی ان تغفرلھم (۵). الخ. لکھا ہے کہ عدم غفران شرک کا مقتضی وعید کا ہے ورنہ کوئی امتناع ذاتی نہیں اور یہ ہے عبارت اس کی وعدم غفران الشرک مقتضی الوعید فلا امتناع فیہ لذاتہ (٦). واللہ اعلم بالصواب

❁❁❁

اللہ کی طرف بالفعل جھوٹ کی نسبت

﴿سوال﴾:

بسم اللّٰہ الرحمٰن نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ماقولکم دام فضلکم فی ان اللّٰہ تعالٰی ھل یتصف بصفة الکذب ام لا ومن یعتقد انہ یکذب کیف حکمہ افتونا ماجورین؟

---

(۳):(سورة الم سجدة: ۱۳)

(۴):(سورة البروج: ۱٦)

(۵):(سورة المائدة: ۱۱۸)

(٦):(تفسیر البیضاوی، ج: ۲، ص: ۱۵۱، ط، دار احیاء التراث العرابی و مؤسسة التاریخ العربی، بیروت لبنان)

﴿جواب﴾:

ان اللّٰہ تعالٰی منزہ من ان یتصف بصفة الکذب ولیست فی کلامہٖ شائبة الکذب ابداً کما قال اللّٰہ تعالٰی ومن اصدق من اللّٰہ قیلاً (۷)ومن یعتقد ویتفوہ بانہ تعالٰی یکذب فھو کافر ملعون قطعا (۸) ومخالف الکتاب والسنة واجماع الامة تعالٰی اللّٰہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا. نعم اعتقاد اھل الایمان ان ماقال اللّٰہ تعالٰی فی القرآن فی فرعون وھامان وابی لھب انھم جھنمیون فھو حکم قطعی لایفعل خلافہ ابدا لکنہ تعالٰی قادر علی ان یدخل الجنة ولیس بعاجز عن ذلک ولایفعل ھذا مع اختیارہ قال اللّٰہ تعالٰی ولوشئنا لاٰتینا کل نفس ھدٰھا ولکن حق القول منی لاملئن جھنم من الجنة والناس اجمعین (۹) فیتبین من ھذہ الایة انہ تعالٰی لوشاء لجعلھم کلھم مومنین ولکنہ لایخالف ما قال وقد ذٰلک بالاختیار

---

(۷):(سورة النساء: ۱۲۲)

(۸):اذا وصف اللّٰہ تعالٰی بما لایلیق بہ، أو سخر باسم من أسمائہ، أو بأمر من أوامرہ، وأنکر صفة من صفات اللّٰہ تعالٰی، أو انکر وعدہ، أو وعیدہ....یکفر. (مجمع الانھر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب السیر والجھاد، باب المرتد، ج: ۲، ص: ۵۰۴، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی المحیط البرھانی کتاب السیر، فصل فی مسائل المرتدین و أحکامھم، نوع آخر فیما یقال فی ذات اللّٰہ وصفاتہ، ج: ۵، ص: ۲۲۷، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا الفتاوی التاتارخانیة، کتاب أحکام المرتدین، الفصل الثانی فیما یقال فی ذات اللّٰہ سبحانہ وتعالٰی وصفاتہ، ج: ۷، ص: ۲۸۵، ط، مکتبة زکریا بدیوبند، الھند)

(۹):(سورة الم سجدة: ۱۳)

لابالاضطرار وهو فاعل مختار فعال لما يريد (١٠). هذه عقيدة جميع علماء الامة كما قال البيضاوى تحت تفيسر قوله تعالٰى ان تغفرلهم(١١). الخ. وعدم غفران الشرك مقتضى الوعيد فلا امتناع فيه لذاته(١٢). والله تعالٰى اعلم بالصواب.

كتبهٗ الاحقر رشيد احمد گنگوهی عفی عنه.

خلاصہ تصحیح علماء مکہ مکرمہ زاداللہ شرفہ

الحمد لمن هو به حقيق ومنه استمدد العون والتوفيق ما اجاب به العلامة رشيد احمد المذكور هو الحق الذى لامحيص عنه وصلى اللّٰه على النبيين وعلى اٰله وصحبه وسلم امر برقمه خادم الشريعة راجى اللطف الخفى محمد صالح بن المرحوم صديق كمال الحنفى مفتى المكرمة حالاً كان اللّٰه لهما راقمه لمرتجى من ربه كما النيل محمد سعيد بن محمد يابصيل مفتى الشافعيه بمكة المحمية غفراللّٰه له ولوالديه ومشائخه وجميع المسلمين الراجى العفو من واهب الوطيه محمد عابدين المرحوم الشيخ حسين المالكية ببلدة اللّٰه المحمية مصلياً مسلما هٰذا وما اجاب به العلامة رشيد احمد فيه الكفاية وعليه المعول بل الحق الذى لامحيص عنه رقمة الخير خلف بن ابراهيم خادم افتاء الحنابله بمكة المشرفة حالا حامداً مصلياً ومسلماً.

(١٠):(سورة البروج: ١٦)

(١١):(سورة المائدة: ١١٨)

(١٢):(تفسير البيضاوى، ج: ٢، ص: ١٥١، ط، دار احياء التراث العرابى و

نقل خط حضرت سیدنا حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفہ در مسئلہ امکان کذب برفع شبہات مولوی نذیر احمد خانصاب رامپوری

﴿شبہ﴾:

براہین قاطعہ میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کذب ممکن ہے اس مسئلہ کی وجہ سے کتب الٰہیہ میں احتمال جھوٹ کا پیدا ہوسکتا ہے یعنی مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ شاید یہ قرآن ہی جھوٹا ہے اور اس کے احکام ہی غلط ہیں اور براہین قاطعہ کی اس تحریر کی وجہ سے بہت لوگ گمراہ ہوگئے۔

از فقیر امداد اللہ چشتی فاروقی عفی اللہ عنہ بخدمت مولوی نذیر احمد خاں صاحب بعد سلام تحیہ اسلام آنکہ آپ کا خط آیا مضمون سے مطلع ہوا۔ ہر چند کہ بعض وجوہ سے عزم تحریر جواب نہ تھا مگر بغرض اصلاح اور توضیح مطلب براہین قاطعہ بالاختصار کچھ لکھا جاتا ہے شاید اللہ تعالیٰ نفع پہنچادے **ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللّٰہ**.

﴿جواب﴾:

واضح ہو کہ امکان کذب کے جو معنی آپ نے سمجھے ہیں وہ تو بالاتفاق مردود ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف وقوع کذب کا قائل ہونا باطل ہے اور خلاف ہے نص صریح **و من اصدق من اللّٰہ حدیثا** (۱۳) **وان اللّٰہ لایخلف المیعاد** (۱۴). وغیرہما آیات کے وہ ذات پاک مقدس ہے شائبہ نقص کذب وغیرہ سے۔ رہا خلاف علماء کا جو دربارہ وقوع وعدم وقوع خلاف وعید ہے جس کو صاحب براہین قاطعہ نے تحریر کیا ہے۔ وہ دراصل کذب نہیں صورت

مؤسسة التاریخ العربی، بیروت لبنان)

(۱۳):(سورة النساء: ۸۷)

(۱۴):(سورة الرعد: ۳۱)

کذب ہے اس کی تحقیق میں طول ہے الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اس کے خلاف پر قادر ہے اگرچہ وقوع اس کا نہ ہو امکان کو وقوع لازم نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شے ممکن بالذات ہو اور کسی وجہ خارجی سے اس کو استحالہ لاحق ہوا ہو۔ چنانچہ اہل عقل پر مخفی نہیں پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام وصوفیائے کرام وعلماء عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے پس جو شبہات آپ نے وقوع کذب پر متفرع کئے تھے وہ مندفع ہو گئے کیونکہ وقوع کا کوئی قائل نہیں یہ مسئلہ دقیق ہے عوام کے سامنے بیان کرنے کا نہیں اس کی حقیقت کے ادراک سے اکثر ابناء زماں قاصر ہیں۔ آیات واحادیث کثیرہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے ایک ایک مثال قران وحدیث کی لکھی جاتی ہے ایک جگہ ارشاد جناب باری ہے **قل هو القادر على ان يبعث عليكم عذابا الاية** (١٥). دوسری جگہ ارشاد فرمایا **وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم الأية** (١٦). آیت ثانیہ میں نفی عذاب کا وعدہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ اگر اس کا خلاف ہو تو کذب لازم آئے مگر آیت اولیٰ سے اس کا تحت قدرت باری تعالیٰ داخل ہونا معلوم ہوا پس ثابت ہوا کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ جل وعلیٰ ہے کیوں نہ ہو **وهو على كل شيء قدير** (١٧). احادیث کو دیکھئے کہ عشرہ مبشرہ مثلاً بالیقین جنتی بارشاد نبوی جو حقیقۃً وحی الٰہی جل وعلی ہے ہو چکے (١٨) پر چونکہ صحابہ کرام

---

(١٥):(سورة الانعام: ٦٥)

(١٦):(سورة الانفال: ٣٣)

(١٧):(سورة الحديد: ٢)

(١٨):عن حميد بن عبدالرحمان، عن عبدالرحمان بن عوفؓ، قال: قال رسول اللهﷺ ابوبكر فى الجنة، وعمر فى الجنة، وعثمان فى الجنة، وعلى فى الجنة، وطلحة فى الجنة، والزبير فى الجنة، وعبدالرحمان بن عوف فى الجنة، وسعدبن ابى وقاص فى الجنة، وسعيد بن زيد فى الجنة، وابو عبيدة بن الجراح فى

جانتے تھے کہ خدائے پاک مجبور نہیں اس لئے نظر بقدرت وجلال کبریائی ڈرتے ہی رہے(۱۹) بلکہ خود سرور کائنات علیہ وعلی آلہ الصلوٰت والتسلیمات جن کی شان میں لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک وماتاخر (۲۰) فرماتے رہے واللہ ماادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولابکم (۲۱). اور کما قال اللہ تعالیٰ یحق الحق

الجنة.[أخرجه أحمد ١/ ١٩٣ (١٦٧٥).والترمذی(٣٧٤٧). والنسائی فی فضائل الصحابة(٩١) ثلاثتهم عن قتیبة بن سعید، قال: حدثنا عبدالعزیز بن محمد الدروادی، عن عبدالرحمان بن حمید عن أبیه، فذكره]. (المسند الجامع، ج: ١٢، ص: ٣٥٢، ٣٥٣، رقم: ٩٥٧٢، ط، دار الجیل، بیروت لبنان)

(۱۹):عن الضحاک،قال: مر أبو بكر رضی اللہ عنه علی طیر قد وقع علی شجرة فقال: طوبی لک یا طیر، تطیر فتقع علی الشجر ثم تاکل من الثمر[ثم تطیر] لیس علیک حساب ولا عذاب. یا لیتنی كنت مثلک، واللہ لوددت أنی كنت شجرة الی جانب الطریق فمر علی بعیر فأخذنی، فأدخلنی فاه فلاكنی، ثم ازدردنی، ثم أخرجنی بعرا، ولم أكن بشرا.

عن یعقوب بن زید وعمر بن عبداللہ مولی غفرة قالا: نظر أبو بكر الصدیق رضی اللہ عنه الی طیر حین وقع علی الشجر، فقال: ماأنعمک یا طیر، تأكل وتشرب، ولیس علیک حساب یا لیتنی كنت مثلک.

وفی حدیث شعبة، عن عاصم بن عبیداللہ، عن عبداللہ بن عامر بن ربیعة، قال: رأیت عمر بن الخطاب أخذ تبنة من الأرض، فقال: یا لیتنی لم أكن شیئاً لیت أمّی لم تلدنی، لیتنی كنت نسیا منسیا. [وهو مخرج فی كتاب فضائل عمر].

عن معمر عن قادة قال قال ابو عبیدة بن الجراح: لوددت أنی كنت كبشا فیذبحنی أهلی، فیأكلون لحمی، وبشربون مرقی. (الجامع لشعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالیٰ، ج: ٢، ص: ٢٢٧، ٢٢٨، ٢٢٩، ط،مكتبة الرشد، ریاض)

(۲۰): (سورة الفتح: ٢)

(۲۱):عن خارجة ابن زید بن ثابت، عن ام العلاء وهی امراة من نسائهم بایعت

وهو يهدى السبيل ۔

❁❁❁

رسول اللهﷺ قالت: طار لنا عثمان بن مظعون في السكنى حين اقرعت الأنصار على سكنى المهاجرين، فاشتكى فمرضناه حتى توفى، ثم جعلناه في اثوابه دخل علينا رسول اللهﷺ فقلت: رحمة الله عليك أبا السائب، فشهادتي عليك لقد أكرمك الله. قال وما يدريك؟ قلت: لا ادرى، قال امّا هو فقد جاء ه اليقين، انى لأرجو له الخير من الله، والله ما أدرى وانا رسول الله ما يفعل بي ولا بكم. قالت ام العلاء فوالله لا ازكى احدا بعده. قالت : ورأيت لعثمان في النوم عينا تجرى فجئت رسول اللهﷺ فذكرت ذلك له فقال: ذلك عمله يجرى له. (رواه البخاري، كتاب التعبير، باب العين الجارية في المنام، ج: ٢، ص: ٥٨٠، ط، مكتبة رحمانية لاهور)

ہ رئیس المبتدعین مولانا احمد رضا خان بریلوی نے فقیہ النفس حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ پر الزام لگایا تھا کہ العیاذ باللہ تعالیٰ وہ خدا تعالیٰ کو جھوٹا کہتے ہیں، تو ان کے جواب میں حضرت اقدس مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''عبارات اکابر'' نامی کتاب میں تحقیقی کلام فرمایا ہے، لہٰذا ہم افادہ عام کی نیت سے حضرت کی تحقیقی کلام کو یہاں نقل کرتے ہیں تاکہ قارئین حضرات اس سے مستفید ہوں۔

''قطب الارشاد، فقیہ نفس، ماہر رموز شریعت، واقف اسرار طریقت، داعی توحید وسنت، ماحی شرک وبدعت، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کی شخصیت مذہبی اور سیاسی لحاظ سے ہندوستان کی علمی دنیا میں نہ صرف جانی پہچانی ہے بلکہ قابل اعتماد اور مقبول شخصیت ہے جنہوں نے قرآن وحدیث اور علوم اسلامیہ کی نشر واشاعت اور تدریس میں اپنی عزیز زندگی بسر کی۔ اور سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں جید علماء اور ارباب طریقت ان کی بدولت پیدا ہوئے جنہوں نے ہندوستان میں تقریر وتدریس اور تالیف وارشاد کے ذریعہ لاکھوں انسانوں کی اصلاح کی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ زریں کام ان سے لیا۔ اور ظالم برطانیہ کے خلاف تو ان کی مجاہدانہ کوششیں رہتی دنیا تک ایک یادگار کی حیثیت رکھتی ہیں۔

علم غیب الٰہی

﴿سوال﴾:

علم غیب وصفات رحمان وقدوس جل شانہ مختصہ بجناب باری تعالیٰ کے ہے یا نہ؟

مگر خان صاحب بریلوی کی تکفیر کی کُند چھری کی زد سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات گرامی بھی محفوظ نہیں رہی اور ان کو بھی کافر بنانے میں خان صاحب نے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا ہے جن مسائل کی وجہ سے ان کی بلاوجہ تکفیر کی گئی ہے وہ ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھے بلکہ وہ خود ان کو صریح اور قطعی کفر فرماتے ہیں۔خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

تیسرا فرقہ وہابیہ کذابیہ رشید احمد گنگوہی کے پیرو، پہلے تو اس نے پیر طائفہ اسماعیل دہلوی کے اتباع سے اللہ عزوجل پر یہ افتراء باندھا کہ اس کا جھوٹا ہونا بھی ممکن ہے اور میں نے اس کا یہ بیہودہ بکنا ایک مستقل کتاب میں رد کیا جس کا نام ’’سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح رکھا اور میں نے یہ کتاب بصیغۂ رجسٹری اس کی طرف اس کے نام پر بھیجی اور بذریعہ ڈاک اس کے پاس سے رسید آ گئی جسے گیارہ برس ہوئے اور مخالفین تین برس خبریں اڑاتے رہے کہ جواب لکھا جائے گا، لکھا گیا، چھاپا جائے گا، چھپنے کو بھیج دیا، اور اللہ عزوجل اس لئے نہ تھا کہ دغابازوں کے مکر کو راہ دکھاتا تو وہ نہ کھڑے ہو سکے نہ کسی سے مدد پانے کے قابل تھے، اور اب کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھیں بھی اندھی کر دیں جس کی ہیئے کی آنکھیں پہلے سے پھوٹ چکی تھیں تو اب جواب کی امید کہاں اور کیا خاک کے نیچے سے مردہ جھگڑنے آئے گا پھر تو ظلم وگمراہی میں اس کا یہاں تک بڑھا کہ اپنے ایک فتوے میں (جو اس کا مہری دستخطی میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا جو بمبئی وغیرہ میں بارہا مع رد کے چھپا) صاف لکھ گیا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو بالفعل جھوٹا مانے اور تصریح کرے کہ (معاذ اللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولا اور یہ بڑا عیب اس سے صادر ہو چکا تو اسے کفر بالائے طاق گمراہی درکنار فاسق بھی نہ کہو اس لئے کہ بہت سے امام ایسا ہی کہہ چکے ہیں جیسا کہ اس نے کہا اور بس نہایت کار یہ ہے کہ اس نے تاویل میں خطا کی تو لا الہٰ الا اللہ اللہ عزوجل کے امکان

﴿جواب﴾:
علم غیب خاصہ حضرت حق است جل شانہ خاصة الشی مایوجد فیه ولایوجد فی غیره. عقیدہ فقیر ہمین است فقیر غلام فرید بقلم خودسکنہ کوٹ مٹھن وچاچڑان ریاست بہاولپور۔

کذب ماننے کا بُرا انجام دیکھ کیوں کر وقوع کذب ماننے کی طرف کھینچ کر لے گیا یوں ہی سنت الٰہیہ جل وعلیٰ چلی آئی ہے اگلوں سے یہی ہیں وہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے بہرا کیا اور ان کی آنکھیں اندھی کردیں، ولا حول ولاقوة الا باللہ العلی العظیم انتہیٰ۔ (حسام الحرمین، ص:۱۰۱تا۱۰۳)

اور دوسرے مقام پر خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

خدارا انصاف! کیا جس نے کہا کہ میں نے کب کہا ہے کہ میں وقوع کذب باری کا قائل نہیں ہوں یعنی وہ شخص اس کا قائل ہے کہ خدا بالفعل جھوٹا ہے، جھوٹ بولا، جھوٹ بولتا ہے اس کی نسبت یہ فتویٰ دینے والا کہ اگرچہ اس نے تاویل میں خطا کی مگر تاہم اس کو کافر یا بدعتی کہنا نہیں چاہیے، جس نے کہا کہ اس کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیے، جس نے کہا کہ اس میں تکفیر علمائے سلف کی لازم آتی ہے، حنفی، شافعی پر طعن وتضلیل نہیں کرسکتا، یعنی خدا کو معاذ اللہ جھوٹا کہنا بہت سے علمائے سلف کا بھی مذہب تھا یہ اختلاف حنفی، شافعی کا سا ہے کسی نے ہاتھ ناف سے اوپر باندھے، کسی نے نیچے ایسا ہی اسے بھی سمجھو کہ کسی نے خدا کو سچا کہا اور کسی نے اسے جھوٹا لہٰذا ایسے کو تضلیل وتفسیق سے مامون کرنا چاہیے، یعنی جو خدا کو جھوٹا کہے اسے گمراہ کیا معنی گنہگار بھی نہ کہو، کیا جس نے یہ سب تو اس مکذبِ خدا کی نسبت بتایا اور یہیں خود اپنی طرف سے باوصف اس بے معنی اقرار کے کہ قدرة علی الکذب مع امتناع الوقوع مسئلہ اتفاقیہ ہے صاف صریح کہہ دیا کہ وقوعِ کذب کے معنی درست ہوگئے، (گویا خانصاحب کے نزدیک قدرت علی الکذب مع امتناع الوقوع کے معنی صاف صریح وقوع کذب کے ہوتے ہیں لاحول ولاقوة الا باللہ، یہ ہے خان صاحب کی فہم وانصاف۔ صفدر) یعنی یہ

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بندہ کو آپ کے کارڈ کا مضمون معلوم ہوا کہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے درست ہے۔

علم غیب خاصہ حق تعالیٰ ہے اس کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں۔

بات ٹھیک ہوگئی کہ خدا سے کذب واقع ہوا ہے، کیا یہ شخص مسلمان رہ سکتا ہے؟ کیا جو ایسے کو مسلمان سمجھے خود مسلمان ہوسکتا ہے؟ مسلمانو! خدارا انصاف ایمان نام کا ہے کا تھا، تصدیق الٰہی کا، تصدیق کا صریح مخالف کیا ہے تکذیب، تکذیب کے کیا معنی ہیں کسی کی طرف کذب منسوب کرنا، جب صراحۃً خدا کو کاذب کہہ کر بھی ایمان باقی رہے تو خدا جانے ایمان کس جانور کا نام ہے؟ خدا جانے مجوس وہنود ونصاریٰ ویہود کیوں کافر ہوئے ان میں تو کوئی صاف صاف اپنے معبود کو جھوٹا بھی نہیں بتاتا، ہاں معبود برحق کی باتوں کو یوں نہیں مانتے کہ انہیں اس کی باتیں ہی نہیں جانتے یا تسلیم نہیں کرتے ایسا تو دنیا کے پردے پر کوئی کافر سا کافر بھی شاید نہ نکلے کہ خدا کو مانتا، اس کے کلام کو اس کا کلام جانتا اور پھر بے دھڑک کہتا ہو کہ اس نے جھوٹ کہا، اس سے وقوع کذب کے معنی درست ہوگئے۔ الخ۔ (حسام الحرمین، ص: ١٥، ١٦)

الجواب! خانصاحب بریلوی نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر جو یہ بے بنیاد الزام تھوپا ہے کہ معاذ اللہ تعالیٰ وہ خدا تعالیٰ کو جھوٹا کہتے ہیں اور یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ خدا بالفعل جھوٹا ہے، اس نے جھوٹ بولا، اور جھوٹ بولتا ہے، خالص بہتان، سفید جھوٹ اور نرا افتراء ہے اور اس الزام میں ایک رتی بھر بھی صداقت نہیں ہے اور یہ سب کاروائی خان صاحب کی اپنے مریض سینہ کی اختراع ہے، کیوں نہ ہو کہ ہم قطب عالم حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مشہور ومتداول اور مستند فتاویٰ کے حوالے سے ہی عرض کردیں تاکہ خان صاحب کے بہتان اور جھوٹ کی قلعی بالکل کھل جائے اور کس وناکس کو ان کی دغابازی کا علم ہوسکے، حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امکان کذب کے سلسلہ کے ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ==

علم غیب الٰہی

سوال:

ایک شخص مثلاً زید کہتا ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت اقوال گذشتہ

== ''بعد از سلام مسنون آنکہ آپ نے مسئلہ امکان کذب کو استفسار فرمایا ہے، مکر ما امکان کذب ایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اس کے خلاف پر وہ قادر ہے مگر باختیار خود اس کو نہ کرے گا، یہ عقیدہ بندہ کا ہے اور اس عقیدہ پر قرآن شریف اور احادیث صحاح شاہد ہیں اور علمائے امت کا بھی یہی عقیدہ ہے، مثلاً فرعون پر ادخال نار کی وعید آئی ہے مگر ادخال جنت فرعون پر بھی قادر ہے اگرچہ ہرگز جنت اس کو نہ دیوے گا، اور یہی مسئلہ مبحوث اس وقت میں ہے بندہ کے جملہ احباب یہی کہتے ہیں کہ اس کو اعداء نے دوسری طرح پر بیان کیا ہوگا، اس قدرت اور عدم ایقاع کو امکان ذاتی اور ممتنع بالغیر سے تعبیر کہتے ہیں۔ فقط والسلام رشید احمد عفی عنہ

(فتاوی رشیدیہ، ج:۱، ص:۱۱، ۱۲، طبع جید برقی پریس دہلی)

مسئلہ امکان کذب سے متعلق اس عبارت سے مولانا گنگوہی علیہ الرحمۃ کے عقیدہ و مسلک پر خاصی روشنی پڑتی ہے، اور دوسرے مقام پر اسی مضمون کے ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذات باری تعالیٰ عز اسمہٗ موصوف بصفتِ کذب ہے یا نہیں؟ اور خدائے تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے یا نہیں؟ اور جو شخص خدائے تعالیٰ کو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ذات پاک حق تعالیٰ جلالہ کی پاک و منزہ ہے اس سے کہ متصف بصفت کذب کیا جاوے معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں ہے۔ **قال اللّٰہ تعالیٰ ومن اصدق من اللّٰہ قیلا۔** جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے وہ قطعاً کافر ہے اور مخالف قرآن اور حدیث کا اور اجماع امت کا ہے وہ ہرگز مؤمن نہیں **تعالی اللّٰہ عما یقول الظالمون علواً کبیراً۔** البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان کا سب کا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے

وآئندہ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے معلوم ہوئے بطور کشف اور خواب اور وحی اور الہام کے اور بعضے وقت میں احوال اس چیز کا کہ زمین وآسمان میں ہے معلوم ہوا۔ اور اب بھی سلام اور درود امت کی طرف سے دور دور سے فرشتے حضرت کی خدمت میں لے جاتے ہیں لیکن علم

مثل فرعون وہامان وابی لہب کو قرآن میں جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے وہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا۔ مگر وہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ ان کو جنت دے دیوے عاجز نہیں ہوگیا قادر ہے اگر چہ ایسا اپنے اختیار سے نہ کرے گا۔ **قال اللّٰہ تعالیٰ ولو شئنا لاٰتینا کل نفس ھدٰھا ولکن حق القول منی لاملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین.** اس آیت سے واضح ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا سب کو مومن کر دیتا مگر جو فرما چکا ہے اُس کے خلاف نہ کرے گا اور یہ سب اختیار سے ہے اضطرار سے نہیں وہ فاعل مختار **فعال لما یرید** ہے یہ عقیدہ تمام علماء امت کا ہے۔ چنانچہ بیضاوی میں تحت تفسیر **قولہ تعالیٰ ان تغفرلھم. الخ.** لکھا ہے کہ عدم غفران شرک کا مقتضی وعید کا ہے ورنہ کوئی امتناع ذاتی نہیں اور یہ ہے عبارت اس کی **وعدم غفران الشرک مقتضی الوعید فلا امتناع فیہ لذاتہ.** واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ (فتاوی، ج:۱، ص:۸۱)

اسی فتاویٰ رشیدیہ میں حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اسی مسئلہ کے بارے میں ایک جواب درج ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

جواب! واضح ہو کہ امکان کذب کے جو معنی آپ نے سمجھے ہیں وہ تو بالاتفاق مردود ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف وقوع کذب کا قائل ہونا باطل ہے اور خلاف ہے نص صریح **ومن اصدق من اللہ حدیثا وان اللہ لایخلف المیعاد.** وغیرہما آیات کے وہ ذات پاک مقدس ہے شائبہ نقص کذب وغیرہ سے۔ رہا خلاف علماء کا جو در بارہ وقوع وعدم وقوع خلاف وعید ہے جس کو صاحب براہین قاطعہ نے تحریر کیا ہے۔ وہ دراصل کذب نہیں صورت کذب ہے اس کی تحقیق میں طول ہے الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اس کے خلاف پر قادر ہے اگر چہ وقوع اس کا نہ ہو امکان کو وقوع

محیط کل شئے کا حضرت کو حاصل نہیں ہے بلکہ علم جس چیز کا جس وقت کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا بخشا اور ایک شخص مثلاً عمرو کہتا ہے کہ علم دائمی کل شئے کا حضرت کو حاصل ہے اللہ کا بخشا ہوا اور حضرت ہمیشہ ہر جگہ ناظر اور حاضر اور ہر چیز کا احوال ہر وقت حضرت جانتے ہیں آیا ان دونوں قولوں میں کس کا قول حق اور صحیح ہے اور کس کا قول باطل اور کفر ہے؟

لازم نہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شے ممکن بالذات ہو اور کسی وجہ خارجی سے اس کو استحالہ لاحق ہوا ہو۔ چنانچہ اہل عقل پر مخفی نہیں پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام وصوفیائے کرام وعلماء عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے پس جو شبہات آپ نے وقوع کذب پر متفرع کئے تھے وہ مندفع ہو گئے کیونکہ وقوع کا کوئی قائل نہیں یہ مسئلہ دقیق ہے عوام کے سامنے بیان کرنے کا نہیں اس کی حقیقت کے ادراک سے اکثر ابناء زماں قاصر ہیں۔ آیات واحادیث کثیرہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے الخ۔ (آگے قرآن وحدیث کی ایک ایک مثال بھی بیان فرمائی ہے)۔ (فتاوی رشیدیہ)

پہلی دونوں عبارتیں قطب الارشاد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی اپنی ہیں، ان کا ایک ایک حرف پڑھیں اور خان صاحب بریلوی کی دقیقہ سنجی اور نکتہ رسی کی داد دیں کہ مولانا گنگوہی علیہ الرحمۃ کا کیا عقیدہ اور مسلک ہے، حضرت گنگوہی نے کیا فرمایا؟ اور خان صاحب نے از راہ تعصب وہٹ دھرمی کیا سمجھا ہے؟ عبارتیں بالکل روشن ہیں ہمیں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے اور تیسری عبارت مولانا گنگوہی کے پیر ومرشد حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہے جو اپنے مفہوم اور مدلول کے لحاظ سے بالکل صاف اور بے غبار ہے اتنی تصریحات کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی کوڑھ مغز یا ضدی یہ کہے کہ مولانا گنگوہی اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ بالفعل جھوٹا کہتے ہیں اور اس سے وقوع کذب کے قائل ہیں تو یہ سراسر باطل اور یقیناً مردود ہے اور خود مولانا گنگوہی علیہ الرحمۃ ایسے شخص کو قطعاً کافر اور ملعون قرار دیتے ہیں جیسا کہ ان کی عبارت سے یہ واضح ہے، لیکن بایں ہمہ خان صاحب بریلوی اور ان کے اتباع واذناب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو معاذ اللہ تعالیٰ اس لئے کافر کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹا کہتے ہیں ''العیاذ باللہ تعالیٰ'' حالانکہ ان کا دامن بالکل اس بہتان عظیم سے پاک وصاف

﴿جواب﴾:
علم اللہ تعالیٰ کا ازلی اور ابدی اور محیط کل شئے کا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس طرح علم اور قدرت خاصہ حق تعالیٰ کا ہے کسی دوسرے کو اس میں شریک کرنا خواہ نبی ہو

ہے۔
رہا خان صاحب کا یہ الزام کہ حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کا مہری دستخطی فتویٰ بمبئی وغیرہ سے طبع ہوا ہے اور اس میں انہوں نے معاذ اللہ تعالیٰ، اللہ تبارک وتعالیٰ کو بالفعل جھوٹا کہا ہے تو یہ بھی خان صاحب کا ایک خالص جھوٹا الزام ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے چنانچہ مسئلہ امکان کذب کے سلسلہ میں حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ پر اس اتہام کے بارے میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ:

> ''اور یہ جو (خان صاحب) بریلوی کہتا ہے کہ اس کے پاس مولانا (رشید احمد گنگوہیؒ) کے فتویٰ کا فوٹو ہے جس میں ایسا لکھا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مولانا قدس سرہٗ پر بہتان باندھنے کو یہ جعل (سازی) ہے جس کو گھڑ کر اپنے پاس رکھ لیا اور ایسے جھوٹ اور جعل (سازی) سے آسان ہیں کیوں کہ اس میں وہ استادوں کا استاد ہے اور زمانہ کے لوگ اس کے چیلے، کیوں کہ تحریف وتلبیس، دجل ومکر کی اس کو عادت، اکثر مہریں بنالیتا ہے.... مسیح قادیانی سے کچھ کم نہیں اس لئے کہ وہ رسالت کا کھلم کھلا مدعی تھا اور یہ مجددیت کو چھپائے ہوئے ہے علماء امت کو کافر کہتا رہتا ہے جس طرح محمد بن عبدالوہاب کے وہابی چیلے امت کی تکفیر کیا کرتے تھے، خدا اس کو بھی انہیں کی طرح رسوا کرے، انتہی۔ (المہند علی المفند، ص:۳۷)

خود خان صاحب رؤیت ہلال کے سلسلہ میں خط کے نامعتبر ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں:

> تمام کتابوں میں تصریح ہے ''**الخط یشبہ الخط. الخط لا یعمل بہ**''. (ملفوظات حصہ دوم ص:۵۰)

جب رؤیت ہلال جیسی معمولی باتوں میں خط کا اعتبار نہیں تو پھر تکفیر جیسے اہم معاملہ میں اس کی کیا وقعت ہو سکتی ہے؟ اور وہ بھی جعلی کہ منسوب الیہ کے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہ ہو۔ غرضیکہ خان صاحب

خواہ ولی ہو اور اس بات پر اعتقاد رکھنا شرک ہے (۲۲) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور عبادت میں اور کو شریک کرنا ہاں بعضے وقائع گذشتہ اور حوادث آئندہ کا احوال اس کے بندگان خاص کو اللہ کے بتلانے سے حاصل ہوتا ہے سو اس طرح کا علم حضرت ذات مقدس میں سب سے کامل تر ہے نہ یہ کہ مانند علم خدا تعالیٰ کے ہووے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ و لا اعلم الغیب الأیة** (۲۳). پس جو زید کہتا ہے حق ہے اور عمرو

بریلوی اور ان کے اتباع نے قطب عالم حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جو بایں وجہ کافر کہا اور بنایا ہے کہ وہ معاذ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کو جھوٹا کہتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ العیاذ باللہ خدا تعالیٰ بالفعل جھوٹ بولتا ہے اور اس سے کذب واقع ہوا ہے، ایک خالص بہتان اور نرا جھوٹ ہے۔ مولانا گنگوہی نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کا وہی عقیدہ ہے جو تمام اہل سنت والجماعت کا ہے اس مسئلہ کی سیر حاصل بحث راقم کی کتاب ''تنقید متین بر تفسیر نعم الدین'' طبع دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔ (عبارات اکابر، ص: ۱۴۰ تا ۱۴۷، ط: مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ)

(۲۲): ثم اعلم ان الانبیاء علیهم الصلاة و السلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ماعلمهم اللّٰه تعالیٰ أحیانا. و ذكر ان الحنفیة تصریحاً بالتكفیر باعتقاد ان النبی علیه السلام یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لایعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللّٰه. كذا فی المسایرة. (شرح فقه الاكبر للملا علی القاری، مسئلة فی أن تصدیق الكاهن بما یخبر به من الغیب كفر، ص: ۱۳۷، ط، دار الكتب العربیة الكبری، مصر)

اعتقاد اینکه کسے غیر حق سبحانه حاضر و ناظر، وعالم خفی وجلی در هر وقت و هر آن است، اعتقاد شرک است. (مجموعة الفتاویٰ علی هامش خلاصة الفتاوی، ج: ۴، ص: ۳۳۱، ط، مكتبه رشیدیه)

و اما من قال: ان نبیا أو غیره أحاطه بالمغیبات علماً كما أحاط علم اللّٰه بها، فقد كفر. (حاشیة الصاوی علی الجلالین، ۲/۱۸۸، بحواله كتاب النوازل، ج: ۲، ص: ۱۷۰)

(۲۳): (سورة هود: ۳۱)

جو کہتا ہے باطل ہے۔ فقط محمد صدر الدین حررہ المسکین محمد صدر الدین دہلوی۔ ۱۳۴۰ صدر صدور

الجواب صحیح۔ بعضے شخص کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر میں کل غیب عنایت فرمائے ہیں سو یہ بات محض غلط ہے حدیث شریف سے ثابت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اپنی امت کو تین نشانیوں سے پہچانیں گے ایک تو نورانیت اعضاء وضو سے دوسرے داہنے ہاتھ ہونا نامۂ اعمال کا اور تیسرے آگے دوڑنا اولاد کا (۲۴) اور قیامت کے دن بعضے شخصوں کو حضرت پہچانیں گے اور فرشتے ان کو دور کریں گے حضرت فرماویں گے یہ لوگ میرے ہیں فرشتے کہیں گے کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے کیا کیا بدعتیں نکالی تھیں چنانچہ پھر حضرت بھی ان سے بیزار ہوں گے (۲۵) مفصل یہ

---

(۲۴): وعن أبی الدرداء قال: قال رسول اللہ ﷺ انا اول من یؤذن لہ بالسجود یوم القیامة، وانا اول من یرفع راسہ فانظر الی بین یدی فاعرف امتی من بین الامم، ومن خلفی مثل ذلک، وعن یمینی مثل ذلک، وعن شمالی مثل ذلک. فقال رجل: کیف تعرف أمتک یا رسول اللہ (ﷺ) من بین الأمم، فیما بین نوح الی أمتک؟ قال: ھم غر محجلون من اثر الوضوء، لیس أحد کذلک غیرھم، واعرفھم انھم یؤتون کتبھم بایمانھم، واعرفھم تسعی ذریتھم بین ایدیھم. [رواہ احمد والبزار باختصار عنہ الا أنہ قال: "وذراریھم نور بین ایدیھم"، ورجال احمد رجال الصحیح غیر ابی لھیعة وھو ضعیف وقد وثق]. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب البعث، باب کثرة ھذہ الامة وعلامتھا فی الآخرة، ج: ۱۰، ص: ۳۴۴، ط، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان)

(۲۵): عن سھل بن سعد قال قال النبی ﷺ انا فرطکم علی الحوض من مر علی شرب ومن شرب لم یظمأ ابدا لیردن علی اقوام اعرفھم و یعرفونی ثم یحال بینی وبینھم قال ابو حازم فسمعنی النعمان بن ابی عیاش فقال ھکذا سمعت من سھل فقلت نعم فقال اشھد علی ابی سعید الخدری لسمعتہ وھو یزید فیھا فاقول

مضمون دریافت کرنا چاہئے تو مشکوٰۃ شریف میں کتاب الطہارت اور باب الحوض والشفاعت کی حدیثوں سے اچھی طرح ثابت ہے کہ جناب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک بھی علم محیط کل شئ کا حاصل نہیں اور ایسا علم خاصہ جناب باری تعالیٰ کا ہے۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

محمد قطب الدین عفی عنہ۔محمد قطب الدین عبدہ دہلوی۔

یہ مسئلہ صحیح ہے۔محمد کریم اللہ دہلوی ۱۳۴۱، الجواب حق سید محمد نذیر محدث دہلوی،

دریں مسئلہ شک نیست خواجہ ضیاء الدین احمد دہلوی ۱۲۶۱

محمد عبد الکریم سندھی ۱۲۴۱ فقیر محمد رمضان بوڑیوی ۱۲۸۲ من کتب حق محمد عبد الحق

الجواب صحیح بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ رشید احمد ۱۳۰۱

❁❁❁

دیدار الٰہی

﴿سوال﴾:

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ پاک کو دیکھا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ پاک کو دیکھا ہے (۲۶)۔فقط

❁❁❁

انهم منی فیقال انک لاتدری ما احدثوا بعدک فاقول سحقاً سحقاً لمن غیر بعدی. (رواه البخاری، کتاب الحوض، باب قول الله انا اعطینک الکوثر، ج: ۲، ص: ۵۰۳، ۵۰۴، ط،مکتبه رحمانیه،لاهور)

(۲۶): وقال القاضی عیاض[رحمه الله]: اختلف السلف والخلف، هل رأی نبینا صلی الله علیه وسلم ربه لیلة الاسراء، فأنکرته عائشة، وهو المشهور عن ابن مسعود. والیه ذهب جماعة من المحدثین والمتکلمین. وروی ابن عباس أنه رأی بعینه، ومثله عن

لوجہ اللہ صدقہ کا اظہار

﴿سوال﴾:
اگر صدقہ محض اللہ کے واسطے ہو مگر بدنامی بخل سے محفوظ رہنے کے لئے اظہار منظور ہو تو ثواب میں کمی تو نہ ہوگی؟

أبی ذر و کعب و الحسن کان یحلف علی ذلک، وحکی مثله عن ابن مسعود و أبی هریرة و أحمد بن حنبل. وحکی اصحاب المقالات عن أبی الحسن الأشعری وجماعة من أصحابه [رضی اللّٰه عنهم] أنه رآه. (مرقاة الفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب أحوال القیامة وبدء الخلق، باب رؤیة اللّٰه تعالیٰ، الفصل الثالث، ج: ۱۰، ص: ۳۲۶، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

عن ابن عباس: أنه رآه بعینه، هذا هو المشهور عنه، وحجته قوله تعالیٰ: (ماکذب الفؤاد ما رأیٰ. [النجم: ۱۱]). وقال عبداللّٰه بن الحارث: اجتمع ابن عباس وکعب، فقال ابن عباس: اما نحن بنو هاشم فنقول: ان محمداً رأی ربه مرتین. ثم قال ابن عباس: أتعجبون أن الخلة تکون لابراهیم، والکلام لموسیٰ، والرؤیة لمحمد صلی اللّٰه علیه وسلم وعلیهم أجمعین. قال: فکبر کعب حتی جاوبته الجبال، ثم قال ان اللّٰه قسم رؤیته وکلامه بین محمد وموسیٰ علیهما السلام، فکلم موسیٰ ورآه محمد صلی اللّٰه علیه وسلم.

وحکی عبدالرزاق ان الحسن کتان یحلف باللّٰه لقد رأی محمد ربه....

وحکی ابن اسحاق أن مروان سأل أبا هریرة: هل رأی محمد ربه؟ فقال: نعم.

وحکی النقاش عن أحمد بن حنبل أنه قال: أنا أقول بحدیث ابن عباس: بعینه رآه رآه...حتی انقطع نفسه، یعنی نفس أحمد.

والی هذا ذهب الشیخ أبو الحسن الأشعری وجماعة من اصحابه: أن محمداً صلی اللّٰه علیه وسلم رأی اللّٰه ببصره وعینی رأسه. وقاله أنس وابن عباس وعکرمة والربیع والحسن. وکان الحسن یحلف باللّٰه الذی لااله الاهو لقد رأی محمد ربه. (الجامع

﴿جواب﴾:

جو صدقہ وہبہ لوجہ اللہ ہو اس میں اجر وثواب زیادہ ہے (۲۷) اور جو اور وجوہ کا شائبہ ہوگا اسی قدر اجر میں کمی ہوگی۔ فقط۔

دعا کرتے وقت بحق فلاں کہنا

﴿سوال﴾:

دعا میں بحق رسول اللہ وولی اللہ کہنا ثابت ہے یا نہیں۔ بعض فقہاء ومحدثین منع کرتے ہیں اس کا کیا سبب ہے؟

﴿جواب﴾:

بحق فلاں کہنا درست ہے اور معنی یہ ہیں کہ جو تو نے اپنے احسان سے وعدہ فرمالیا ہے اس کے ذریعے سے مانگتا ہوں مگر معتزلہ اور شیعہ کے نزدیک حق تعالیٰ پر حق لازم ہے اور

لأحكام القرآن، ج: ۸، ص: ۴۸۴، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

(وكذا في المفهم لما أشكل من كتاب تلخيص مسلم، كتاب الايمان باب هل رأى محمد ﷺ ربه؟، ج: ا، ص: ۴۰۱، ۴۰۲، ط، دار ابن كثير، مشق وبيروت)

(وكذا في الكوكب الوهاج والروض البهاج في شرح صحيح مسلم بن الحجاج، كتاب الايمان، باب في ذكر الاختلاف هل رأى محمد ﷺ ربه؟، ج: ۴، ص: ۲۵۰، ط، دار طوق النجاة، بيروت لبنان)

(۲۷): وعن ميمونة بنت سعد، أنها قالت: يا رسول الله افتنا عن الصدقة؟ فقال: انها حجاب من النار لمن احتسبها يبتغي بها وجه الله عزوجل. [رواه الطبراني في الكبير وفي من لم اعرفه. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، ج: ۳، ص: ۱۱۱، ط، دار الكتاب العربي بيروت لبنان)

وہ بحق فلاں کے یہی مراد رکھتے ہیں سو اس واسطے معنی موہم اور مشابہ ہو گئے تھے لہٰذا فقہاء نے اس لفظ کا بولنا منع کر دیا ہے(۲۸) تو بہتر ہے کہ ایسا لفظ نہ کہے جو رافضیوں کیساتھ تشابہ ہو جائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کفار کے حقوق

﴿سوال﴾:

حقوق العباد جو مسلمانوں کے گناہ ہوتے ہیں اس کا بدلہ تو یوں ہو جائے گا کہ اس کی نیکیاں صاحب حق کو دلائی جائیں گی اور درصورت نیکیاں نہ ہونے کے اس صاحب حق کے

---

(۲۸):فی الدرمختار: (و) كره قوله (بحق رسلك وأنبيائك وأوليائك) أو بحق البيت لأنه لاحق للخلق على الخالق تعالىٰ.

وفي الشامية تحته: (لأنه لا حق للخلق على الخالق) قد يقال: انه لاحق لهم وجوباً على الله تعالىٰ. (رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والاباحة، فصل في البيع، ج: ۹، ص: ۵۶۹، ط، دار عالم الكتب رياض)

وفي التاتارخانية: وقال: ويكره أيضاً أن يقول الرجل في دعائه: اللّٰهم انی أسئلك بحق أنبيائك ورسلك، لانه لا حق للمخلوقين على الله. وفي الكافي: ويكره أن يقول الرجل في دعائه بحق فلان وبحق بيت الحرام والمشعر الحرام. (الفتاوى الناتارخانية، كتاب الكراهية الفصل الرابع، مسائل الدعاء، ج: ۱۸، ص: ۵۲، ط، مكتبة زكريا بديوبند، الهند)

(وكذا في البناية شرح الهنداية، كتاب الكراهية، فصل في البيع، مسائل متفرقه، ج: ۱۲، ص: ۲۴۸، ۲۴۹، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في مجمع الأنهر في شرح ملتقى الابحر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات، ج: ۴، ص: ۲۲۳، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

گناہ اس کو دیئے جاویں گے اگر کافر کا حق ہے تو اس صورت میں کیا معاملہ مسلمانوں کے ساتھ کیا جاوے گا؟

﴿جواب﴾:

حقوق کفار کے عوض عذاب کیا جاوے گا کہ خلاف حکم حق تعالیٰ کے کیا اور کفار کو کچھ نہ ملے گا۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ فرمایا ہے کہ میں مخاصمہ ذمی کافر کی تکلیف دہی میں کروں گا (۲۹)۔ کما قال واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

بشریت رسول کا مطلب

﴿سوال﴾:

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے کس بات میں مثل ہیں کیا یہ بات ہے کہ جملہ بشریت میں حضور ﷺ ہمارے مثل ہیں صرف نبوت کا فرق ہے یا یہ کہ حضور کی بشریت ہماری بشریت سے کچھ افضل ہے اور اگر بالفرض افضل ہے تو کس قدر جیسے بڑے بھائی کا مرتبہ یا اس سے بھی کچھ کم وبیش اور جو شخص یہ کہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت ہماری بشریت سے اس قدر افضل ہے کہ جیسے بڑے بھائی کا مرتبہ تو یہ قول اس کا قابل تسلیم ہے یا نہیں؟

---

(۲۹): عن أبی صخر المدینی، أن صفوان بن سلیم أخبره، عن عدة من أبناء أصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم عن آبائهم دنیة، عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قال: ألا من ظلم معاهداً، أو انتقصه، أو كلفه فوق طاقته، أو أخذ منه شیئاً بغیر طیب نفس: فأنا حجیجه یوم القیامة. (سنن أبی داؤد، کتاب الخراج والفیء والإمارة، باب فی تعشیر أهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارة، ص: ۴۴۶، رقم: ۳۰۵۲، ط: دار السلام ریاض)

جواب:

نفس بشر ہونے میں مساوات ہے اگرچہ آپ کی بشریت ازکیٰ واطیب ہے اور بڑا بھائی کہنا بھی اس نفس بشریت کی وجہ سے ہے نہ یہ کہ بشریت کی افضلیت ایسی ہے چونکہ حدیث میں آپ نے خود ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ کو بھائی کہو (۳۰) بایں رعایت تقویۃ الایمان میں اس لفظ کو لکھا ہے نہ بایں وجہ کہ آپ کی بشریت کا فضل بڑے بھائی کے فضل کی قدر ہے اس کلمہ پر نافہموں نے غل مچا دیا ورنہ بعد حق تعالیٰ کے فخر عالم کو افضل واکمل وہ خود لکھتے ہیں۔

انبیاء کا علم غیب

سوال:

زید کہتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو وحی سے پہلے معلوم تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تہمت منافقین سے بری ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام فلاں مقام پر ہیں اور عمرو کہتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو وحی کے پہلے یہ علم نہ تھا۔ فرمائیے کہ زید کا کہنا اور عقیدہ ٹھیک ہے یا عمرو کا اگر زید کا کہنا اور عقیدہ ٹھیک نہیں تو عمرو کو زید کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے جائز ہے یا مکروہ ہے اور

(۳۰): عن عائشةؓ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم کان فی نفر من المهاجرین والانصار فجاء بعیر فسجد له فقال أصحابه یا رسول اللّٰہ تسجد لک البهائم و الشجر فنحن احق ان نسجد لک فقال اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم ولو کنت اٰمرا احداً ان یسجد لاحد لأمرت المرأة ان تسجد لزوجها ولو امرها ان تنقل من جبل اصفر الی جبل اسود ومن جبل اسود الی جبل ابیض کان ینبغی لها ان تفعله. رواه احمد. (مشکاة المصابیح، کتاب النکاح، باب عشرة النساء وما لکل واحد من الحقوق، ص: ۲۸۲، ۲۸۳، ط: قدیمی کتب خانه کراچی)

مکروہ ہے تو کس قسم کی کراہت ہے؟ جواب اس کا بحوالہ کتب احادیث وروایات فقہ حنفیہ کے صاف تحریر فرمایئے۔

﴿جواب﴾:

قبل نزول وحی کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور علی ہذا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کچھ معلوم نہ تھا۔ بعد وحی کے معلوم ہوا اگر پہلے سے معلوم ہوتا تو یہ اضطراب وحیرانی کیوں ہوتی پس عقیدہ عمرو کا درست ہے اور زید کا غلط ہے پس اگر عقیدہ زید کا اس سبب سے ہے کہ آپ کو حق تعالیٰ نے علم دیا تھا تو ایسا سمجھنا خطاء صریح ہے اور کفر نہیں اور جو یہ عقیدہ ہے کہ خود بخود آپ کو علم تھا بدون اطلاع حق تعالیٰ کے تو اندیشہ کفر کا ہے لہٰذا پہلی شق میں امامت درست ہے دوسری شق میں امام نہ بنانا چاہئے اگرچہ کافر کہنے سے بھی زبان کو روکے اور تاویل کرے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح محمود حسن غفرلہ المجیب مصیب محمد اسماعیل بیگ عفی عنہ الجواب صحیح
ھذا الجواب حق والحق بالاتباع حقیق سید محمد عبدالرشید محمد اسماعیل
شگفتہ محمد گل بینظیر مدرس مدرسہ امدادیہ مرادآباد الجواب صحیح محمد جان علی

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ملال خاطر ہونا بوجہ اتہام منافقین کے اور جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمانا کہ مجھ پر اللہ جل شانہ کا احسان ہے کہ خداوند تعالیٰ نے میری بریئت اور عصمت نازل فرمائی (٣٠) اور بعد اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منافقین

---

(٣٠): ان عائشة رضی اللہ عنہا قالت: كان رسول اللهﷺ اذا أراد أن يخرج سفراً اقرع بين ازواجه. فايتهن خرج سهمها أخرج بها معه. فأقرع بيننا فی غزاة غزاها فخرج سهمی فخرجت معه بعد ما انزل الحجاب ـ الی قوله ـ فقام رسول اللهﷺ من يومه فاستعذر من عبدالله ابن ابی سلول فقال رسول اللهﷺ من يعذرنی من رجل بلغنی اذاه فی أهلی؟ فوالله ما علمت علی أهلی الا خيرا ـ الی قوله ـ فلما سری عن رسول اللهﷺ وهو يضحک فكان اول كلمة تكلم بها ان قال لي: يا عائشة، احمدی الله

متہمین کو سزا کا فرمانا(۳۱) چنانچہ ماہر علم حدیث پر روشن وہویدا ہے یہ دلیل بین ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل نزول وحی کے علم نہ تھا۔ پس قول زید کا صحیح نہیں ہے قول عمرو کا درست ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم محمد ابوالفضل عفی عنہ۔

اصاب من اجاب — اصاب من اجاب — مشہور فضل محمد امام مسجد چوکی حسن خاں مراد آباد

محمد احتشام الدین عفی عنہ — محمد دایم علی عفی عنہ — محمد احتشام مہرالدین — خادم الموحدین

۱۲۹۲ھ۔

فی الحقیقت اعتقاد عمرو صحیح ودرست ہے اور عقیدہ زید مخالف نصوص ہے اور ایک قسم کا بہتان وافتراء نسبت جناب رسالت مآب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت یعقوب علی الصلوٰۃ والسلام کے ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت فرمائے۔ فقط محمد قاسم علی عفی عنہ۔ محمد قاسم علی خلف مولانا عالم علی ۱۲۹۲ امام ومفتی شہر مراد آباد۔

چونکہ عرف میں علم یقینی ہی کو علم کہتے ہیں پس ثبوت نزول وحی پیشتر نفی علم کے لئے کافی ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل وحی کے علم براءت نہ تھا چنانچہ حدیث افک سے علم کا نہ ہونا عمدہ طور سے ثابت ہے۔ حررہ عبدالرحمٰن کان اللہ لہ ولوالدیہ۔

فقد برّء ک اللّٰہ. قالت لي امي: قومي الی رسول اللّٰہ ﷺ، فقلت: لا و اللّٰہ، لا اقوم الیہ و لااحمد الا اللّٰہ، فانزل اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ان الذین جاء وا بالافک عصبة منکم﴾ الآیات. فلما انزل اللّٰہ ھذا فی برآءتی. الخ. (رواہ البخاری، کتاب الشھادات، باب تعدیل النساء بعضھن بعضا، ج: ۱، ص: ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ط، مکتبہ رحمانیہ لاھور)

(۳۱): وذکر القشیری عن ابن عباسؓ قال: جلد رسول اللّٰہ ﷺ ابن ابیّ ثمانین جلدة، ولہ فی الآخرة عذاب النار. (الجامع لاحکام القرآن، ج: ۱۵، ص: ۱٦۸، ط، مؤسسة الرسالة بیروت لبنان)

فی الواقع عقیدہ عمرو نہایت صحیح و درست موافق کتاب اللہ و کتاب الرسول کے ہے اس لئے کہ جو کچھ رسول کو معلوم ہوتا ہے وہ بغیر وحی کے معلوم ہی نہیں ہوسکتا پھر زید کا کہنا کہ قبل وحی کے دونوں پیغمبر علیہما السلام کو یہ قصہ معلوم تھا بالکل خلاف عقل ونقل ہے۔ محمد ہدایت العلی عفی عنہ لکھنوی۔

نبی کو پکارنا

سوال:

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شخص بغیر حاضر و ناظر جانے پکارے اور مثلاً اس قسم کے اشعار پڑھے۔ ترحم یا نبی اللہ ترحم۔ زمہجوری برآمد جان عالم۔ جائز ہے یا نہیں؟

جواب:

ایسے اشعار میں شرک تو نہیں مگر عوام کو موجب اضلال کا ہوجاتا ہے لہٰذا کسی کے روبرو نہ پڑھے اور بایں خیال پڑھے کہ حق تعالیٰ اس میری عرض کو فخر عالم علیہ والسلام کے پیش کردیوے فقط۔

تشہد میں صیغہ خطاب کی تبدیلی

سوال:

بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے تشہد میں صیغہ خطاب السلام علیک ایہا النبی کی بجائے السلام علی النبی صیغہ غائب سے بدل لیا تھا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے اور فتح الباری وعینی وغیرہ شراح حدیث اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے صیغہ تعلیمیہ خطاب کو بدل دیا اور پسند نہ کیا تو معلوم ہوا

کہ خطاب غائب کو دیا نا جائز ہے یا اولیٰ نہیں بہر حال صلوۃ وسلام میں یا تشہد میں خطاب کا نہ کہنا افضل ہے۔ جیسا کہ صحابہ کا معمول تھا یا نہیں جیسا کہ معمول زمانہ ہے اگر نہیں ہے تو وجہ کیا ہے؟

﴿جواب﴾:

اگر کسی کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام خود خطاب سلام کا سنتے ہیں وہ کفر ہے(۳۲)۔ خواہ السلام علیک کہے یا السلام علی النبی کہے اور جس کا عقیدہ یہ ہے کہ سلام وصلوٰۃ آپ کو پہنچایا جاتا ہے ایک جماعت ملائکہ کی اس کام کے واسطے مقرر ہے جیسا

---

(۳۲):ثم اعلم ان الانبياء علهيم الصلاة و السلام لم يعلموا المغيبات من الاشياء الا ماعلمهم الله تعالیٰ أحيانا. وذكر ان الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد ان النبی عليه السلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لايعلم من فی السموات والارض الغيب الا الله. كذا فی المسايرة. (شرح فقه الاكبر للملاعلی القاری، مسئلة فی أن تصديق الكاهن بما يخبر به من الغيب كفر، ص: ١٣٧،ط، دار الكتب العربية الكبری، مصر)

اعتقاد اينكه كسے غير حق سبحانه حاضر وناظر، وعالم خفی وجلی در هر وقت وهر آن است، اعتقاد شرک است.(مجموعة الفتاویٰ علی هامش خلاصة الفتاوی، ج: ٤، ص: ٣٣١، ط، مكتبه رشيديه)

وفی البحر الرائق: وفی البزازية قال علماؤنا: من قال أرواح المشايخ حاضرة تعلم تكفر. (البحر الرائق ، كتاب السير، باب أحكام المرتدين، ج: ٥، ص: ٢٠٩، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فی الفتاوی الزازية علی هامش الفتاوی العالمكيرية، كتاب الفاظ تكون اسلاما او كفرا الخ: الفصل الثانی النوع الثانی فيما يتعلق بالله تعالیٰ، ج: ٦، ص: ٣٢٦)

احادیث میں آیا ہے (۳۳) تو دونوں طرح پڑھنا مباح ہے پس بعد اس کے سنو کہ اگر ابن مسعودؓ نے بعد وفات شریف کے صیغہ بدل دیا (۳۴) تو کوئی حرج نہیں کسی مصلحت کو یہ کیا ہوگا اور جو اصل تعلیم کے موافق پڑھا جائے جب بھی حرج نہیں کہ مقصود حکایت ہے دیکھو حیات فخر عالم علیہ السلام میں بھی لوگ دور دور اپنے بیوت میں اور مکہ اور بلاد بعید میں خطاب کے لفظ سے پڑھتے تھے جیسا وہاں خطاب درست تھا اب بھی کیا وجہ ہے جو حرام ہو علم غیب نہ وہاں تھا نہ یہاں بلکہ آپ کو جب بھی ملائکہ پہنچاتے تھے اور اب بھی لہٰذا صیغہ کو خطاب سے بدلنا کوئی ضرور نہیں اور اس میں تقلید بعض صحابہؓ کی ضرور نہیں ورنہ خود آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ بعد میرے انتقال کے خطاب مت کرنا بہر حال صیغہ خطاب رکھنا اولیٰ

---

(۳۳): عن عبدالله قال: قال: رسول اللهﷺ ان لله سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام. (رواه سنن نسائی، کتاب السهو، باب السلام علی النبیﷺ، المجلد الثانی، الجرء الثالث، ص: ۵۰، رقم: ۱۲۸۱، ط، دار المعرفة، بیروت لبنان)

وفی روایة الحنفی: قال عن النبیﷺ قال: من صلی علی عند قبری سمعته، ومن صلی نائیا ابلغته. (الجامع لشعب الایمان للبیهقی، ج:۳،ص: ۱۴۱،ط، مکتبة الرشد،الریاض)

(۳۴): حدثنا أبو نعیم: حدثنا سیف قال: سمعت مجاهداً یقول: حدثنی عبدالله بن سخبرة أبو معمر قال: سمعت ابن مسعود یقول: علمنی رسول اللهﷺ وکفی بین کفیه التشهد کما یعلمنی السورة من القرآن: التحیات لله، والصلوات والطیبات، السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته، السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین، اشهد ان لااله الا الله، وأشهد ان محمدا عبده ورسوله، وهو بین ظهرانینا، فلماقبض قلنا: السلام ـ یعنی ـ علی النبیﷺ. (رواه البخاری فی کتاب الاستئذان، باب الأخذ بالیدین، ص: ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، رقم: ۶۲۶۵، ط، دار السلام ریاض)

ہے کہ اصل تعلیم اس طرح ہے اور مراد بعض صحابہ کی کسی مصلحت کی وجہ سے تھی یا اجتہاد تھا یا استحباباً تھا نہ وجوباً اسی واسطے جملہ فقہاء ائمہ اربعہ کے متمذہب اس صیغہ کو نقل فرماتے ہیں (۳۵) اور تبدیل صیغہ کی ضرورت نہیں لکھتے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

---

(۳۵):قال العلامة ابراهيم بن محمد الحلبی الحنفیؒ: فاذا رأسه من السجدة الثانية من الركعة الثانية افتراش رجله اليسرى فجلس عليها ونصب يمنا نصباً ووجه أصابعها نحو القبلة ووضع يديه على فخذيه وبسط أصابعه موجهة نحو القبلة وقرأ تشهد ابن مسعود رضى الله وهو التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبى ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لااله الا اللّه وأشهد ان محمدا عبده ورسوله. (ملتقى الأبحر ومعه مجمع الانهر، ج: ١، ص: ١٥٠، ١٥١، ١٥٢، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى بحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ١، ص: ٥٦٥، ٥٦٦، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ١، ص: ٣٢٠، ٣٢١، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وقال العلامة ابو عبدالله محمد بن محمد الرعيني المالكیؒ : ص: (وهل لفظ التشهد والصلاة على النبى سنة أو فضيلة خلاف) ش: قال فى المدونة: واستحب مالک تشهد عمر رضى الله عنه و هو التحيات لله الزاكيات لله الطيبات الصلوات للّه السلام عليک أيها النبى ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، وأشهد أن لا اله الا اللّه وحده لاشريک له واشهد أن محمداً عبده ورسوله. انتهٰى. (مواهب الجليل لشرح مختصر خليل، كتاب الصلاة، فصل فى فرائض الصلاة، ج: ٢، ص: ٢٥٠، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا فى التوضيح شرح مختصر ابن الحاجب فى فقه الامام مالک، كتاب الصلاة، فصل فى سنن الصلاة وفضائلها، ج: ١، ص: ٣٨٣، ط، دار الكتب العلمية

بلاعقیدہ غیب نبی کو پکارنا

﴿سوال﴾:
اشعار اس مضمون کے پڑھنے۔

بیروت لبنان)

(وكذا في تسهيل المسالك الى هداية السالك الى مذهب الامام مالكؒ، كتاب الصلاة، فصل فرائض الصلاة وسننها، ج: ٢، ص: ٣١٧، ط، مكتبة الامام الشافعي، رياض)

وفي كتاب الام: أخبرنا الربيع قال أخبرنا الشافعي قال أخبرنا يحيى بن حسان عن الليث بن سعد عن أبي الزبير المكي عن سعيد ابن جبير وطاوس عن ابن عباسؓ قال كان رسول اللهﷺ يعلمنا التشهد كما يعلمنا القرآن فكان يقول التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله سلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته سلام علينا وعلى عباد الله الصالحين أشهد أن لا اله الا الله وأشهد أن محمداً رسول الله. (قال الربيع) وحدثنا يحيى بن حسان (قال الشافعي)وبهذا نقول وقد رويت في التشهد أحاديث مختلفة كلها فكان هذا أحبها اليّ لأنه أكملها. (الام، باب التشهد والصلاة على النبيﷺ، ج: ١، ص: ١١٧، ط، دار المعرفة بيروت لبنان)

(وكذا في الوجيز في فقه الامام الشافعيؒ، كتاب الصلاة، الباب الرابع في كيفية الصلاة، ج: ١، ص: ١٢٨، ط، دار الارقم بن ابى الارقم، بيروت لبنان)

(وكذا في بحر المذهب في فروع المذهب الشافعيؒ، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ٢، ص: ١٢٣، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(وكذا في المهذب في فقه الامام الشافعيؒ، كتاب الصلاة، فصل في التشهد، الجزء الاول، ص: ٢٦٤، ط، دار القلم دمشق)

وقال العلامة ابو محمد عبدالله بن أحمد بن محمد بن قدامة الحنبليؒ:

یارسول کبریا فریاد ہے
یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے
مدد کر بہر خدا حضرت محمد مصطفیٰ
میری تم سے ہر گھڑی فریاد ہے

کیسے ہیں؟

﴿جواب﴾:

ایسے الفاظ پڑھنے محبت میں اور خلوت میں بایں خیال کہ حق تعالیٰ آپ کی ذات کو مطلع فرمادیوے یا محض محبت سے بلاکسی خیال کے جائز ہیں۔ اور بعقیدۂ عالم الغیب اور

مسألة: قال: (ويتشهد، فيقول: التحيات لله و الصلوات و الطيبات السلام عليك ايها النبى و رحمة الله و بركاته السلام علينا و على عباد الله الصالحين اشهد ان لااله الا الله و أشهد ان محمدا عبده و رسوله. و هو التشهد الذى علمه النبىﷺ لعبدالله بن مسعود رضى الله عنه)

هذا التشهد هو المختار عند امامنا رحمه الله، و عليه اكثر أهل العلم من أصحاب النبىﷺ و من بعدهم من التابعين. قاله الترمذى، و به يقول الثورى، و اسحاق، و ابو ثور، و أصحاب الرأى، و كثير من اهل المشرق. (المغنى، كتاب الصلاة، ج: ٢، ص: ٢٢٠، رقم المسالة: ١٧٤، ط، دار عالم الكتب رياض)

(و كذا كتاب الفروع و معه تصحيح الفروع، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ٢، ص: ٢٠٧، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

(و كذا فى الممتع فى شرح المقنع فى فقه الامام احمد بن حنبلؒ، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ١، ص: ٣٧٠، ٣٧١، ط، مكتبة الأسدى، مكة المكرمة)

(و كذا معونة أولى النهٰى شرح المنتهٰى، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، ج: ٢، ص: ١٥٤، ط، مكتبة الأسدى، مكة المكرمة)

فریادرس ہونے کے شرک ہیں (۳۶) اور مجامع میں منع ہیں کہ عوام کے عقیدہ کو فاسد کرتے ہیں لہٰذا مکروہ ہووینگے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب

﴿سوال﴾:

قصبہ ہذا میں ایک میاں صاحب وارد ہوتے ہیں۔ پیری مریدی کرتے ہیں مولانا افضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی قدس سرہٗ کے مرید خلیفہ حاجی عالم صوفی حافظ اپنے کو بتلاتے ہیں رفتہ رفتہ ان کو بزرگی کا شہرہ ہوا۔ عوام کے سامنے وعظ نصیحت فرماتے ہیں رسول مقبول احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو عالم الغیب بتلاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب تھا۔

﴿جواب﴾:

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا نہ کبھی اس کا دعویٰ کیا اور کلام اللہ شریف اور

---

(۳٦):ثم اعلم ان الانبياء علهيم الصلاة و السلام لم يعلموا المغيبات من الاشياء الا ماعلمهم اللّٰه تعالٰى أحيانا. و ذكر ان الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد ان النبى عليه السلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالٰى قل لايعلم من فى السموات والارض الغيب الا اللّٰه. كذا فى المسايرة. (شرح فقه الاكبر للملاعلى القارى، مسئلة فى أن تصديق الكاهن بما يخبر به من الغيب كفر، ص: ١٣٧،ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر)

اعتقاد اينكه كسے غير حق سبحانه حاضر وناظر، وعالم خفى وجلى در هر وقت وهر آن است، اعتقاد شرك است. (مجموعة الفتاوىٰ على هامش خلاصة الفتاوى، ج: ۴، ص: ۳۳۱، ط، مكتبه رشيديه)

بہت سی احادیث میں موجود ہے کہ آپ عالم الغیب نہ تھے(۳۷) اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو

---

(۳۷):قال اللّٰہ تعالٰی: قل لآ اقول لکم عندی خزآئن اللّٰہ ولا اعلم الغیب.الخ. (سورۃ الانعام: ٥٠)

وقال اللّٰہ تعالٰی: ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوٓء. ان انا الا نذیر وّبشیر لقوم یؤمنون. (سورۃ الاعراف: ١٨٨)

وقال اللّٰہ تعالٰی: فقل انما الغیب للّٰہ فانتظروا انی معکم من المنتظرین. (سورۃ یونس: ٢٠)

عن مسروق قال: کنت متکئا عند عائشۃ، فقالت: یا ابا عائشۃ! ثلاث من تکلم بواحدۃ منهن فقد اعظم علی اللّٰہ الفریۃ، قلت ما هن ....قالت ومن زعم انه(ﷺ) یخبر بما یکون فی غد. فقد اعظم علی اللّٰہ الفریۃ، واللّٰہ یقول: قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللّٰہ.(النمل: ٦٥) (رواه مسلم، کتاب الایمان، باب معنی قول اللّٰہ عزوجل: ولقد رءاہ نزلۃ اخرٰی، ج: ١، ص: ٤٤٣، ٤٤٤، ٤٤٥، رقم: ٤٣٩، ط، مکتبۃ بشرٰی کراتشی)

عن ابی الحسین، اسمه خالد المدنی قال: کنا بالمدینۃ یوم عاشوراء. والجواری یضربن بالدف ویتغنین. فدخلنا علی الربیع بنت معوذ. فذکرنا ذلک لها. فقالت: دخل علی رسول اللّٰہﷺ صبیحۃ عرسی وعندی جاریتان تغنیان وتندبان آبائی الذین قتلوا یوم بدر. وتقولان، فیما تقولان: وفینا نبی یعلم ما فی غد. فقال: اما هٰذا، فلا تقولوه. مایعلم ما فی غد الا اللّٰہ. (رواه ابن ماجۃ، کتاب النکاح، باب الغناء والدف، ص: ١٣٦، ط، قدیمی کتب خانه کراچی)

وأخرج ابن مردویه عن سلمۃ بن الاکوع قال: کان رسول اللّٰہﷺ فی قبۃ حمراء اذ جاء رجل علی فرس فقال له: من انت؟ قال: انا رسول اللّٰہ. قال: متی الساعۃ؟ قال: غیب، وما یعلم الغیب الا اللّٰہ. قال: ما فی بطن فرسی؟ قال: غیب، وما یعلم الغیب الا اللّٰہ. قال فمتی تمطر؟ قال: غیب، وما یعلم الغیب الا اللّٰہ. (الدر

علم غیب تھا صریح شرک ہے(۳۸)۔فقط والسلام۔

رحمۃ للعالمین

﴿سوال﴾:

لفظ رحمۃ للعالمین مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ہر شخص کو کہہ سکتے ہیں؟

﴿جواب﴾:

لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاء وانبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں لہٰذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوے تو جائز ہے فقط۔

المنثور فی التفسیر بالمأثور، ج: ١١، ص: ٦٦٥)

(٣٨):ثم اعلم ان الانبياء علهيم الصلاة والسلام لم يعلموا المغيبات من الاشياء الا ماعلمهم اللّٰه تعالىٰ أحيانا. وذكر ان الحنفية تصريحاً بالتكفير باعتقاد ان النبى عليه السلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالىٰ قل لايعلم من فى السموات والارض الغيب الا اللّٰه. كذا فى المسايرة. (شرح فقه الاكبر للملاعلى القارى، مسئلة فى أن تصديق الكاهن بما يخبر به من الغيب كفر، ص: ١٣٧،ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر)

اعتقاد اينكه كسے غير حق سبحانه حاضر وناظر، وعالم خفى وجلى در هر وقت وهر آن است، اعتقاد شرك است. (مجموعة الفتاوىٰ على هامش خلاصة الفتاوى، ج: ٤، ص: ٣٣١، ط، مكتبه رشيديه)

شفاعت کبریٰ

﴿سوال﴾:

شفاعت کبریٰ کا وعدہ آپ سے اللہ تعالیٰ نے کیا۔لیکن باقی اذن من جانب اللہ ہوتا ہے یانہیں یا بدون اجازت وحکم خداوند ذوالجلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے؟

﴿جواب﴾:

کوئی شفاعت بغیر اذن کے نہیں ہوسکتی من ذالذی یشفع عنده الا باذنه(۳۹).

ترجمہ:۔کون ہے ایسا جو شفاعت کر سکے اس کے پاس بدون اذن کے پس اس ذات ذوالمجد ہوالکبریا کی بارگاہ میں کسی کو جرأت زبان ہلانے کی بدون اجازت کے نہیں ہوئے گی (۴۰)۔فقط

---

(۳۹):(سورة البقرة: ٢٥٥)

(۴۰):واخرج عن سعيد بن جبير فى قوله: (من ذا الذى يشفع عنده). قال من يتكلم عنده الا باذنه. (الدر المنثور فى التفسير بالمأثور، ج: ۳، ص: ١٨٨)

وفى تفسير السمرقندى: (من ذا الذى يشفع عنده) يقول: من ذا الذى يجترئ ان يشفع عنده (الا باذنه) دون أمره رداً لقولهم حيث قالوا: هم شفعاؤنا عندالله. وفى الآية دليل على اثبات الشفاعة لأنه قال: (الا باذنه) ففيه دليل على أن الشفاعة قد تكون باذنه للأنبياء والصالحين. (تفسير السمرقندى، ج: ١، ص: ٢٢٣، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

حضور ﷺ کے والدین کا اسلام

﴿سوال﴾:
ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین مسلمان تھے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان میں اختلاف ہے(۴۱) حضرت

---

(۴۱):قال صاحب المرعاة: اعلم أن هذه المسالة كثر النزاع والخلاف بين العلماء فيها، فمنهم من نص على عدم نجاة الوالدين، كما رأيت فى كلام النووى، والقارى وقند بسط الكلام فى ذلك القارى فى شرح الفقه الأكبر، وفي رسالة مستقلة له. ومنهم من شهد لهما بالنجاة، كالسيوطى، وقد ألف فى هذه المسألة سبع رسائل، بسط الكلام فيها، وذكر الأدلة من الجانبين، ومن شاء رجع اليها، والأسلم، والأحوط عندى هو التوقف، والسكوت . انتهٰى كلام صاحب المرعاة .

قال الجامع عفا اللّٰه تعالٰى عنه: عندى الأولى، والأسلم الوقوف مع النصوص الصحيحة، كحديث الباب، وحديث مسلم المذكور: ان أبى وأباك فى النار، مع عندم التوسع والحوض بزيادة ما ليس فى النصوص، وأما تصحيح حديث احياء أبوى النبىﷺ، كما قال ابن حجر الهيثمى فمما لايلتفت اليه، فان جل الحفاظ من المحدثين على أنه موضوع، كما أشرت اليه فيما تقدم.

ثم ان هذه المسألة ما رأيت للمتقدمن فيها كلاما، بل انما أثارها، وتنازع فيها، وخاض غمرتها المتأخرون، من أمثال السيوطى، ومن سار على دربه فما وسع الأولين من السكوت، وعدم الخوض وترك التنازع، والتخاصم هو الصواب لمن كان حريصا على دينه، فلو كان فى هذا الخوض خير لكان المتقدمون أسبق اليه، وأحرص من المتأخرين عليه، فسلوك سبيلهم فيه السلامة فى الدنيا والآخرة، فالواجب الوقوف على ماصح عن رسول اللّٰهﷺ، وعدم النوسع،ونصب الخلاف

امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ ان کا انتقال حالت کفر میں ہوا ہے (۴۲)۔فقط

❁❁❁

فیما وراء ہ.واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب. (ذخیرة العقبیٰ فی شرح المجتبیٰ، کتاب الجنائز، باب زیارة قبر المشرک، ج: ۲۰، ص: ۳٦،۳۷، رقم الحدیث ۲۰۳۴، ط، دار آل بروم، المملكة العربية السعودية)

(۴۲):فی حاشیة الطحطاوی: وما فی الفقه الاکبر من أن والدیه ﷺ ماتا علی الکفر فمدسوس علی الامام ویدل علیه أن النسخ المعتمدة منه لیس فیها شئ من ذلک قال ابن حجر المکی فی فتاواه وللوجود فیها ذلک لابی حنیفة محمد بن یوسف البخاری لا لابی حنیفة النعمان بن ثابت الکوفی وعلی تسلیم أن الامام قال ذلک فمعناه أنهما ماتا فی زمن الکفر وهٰذا لایقتضی اتصافهما به کیف واللّٰه تعالیٰ یقول فی کلامه العزیز وتقلبک فی الساجدین. الخ. (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب النکاح، باب نکاح الکافر، ج: ۲، ص: ۸۰، ط، المکتبة العربیة کوئٹه)

وقال العلامة محمد زاهد بن الحسن الکوثری نور اللّٰه مرقدهٗ: وأما فی الفقه الأکبر روایة حماد بن أبی حنیفة عن أبیه فله شروح کثیرة....ففی بعض تلک النسخ: وأبوا النبی ﷺ ماتا علی الفطرة۔و (الفطرة) سهلة التحریف الی (الکفر) فی الخط الکوفی، وفی أکثرها: (ما ماتا علی الکفر)، کأن الامام الأعظم یرید به الرد علی من یروی حدیث (أبی و أبوک فی النار) ویری کونهما من أهل النار. لأن انزال المرء فی النار لایکون بدلیل یقینی وهٰذا الموضوع لیس بموضوع عملی حتی یکتفی فیه بالدلیل الظني.

ویقول الحافظ محمد المرتضی الزبیدی شارح الأحیاء والقاموس فی رسالته (الانتصار لوالدی النبی المختار)۔وکنت رأیتها بخطه عند شیخنا أحمد بن مصطفی العمری الحلبی مفتی العسکر العالم المعمر۔مامعناه: ان الناسخ لما رأی تکرر (ما) فی (ما ماتا) ظن أن أحدهما زائدة فحذفها نسخته الخاطئة، ومن الدلیل

مزارات اولیاء سے فیض

﴿سوال﴾:
مزارات اولیاء رحمہم اللہ سے فیض حاصل ہوتا ہے یا نہیں اگر ہوتا ہے تو کس صورت سے؟

﴿جواب﴾:
مزارات اولیاء سے کاملین کو فیض ہوتا ہے (۴۳) مگر عوام کو اس کی اجازت دینی ہرگز

على ذلك سياق الخبر لأن أبا طالب والأبوين لو كانوا جميعا على حالة واحدة جمع الثلاثة فى الحكم بجملة واحدة لا بجملتين مع عدم التخالف بينهم فى الحكم وهٰذا رأى وجيه من الحافظ الزبيدى الا أنه لم يكن رأى النسخة التى فيها (ما ماتا) و انما حكى ذاك عمن رآها، وانى بحمدللّٰه رأيت لفظ (ما ماتا) فى نسختين بدار الكتب المصرية قديمتين كما رأى بعض أصدقائى لفظى (ما ماتا) و (على الفطرة) فى نسختين قديمتين بمكتبة شيخ الاسلام المذكورة ـ وعلى القارى بنى شرحه على النسخة الخاطئة وأساء الأدب سامحه اللّٰه. (العالم والمتعلم، ص: ٦، ٧، ط، المكتبة الأزهرية)

وفى حاشية منح الروض الأزهر: وقال الشيخ محمد بن ابراهيم البيجوريؒ المتوفى ١٢٧٦هـ: ما نقل عن أبى حنيفة فى "الفقه الاكبر" من ان والدى المصطفى ماتا على الكفر فمدسوس عليه، وحاشاه أن يقول ذلك. وغلط ملا على القارى غفر اللّٰه له فى كلمة شنيعة قالها. [تحفة المريد شرح جوهرة التوحيد ص: ٦٩].
(منح الروض الأزهر شرح الفقه الأكبر، ص: ١٩٧، ط، مكتبة المدينة كراتشى)

(۴۳): واثبته المشائخ الصوفيه قدس اللّٰه اسرارهم وبعض الفقهاء رحمهم اللّٰه تعالىٰ وذلك امر مقدر عند اهل الكشف والكمال منهم ولا شك فى ذلك عندهم حتى ان كثيراً منهم حصل لهم الفيوض من الارواح وتسمى هذه الطائفة

جائز نہیں ہے اور تحصیل فیض کا طریقہ کوئی خاص نہیں ہے جب جانے والا اہل ہوتا ہے تو اس طرف سے حسب استعداد فیضان ہوتا ہے مگر عوام میں ان امور کا بیان کرنا کفر وشرک کا دروازہ کھولنا ہے۔فقط

❁❁❁

اولیاء کی کرامات

﴿سوال﴾:

مولانا روم فرماتے ہیں ؎

ہست قدرت اولیاء را ازالہ

تیر جستہ باز گرداندز راہ

اس کا کیا مطلب ہے اور اس شعر کے مصداق اولیاء اللہ ہوتے ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

کرامت اولیاء حق ہے(۴۴) اور کرامت خرق عادت کو کہتے ہیں(۴۵) جب حق

اویسیة فی اصطلاحهم قال الامام الشافعیؒ قبر موسی الکاظمؒ تریاق مجرب لاجابة الدعاء قال حجة الاسلام محمد الغزالیؒ من یستمد فی حیاته یستمد بعد مماته. .الخ. (حاشیة مشکوة المصابیح، باب زیارة القبور، ص: ۱۵۴، ط،مکتبة الحرمین کانسی روڈ کوئٹه)

(۴۴): والکرامات للأولیاء حق، أی ثابت بالکتاب و السنة.(شرح فقه الاکبر للملا علی القاریؒ، بحث فی ان خوارق العادات للانبیاء والکرامات للاولیاء حق، ص: ۶۹، ط، دار الکتب العربیة الکبری، مصر)

وقال العلامة التفتازانی رحمه الله تعالیٰ: وکرامات الأولیاء حق. (شرح العقائد النسفیة، مسئلة کرامات الأولیاء، ص: ۳۳۸، ط، مکتبة بشریٰ کراتشی)

(۴۵): وکبرامته ظهور أمر خارق للعادة من قبله، غیر مقارن لدعوی النبوة.

تعالیٰ چاہے اولیاء سے ایسا کرادیوے یہی مطلب شعر کا ہے۔

اولیاء کی کرامات

﴿سوال﴾:

اولیاء کو عالم کی سیر کرانا مثلاً مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ بلا اسباب ظاہر کے یہ ممکن اور کرامات ہے یا نہیں ایسی بات کا اگر کوئی انکار کرے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

یہ کرامات اولیاء اللہ سے ہوتی ہے اور حق ہے کہ کرامات خرق عادت کا نام ہے اس میں کوئی تردد کی بات نہیں اس کا انکار گناہ ہے(۴٦) کہ انکار کرامت کراتا ہے اور کرامت کا

(شرح العقائد النسفية، مسئلة كرامات الأولياء، ص: ٣٣٨، ط، مكتبة بشرىٰ كراتشي)

فالحاصل أن الأمر الخارق للعادة بالنسبة الى النبى معجزة، سواء ظهر من قبله أو من قبل آحاد أمته، وبالنسبة الى الولى كرامة لخلوّه عن دعوى النبوة. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب فى ثبوت كرامات الأوليا و الاستخدامات، ج: ٥، ص: ٢٤٦، ٢٤٧، ط، دار عالم الكتب، رياض)

(٤٦):وكرامات الأولياء حق.....وكرامته ظهور أمر خارق للعادة من قبله، غير مقارن لدعوى النبوة.....والدليل على حقيقة الكرامة ما تواتر من كثير من الصحابة ومن بعدهم، بحيث لايمكن انكاره(اى لايصح انكاره)خصوصاً الأمر المشترك، وان كانت التفاصيل آحاد. (شرح العقائد النسفية، مسئلة كرامات الأولياء، ص: ٣٣٨، ط، مكتبة بشرىٰ كراتشي)

والكرامات للأولياء حق أى ثابت بالكتاب والسنة ولاعبرة بمخالفة المعتزلة و أهل البدعة فى انكار الكرامة. (شرح فقه الاكبر للملا على القاريؒ، بحث فى ان

حق ہونا مسئلہ اجماعی اہل سنت کا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اولیاء شہداء کے عذاب قبر کا مسئلہ

﴿سوال﴾:

عدم سوال مخصوص شہدائے مقتولین سے ہی ہے یا ہر قسم شہدائے سے اور اولیاء اللہ بھی بمرتبہ شہداء اور داخل تحت آیت بل احیاء عند ربھم ہیں یا نہیں کیونکہ وہ مجاہد فی النفس ہیں کہ یہ جہاد اکبر ہے۔فقط۔

﴿جواب﴾:

اولیاء کرام بھی بحکم شہداء ہیں اور مشمول آیت بل احیاء عند ربھم (۴۷) کے ہیں (۴۸) اور سوال قبر نہ ہونا شہداء سے بندہ کو معلوم نہیں ۱؎ مگر ہاں حدیث میں آیا ہے کہ شہید کو عذاب قبر سے امن دی جاتی ہے (۴۹) اور یہ فضیلت اولیاء عظام کے واسطے بھی

خوارق العادات للانبیاء والکرامات للاولیاء حق، ص: ٦٩، ط، دار الکتب العربیة الکبری، مصر)

(۴۷):(سورة آل عمران: ١٦٩)

(۴۸): اخرج ابن جریرو قال حدثنا ابن حمید، قال: ثنا عباد، قال ثا ابراهیم بن معمر، عن الحسن، قال مازال ابن آدم یتحمد حتی صار حیا ما یموت، ثم تلا هذه الآیة: [ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا بل أحیاء عند ربهم یرزقون]. (تفسیر الطبری، ج: ٦، ص: ۲۳۴)

۱؎ :فی الشامیة: ثم ذکر أن من لایسأل ثمانیة: الشهید، والمرابط، والمطعون...الخ. (ردالمحتار علی الدرالمختار، باب صلاة الجنازة، مطلب: ثمانیة لایسألون فی قبورهم، ج: ۳، ص: ٨١، ط، دار عالم الکتب ریاض)

(۴۹): وعن عبادة بن الصامت عن النبی ﷺ مثل حدیث قبله وهو هذا قال

ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۞۞۞

بڑے پیر کی کرامات

﴿سوال﴾:

یہ قصے مشہور ہیں کہ جس وقت حضرت بڑے پیر صاحب کو قبر میں دفن کیا اور نکیرین آئے تو بڑے پیر صاحب نے نکیرین کا ہاتھ پکڑ لیا۔اور بجائے جواب دینے کے سوال کرنا شروع کئے اور نکیرین کو اس کا جواب دینا غیر ممکن تھا۔بجبوری نکیرین نے جناب باری میں جا کر عرض کیا کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے؟ جناب باری نے ارشاد فرمایا کہ بے شک تم اس کا جواب نہ دے سکو گے۔اور تمہارے واسطے خوب ہوا جو اس نے تمہیں چھوڑ دیا۔اور دوسرا قصہ یہ مشہور ہے کہ ایک عورت بڑے پیر صاحب کی خدمت میں گئی اور عرض کیا کہ میرے لڑکا نہیں ہوتا۔بڑے پیر صاحب نے فرمایا کہ جا تیرے سات بیٹے ہونگے۔چنانچہ اس کے سات بیٹے ہوئے حالانکہ اس کی تقدیر میں ایک لڑکا بھی نہیں تھا اور تیسرا قصہ یہ مشہور ہے کہ ہر ماہ نو قبل رویت کے بڑے پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا اور یہ کہتا کہ مجھ میں اب کے اس قدر خدا صاحب نے نقصان رکھے ہیں اور اس قدر نفع رکھے ہیں اور چوتھا قصہ یہ مشہور ہے

قال رسول اللهﷺ ان للشهيد عندالله عزوجل ست خصال أن يغفر له فى أول دفعة من دمه ويرى مقعده من الجنة ويحلى حلة الايمان ويزوج من الحور العين ويجار من عذاب القبر ويأمن من الفزع الأكبر ويوضع على رأسه تاج الوقار الياقوتة منه خير من الدنيا وما فيها ويزوج ثنتين وسبعين زوجة من الحور العين ويشفع فى سبعين انساناً من اقاربه. [رواه احمد هكذا قال مثل ذلک، والبزار والطبرانى الا انه قال سبع خصال وهى كذلک، ورجال أحمد والطبرانى ثقات]. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج: كتاب الجهاد، باب ماجاء فى الشهادة وفضلها، ج: ۵، ص: ۲۹۳، ط، دار الكتاب العربى، بيروت لبنان)

کہ ایک روز آپ ممبر پر بیٹھ کر وعظ فرماتے تھے یکا یک کھڑے ہوگئے اور فرمایا سب اولیاء کی گردن پر میرا قدم ہے اس وقت جس قدر اولیاء جمع تھے سب نے پائے مبارک بڑے پیر صاحب کے اپنی گردن پر رکھ لئے اور حلقہ اطاعت درگوش کیا۔ اور ایک ولی نے اس بات کا یقین نہیں کیا اور اس پر کچھ اعتراض کیا۔ ان کا حال تباہ و برباد ہوگیا اب استفسار طلب یہ امر ہے کہ آپ کے نزدیک یہ قصے صحیح ہیں یا غلط اور جو علماء ایسے قصوں کو صحیح بتاتے ہیں ان کی کیا دلیل ہے اور جو علماء ان کو خلاف بتاتے ہیں ان کی کیا حجت ہے اور حضرت مخدومنا ہادینا حاجی محمد امداد اللہ صاحب مہاجر سلمہ اللہ تعالیٰ جو ضیاء القلوب صفحہ ۱۹ قرب نوافل میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اما قرب نوافل انیست کہ صفات بشریہ سالک از روئے زائل گردد وصفات حق تعالیٰ بروئے ظاہر آیند چنانچہ زندہ گرداند مردہ را وبمیر اند زندہ را باذن اللہ تعالیٰ اور قرب فرائض ایسی ہی زیادہ نعمت ہے۔ اللہ صاحب جیسے نصیب فرماویں اور حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اخبار الاخیار میں فرماتے ہیں کہ کہ عارف کی پہچان یہ ہے کہ وہ جو کچھ کہے ہو جاوے اب سائل یہ عرض کرتا ہے کہ ممکن نہیں بندہ خدا صاحب کے کسی کام میں دخل دے سکے بندہ چاہے کسی مرتبہ میں ہو بندہ ہے ہر وقت عاجز ہے مگر یہ مرتبہ قرب نوافل کا اور عارف کا حضرت بڑے پیر صاحب کو حاصل ہو گیا تھا یا نہیں اور جس شخص کو یہ مراتب حاصل ہو گئے ہوں اس سے ایسے قصوں کا وقوع ہو جانا کیوں غیر ممکن ہے اور خدا صاحب تقدیر کے خلاف کرنے پر قادر ہے یا نہیں اور کبھی کبھی بندہ پر خدا صاحب بباعث کسی عتاب یا انعام اپنے کے اس کی تقدیر کے خلاف کر دیتے ہیں یا نہیں یا خدا صاحب کسی بندہ کے حق میں کسی بندہ خاص کی سفارش مان کر یا اس کے اعمال کی وجہ سے اس کی تقدیر کے خلاف کر دیتے ہیں یا نہیں مثلاً نیک آدمی کی عمر دراز ہونا یا ظالم کی عمر کم ہونا یا بباعث سیئات مفلسی آجانا بباعث خیرات بلاؤں کا رد ہو جانا وغیرہ وغیرہ اور حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر قصے مشہور ہیں کہ جس کو انہوں نے فرمایا کہ تو اندھا ہے تو وہ فوراً اندھا ہو جاتا اور جس کو فرمادیا کہ کیا تو مر گیا تو وہ فوراً مردہ ہی ہو گیا۔ غرض یہ ہے کہ جو کچھ وہ فرماتے تھے فضل الٰہی سے اس کا اسی طرح

فوراً ظہور ہوجاتا تھا تو یہ قصے بھی صحیح ہیں یا خلاف اور وہ فرشتے کہ جن کو نکیرین کہتے ہیں ان کا مرتبہ زیادہ ہے یا اولیائے عظام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم؟

﴿جواب﴾:

بزرگوں کی حکایات اکثر جہلاء نے غلط بنادی ہیں اور اگر کوئی واقعہ صحیح ایسا ہو کہ مفہوم نہ ہووے تو شطحیات کہلاتے ہیں جس کے معنی فہم میں سے کسی کے نہیں آتے ہیں اس کو نہ قبول کرے نہ رد کرے۔ سکوت کرے اور جو امور خلاف قاعدہ شرع کے ہیں ان کو رد کرنا چاہئے یا سکوت کرے اگر مصلحت ہو اور قرب فرائض قرب نوافل کا فہم اس کے اہل کا رتبہ ہے بندہ اس سے عاری ہے باقی یہ کہ حق تعالیٰ اولیاء کی قبولیت کے واسطے اکثر دعا ان کی قبول کرتا ہے یہ ان کی کرامت ہے مردہ زندہ کرنا خود خرق عادت وکرامت ہے حق تعالیٰ ہی کرتا ہے مگر بظاہر کسی ولی نبی کا ذریعہ ہوجاتا ہے لہٰذا کرامت ومعجزہ کہلاتا ہے (٥٠)۔ فقط۔

❁❁❁

بڑے پیر صاحب کا حضور کو کندھا دینا

﴿سوال﴾:

بعض صوفی یہ کہتے ہیں کہ جس وقت جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم معراج کو

---

(٥٠): فی الشامیة: فالحاصل أن الأمر الخارق للعادة بالنسبة الی النبی معجزة، سواء ظهر من قبله أو من قبل آحاد أمته، وبالنسبة الی الولی کرامة لخلوّه عن دعوی النبوة. (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب فی ثبوت کرامات الأولیا والاستخدامات، ج: ٥، ص: ٢٤٦، ٢٤٧، ط، دار عالم الکتب، ریاض)

(وکذا فی شرح العقائد النسفیة، مسئلة کرامات الأولیاء، ص: ٣٤٢، ٣٤٣، ط، مکتبة بشریٰ کراتشی)

تشریف لے گئے ہیں اس وقت بڑے پیر صاحب نے کندھا دیا اور جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جا اے محی الدین تیرے قدم سب اولیاؤں کی گردن پر تو اب یہ فرمایئے کہ اس کی کہیں اصل بھی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

یہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے اور اس کا واضع ملعون ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

منصور حلاجؒ

﴿سوال﴾:

منصور کہ جن کو زمانہ امام ابو یوسف صاحبؒ میں سولی دی گئی تھی۔ ان کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں وہ کیسے تھے؟

﴿جواب﴾:

منصور معذور تھے بیہوش ہو گئے تھے ان پر فتویٰ کفر کا دینا بیجا ہے ان کے باب میں سکوت چاہیئے اس وقت دفع فتنہ کے واسطے قتل کرنا ضرور تھا۔

منصور کون تھے

﴿سوال﴾:

منصور کہ جن کو دار پر چڑھایا گیا تھا یہ آپ کے نزدیک ولی ہیں یا نہیں اور اگر ولی ہیں تو یہ کونسی منزل میں تھے۔ قرب نوافل میں یا قرب فرائض میں اور اگر ولی نہیں ہیں تو کس دین میں ہیں؟

﴿جواب﴾:

بندہ کے نزدیک وہ ولی تھے(۵۱) اور منازل ولایت سے بندہ ناواقف ہے اور بزرگوں کے درجات کو جاننا کام میرا اور آپ کا نہیں اور کلام اپنے مرتبہ سے کرنا لازم ہے نہ اعلیٰ اپنے حال سے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

❁❁❁

ہر صدی کا مجدد

﴿سوال﴾:

---

(۵۱):فی البداية: هو الحسين ابن منصور بن محمى الحلاج أبو مغيث، ويقال ابو عبدالله، كان جده مجوسيا اسمه محمى من اهل فارس من بلدة يقال لها البيضاء، ونشأ بواسط، ويقال بتستر، ودخل بغداد وتردد الى مكة وجاور بها فى وسط المسجد فى البرد والحر، مكث على ذلك سنوات متفرقة، وكان يصابر نفسه ويجاهدها، ولايجلس الا تحت السماء فى وسط المسجد الحرام، ولايأكل الا بعض قرص و يشرب قليلا من الماء معه وقت الفطور مدة سنة كاملة، وكان يجلس على صخرة فى شدة الحر فى جبل أبى قبيس، وقد صحب جماعة من سادات المشايخ الصوفية، كالجنيد بن محمد، وعمرو بن عثمان المكى، وأبى الحسين النورى. قال الخطيب البغدادى: والصوفية مختلفون فيه، فاكثرهم نفى أن يكون الحلاج منهم، وأبى أن يعده فيهم، قبله من متقدميهم أبو العباس بن عطاء البغدادى، ومحمد بن خفيف الشيرازى، وابراهيم بن محمد النصر اباذى النيسابورى، وصححوا له حاله، ودنوا كلامه، حتى قال ابن خفيف: الحسين بن منصور عالم ربانى. وقال ابو عبدالرحمٰن السلمى-واسمه محمد بن الحسين- سمعت ابراهيم ابن محمد النصر اباذى وعوتب فى شىء حكى عن الحلاج فى الروح فقال للذى عاتبه: ان كان بعد النبيين والصديقين موحد فهو الحلاج. (البداية والنهاية، ج: ١١، ص: ١٣٢، ط، مكتبة المعارف بيروت لبنان)

مسئلہ ہر صدی میں مجدد کا مبعوث ہونا ثابت ہے تو اس کی معرفت اور اطاعت واجب ہوگی اس صدی میں کون مجدد ہے؟

﴿جواب﴾:

مجدد ایک شخص ہوتا ہے اکثر بلکہ وہ عالم غیب میں مجموعہ علماء کا ایک شخص ہوتا ہے لہٰذا ہر وقت میں جو علماء قاطع بدعت ہوں اور محی سنت ان کا مجموعہ مراد ہے (۵۲) جو شخص بایں طرح ہو اس مجموعہ کا ایک جزو خیال کرنا چاہئے اور جن لوگوں نے ایک کو قرار دیا ہے ان کو

---

(۵۲):وعنه، فيما أعلم عن رسول الله ﷺ، قال: ان الله عزوجل يبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها. وفى المرقات تحت هذا الحديث: (من يجدد)مفعول يبعث (لها) أى لهذه الأمة (دينها) أى يبين السنة من البدعة، ويكثر العلم ويعز أهله، ويقمع البدعة ويكسر أهلها. قال صاحب جامع الاصول: قد تكلم العلماء فى تأويله وكل واحد أشار الى العالم الذى هو فى مذهبه وحمل الحديث عليه، والأولى الحمل على العموم فان لفظة [من] تقع على الواحد والجمع، ولايختص أيضا بالفقهاء فان انتفاع الأمة بهم وان كان كثيرا فانتفاعهم بأولى الأمر وأصحاب الحديث والقراء والوعاظ والزهاد......والأظهر عندى والله اعلم أن المراد بمن يجدد ليس شخصاً واحداً بل المراد به جماعة يجدد كل أحد فى بلد فى فن أو فنون من العلوم الشرعية ما تيسر له من الأمور التقريرية أو التحريرية، ويكون سبباً لبقائه وعدم اندراسه وانقضائه الى ان ياتى أمر الله. (مرقات المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثانى، ج: ١، ص: ٤٦١، ٤٦٢، رقم: ٢٤٧، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

وفى البذل: وكتب مولانا محمد يحيى المرحوم فى "التقرير": قوله: [من يجدد لها دينها] أى نوعا منهم وأشخاصاً، فلايلزم أن يكون واحداً بالشخص...الخ. (بذل المجهود فى حل سنن أبى داود، كتاب الملاحم، باب مايذكر فى قرن المئة، ج: ١٢، ص: ٣٣٧، رقم: ٤٢٩١، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

سخت مصیبت پیش آئی ہر چند تاویلات کی گئیں تاہم درست نہیں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مردوں کا سننا

﴿سوال﴾:

سماعت موتی ثابت ہے یا نہیں درصورت جواز یا عدم جواز قول راجح کیا ہے اور تلقین بعد دفن ثابت ہے یا نہیں؟ فقط۔

﴿جواب﴾:

یہ مسئلہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہا ہے (۵۳) اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ تلقین کرنا بعد دفن کے اس پر ہی مبنی ہے جس پر عمل کرے درست ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مردوں کا سننا

﴿سوال﴾:

میت قبر میں سنتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اموات کے سننے میں علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک سنتی ہیں بعض کے نزدیک

(۵۳):قال الفقیه المفسر العلامة محمد شفیع العثمانی رحمه الله تعالیٰ: واعلم أن مسألة سماع الموتی وعدمه من المسائل التی وقع الخلاف فیه بین الصحابة رضوان الله علیهم أجمعین. فهذا عبدالله ابن عمر رضی الله عنهما یثبت السماع للموتی، وهذه أم المؤمنین عائشة الصدیقة رضی الله عنها تنفیه. والی کل مالت طائفة من علماء الصحابة والتابعین. (احکام القرآن للتهانوی، ج:۳،ص: ١٦٣ ،ط، ادارة القرآن العلوم الاسلامیة کراتشی)

نہیں سنتیں (۵۴)۔

صحابہ رسول کی بے ادبی

﴿سوال﴾:

ایک صوفی صاحب اپنی تقریر میں حضرت عکرمہ بن ابو جہل اور حضرت ابوسفیان کو جو حضور کے وقت میں موجود تھے مردود وملعون اور دوزخی بتلاتے ہیں اور سمجھانے پر اصرار کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ تمام عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ وجدال کرتے رہے اور ہمیشہ سخت دشمن رہے حتیٰ کے اسی حال میں مر گئے ایمان اور اسلام نصیب نہیں ہوا۔

﴿جواب﴾:

ابوسفیانؓ اور عکرمہؓ دونوں مسلمان ہو گئے تھے (۵۵) اور عکرمہؓ نے اسلام کے بعد

---

(۵۴):تقدم تخریجه فی الحاشیة السابقة.

(۵۵):صخر بن حرب بن امیة بن عبدشمس بن عبدمناف الاموی ابو سفیان والد معاویة واخوته کان رئیس المشرکین یوم احد ورئیس الاحزاب یوم الخندق اسلم زمن الفتح ولقی النبیﷺ بالطریق دخول مکة وشهد حنینا والطائف. (تهذیب التهذیب، ج: ۴، ص: ۴۱۱، ط، مجلس دائرة المعارف النظامیة الکائنة الهند)

(وکذا فی اسد الغابة فی معرفة الصحابة، ج: ۳، ص: ۹، ط، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان)

(وکذا فی تهذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج: ۱۳، ص: ۱۱۹، ۱۲۰، ط، مؤسسة الرسالة بیروت لبنان)

عکرمة بن ابی جهل واسمه عمرو بن هشام بن المغیرة بن عبداللّٰه ابن عمر بن مخزوم القرشی کان هو وابوه من اشد الناس علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله

بہت سے غزوات اور جہاد کئے اور شہید ہوئے ہیں (٥٦) اسد الغابہ میں مفصل مذکور ہے جو

وسلم ثم اسلم عكرمة يوم الفتح وحسن اسلامه. روى حديثه ابو اسحاق السبيعى عن مصعب بن سعد عنه قال قال النبى ﷺ يوم جئته مرحبا بالراكب المهاجر. (تهذيب التهذيب، ج: ٧، ص: ٢٥٧، ٢٥٨، ط، مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة الهند)

عكرمة بن أبى جهل واسمه عمرو بن هشام بن المغيرة بن عبدالله بن عمر بن مخزوم القرشى المخزومى، وكان أبو جهل يكنٰى أبا الحكم، فكناه رسول الله ﷺ أبا جهل. وكان أبو جهل وابنه عكرمة بن ابى جهل من اشد الناس على رسول الله ﷺ، فقتل الله أبا جهل يوم بدر كافراً، ثم هدىٰ الله عكرمة الى الاسلام، فأسلم بعد الفتح، وحسن اسلامه. (تهذيب الكمال فى اسماء الرجال، ج: ٢٠، ص: ٢٤٧، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

(٥٦):قال ابو اسحاق السبيعى: نزل عكرمة يوم اليرموك، فقاتل قالاً شديداً، ثم استشهد، فوجدوا به بضعاً وسبعين من طعنة ورمية وضربة. وقال عروة وابن سعد و طائفة: قتل يوم أجنادين. (سير اعلام النبلاء، ج: ١، ص: ٣٢٤، ط، مؤسسة الرسالة بيروت لبنان)

وفى اسد الغابة: وله فى قتال اهل الردة اثر عظيم. استعمله ابو بكر رضى الله عنه على جيش، و سيرة الى اهل عمان، وكانوا ارتدوا، فظهر عليهم. ثم وجهه ابو بكر ايضا الى اليمن، فلما فرغ من قتال اهل الردة سار الى الشام مجاهداً ايام ابى بكر مع جيوش المسلمين، فلما عسكروا بالجزف على ميلين من المدينة، خرج ابو بكر يطوف فى معسكرهم، فبصر بخباء عظيم حوله ثمانية افراس ورماح وعدة ظاهرة فانتهى اليه فاذا بخباء عكرمة، فسلم عليه ابو بكر، وجزاه خيراً، وعرض عليه المعونة، فقال: لاحناجة لى فيها، معى الفا دينار. فدعا له بخير، فسار الى الشام واستشهد باجنادين. وقيل: يوم اليرموك، وقيل يوم الصفر. (اسد الغابة فى معرفة الصحابة، ج: ٤، ص: ٦٩، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

حضرات صحابہؓ کی بے ادبی کرے وہ فاسق ہے (۵۷)۔فقط۔

ازواج مطہرات اور عام عورتوں میں فرق

﴿سوال﴾:

ازواج مطہرات پر حجاب فرض تھا یا واجب اور ان دونوں میں شرعا کیا فرق ہوتا ہے اور عام مؤمنات کو اور ازواج مطہرات کو پردہ کا حکم برابر ہے یا فرق ہے اگر ہے تو کس وجہ سے ہے؟

(۵۷):في الشامية: اقول: نعم نقل في البزازية عن الخلاصة أن الرافضي اذا كان يسبّ الشيخين ويلعنهما فهو كافر، وان كان يفضل عليا عليهما فهو مبتدع اهـ. وهذا لايستلزم عدم قبول التوبة على ان الحكم عليه بالكفر مشكل لما في الاختيار: اتفق الأئمة على تضليل البدع أجمع وتخطئتهم، وسب أحد من الصحابة وبغضه لايكون كفراً، لكن يضلل. الخ. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الجهاد، باب المرتد، ج: ٦، ص:٣٧٧، ط، دار عالم الكتب، رياض)

وفي شرح العقائد: ويكف عن ذكر الصحابة الا بخير، لما ورد من الأحناديث الصحيحة في مناقبهم، ووجوب الكف عن الطعن فيهم، كقوله عليه السلام: لاتسبوا أصحابي، فلو أن أحدكم ان أنفق مثل أحد ذهبا، ما بلغ مد أحدهم، ولانصيفه، وكقوله عليه السلام: اكرموا أصحابي فانهم خياركم، الحديث، وكقوله عليه السلام: الله الله في أصحابي، لاتتخذوهم غرضاً من بعدي، فمن أحبهم فبحبي أحبهم، ومن أبغضهم فبغضي أبغضهم، ومن آذاهم فقد آذاني، ومن آذاني فقد آذى الله تعالى، ومن آذى الله تعالى فيوشك أن ياخذه....فسبهم والطعن فيهم ان كان مما يخالف الأدلة القطعية فكفر، كقذف عائشةؓ، والا فبدعة وفسق. (شرح العقائد النسفية، العقائد المتعلقة بالصحابة ومن بعدهم، ص: ٣٧١، ٣٧٢، ٣٧٣، ط، مكتبة البشرىٰ كراتشي)

﴿جواب﴾:

سب کوحکم برابر ہے(۵۸) فرض کا منکر کافر ہوتا ہے اور واجب کا منکر کافر نہیں ہوتا اور فرض قطعی نص سے ثابت ہوتا ہے اور واجب ظنی سے (۵۹) فقط۔

کرم اللہ وجہہ کہنے کی وجہ

﴿سوال﴾:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام پر اکثر اہل سنت کرم اللہ وجہہ کا استعمال کرتے ہیں اور دیگر صحابہ کے لئے نہیں تخصیص کی کیا وجہ ہے؟

﴿جواب﴾:

چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خوارج بلفظ سوّد اللہ وجہہ اپنی خباثت سے یاد کرتے

(۵۸): وفی تفسیر المأمون: والخلاصة: أمر اللّٰه تعالٰی نبیهﷺ أن یأمر زوجاته وبناته ـ لشرفهن فی الأمة ـ ثم یلیهن النساء المؤمنات فی الأمر، أن یدنین علیهن من جلابیبهن لیتمیزن بحجاب الفطرة والعفاف عن لباس أهل الجاهلیة والاماء. (التفسیر المأمون علی منهج التنزیل والصحیح المسنون، ج: ٦، ص: ٢١٤)

(۵۹):ورد النصوص، بأن ینكر الأحكام التی دلت علیها النصوص القطعیة من الكتاب والسنة، كحشر الأجساد مثلا، كفر، لكونه تكذیبا صریحا للّٰه تعالٰی، ورسوله علیه السلام فمن قذف عائشة رضی اللّٰه عنها بالزنا كفر.....اذا اعتقد الحرام حلالا، فان كانت حرمته لعینه، وقد ثبت بدلیل قطعی یكفر، والا فلا، بأن یكون حرمته لغیره، أو ثبت بدلیل ظنی. (شرح العقائد النسفیة، جحود الأحكام القطعیة والاستهزاء بها، ص: ٣٨٢، ٣٨٣، ط، مكتبة البشریٰ كراتشی)

ہیں اس واسطے اہل سنت نے کرم اللہ وجہہ مقرر کیا (٥٩)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

روحانی زندگی

سوال:

اولیاء اللہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں یا مردہ اور اگر زندہ ہیں تو ہماری آواز سنتے ہیں یا نہیں؟

جواب:

روح کو حیات ہوتی ہے قبر میں (٦٠) سب کی روح زندہ ہے ولی ہو یا عامی اور سماع

---

(٥٩):فی امداد الفتاوی:

بعض علماء سے سنا ہے کہ خوارج نے آپ کے نام مبارک کے بعد سود اللہ وجہہ بڑھایا تھا اس کے جواب کے لئے کرم اللہ وجہہ عادت ٹھہرائی گئی۔ (امداد الفتاوی، ج: ١٠،ص: ٥٥، ط: زکریا بک ڈپو الہند)

وفی آپ کے مسائل:

خارجی لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام مبارک کے ساتھ بددعا کے گندے الفاظ استعمال کرتے تھے، اس لئے اہلِ سنت ان کے مقابلے کے لئے یہ دعائیہ الفاظ کہنے شروع کئے: ''اللہ تعالیٰ آپ کا چہرہ روشن کرے''۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج: ١،ص: ٣٣٧، ط: مکتبہ لدھیانوی کراچی)

(٦٠):فی کتاب الروح: فقد کفانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أمر هذه المسألة، و اغنانا عن أقوال الناس، حيث صرح باعادة الروح اليه، فقال البراء بن عازب: كنا في جازة في بقيع الغرقد، فأتانا النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فقعد، وقعدنا حوله، كأن على رؤوسنا الطير، وهو يلحد له، فقال: أعوذ بالله من عذاب القبر ثلاث مرات. ثم قال: ان العبد المؤمن اذا كان في اقبال من الآخرة وانقطاع من الدنيا نزلت اليه الملائكة كأن

میں اختلاف ہے بعض مقر ہیں بعض منکر (۶۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

وجوهم الشمس، فجلسوا منه مد البصر. ثم يجيء ملك الموت حتى يجلس عند رأسه، فيقول: أيتها النفس الطيبة اخرجي الى مغفرة من الله ورضوان......قال: فتعاد روحه في جسده، فيأتيه ملكان، فيجلسانه، فيقولان له: من ربك؟ فيقول: ربي الله. فيقولان له: مادينك؟ فيقول: ديني الاسلام. فيقولان له: ماهذا الرجل الذي بعث فيكم؟ فيقول: هو رسول الله....قال وان العبد الكافر....فتعاد روحه في جسده. الخ. [رواه الامام أحمد، وأبو داؤد والنسائي وابن ماجة أوله. ورواه أبو عوانة الاسفراييني في صحيحه]

وذهب الى القول بموجب هذا الحديث جميع اهل السنة والحديث من سائر الطوائف. (كاب الروح، فصل: المسألة السادسة، وهي ان الروح هل تعاد الى الميت في قبره الخ. ص: ۱۱۵،۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ط، دار عالم الفوائد، مكة المكرمة)

وفي شرح فقه الاكبر :واعادة البروح، أي ردها أو تعلقها الى العبد، أي جسده بجميع أجزائه أو ببعضها مجتمعة أو متفرقة في قبره حق...الى قوله...واعلم ان أهل الحق اتفقوا على ان الله تعالىٰ يخلق في الميت نوع حياة في القبر قدر مايتألم أو يتلذذ. (شرح فقه الاكبر للملا على القاري، بحث في أن عذاب القبر حق وبيان ان الروح تعاد للميت، ص: ۹۰، ط، دار الكتب العربية الكبرى، مصر)

(۶۱):قال الفقيه المفسر العلامة محمد شفيع العثماني رحمه الله تعالىٰ: واعلم أن مسألة سماع الموتى وعندمه من المسائل التي وقع الخلاف فيه بين الصحابة رضوان الله عليهم أجمعين. فهذا عبدالله ابن عمر رضي الله عنهما يثبت السماع للموتى، وهذه أم المؤمنين عائشة الصديقة رضي الله عنها تنفيه. والى كل مالت طائفة من علماء الصحابة والتابعين. (احكام القرآن للتهانوى، ج:۳،ص: ۱۶۳،ط، ادارة القرآن العلوم الاسلامية كراتشي)

وہابیوں کے عقائد

﴿سـوال﴾:

وہابی مذہب یہ کون فرقہ ہے مردود ہے یا مقبول اور عقائد ان کے مذہب والوں کے مطابق اہل سنت والجماعت ہیں یا مخالف کسی امام کی تقلید کرتے ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

اس وقت اور ان اطراف میں وہابی متبع سنت اور دیندار کو کہتے ہیں باقی بندہ آپکو دعا گو ہے سب امور کے لئے دست بدعا ہے۔ فقط والسلام۔

❖❖❖

فرعون کا جھوٹ

﴿سـوال﴾:

بعض شخص کہتے ہیں کہ فرعون جھوٹ نہ بولتا تھا۔ اس کی کیا اصل ہے؟

﴿جواب﴾:

فرعون کا سب مذہب جھوٹا اور باطل انا ربکم الاعلیٰ (٦٢) خود کذب صریح ہے یہ عوام کی ہفوات ہے کہ جھوٹ نہیں بولتا تھا شرک و دعویٰ ربوبیت سے زیادہ کونسا جھوٹ ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

❖❖❖

خلوص دل سے توبہ کرنا

﴿سـوال﴾:

ہزار بار گناہ صغیرہ کبیرہ کئے اور ہزاروں بار توبہ کی ہے اور پھر قصد تھا کہ اب گناہ نہ

(٦٢): (سورۃ النٰزعٰت: ٢٤)

کروں گا مگر پھر شیطان نے کرادیا۔اب پھر دل سے توبہ کرتا ہے تو قبول ہوگی یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

توبہ جب خالص دل سے کرے گا قبول ہوگی خواہ کتنی ہی بار ٹوٹی ہو(۶۳)۔

❁❁❁

بیوہ عورت کا نکاح نہ کر کے عبادت کرنا

﴿سوال﴾:

مسئلہ عورت جو بیوہ ہو دوسرا نکاح نہ کرے اور عبادت اور پرہیز گاری میں رہے عنداللہ اس کو اجر ہے یا نہیں؟

---

(۶۳):عن عبدالرحمن ابن أبی عمرة قال: سمعت أبا هريرة قال: سمعت النبیﷺ قال: ان عبداً أصاب ذنباً، وربما قال: أذنب ذنباً. فقال: رب اذنبت ذنباً، وربما قال: اصبت فاغفرلی ـ فقال ربه: أ علم عبدی ان له ربا يغفر الذنب ويأخذ به؟ غفرت لعبدی، ثم مكث ماشاء الله، ثم أصاب ذنباً. أو أذنب ذنباً. فقال: رب أذنبت ـ أو أصبت آخر ـ فاغفره. فقال: أ علم عبدی أن له ربا يغفر الذنب ويأخذ به؟ غفرت لعبدی، ثم مكث ماشاء الله ثم أذنب ذنباً ـ وربما قال: أصاب ذنبا ـ قال: قال رب أصبت ـ أو أذنبت آخر ـ فاغفره لی. فقال: أ علم عبدی أن له ربا يغفر الذنب، ويأخذ به؟ غفرت لعبدی ـ ثلاثا ـ فليعمل ماشاء. وفی عمدة القاری تحت هذا الحديث: "فليعمل ماشاء" معناه: مادمت تذنب فتتوب غفرت لک. وقال النووی فی الحديث: ان الذنوب ولو تكررت مائة مرة بل ألفاً وأكثر وتاب فی كل مرة قبلت توبته، أو تاب عن الجميع توبة واحدة صحت توبته. (عمدة القاری شرح صحيح البخاری، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالٰی: يريدون ان يبدلوا كلٰم اللّٰه."الفتح:۱۵"، ج: ۲۵، ص: ۲۴۵، رقم: ۷۵۰۷، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

﴿جواب﴾:

عورت بیوہ اگر نکاح نہ کرے اور عبادت میں مصروف رہے تو عبادت اور ثواب اس کو ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اہل قبور سے دعا کرنا

﴿سوال﴾:

دعا کرنا اہل قبور سے ممنوع ہے جیسا کہ ایضاح الحق میں مولانا شہید مرحوم شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ سے نقل فرماتے ہیں ونیز بحکم رئیس العلماء حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ کہ استمداد بمعنی طلب دعاء از اموات از جنس بدعات شمردہ باوجود آنچہ صاحب استیعاب روایت کردہ کہ درزمان حضرت عمرؓ اعرابی طلب دعا استسقاء از مزار مبارک جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نمود پس باوجود تحقیق این امر مذکور در آن قرن بنابرآن کہ مروج درآن قرن نگردیدہ از بدعات شمردہ اند الخ اور مولانا محمد اسحٰق صاحب مرحوم بھی اربعین میں فرماتے ہیں وحق آنست کہ انکار فقہاء عام است از آنکہ استمداد از قبور انبیاء کنند یا از قبور غیر ایشان ہمہ جائز نیست۔ یا جائز ہے اگر جائز ہے تو جواز مع دلائل مفصل کے ارقام فرماویں۔

﴿جواب﴾:

قبور سے اس طور دعا کرنا کہ اے صاحب قبر اس طرح میرا کام کردے تو یہ تو حرام اور شرک بالاتفاق ہے(٦٤) اور یہ بات کہ تم میرے واسطے دعا کرو تو اس باب میں اختلاف

---

(٦٤):قال العلامة ابو الفضل محمود الالوسی البغدادی رحمه الله تعالیٰ: ان الناس قد أكثروا من دعاء غير الله تعالیٰ من الأولياء الأحياء منهم والأموات وغيرهم، مثل: ياسيدی فلان أغثني، وليس ذلک من التوسل المباح فی شیء،

ہے منکرین سماع اس کولغو نا جائز کہتے ہیں اور مجوزین سماع جائز جانتے ہیں (۶۵) اور یہی بندہ نے پہلے سائلین کے جواب میں لکھا ہے۔ بندہ مختلف فیہا مسائل میں فیصلہ نہیں کرتا لیکن احوط کو اختیار کرتا ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

شرافت نسبی

﴿سوال﴾:

شرافت نسبی کو زیادتی ثواب عمل میں کچھ دخل ہے یا نہیں مثلاً سید اور جاہل دونوں تقویٰ اور طہارت میں مساوی ہوں تو سید کی بوجہ سیادت کے عنداللہ کچھ زیادہ قربت مل سکتی ہے یا نہیں اور یہ آیت ومن یقنت منکن لله ورسوله الخ. (۶۶) سے اس کا ثبوت ہوتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾:

عمل میں سب برابر ہیں نسب کو دخل نہیں زیادات ثواب اخلاص سے ہے۔ فقط۔

والـلائق بحال المؤمن عدم التفوه بذلک، وأن لایحوم حول حماه، وقد عده أناس مـن الـعـلـمـاء شـركـاً، وان لایکنـه، فهـو قـريـب مـنـه.(روح المعانی،[المائدة: ۳۵]، ج: ۶، ص: ۱۲۸، ط، دار أحياء التراث العربی بيروت لبنان)

(۶۵):مـی گـويد ای فلان از خداوند بخواه که فلان کار مرا و مقصد مرا بر آورد کـن، ايـن صـورت بـر مسـأله ی سماع است، پس کسانی که سماع موتی را قـائـل انـد ايـن را روا مـی دارند، ونافيان سماع اين را ناروا می دانند. (فتاوای منبع الـعـلـوم، کتـاب الـعـقـائد، باب مايتعلق بالانبياء والصلحاء، ج: ۱، ص: ۱۵۵، ط، کتب خانه ملی ايران)

(۶۶):(سورة الاحزاب: ۲۱)

حضور علیہ صلی اللہ وسلم کا جسم مبارک مٹی میں ملنے کا مطلب

سوال:

تقویۃ الایمان کے صفحہ ۶۱ مطبوعۃ فاروقی میں حدیث نقل فرماتے ہیں ابو داؤد نے ذکر کیا کہ قیس بن سعد نے نقل کیا کہ گیا میں ایک شہر میں جس کا نام حیرہ ہے سو دیکھا میں نے وہاں کے لوگوں کو سجدہ کرتے تھے اپنے راجہ کو سو کہا میں نے البتہ پیغمبر خدا زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ کیا جائے ان کو پھیر آیا میں پیغمبر خدا کے پاس پھر کہا میں نے کہ گیا تھا میں حیرہ میں تو دیکھا میں نے ان لوگوں کو سجدہ کرتے ہیں وہ اپنے راجہ کو سو تم بہت زیادہ لائق ہو کہ سجدہ کریں ہم تم کو سو فرمایا مجھ کو بھلا خیال تو کر جو تو گزرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے گا تو اس کو کہا میں نے نہیں فرمایا تو مت کر۔ف یعنی میں بھی مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔تو کیا سجدہ کے لائق ہوں الخ تو یہاں پر یہ شبہ واقع ہوتا ہے کہ مٹی میں ملنے سے کیا مراد ہے اور مخالفین یہاں پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا صاحب کے نزدیک انبیاء کا جسد زمین میں مل جانا ثابت ہوتا ہے اس کا کیا جواب ہے مفصل ارقام فرمایئے؟

جواب:

مٹی میں ملنے کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ مٹی ہو کر مٹی زمین کے ساتھ خلط ہو جاوے جیسا سب اشیاء زمین میں پڑ کر خاک زمین ہی بن جاتی ہیں۔دوسرے مٹی سے ملاقی و متصل ہو جانا یعنی مٹی سے مل جانا تو یہاں مراد دوسرے معنی ہیں اور جسد انبیاء علیہم السلام کا خاک نہ ہونے کے مولانا مرحوم بھی قائل ہیں۔چونکہ مردہ کو چاروں طرف سے مٹی احاطہ کر لیتی ہے اور نیچے مردہ کی مٹی سے جسد۔مع کفن ملاحق ہوتا ہے یہ مٹی میں ملنا۔اور مٹی سے ملنا کہلاتا ہے کچھ اعتراض نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

جنات کا تکلیف دینا

سوال:

جنات کا سر پر آنا اور ستانا کہیں شیخ سدو و اللہ بخش وغیرہ مشہور ہیں اور تکالیف پہنچاتے ہیں اور خبیث بھوت وغیرہ بھی ان کو کہتے ہیں ان امور کی شرعاً کچھ اصل معتمد بھی ہے یا واہی ہی باتیں ہیں مفصل ارقام فرمادیں؟

جواب:

شیخ سدو اور اللہ بخش دونوں جن ہیں لوگوں کو ستاتے ہیں خبیث بھوت۔ پری دیو۔ جن۔ آسیب ایک چیز کا نام ہے سر چڑھنا اور تکلیف دینا جنات کا حق ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ملفوظ

(۱) امکان کذب بایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اس کے خلاف پر وہ قادر ہے مگر باختیار خود اس کو نہ کرے گا یہ عقیدہ بندہ کا ہے اور اس عقیدہ پر قرآن شریف اور احادیث صحاح شاہد ہیں اور علمائے امت کا بھی یہی عقیدہ ہے مثلاً فرعون پر ادخال نار کی وعید ہے مگر ادخال جنت فرعون پر بھی قادر ہے اگر چہ ہرگز جنت اس کو نہ دیوے گا۔ اور یہی مسئلہ مبحوث اس وقت میں ہے بندہ کے جملہ احباب یہی کہتے ہیں اس کو اعدا نے دوسری طرح پر بیان کیا ہوگا۔ اس وقت اور عدم ایقاع کو امکان ذاتی و ممتنع بالغیر سے تعبیر کرتے ہیں۔ فقط والسلام۔

مصادر ومراجع

١) **كتاب الله.**

٢) **تفسير الطبرى.** للعلامة أبى جعفر محمد بن جرير الطبریؒ۔

٣) **تفسير ابن كثير.** للحافظ أبى الفداء اسماعيل بن عمر بن كثير القرشى الدمشقیؒ۔

٤) **تفسير الكبير.** للعلامة محمد الرازى فخر الدینؒ۔

٥) **الجامع لأحكام القرآن.** للعلامة أبى عبدالله محمد بن أحمد بن أبى بكر القرطبیؒ۔

٦) **احكام القرآن للجصاص.** للعلامة أبى بكر احمد بن على الرازى الجصاص الحنفیؒ۔

٧) **احكام القرآن للتهانویؒ.** للعلامة ظفر احمد التهانویؒ۔

٨) **الدر المنثورفى التفسير بالمأثور.** للعلامة جلال الدين السيوطیؒ۔

٩) **أنوار التنزيل وأسرار التأويل المعروف بتفسيرالبيضاوى.** للعلامة ناصر الدين أبى الخير عبدالله بن عمر بن محمد الشيرازى الشافعى البيضاویؒ۔

١٠) **تفسير مظهرى.** للعلامة قاضى ثناء الله پانى پتیؒ۔

١١) **تفسير السمرقندى.** للعلامة أبى الليث نصر بن محمد بن احمد بن ابراهيم السرقندیؒ۔

١٢) **الكشف والبيان المعروف بتفسير الثعلبى.** للعلامة أبى اسحاق أحمد المعروف بالامام الثعلبیؒ۔

١٣) **اللباب فى علوم الكتاب.** للعلامة أبى حفص عمر بن على ابن عادل الدمشقى الحنبلیؒ۔

١٤) **التفسير المأمون على منهج التنزيل والصحيح المسنون.** للعلامة مأمون

حموس۔

۱۵) **تفسیر ابی السعود**.لقاضی القضاۃ أبی السعود محمد بن محمد العمادیؒ۔

۱۶) **الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل.** للعلامۃ جار اللّٰہ أبی القاسم محمود بن عمر الزمخشری۔

۱۷) **العذب النمیر من مجالس الشنقیطي فی التفسیر**. للعلامۃ محمد الأمین بن محمد المختار الجکنی الشنقیطیؒ۔

۱۸) **التفسیر المبین**. لدکتور عبدالرحمٰن بن حسن النفیسۃ۔

۱۹) **تفسیر مدارک**. للعلامۃ ابی البرکات عبداللّٰہ بن احمد بن محمود النسفیؒ

۲۰) **روح المعانی**. للعلامۃ أبی الفضل شھاب الدین السید محمود الالوسی البغدادیؒ۔

۲۱) **معارف القرآن**. للمفتی محمد شفیعؒ۔

۲۲) **معالم العرفان فی دروس القرآن**. للمولانا عبدالحمید السواتیؒ۔

۲۳) **صحیح البخاری**. للامام أبی عبداللّٰہ محمد بن اسماعیل البخاری الجعفیؒ۔

۲۴) **صحیح مسلم**. للامام أبی الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسابوریؒ۔

۲۵) **سنن نسائی**. للامام أبی عبدالرحمٰن أحمد بن شعیب بن علی بن سنان النسائیؒ۔

۲۶) **سنن أبی داؤد**. للامام أبی داؤد سلیمان بن الأشعث بن اسحاق الازدی السجستانیؒ۔

۲۷) **جامع الترمذی**.للامام أبی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ۔

۲۸) **سنن ابن ماجۃ**. للامام أبی عبداللّٰہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینیؒ۔

۲۹) **مسند احمد**.للامام احمد بن حنبلؒ

۳۰) **المعجم الکبیر للطبرانی**. للحافظ أبی القاسم سلیمان بن احمد الطبرانیؒ۔

۳۱) **سنن الدارمی**.للعلامة أبی محمد عبداللّٰه بن عبدالرحمٰن التمیمی الدارمیؒ۔
۳۲) **کنز العمال**.للعلامة علاء الدین علی ا لمتقی بن حسام الدین الهندیؒ۔
۳۳) **مجمع الزوائد ومنبع الفوائد**.للحافظ نور الدین علی بن أبی بکر الهیثمیؒ۔
۳٤) **المستدرک علی الصحیحین**. للحافظ أبی عبداللّٰه محمد بن عبداللّٰه الحاکم النیسابوریؒ۔
۳۵) **الجامع لشعب الایمان**.للحافظ أبی بکر أحمد بن الحسین البیهقیؒ۔
۳٦) **المسند الجامع**. للجنة من العلماء العرب۔
۳۷) **مسند أبی یعلی**. للحافظ أبی یعلی احمد بن علی بن المثنی التمیمیؒ۔
۳۸) **المصنف لعبدالرزاق**. للحافظ الکبیر أبی بکر عبدالرزاق بن همام الصنعانیؒ۔
۳۹) **مشکوة المصابیح**.للعلامة محمد بن عبداللّٰه الخطیب التبریزیؒ۔
٤۰) **عمدة القاری**.للعلامة بدرالدین أبی محمد محمود بن أحمد العینی الحنفیؒ۔
٤۱) **فتح الباری**.للحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ۔
٤۲) **التوضیح لشرح الجامع الصحیح**. للعلامة سراج الدین أبی حفص عمر بن علی بن احمد الأنصاری الشافعیؒ۔
٤۳) **فیض الباری علی صحیح البخاری**. للامام العصر العلامة محمد انور الکشمیریؒ۔
٤٤) **موسوعة فتح الملهم**.لشیخ الاسلام العلامة شبیر احمد العثمانیؒ۔
٤۵) **تکلمة فتح الملهم**. لشیخ الاسلام العلامة محمد تقی العثمانی۔
٤٦) **المفهم لما أشکل من کتاب تلخیص مسلم**. للحافظ أبی العباس أحمد بن عمر بن ابراهیم القرطبیؒ۔
٤۷) **الکوکب الوهاج والروض البهاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج**. للعلامة محمد الامین بن عبداللّٰه الارمی العلوی الشافعی۔
٤۸) **فضل المنعم فی شرح صحیح مسلم**.للعلامة أبی عبداللّٰه محمد بن عطاء بن

محمد الهروى الحنفى ثم الشافعىؒ۔

٤٩) **البحر المحيط الثجاج فى شرح صحيح الامام مسلم بن الحجاج.** للعلامة محمد ابن الشيخ على بن آدم الولوى۔

٥٠) **الديباج على صحيح مسلم بن الحجاج.** للحافظ عبدالرحمن بن أبى بكر السيوطىؒ

٥١) **ذخيرة العقبىٰ فى شرح المجتبىٰ.** للعلامة محمد ابن الشيخ على بن آدم الولوى۔

٥٢) **بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد.** للعلامة خليل احمد السهانفورىؒ۔

٥٣) **شرح سنن أبى داؤد للعينى.** للعلامة بدرالدين أبى محمد محمود بن أحمد العينى الحنفىؒ۔

٥٤) **الدر المنضود على سنن أبى داؤد.** للمولانا محمد عاقلؒ۔

٥٥) **الكوكب الدرى على جامع الترمذى.** للعلامة رشيد أحمد الكنكوهىؒ۔

٥٦) **العرف الشذى شرح سنن الترمذى.** للامام العصر العلامة محمد انور الكشميرىؒ۔

٥٧) **عارضة الاحوذى بشرح الترمذى.** للحافظ ابن العربى المالكىؒ۔

٥٨) **معارف السنن شرح جامع الترمذى.** للعلامة السيد محمد يوسف البنورىؒ۔

٥٩) **تحفة الأحوذى بشرح الترمذى.** للعلامة أبى العلى محمد عبدالرحمٰن بن عبدالحيم المباركفورىؒ۔

٦٠) **تحفة الالمعى شرح سنن الترمذى.** لشيخ الحديث العلامة سعيد احمد پالنپورىؒ۔

٦١) **اهداء الديباجة بشرح سنن ابن ماجة.** للعلامة أبو صهيب صفاء الضوى العدوى۔

٦٢) **اوجز المسالک الىٰ مؤطا امام مالک.** لشيخ الحديث مولانا محمد زكريا

الکاندھلویؒ

۶۳) **شرح زرقانی علی المؤطا**. للعلامة محمد الزرقانیؒ۔

۶۴) **فتح المنان شرح المسند الجامع**.للعلامة أبی عاصم نبیل بن ھاشم الغمریؒ۔

۶۵) **مرقاة المفاتیح**. للعلامة الشیخ علی بن سلطان محمد القاریؒ۔

۶۶) **التعلیق الصبیح علی مشکاة المصابیح**. للعلامة محمد ادریس الکاندھلویؒ۔

۶۷) **مظاھر حق**. للعلامة نواب محمد قطب الدین الدھلوی نور اللّٰہ تعالی مرقدہٗ۔

۶۸) **توضیحات**. للمولانا فضل محمد دامت برکاتھم۔

۶۹) **الترغیب و الترھیب من الحدیث الشریف**. للعلامة عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذریؒ۔

۷۰) **اعلاء السنن**. للعلامة ظفر احمد العثمانی التھانویؒ۔

۷۱) **امانی الاحبار فی شرح معانی الآثار**. للعلامة محمد یوسف الکاندھلویؒ۔

۷۲) **المدخل لابن الحاج**. للعلامة أبی عبداللّٰہ محمد بن محمد بن محمد العبدری المالکیؒ

۷۳) **احیاء علوم الدین**.للعلامة أبی حامد محمد بن محمد الغزالیؒ۔

۷۴) **الدین الخالص**.للعلامة محمود محمد خطاب السبکیؒ۔

۷۵) **حاشیة مشکوة المصابیح**. للعلامة احمد علی السھانفوریؒ۔

۷۶) **التنویر شرح الجامع الصغیر**. للعلامة محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانیؒ۔

۷۷) **فیض القدیر شرح الجامع الصغیر**.للعلامة محمد عبدالرؤف المناویؒ۔

۷۸) **جامع العلوم و الحکم فی شرح خمسین حدیثاً من جوامع الکلم**. للعلامة زین الدین أبی الفرج عبدالرحمٰن بن شھاب الدین الشھیر بابن رجبؒ۔

۷۹) **عمل الیوم و اللیلة**. للحافظ أبی بکر احمد بن محمد الشافعی رحمه اللّٰہ تعالی۔

۸۰) **السنن الكبير**. للحافظ أبی بكر أحمد بن الحسين البيهقیؒ۔

۸۱) **الفوائد المجموعة فی الاحاديث الموضوعة**. للعلامة محمد بن علی الشوكانیؒ۔

۸۲) **الآثار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة**.للعلامة محمد عبدالحی اللكنویؒ۔

۸۳) **الغنية لطالبی طريق الحق عزوجل**. لشيخ عبدالقادر بن أبی صالح الجيلانیؒ۔

۸۴) **ماثبت بالسنة فی الايام السنة**. لشيخ عبدالحق الدهلویؒ۔

۸۵) **طبقات ابن سعد**. للعلامة أبی عبدالله محمد بن سعد البصریؒ۔

۸۶) **البداية و النهاية**. للحافظ أبی الفداء اسماعيل بن عمر بن كثير القرشی الدمشقیؒ

۸۷) **الاستيعاب فی معرفة الاصحاب**. للحافظ أبی عمر يوسف بن عبدالله ابن محمد بن عبدالبر النمری الأندلسیؒ۔

۸۸) **سير أعلام النبلاء**.للعلامة شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبیؒ۔

۸۹) **تذكرة الحفاظ للذهبی**.للعلامة شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبیؒ۔

۹۰) **اسد الغابة فی معرفة الصحابة**. للعلامة عز الدين ابن الأثير أبی الحسن علی بن محمد الجزریؒ۔

۹۱) **تهذيب التهذيب**.للحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ۔

۹۲) **تهذيب الكمال فی أسماء الرجال**.للحافظ المتقن جمال الدين أبی الحجاج يوسف المزیؒ۔

۹۳) **اكمال تهذيب الكمال فی اسماء الرجال**. للعلامة علاء الدين مغلطای ابن قليج بن عبدالله الحنفیؒ۔

۹۴) **اللآلئ المنثورة**. للعلامة محمد يونس الجنفوریؒ۔

۹۵) **موضوع احادیث سے بچئے**. للمولانا سعيد احمد القاسمی دامت

برکاتھم۔

۹۶) **غیر معتبر روایات کا فنی جائزہ**. للمفتی طارق امیر خان دامت برکاتھم۔

۹۷) **موضوع اور منکر روایات**. الدکتور سید سعید احسن العابدی۔

۹۸) **تنبیھات**. للمفتی عبدالباقی اخوانزادہ دامت برکاتھم۔

۹۹) **شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام**. للعلامۃ تقی الدین علی بن عبدالکافی بن علی السبکی الشافعی رحمہ اللّٰہ تعالی۔

۱۰۰) **ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری**. للعلامۃ الشیخ علی بن سلطان محمد القاریؒ۔

۱۰۱) **الأصل**. للامام محمد بن الحسن الشیبانیؒ۔

۱۰۲) **قدوری**.للعلامۃ أبی الحسین أحمد بن محمد أحمد البغدادیؒ۔

۱۰۳) **الفتاوی الخانیۃ**. للامام فخر الدین حسن بن منصور الاوزجندی الفرغانیؒ۔

۱۰۴) **الفتاوی التاتارخانیۃ**.للعلامۃ فرید الدین عالم بن العلاء الدھلوی الھندیؒ۔

۱۰۵) **الفتاوی الحدیثیۃ**. للعلامۃ أحمد بن شھاب الدین بن حجر الھیثمی المکیؒ۔

۱۰۶) **الفتاوی البزازیۃ**. للعلامۃ حافظ الدین محمد بن محمدبن شھاب المعروف بابن البزاز الکردری الحنفیؒ۔

۱۰۷) **الفتاوی العالمکیریہ**. للجنۃ من علماء الھند۔

۱۰۸) **الاختیارلتعلیل المختار**. للعلامۃ عبداللّٰہ بن محمود بن مودود الموصلی الحنفیؒ۔

۱۰۹) **ردالمحتار**.للعلامۃ محمد امین بن عمر عابدین الشھیر بابن عابدینؒ۔

۱۱۰) **الدر المختار**. للعلامۃ محمد بن علی الحصکفیؒ۔

۱۱۱) **فتح القدیر**. للعلامۃ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن

الهمام الحنفیؒ۔

۱۱۲) **المحيط البرهانی.** للعلامة ابی المعالی محمود بن احمد بن مازةؒ۔

۱۱۳) **خلاصة الفتاوی.** للعلامة طاهر بن عبدالرشيد البخاری رحمه اللّٰه تعالی۔

۱۱٤) **مجمع الانهرفی شرح ملتقی الابحر.** للعلامة عبدالرحمٰن بن محمد الكليبولیؒ۔

۱۱۵) **الهداية.** للامام برهان الدين أبی الحسن علی بن أبی بكر المرغينانیؒ۔

۱۱٦) **العناية شرح الهداية.** للعلامة محمد بن محمود بن أحمد الحنفیؒ۔

۱۱۷) **البنايه شرح الهداية.** للعلامة بدرالدين أبی محمد محمود بن أحمد العينی الحنفیؒ۔

۱۱۸) **ملتقی الابحر.** للعلامة ابراهيم بن محمد بن ابراهيم الحلبیؒ۔

۱۱۹) **غمز عيون البصائر شرح كتاب الاشباه و النظائر.** للعلامة السيد أحمد بن محمد الحنفیؒ۔

۱۲۰) **البحر الرائق.** للعلامة زين العابدين ابراهيم الشيهر بابن نجيم المصریؒ۔

۱۲۱) **تكملة البحر الرائق.** للعلامة محمد بن حسين بن علی الطوری القادری الحنفیؒ۔

۱۲۲) **تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق.** للعلامة فخر الدين عثمان بن علی الزيلعی الحنفیؒ۔

۱۲۳) **النهر الفائق.** للعلامة سراج الدين عمر بن ابراهيم ابن نجيمؒ۔

۱۲٤) **منحة السلوک فی شرح تحفة الملوک.** للعلامة بدرالدين أبی محمد محمود بن أحمد العينی الحنفیؒ۔

۱۲۵) **مراقی الفلاح شرح نور الايضاح.**

۱۲٦) **الجوهرة النيرة.** للامام أبی بكر بن علی بن محمد الحداد الزبيدی رحمه اللّٰه تعالی۔

۱۲۷) **حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح**. للعلامة سيد احمد الطحطاوىؒ.

۱۲۸) **حاشية الطحطاوى على الدر المختار**. للعلامة سيد احمد الطحطاوىؒ۔

۱۲۹) **الموسوعة الفقهية الكويتية**. للجنة من علماء كويت۔

۱۳۰) **اللباب فى شرح الكتاب**. للعلامة عبدالغنى الغنيمى الميدانى الدمشقى الحنفىؒ۔

۱۳۱) **مجموعة الفتاوى**. للعلامة محمد عبدالحى اللكنوىؒ۔

۱۳۲) **الأشباه و النظائر**. للعلامة زين العابدين ابراهيم الشيهر بابن نجيم المصرىؒ۔

۱۳۳) **حلبى كبير**. للعلامة ابراهيم بن محمد بن ابراهيم الحلبىؒ۔

۱۳۴) **احكام القنطرة فى احكام البسملة**. للعلامة محمد عبدالحى اللكنوىؒ۔

۱۳۵) **نفع المفتى و السائل**. للعلامة محمد عبدالحى اللكنوىؒ۔

۱۳۶) **اصول الافتاء و آدابه**. لشيخ الاسلام محمد تقى العثمانى۔

۱۳۷) **الاعتصام**. للعلامة أبى اسحاق ابراهيم بن موسى بن محمد الشاطبىؒ۔

۱۳۸) **مالابدمنه**. للقاضى ثناء الله پانى پتىؒ۔

۱۳۹) **مواهب الجليل لشرح مختصر خليل**. للعلامة أبى عبدالله محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن المغربىؒ۔

۱۴۰) **التوضيح شرح مختصر ابن الحاجب**. للعلامة خليل بن اسحاق المالكىؒ۔

۱۴۱) **تسهيل المسالک الى هداية السالک**. للعلامة مبارك بن على بن حمد الاحسائى المالكىؒ۔

۱۴۲) **الام**. للامام محمد بن ادريس الشافعىؒ۔

۱۴۳) **الوجيز**. للعلامة أبى حامد محمد بن محمد الغزالىؒ۔

۱۴۴) **بحر المذهب**. للعلامة أبى المحاسن عبدالواحد بن اسماعيل الرويانىؒ۔

۱۴۵) **المهذب**. للعلامة أبى اسحاق الشيرازىؒ۔

۱۴۶) **المغنى**. للعلامة أبى محمدعبدالله ابن قدامة الدمشقى الحنبلىؒ

١٤٧) **كتاب الفروع**. للعلامة شمس الدين محمد بن مفلح المقدسيؒ۔

١٤٨) **الممتع فی شرح المقنع**. للعلامة زين الدين المنجى بن عثمان بن أسعد ابن المنجى الحنبليؒ۔

١٤٩) **معونة أولى النهٰى شرح المنتهٰى**. للعلامة محمد بن احمد بن عبدالعزيز الحنبليؒ۔

١٥٠) **كفاية المفتى**. للمفتى كفايت اللّٰه الدهلویؒ۔

١٥١) **جواهر الفقه**. للمفتى محمد شفيعؒ۔

١٥٢) **امداد الفتاوى**. لحكيم الامت محمد اشرف على التهانویؒ۔

١٥٣) **امداد الاحكام**. للعلامة ظفر احمد العثمانى رحمه اللّٰه تعالى۔

١٥٤) **امداد المفتين**. للمفتى محمد الشفيع العثمانى رحمه اللّٰه تعالى۔

١٥٥) **ارشاد المفتين**. للمفتى حميد اللّٰه جان نور اللّٰه تعالى مرقدهٗ۔

١٥٦) **محمود الفتاوى**. للمفتى احمد الخانفورى دامت بركاتهم۔

١٥٧) **فتاوى عثمانيه**. للمفتى غلام الرحمٰن دامت بركاتهم۔

١٥٨) **فتاوى انوار العلوم**. للمفتى عبدالحق العثمانى دامت بركاتهم۔

١٥٩) **فتاوى عزيزى**. للعلامة الشاه عبدالعزيز الدهلویؒ۔

١٦٠) **فتاوى محموديه**. للمفتى محمود حسن الكنكوهیؒ۔

١٦١) **فتاوى مفتى محمودؒ**. للمفتى محمودؒ۔

١٦٢) **فتاوى قاسمية**. للمفتى محمد شبير القاسمى۔

١٦٣) **فتاوى حقانيه**. لشيخ الحديث عبدالحق الحقانیؒ۔

١٦٤) **فتاوى دار العلوم زكريا**. للمفتى رضاء الحق۔

١٦٥) **فتاوى رحيميه**. للمفتى عبدالرحيم اللاجفوریؒ۔

١٦٦) **فتاوى دار العلوم ديوبند**. للمفتى عزيز الرحمٰن الديوبندیؒ۔

١٦٧) **فتاوى دار العلوم وقف ديوبند**. للجنة علماء ديوبند۔

١٦٨) **نجم الفتاوى.** لشيخ الحديث نجم الحسن الامروهوى۔

١٦٩) **جامع الفتاوى.** للمفتى مهربان علىؒ۔

١٧٠) **خير الفتاوى.** لشيخ الحديث خير محمد الجالندهرىؒ۔

١٧١) **فتاوى فريديه.** للمفتى محمد فريدؒ۔

١٧٢) **فتاوى عثمانى.** للمفتى محمد تقى العثمانى۔

١٧٣) **فتاوى دينيه.** للمفتى محمد اسماعيل الكچهولوى دامت بركاتهم۔

١٧٤) **فتاوى بينات.** للجنة من علماء جامعه علوم اسلاميه بنورى تاؤن الكراتشى۔

١٧٥) **فتاواى منبع العلوم.** للمولانا محمد عمر السربازىؒ۔

١٧٦) **آپ کے مسائل اور ان کاحل.** للمولانا محمد يوسف الدهيانوىؒ۔

١٧٧) احسن الفتاوى۔ للمفتى رشيد احمد الدهيانوى نور الله تعالى مرقدهٗ۔

١٧٨) **معين الفتاوى.** للمفتى محمود حسن الهزاروى الاجميرى رحمه الله تعالى۔

١٧٩) **كتاب النوازل.** للمفتى محمد سلمان المنصورفورى۔

١٨٠) **سوال وجواب كتاب وسنت كى روشنى ميں.** للمفتى عبدالباسط دامت بركاتهم۔

١٨١) **زكاة کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا.** للمفتى محمد انعام الحق القاسمى دامت بركاتهم۔

١٨٢) **كتاب الروح.** للعلامة أبى عبدالله محمد بن أبى بكر أيوب ابن قيم الجوزيةؒ۔

١٨٣) **شرح العقائد النسفية.** للعلامة سعد الدين التفتازنىؒ۔

١٨٤) **شرح فقه الاكبر.** للعلامة الشيخ على بن سلطان محمد القارىؒ۔

١٨٥) **النبراس شرح شرح العقائد.** للعلامة محمد عبدالعزيز الفرهارىؒ۔

١٨٦) **حجة الله البالغة.** للامام الشاه ولى الله الدهلوىؒ۔

۱۸۷) **العالم و المتعلم**. للعلامة محمد زاهد بن الحسن الکوثریؒ۔
۱۸۸) **المهند علی المفند**. للعلامة خلیل احمد السهانفوریؒ۔
۱۸۹) **حیاة الحیوان الکبری**. للعلامة کمال الدین محمد بن موسی الدمیریؒ۔
۱۹۰) **مکتوبات امام ربانی**. للعلامة الشیخ احمد سرهندیؒ۔
۱۹۱) **القول الجمیل مع شفاء العلیل**. للامام الشاه ولی اللّٰه الدهلویؒ۔
۱۹۲) **قطب الارشاد**. للعلامة فقیر اللّٰه الحنفیؒ۔
۱۹۳) **التکشف عن مهمات التصوف**. لحکیم الامت محمد اشرف علی التهانویؒ۔
۱۹۴) **اتمام البرهان فی رد توضیح البیان**. لشیخ الحدیث سرفراز خان صفدرؒ۔
۱۹۵) **منهج الحیاة الایمانیة و التربیة الدینیة في ضوء الکتاب و السنة**. لشیخ الحدیث مولانا محمد زکریا الکاندهلویؒ۔
۱۹۶) **شریعت وطریقت کا تلازم**.لشیخ الحدیث مولانا محمد زکریا الکاندهلویؒ۔
۱۹۷) **اختلاف امت اور صراط مستقیم**. للمولانا محمد یوسف الدهیانوی رحمه اللّٰه تعالی۔
۱۹۸) **عبارات اکابر**. للعلامة سرفراز خان صفدر نور اللّٰه تعالی مرقدهٗ۔

(محشی کی دیگر کتب ورسائل)

(۱) فتاوی ناموس انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام ۴ مجلدات۔

(۲) فتاوی دینیہ پر ۸ جلدوں میں تحقیق وتخریج۔

(۳) **مسائل جمعه للحنفی.**

(٤) پھلوں کی خرید وفروخت کے شرعی احکام۔

(٥) **ردالهماهم على حسن الغمائم كطلوع الغمائم.**

(٦) سید البشر محمد رسول اللہ ﷺ کی سلسلۂ نسب کی مدلل تحقیق۔

(٧) **الرسالة العالية فى تحقيق الجماعة الثانية.**

(٨) **القول التمام فى رد من قال خلاف الامام.**

(٩) تبلیغی جماعت علمائے عرب وعجم کے آئینہ میں۔

(١٠) معدنیات کا شرعی حکم۔

(١١) اجرت تراویح کا شرعی حکم۔

(١٢) نماز جنازہ پڑھانے کا حقدار کون ہے؟

(١٣) روزہ کی حالت میں انجکشن لگانے کا شرعی حکم۔

(١٤) بالوں کے شرعی احکام۔

(١٥) آلات موسیقی کے حرمت پر فقہائے احناف کے دلائل۔